شیخ احمد بن حجر رحمہ اللہ
www.KitaboSunnat.com
معاشرے کی
مہلک بیماریاں
اور اُنکا علاج
مکتبہ قدوسیہ

شیخ احمد بن حجر رحمہ اللہ

مکتبہ قدوسیہ
غزنی سٹریٹ
اردو بازار
لاہور۔ پاکستان

فہرست مضامین

انہتر واں کبیرہ گناہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لئے مخصوص ہیں' جس نے اپنی کتاب "قرآن کریم" میں' اور اپنے برگزیدہ پیغمبر محمد ﷺ کی زبانی' بندوں کو اپنی ایسی عبادت اور تابعداری کا حکم فرمایا' جس سے اس کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو' اور وہ آخرت کی زندگی میں سرخرو اور کامیاب ہوں' نیز چھوٹے بڑے ان تمام گناہوں سے سختی کے ساتھ منع کیا' جن سے اگر توبہ نہیں کی' اور باز نہ آیا' تو ایسا شخص غضب خداوندی اور عذاب الٰہی کا سزاوار ہو گا' اور دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھائے گا-- میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی ایسی شہادت ہے' جس کا دینے والا' نافرمانی کی گندگی اور معصیت کے میل کچیل سے محفوظ ہوتا ہے- یہ شہادت اس دن آدمی کے کام آئے گی' جب نہ مال کام آئے گا' نہ بیٹے ساتھ دیں گے' بلکہ جو کوئی اللہ کے پاس پاک دل کی پاکیزگی لے کر جائے گا' وہی نجات پائے گا- میں اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ سردار دو جہاں حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنہوں نے ہمارے لئے حلال اور حرام کو الگ الگ بیان کیا' اور صاف صاف بتا دیا کہ اطاعت گذار بندوں کو سلامتی کے ابدی مقام یعنی جنت میں کیا کیا انعام و اکرام ملے گا- اور سزاؤں کے گھر یعنی دوزخ میں مجرم اور فاسق کیسے کیسے دائمی عذاب سے گذریں گے؟--- آپ اور آپ کے آل واصحاب پر درود و سلام ہو جو راتوں کے عبادت گذار' اور دن کے شہسوار تھے اور جملہ تابعین اور برحق اماموں پر رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں- رضوان اللہ علیہم اجمعین--!

حمد و صلوٰۃ کے بعد--! حساس اور باشعور طبقہ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ یہ زمانہ جس میں ہم سانس لے رہے ہیں' ایسا بدترین زمانہ ہے' جس میں نافرمانی' شہوت رانی'

برائی بے حیائی' اور اوچھی حرکتوں اور کمینہ خصلتوں کا جیسے سیلاب امنڈ رہا ہے- بھلے برے کی تمیز اٹھ گئی ہے' نیکی پر بدی کا ور بدی پر نیکی کا لیبل چڑھا ہوا ہے' کھلے بندوں گناہ کیا جاتا ہے- گنتی کے چند افراد کو چھوڑ کر عام لوگوں کے دلوں سے گناہ کا احساس تک مٹ چکا ہے' اور اس کا سدباب کرنا تو دور کی بات ہے' ہمہ گیر اور بلند پیمانے پر ایسا کوئی نظام بھی قریب و دور نظر نہیں آتا جو عام لوگوں کو معصیت اور منکر سے باز رکھے' بیشتر شہروں اور قصبوں میں فحاشی' بے حیائی اور بدکاری کے اڈے کھلے ہیں' شراب و شباب کی دکانیں لگی ہیں' لہو و لعب' بے پردگی اور آوارگی کا بازار گرم ہے- جگہ جگہ گناہوں کی طرف مائل کرنے والی چیزوں کی نمائش گاہیں سجی ہیں' جبکہ دوسری طرف مسجدیں اور تقرب الٰہی کی بارگاہیں سنسان پڑی ہیں- ہاں کہیں کہیں کچھ خدا کے نیک بندے ایسے ضرور ہیں' جو اس گئے گذرے زمانے میں بھی اپنے دین سے اس طرح چمٹے ہوئے ہیں' جیسے کوئی ہاتھوں میں دہکتا ہوا انگارہ اٹھائے ہو-

اس زبوں حالی اور ابتری کے چند اسباب حسب ذیل ہیں:

۱: دینی عقائد اور شرعی احکام سے عام طور پر جہالت اور لاعلمی پائی جاتی ہے-

۲: علمائے کرام کا خاصا بڑا طبقہ سہل پسندی اور آسائش و آرام کا شکار ہے- عوام الناس کو سیدھا راستہ دکھانے کا کام ایک عرصے سے انھوں نے بند کر رکھا ہے اور لوگوں کو یہ سمجھانا بھی چھوڑ دیا ہے کہ گناہ اور معصیت کے نتائج کیسے بدترین رونما ہوتے ہیں' اور جلد یا بدیر ان کی کیسی کیسی سزائیں ملنے والی ہیں-

۳: مسلم حکام نے شرعی احکام کے نفاذ اور ان پر عمل درآمد میں مجرمانہ غفلت سے کام لیا ہے- جن حدود اور سزاؤں کا کتاب و سنت میں صریح ذکر ہے' اور قرآن اور صحیح احادیث سے جن کا ثبوت ملتا ہے' ان سے بے توجہی برتی جاتی ہے' جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مجرم اور فاسق حرام اور تباہی کے کام دھڑلے سے کئے جا رہے ہیں-

۴: پھر یہ معاملہ سستی اور بے پروائی تک ہی محدود نہیں' بلکہ افسوس تو یہ ہے کہ حکام نے چکلوں اور شراب خانوں کی اجازت دے رکھی ہے- شراب پینے' بے حیائی کرنے اور عورتوں کے سج دھج کر بے پردہ نکلنے کی حوصلہ افزائی کی ہے' لہو و لعب' دھوکا دہی' اور فسق و فجور ان کے نزدیک کوئی روک ٹوک نہیں' اور حد تو یہ ہے کہ وہ

سود بھی ان کے نزدیک جائز اور مباح ہے' جن کے کھانے والوں کے بارے میں قرآن پاک پوری گھن گرج کے ساتھ کہتا ہے

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَوٰٓا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾ (بقرة: ۲۷۸' ۲۷۹)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو' تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے' اس کو چھوڑ دو' پھر اگر ایسا نہ کرو' تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اگر توبہ کر لو' (اور سود چھوڑ دو) تو تم کو اصل مال لینے کا حق ہے' نہ تم کسی کا نقصان کرو' اور نہ کوئی تمہارا نقصان کرے۔"

اور یہ محض مشرق و مغرب کے ان ملکوں کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے' جنھوں نے ان ہلاکت خیز چیزوں کی چھوٹ دے رکھی ہے' جو اسلامی قوانین پر شیطانی آئین کو نہ صرف پسند کرتے ہیں' بلکہ اس کو ترجیح دیتے ہیں' خدائے ذوالجلال کے دین متین اور اس کے برگزیدہ نبی کی لائی ہوئی شریعت کی سرخروئی اور بالادستی کے لیے سر نہیں اٹھاتے' ان کی نظر میں حرام وہ چیز ہے' جس کو یورپ کے منکرین اور مشرق کے ملحدین حرام کہیں' اور مباح اور جائز وہی ہے جس کو وہ درست بتائیں مثلاً:

اوّل:

جب ان ملکوں اور حکومتوں نے نشہ آور چیزوں پر پابندی عائد کی اور ان کی تجارت کرنے والوں پر نکتہ چینی شروع کی تو ہمارے ان حکام نے بھی انھی کی طرح ہانک لگائی' اور بھنگ' چرس' افیون اور اس جیسی نشہ لانے والی چیزوں پر روک لگا دی' اور اس سلسلے میں اتنی سختی برتی کہ خلاف ورزی کرنے والوں کو لمبی سزائیں دیں' اور زبردست تاوان عائد کیا' اور کہیں کہیں حکم عدولی کرنے والوں کو تختہ دار پر بھی کھینچا گیا۔

دوم:

یہی نہیں' بلکہ انھوں نے جوئے اور لاٹری پر بھی قدغن لگائی' جوئے بازوں کو

سلاخوں کے پیچھے ڈالا' انھیں سخت سزائیں دیں- انھوں نے جوئے بازی اور نشہ بندی کے سلسلے میں جو کچھ کیا بلا شبہ یہ ایک مستحسن اقدام تھا' لیکن اسلامی ملکوں کے حکام نے فی زمانہ یہ تمام کارروائی اس لئے نہیں کی کہ شریعت مطہرہ کا یہی تقاضا اور منشا ہے' جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا اور نہ ان کے وہ کافر اور مشرک پیشواؤں نے یہ سارا کھڑاک اس لئے رچایا کہ وہ خود بھی لوٹ کر اپنے دین پر چلنا چاہتے ہیں' بلکہ ان کی علت تمام تر مادی اور دنیوی تھی' چنانچہ نشہ بندی کے قائل وہ اس لئے ہوئے کہ نشہ آور چیزیں صحت اور معیشت کے لئے تباہ کن ہیں' جب کہ جوئے بازی سے جرائم کا دروازہ کھلتا ہے-

سوم:

یورپ نے شراب' بے پردگی' سود خوری' زناکاری اور ان چیزوں کی چھوٹ دی' جنھیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر رکھا ہے' تو عقل کے ان اندھوں نے بھی ان نکمی خصلتوں کو نام نہاد آزادی' قومی خوشحالی' حصول زر کے نئے نئے روپ اور جواز کی عجیب و غریب شکلوں سے درست ٹھہرایا' جبکہ کتاب و سنت کی کسی اصل یا کسی معتبر مذہب و مسلک یا کسی کے قول سے اس کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے-

۵: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ قطعی چھوڑ دیا گیا ہے' جبکہ یہ دونوں ایسے اہم دینی فریضے ہیں' جنہیں تمام آسمانی شریعتوں اور مذاہب نے اشد ضروری اور لازمی قرار دیا ہے- خصوصاً شریعت اسلامیہ میں اس کو نمایاں ترین مقام حاصل ہے' جو کسی شک کے بغیر جملہ محاسن' ہمہ گیر انسانی ضروریات' سعادت دنیوی اور نجات اخروی کی ضامن اور پچھلی تمام شریعتوں سے لائق و فائق اور بلند و بالا ہے' اور سب سے اہم یہ کہ ذات باری نے مسلمانوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایک خاص شان کے ساتھ فرض گردانا ہے' چنانچہ اس کا ارشاد ہے:-

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران - ۱۰۴)

"اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو (لوگوں کو) نیکی کی طرف بلائے اور

اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔"

اور اس فریضے کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ طغیانی' نافرمانی' سرکشی' اخلاقی پستی' اور بگاڑ کی بیخ کنی ہو' اور صالح اور نیک معاشرہ برپا ہو' اور یہ حقیقت ہے کہ ان دو فریضوں پر ٹھیک ٹھیک عملدر آمد کے بغیر کوئی ملک' ملت یا دین اور آئین ہرگز ہرگز پنپ نہیں سکتا اور جن قوموں نے ان فرائض سے اغماض برتا' ان کے اندر انارکی' بداخلاقی' شر اور فساد بڑھا' اور رفتہ رفتہ یہ قومیں زوال اور اضمحلال کا شکار ہوئیں۔

۶: ہماری نئی پود اور مسلم نوجوانوں نے غیر مسلم اقوام کی ہو بہو نقل کو اپنا شیوہ اور طریقہ بنالیا ہے۔ گندی عادتوں اور ناپاک خصلتوں کو آنکھ بند کر کے اپنالیا ہے۔ ان کے کھانے' پینے' پہننے اور اوڑھنے اور رہنے سہنے کا کوئی طریقہ کتنا ہی عقل و تدبیر کے خلاف ہو' طبع سلیم اور فطرت مستقیم اس کی خواہ کتنی ہی مخالفت کیوں نہ کرے' ان سے شرم اور ننگ و عار نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں زناکاری کی اجازت ہے' آوارہ اور اوباش لڑکیوں سے دوستی کوئی بری نہیں' بدکاری اور بے حیائی کے اڈوں اور فاسقوں اور فاجروں کے ساتھ وقت گذاری میں چنداں مضائقہ نہیں' عورتوں کی چال ڈھال' ان کے عشوہ وناز اور پوشاک میں مشابہت کوئی عیب نہیں۔ نشہ آور اشیا اور شراب و کباب غرض تمام چیزوں کو اپناتے اور برتتے ہوئے ان کے اندر یہ احساس تیز ہوتا ہے کہ اس طرح وہ ایٹمی دور کا ساتھ دے رہے ہیں۔ جدیدیت مغربی تہذیب و تمدن' اور روز بروز بدلتی ہوئی قدروں کو لے کر چل رہے ہیں' لیکن افسوس غیر قوموں کی ان خصلتوں کا دیوانہ بننا وہ پسند کرتے ہیں' مگر ان اقوام کے علوم و فنون' لگاتار کوشش اور پیہم محنت و عمل سے مجرمانہ غفلت برتتے ہیں' جب کہ یہی وہ گنج ہائے گراں مایہ ہیں' جنہوں نے ان قوموں اور خطوں کو علمی اور سائنسی ایجادات کی بدولت کہاں سے کہاں پہنچادیا ہے' اور یہ ایسی حقیقت ہے جو سورج سے زیادہ عیاں ہے۔

۷: زہریلے افکار' تباہ کن خیالات اور مسموم نظریات کا ایمان و یقین اور دین و شریعت

سے براہ راست تصادم ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں' چنانچہ خالق کائنات' اور اس کے وجود کا انکار' مرنے کے بعد اٹھایا جانا اور قیامت کو نہ ماننا اور اس سلسلے میں مسلمانوں خصوصاً پڑھے لکھے طبقے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا' رسول اقدس ﷺ کی ذات اطہر پر کیچڑ اچھالنا' کتاب و سنت کے احکام کا مذاق اڑانا' اور ایسے شبہات پیدا کرنا جن کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس سے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی جڑیں کمزور ہو رہی ہیں' جس کے رد عمل میں نوجوان' ایمان اور اسلام کے دائرے سے نکل رہے ہیں' اور یہ حقیقت ہے کہ جب دلوں سے ایمان کی جڑیں کمزور ہوں گی' یا سرے سے یہ پودا ہی نیست و نابود ہونے لگے گا (والعیاذ باللہ) تب بھلا رکاوٹ کون سی باقی رہے گی ہر فحاشی اور بے حیائی کا ارتکاب آسان ہو گا' حرام کاری کے دروازے چوپٹ کھل جائیں گے۔ اور دشمنان اسلام کی تمام تر کوشش اور کاوش اس کے سوا اور کیا ہے؟

بنابریں علمائے اسلاف (رحمہم اللہ) نے کبیرہ و صغیرہ (بڑے چھوٹے) گناہوں کی بابت متعدد کتابیں تصنیف کیں' ان کے متعلق مسائل اور احکام کو تفصیل سے بیان کیا' اور تحریر کیا کہ جو لوگ اس کا ارتکاب کریں گے' لیکن توبہ نہیں کریں گے' نہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کیا ہو گا' آخر ان کا انجام کیا ہو گا؟ اور انھیں کن کن سزاؤں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ "کبائر" کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں حافظ شمس الدین ذہبیؒ کی "کتاب الکبائر" اور شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی کتاب "الکبائر" بھی شامل ہیں۔ البتہ یہ دونوں کتابیں شیخ ابن حجرؒ کی کتاب "الزّواجر" کی بہ نسبت کافی مختصر ہیں' جبکہ شیخ علامہ احمد بن ابراہیم ابن محمد دمشقی المعروف بابن نحاس کی کتاب "تنبیه الغافلین" بھی اسی صنف سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن دیگر کتابوں کی بہ نسبت اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اندر بدعات و منکرات' اور بدعادات کا بھی مفصل ذکر موجود ہے۔

اور جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا' کہ اسلامی ملکوں میں معصیت اور گناہ عام ہے' اس کے پیش نظر میں نے اس حدیث (اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ) کی ایک شرح قلم بند کی تھی' پھر جب میں نے سابقہ ہر دو امور (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) پر غور کیا' تو میں

نے عزم مصمم کر لیا کہ ان ہمہ گیر برائیوں' کبیرہ گناہوں' بدعتوں اور ضلالت سے متعلق کچھ نہ کچھ لکھتا رہوں گا' جن کا جابجا چرچا ہے- پھر اس ضرورت کا اس لئے بھی شدت سے احساس ہوا کہ میں نے دیکھا ہے- اکثر افراد اس سلسلے میں سستی اور تغافل سے کام لیتے ہیں' اور متعدد کبائر اور بدعات کا انکار کرتے ہیں- حالانکہ ان میں سے اکثر چیزیں ایسی ہیں' جن کا تعلق عقائد سے ہے' اور عقائد کے بگاڑ سے آدمی ایمان کے دائرے سے نکل جاتا ہے' یہ وہ وجوہات تھیں جن کے تحت راقم نے زیر نظر کتاب تصنیف کی' اور اس کا نام "تَطْهِيْرُ الْمُجْتَمِعَاتِ مِنْ أَرْجَاسِ الْمَعَاصِيْ وَالْمُوْبِقَاتِ" رکھا' اور جیسا کہ ناظرین کو کتاب کے مطالعہ کے بعد بخوبی احساس ہوگا' یہ کتاب اتنی طویل نہیں' نہ بے حد مختصر ہے' بلکہ متوسط درجے کی ہے' اور یہ تو کہا نہیں جاسکتا کہ اسلاف صالحین نے جو کچھ لکھ دیا اسی پر بس ہے' یہی وجہ ہے کہ میں خود بھی اس کا قائل نہیں ہوں' اس لئے کہ کئی کئی مصنفین ایک ایک موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں- لیکن ہر ایک کا رنگ جداگانہ اور ان کی خصوصیت الگ الگ ہوتی ہے- یہاں تک کہ جو خوبی ایک کتاب میں ہوتی ہے' دوسری اس سے خالی ہوتی ہے' اس لئے میں اپنی زیر نظر کتاب کی بعض خصوصیات تحریر کرتا ہوں' اس نوعیت اور موضوع کی دیگر کتابوں کے تقابل اور مطالعہ کے بعد ناظرین کماحقہ اس کے اوصاف سے آگاہ ہوں گے-

۱- "الکبائر" مصنفہ:- علامہ شیخ احمد بن حجر ہیتمیؒ -- کی بہ نسبت زیر نظر کتاب زیادہ جامع اور مستحسن اس لئے ہے کہ علامہ موصوف نے اپنی کتاب میں بعض مقامات پر کافی طوالت سے کام لیا ہے' بعض کبیرہ گناہوں کے ضمن میں انھوں نے فقہا کے مباحث اور ان کے اختلافات کا ذکر کیا ہے' جب کہ موجودہ دور کے اکثر پڑھے لکھے لوگ ان پیچیدگیوں سے ناواقف ہوتے ہیں' ہاں ان چیزوں کو کماحقہ وہی لوگ جانتے ہیں جو فقہ' حدیث' تفسیر' اور ان کے اصولوں سے آشنا ہوتے ہیں- پھر مصنف نے بعض ایسی معصیتوں کو بھی کبیرہ گناہوں میں شامل کیا ہے' جن کی حیثیت کبیرہ گناہ کی نہیں ہے- مصنف نے انھیں گناہ کبیرہ محض بعض مسالک کے اصولوں اور کچھ مذاہب کے فقہا اور ان کی بحثوں کی وجہ سے کیا ہے-

رہی امام ذہبیؒ کی "کتاب الکبائر" تو اول تو یہ کتاب نہایت مختصر ہے- دوسرے فن حدیث میں ان کی دسترس' اس علم میں ان کے بلند مرتبہ' اور صحیح و ضعیف روایتوں پر ان کی

گہری نقد و نظر کے باوجود انھوں نے اس کتاب میں بعض ایسی ضعیف روایتیں درج کی ہیں جنہیں کم از کم اس قسم کی کتاب میں نہیں آنا چاہئے تھا۔ البتہ شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی کتاب "الکبائر" کی حدیثیں صحیح اور حسن ہیں' لیکن یہ کتاب بڑی مختصر ہے' اور طرفہ یہ کہ اب تک اس کی کوئی شرح یا کوئی حاشیہ بھی نہیں لکھا گیا ہے۔

۲۔ اس کتاب میں میں نے دو مقدمے درج کئے ہیں' پہلے مقدمے میں صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی تعریف اور ان کی بابت بعض اہل علم کے مباحث مختصراً مذکور ہیں۔ راقم سے پیشتر "کتاب الزواجر" کے مصنف نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے' لیکن انھوں نے تفصیل اور طوالت سے کام لیا ہے' جبکہ میں نے بقدر ضرورت مقصد کی وضاحت کی ہے۔ دوسرا مقدمہ میری اپنی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس میں میں نے معاصی کی مضرت' بدکاری کے فاسد اثرات اور اس کے تحت ملنے والی ان سزاؤں کا ذکر کیا ہے' جو ان کے ارتکاب کرنے والوں کو جلد یا بدیر ملیں گی' یہ ٹکڑا درحقیقت حافظ ابن القیم رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "الجواب الکافی" یا "الداء والدواء" کے ایک حصے کی تلخیص ہے۔ ان مضرتوں کا سرسری تذکرہ میں نے صرف اس لئے کیا ہے تاکہ اصل موضوع سے پہلے ناظرین ان سے آگاہ رہیں' اور ان سے پیدا شدہ تباہی بربادی' اور دنیا و آخرت کی اذیتوں کا انھیں علم رہے۔ ان کے ایمان اور یقین میں اضافہ ہو' ہلاکت کے بھنور' آزمائش کے گڑھوں اور موت کی وادی میں گرنے سے وہ محفوظ رہیں۔

مذکورہ دو مقدمات کے ساتھ ساتھ راقم نے ایک تیسرا مقدمہ بھی تحریر کیا ہے جس کا عنوان جنت کی ترغیب اور دوزخ سے تنبیہ ہے۔ یہ حصہ کتاب الترغیب والترہیب سے ماخوذ ہے اور صحیح اور حسن حدیثوں پر مشتمل ہے۔

۳۔ راقم نے بعض ان کبائر کو بھی شامل کتاب کیا ہے' جن کا ذکر اب سے پہلے کے علما نے نہیں کیا ہے۔ جیسے انبیاء کرام اور صحابہ عظام کی فلمیں بنانا' ان کی شبیہ کو اسٹیج کرنا اور دشمنان خدا سے روابط اور تعاون رکھنا۔

۴۔ کبیرہ گناہوں کی جن بحثوں کو سلف صالحین کی کتابوں میں اختصار سے ذکر کیا گیا ہے راقم نے انھیں خاصی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۵- ساتھ ہی میں نے سہل، دل نشین، اور شستہ و شگفتہ انداز نگارش کو اختیار کیا ہے، جسے طبقہ علما ہی نہیں، عوام الناس بھی بخوبی سمجھ سکیں گے، ان شاءاللہ!

۶- کتاب کا اختتام توبہ اور استغفار پر کیا ہے- اس سے پہلے شیخ احمد بن حجر ہیتمیؒ نے بھی اسی روش کو اپنایا ہے- البتہ صاحب موصوف نے تفصیل سے لکھا ہے، جبکہ راقم نے اس سلسلے کی صحیح احادیث کو ہی بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے-

ان گوناگوں اوصاف اور امتیازی خصوصیات کے ساتھ اللہ نے چاہا تو یہ کتاب عام مسلمانوں، خصوصاً ان بھائیوں کے لئے بیش از بیش مفید ہو گی، جو دعوت و ارشاد اور اشاعت و تبلیغ کے فریضے سے وابستہ ہیں، وعظ و تقریر اور خطاب و بیان کے سلسلے میں یہ کتاب ان کے لئے مستند ماخذ اور قابل قبول مرجع کا کام دے گی، ان شاءاللہ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مسلمانوں کے حق میں مفید بنائے، اور اس کے اجر و ثواب سے اس دن مجھے محروم نہ رکھے، جس دن کہ مال اور اولاد کوئی کام نہیں آئیں گے- سرخرو اور بامراد بس وہی لوگ ہوں گے جو پاک دل لے کر اللہ کے پاس حاضر ہوں گے-

﴿وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ﴾

تالیف: اَحْمَدْ بِنْ حَجَرْ اٰلُ بُوْطَامِيْ الْبَنْعَلِيْ

قاضی محکمہ شرعیہ اولیٰ

حکومت قطر

یکم جمادی الآخر ۱۴۰۱ھ

پہلا مقدمہ

اب وقت آگیا ہے کہ مالک و معبود حقیقی کی تائید اور نصرت سے میں اپنے مقصد کا آغاز کروں' اس لئے بتوفیق الٰہی عرض کرتا ہوں کہ تحقیق اور جستجو کا سرا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ قارئین کو معلوم ہونا چاہئے کہ اصل موضوع پیش کرنے سے قبل دو مقدمات پیش کرنا زیادہ مناسب ہے۔

پہلا مقدمہ: معصیت کے بیان میں' اور اس بارے میں کہ آیا ہر معصیت کا شمار کبیرہ میں ہوتا ہے؟ یا معصیت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صغیرہ' اور (۲) کبیرہ --- اور اگر ہم یہ کہیں کہ معصیت کی دو قسمیں ہیں' تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ کبیرہ اور صغیرہ کسے کہتے ہیں؟ کبائر کی جملہ تعداد کیا ہے؟ اور صغیرہ و کبیرہ کی تعریف اور ان کی قسموں کی تفصیل کیا ہے؟

دوسرا مقدمہ: اس بیان میں کہ معصیت کے نتیجے میں کیا کچھ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور دنیا اور آخرت میں اس کی کیسی کیسی سزائیں ہیں۔؟

پہلے مقدمے کی معروضات یہ ہیں: علامہ ابن حجر ہیتمی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں' علما کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ تمام گناہ کبیرہ ہیں' ان میں صغیرہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ ابو اسحٰق اسفرائنی' قاضی ابو بکر باقلانی' امام الحرمین --- ارشاد --- اور ابن قشیری --- مرشد --- جیسے علما کا شمار بھی اسی گروہ میں ہے۔ بلکہ ابن فورک نے اشاعرہ سے یہی نقل کیا ہے' اور اپنی تفسیر میں بھی اسی کو پسند کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ "ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ہر معصیت کبیرہ گناہ کہلاتی ہے' اور صغیرہ کبیرہ محض ایک دوسرے کی نسبت سے ہیں' اور بڑے کے مقابلے میں اس سے چھوٹے کو صغیرہ کہہ دیا جاتا ہے' چنانچہ اس آیت:

﴿اِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ﴾ (نساء - ۳۱)

"جن کاموں کے کرنے سے تم کو منع کیا جاتا ہے' ان میں سے تم اگر بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے۔"

سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ "یہ تقسیم صحیح نہیں ہے کہ گناہ دو طرح کے ہیں "صغیرہ اور کبیرہ" (معتزلہ کا بیان تمام ہوا) اور اس گروہ نے جہاں اپنے اصحاب کا متفقہ قول ذکر کیا ہے' وہاں بھی اسی قسم کا دعویٰ کیا ہے' جو اوپر مذکور ہے۔ تقی سبکی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے' قاضی عبدالوہاب نے کہا ہے کہ کسی معصیت کے بارے میں یوں نہیں کہا جاسکتا کہ وہ صغیرہ ہے' ہاں اس معنیٰ میں وہ صغیرہ ہوتی ہے کہ کوئی اس سے بڑھ کر کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے۔ یہ قول اس روایت کے موافق ہے' جس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے' لیکن اس کے اندر اس معنیٰ میں انقطاع پایا جاتا ہے کہ کبائر کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے یہ کہا ہے کہ تمام منہیات کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس سے اللہ کی معصیت لازم آئے وہ کبیرہ ہے۔ اس کے برعکس جمہور علما یہ کہتے ہیں کہ صغیرہ بھی معصیت کی ایک قسم ہے' لیکن دونوں فریقوں کا معنیٰ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اختلاف محض نام اور تقسیم ہونے نہ ہونے میں ہے' ورنہ اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ بعض معصیت کے ارتکاب سے آدمی عادل نہیں رہ جاتا' جبکہ کچھ معصیت کے کر گزرنے پر اس کے اوپر کوئی اثر نہیں پڑتا' اور ہمارے پیشرو علما گناہوں کے ساتھ صغیرہ لگانے سے ہی گریز کرتے تھے۔ اس لیے کہ اللہ رب العزت کی عظمت' اس کے جلال و جبروت' اور اس کی سخت پکڑ کو دیکھتے ہوئے ان کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں آتا تھا کہ کسی گناہ کو صغیرہ کہا جائے' ویسے بھی اللہ کی کبریائی اور اس کی عظمت کی وجہ سے تمام معاصی کبیرہ ہیں' خواہ کسی کا درجہ کوئی ہو۔ لیکن جمہور اور عام علما کی یہ رائے نہیں' کیونکہ اس کی دو قسم ہونا مشہور ہے' چنانچہ اس آیت کے پیش نظر بھی صغیرہ اور کبیرہ معصیت کی دو قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ (حجرات - ۷)

"اور کفر اور فسق اور نافرمانی سے تم کو نفرت دی۔"

اللہ نے نفرت انگیز چیزوں کو تین درجوں میں تقسیم فرمایا ہے' اور علاوہ اور گناہوں کے معصیت کو "فسوق" سے تعبیر کیا ہے۔ نیز اس کا یہ بھی ارشاد ہے کہ

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْآ اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ (نجم-۳۲)

"(وہ لوگ ایسے ہیں) جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں' مگر چھوٹے گناہ (ان سے ہو جاتے ہیں) بلاشبہ تمھارا پروردگار بڑی بخشش والا ہے- وہ تم کو اس وقت سے خوب جانتا ہے' جبکہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے' تو اپنے آپ کو مقدس مت جتاؤ' وہ اس کو خوب جانتا ہے جو پرہیز گار ہیں-"

اس کے بعد جمہور علما نے صغائر اور کبائر کی تعریف میں خاصی تفصیل درج کی ہے' جس پر اضافہ کیا جانا دشوار ہے-

فصل

گذشتہ وضاحت کے بعد حافظ ابن القیم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

کتاب و سنت اور صحابہ' تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے اجماع سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صغیرہ اور کبیرہ دونوں ہی قسم کے گناہ ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَاتُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلاً كَرِيْمًا﴾(نساء:۳۱)

"جن کاموں کے کرنے سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمھارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے۔"

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ﴾ (نجم۔ ۳۲)

"(وہ ایسے لوگ ہیں کہ) جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں مگر چھوٹے گناہ (ان سے ہو جاتے ہیں)"

رسول اکرم ﷺ سے صحیح حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اَلصَّلٰوتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَ رَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَ الْكَبَائِرُ))

"پنجگانہ نمازیں' ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک یہ سب اپنے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہیں' جب تک کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جاتا رہے"

کفارہ بننے والے ان اعمال کے تین درجے ہیں:

اوّل: بذات خود ان اعمال میں کمزوری' اخلاص میں کمی' اور ان کے حقوق کی کماحقہ عدم ادائیگی کی وجہ سے یہ اعمال محض چھوٹے گناہوں کا کفارہ ہوں' جیسے بیماری اور امراض لحاظ سے بعض دوائیں ہلکی اور کم پاور رکھتی ہیں اور پیچیدہ اور مہلک امراض کا تدارک ان سے

دشوار ہوتا ہے۔

دوم: ان کے ذریعے محض صغائر کی تلافی اور تدارک ہو کبیرہ گناہوں کو ہٹانے اور مٹانے کی ان کے اندر صلاحیت نہ ہو۔

سوم: صغیرہ گناہوں کے تدارک کی ان میں پوری صلاحیت ہو اور ان کے اندر مزید ایسی توانائی بدستور موجود ہو جس سے کبیرہ گناہ بھی دور ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا فقروں پر غور کیا جائے تو متعدد اشکال آپ سے آپ رفع ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد حافظ ابن القیمؒ نے ذیل کی حدیثیں ذکر کی ہیں۔

- اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ

"کیا میں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں تمھیں نہ بتاؤں؟"

- اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ

"سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچو"

- اَیُّ الذَّنْبِ عِنْدَاللّٰہِ اَعْظَمُ

"کون سا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ برا ہے؟"

آخر الذکر روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور صحیحین میں مذکور ہے:

اس کے بعد حافظ ابن القیمؒ نے کبائر کے بارے میں لوگوں کا یہ اختلاف ذکر کیا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں تعریف کے مطابق کبیرہ گناہوں کی پوری گنتی کی گئی ہے؟ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ ان گناہوں کی پوری گنتی کی جا چکی ہے۔ ان میں سے بعض نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ ان کی جملہ تعداد "چار" ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ کل "سات" ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے ان کی تعداد "نو" بتائی ہے جبکہ ان کے علاوہ بعض نے گیارہ اور بعض نے "سترہ" شمار کی ہے۔

علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "زواجر" میں حضرت سعید بن جبیرؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا جملہ کبائر کی تعداد کیا ہے؟ کیا وہ کل سات ہیں؟" انھوں نے جواب دیا یہ سات سے لگ بھگ سات سو تک ہیں اور توبہ کی تمام شرطوں کے ساتھ توبہ و استغفار کر لیا جائے تو کوئی گناہ "گناہ کبیرہ" نہیں رہ جاتا اسی

طرح اگر کوئی صغیرہ گناہ پر مصر رہا' تو صغیرہ گناہ' صغیرہ نہیں رہ جاتا' ---الخ (الجواب الکافی)

شیخ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ''زواجر'' ہی میں جملہ گناہ کبیرہ ۴۶۷ شمار کئے ہیں' جبکہ راقم نے ۸۰ کبیرہ گناہوں کو کتاب میں شامل کیا ہے' صغیرہ' کبیرہ کی تعریف' ان کی تعداد اور اس بارے میں علما کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد آئندہ صفحات میں دونوں کی تعریف ذکر کی جاتی ہے:

گناہ کبیرہ کی تعریف:

گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہو- اور جس سے رسول اللہ ﷺ منع فرمائیں' وہ گناہ صغیرہ ہے- بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ ''جن چیزوں کی حرمت پر تمام آسمانی شریعتوں کا اتفاق ہو' وہ کبیرہ ہیں' اور جو گناہ کسی شریعت میں حرام اور کسی میں حرام نہ ہو' وہ صغیرہ ہے- ان کے علاوہ کچھ اقوال اور بھی ہیں' جن کو طوالت کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے- زیادہ جامع اور مستحسن تعریف یہ ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر کوئی حد' سخت وعید' اللہ کی لعنت یا اس کے غضب کا اظہار ہو' جبکہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ کبیرہ گناہوں کی کوئی جامع تعریف نہیں' نہ ان کی کل تعداد سے میں اور نہ کوئی خدا کا اور بندہ واقف ہے- جیسے دعا قبول ہونے کی مخصوص گھڑی سے کوئی واقف نہیں' اس لئے کہ اللہ نے اس ساعت کو مخفی رکھا ہے' اسی طرح اس نوعیت کے گناہوں کی مکمل تفصیل بھی مخفی رکھی گئی ہے' یہ اس لئے بھی کہ اگر یہ گھڑی یوں مخفی نہ رکھی جاتی تو لوگ نڈر ہو کر پوری آزادی سے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے' اور اس کو اپنے لئے مباح سمجھتے ---- لیکن واضح ہو کہ یہ قول بھی خلاف واقعہ ہے' اس لئے کہ کتاب و سنت کی متعدد دلیلوں سے یہ ثابت ہے کہ گناہ کی ایک مختلف نوعیت ہے' بعض گناہ صغیرہ ہیں' اور ان میں بعض کبیرہ ہیں-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا﴾ (نساء- ۳۱)

''جن کاموں کے کرنے سے تم کو منع کیا جاتا ہے' ان میں سے اگر تم بڑے بڑے

"گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے' اور تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے۔"

﴿اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ﴾(نجم۔ ۳۲)

"(وہ ایسے لوگ ہیں) جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں۔ مگر چھوٹے گناہ (ان سے ہو جاتے ہیں)"

یعنی وہ گناہ جو کم مقدار میں ہوں اور ہلکے ہوں' -- نیز متعدد احادیث میں کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے۔ جیسے ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :-

((اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ قَالُوا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ' قَالَ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ وَکَرَّرَہٗ ثَلَاثًا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَہٗ یَسْکُتُ))

"کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ (کبیرہ) نہ بتاؤ؟ سب نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' جھوٹی گواہی دینا' جھوٹی گواہی دینا' جھوٹی گواہی دینا' یہ (آخری جملہ آپ نے تین بار) اس طرح دہرایا کہ ہم نے اپنے دل میں کہا' کاش حضور ﷺ خاموش ہو جاتے۔"

بعض صحیح حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ بعض مخصوص عبادتوں سے بعض گناہ معاف ہو جاتے ہیں' جیسے یہ روایت کہ:

((اَلصَّلٰوتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَۃُ اِلَی الْجُمُعَۃِ))

"پنجگانہ نمازوں کی ادائیگی' ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک" الخ

اور یہ روایت کہ

((مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمٍ وَّلَدَتْہُ اُمُّہٗ))

"جس نے حج کیا' اور بے حیائی نہیں کی' نہ کوئی گناہ کیا' تو وہ حج سے اس دن کی طرح پاک وصاف ہو کر لوٹتا ہے جیسا کہ اس دن تھا' جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔"

اور وہ روایت کہ "وضو کرنے' باجماعت نماز پڑھنے' اور عرفہ اور عاشورہ کا روزہ رکھنے والے کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔" بہر کیف مذکورہ بالا آیات وروایات سے جمہور علماء

کے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں' کبیرہ اور صغیرہ۔ اور جن لوگوں نے تمام گناہوں کو کبیرہ شمار کیا ہے' دراصل انھوں نے ذات باری کی کبریائی اور اس کی عظمت کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا ہے' کیونکہ ان کے بقول اللہ کی بڑائی اور اس کی قہاری کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی بندہ گناہوں پر جسارت کرے' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا' جیسے وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ اللہ نے جن کاموں سے منع کیا' اس کے باوجود اس کی نافرمانی کرنا' اس کے حکم کی توہین کرنے اور اس کی عظمت اور احترام میں کوتاہی برتنے کے مصداق ہے' اور اس نقطۂ نظر سے کسی گناہ میں کوئی فرق نہیں ہے' بلکہ سارے گناہ یکساں ہیں' اور یہ توجیہہ بھی اچھی ہے کہ سارے گناہ' گناہ کبیرہ ہیں' کوئی صغیرہ گناہ نہیں ہے۔ لیکن آخرت میں عذاب' گرفت اور مواخذہ کے لحاظ سے اس قسم کی تاویل کی جائے تو زیادہ اچھا ہے' جیسا کہ جمہور علما بھی آخرت میں سزا اور گرفت کے تعلق سے اسی نظریہ کے قائل ہیں۔

دوسرا مقدمہ

گناہ اور معصیت کی مضرت' اس کے بد اثرات اور اس کے تحت جلد یا بدیر ملنے والی سزائیں' اور بعض ایسی سزائیں جو اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کو دی تھیں-!

حافظ ابن القیمؒ کہتے ہیں' خوب سمجھ لینا چاہیے کہ گناہ اور معصیت حد درجہ مضر چیز ہے' البتہ مضرت اور برے اثرات کے درجے الگ الگ ہیں- نیز یوں بھی دنیا اور آخرت میں پھیلی ہوئی ہر بیماری اور بگاڑ کی تہہ میں گناہ اور معصیت کے برے اثرات ہی کار فرما ہوتے ہیں-

چنانچہ دیکھنا چاہیے کہ آخر وہ کیا چیز تھی' جس نے ماں باپ کو لذت' راحت' خوشی اور مسرت کے ابدی مقام جنت سے' رنج' غم' درد اور مصیبت کے دائمی گھر یعنی دنیا میں لاڈالا--؟ وہ کون سی چیز تھی جس نے ابلیس کو آسمان کی بادشاہت سے نکال پھینکا' اسے راندہ درگاہ اور لعنت ملامت کے قابل بنایا- اس کے ظاہر اور باطن کو مسخ کر ڈالا' اس کی صورت کو بدنما اور اس کی شکل کو بگاڑ ڈالا' اس کے ظاہر سے زیادہ اس کے باطن کو بدہیئت اور ناگوار کیا' اس کے اندر ایسا عظیم انقلاب پیدا کیا کہ وہ نزدیک تھا اس کو دور پھینک دیا گیا' رافت و رحمت کے لائق تھا' لعنت اور ملامت کے قابل اس کو بنایا' حسن و جمال سے مالا مال تھا' بدصورتی اور پھوہڑپن اس کے حصے میں آیا' جنت میں تھا' دہکتی ہوئی آگ اس کا مقدر بنی' ایمان اور یقین والا تھا' بے ایمان اور سرکش ہوا' خوبی اور ستائش والے آقا کا جتنا دم بھرتا تھا' اب اتنا ہی زیادہ اس کی عداوت' اس کے خلاف سرگرمی اور مشقت اٹھانے میں حد سے آگے بڑھ گیا- وہ تسبیح و تقدس اور وحدانیت کا وظیفہ حرز جاں کئے ہوئے تھا' کفر و شرک' مکر و فریب' دروغ گوئی اور

فحش اس کی فطرت ثانیہ بنی' ایمان کا جامہ اتار کر کفر' فسق اور معصیت کا لباس پہنا اور اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ بارگاہ خداوندی میں حد درجہ ذلیل و خوار ہوا- اپنی دشمنی' سرکشی اور نافرمانی سے قعر مذلت میں گرتا چلا گیا' پروردگار عالم کا غیظ و غضب اس کے اوپر نازل ہوا' اور اللہ نے اس کو پست اور سرنگوں کیا' بغض اور ناپسندیدگی کا مستحق ہو کر زبوں حال اور ذلیل و خوار ہوا اور تمام فاسقوں اور مجرموں کی چودھراہٹ کا جوا اپنے گلہ میں ڈالا' اور کہاں تو اس قدر عبادت اور بندگی میں اس کے دن گذرے تھے' اور کہاں ایسی نامراد قیادت اس کے حصے میں آئی- سچ ہے اللہ کی حکم عدولی اور اس کے نواہی کی خلاف ورزی سے ہم صرف اسی کی پناہ چاہتے ہیں-

ہاں وہ کیا چیز تھی' جس نے دھرتی کے تمام باشندوں کو طوفان میں ایسا غرق کیا کہ پانی پہاڑوں کی اونچی چوٹیوں تک جا پہنچا' عاد کی قوم پر ایسی آندھی آئی جس نے اس قوم کے ایک ایک قد آور اور بلند و بالا فرد کو کھجور کے لمبے لمبے تنے کی طرح مردہ اور بے حس و حرکت زمین پر ڈال دیا- ان کی آبادی' کھیت' کیار' چوپائے اور مویشی غرض ایک ایک چیز کو فنا کے گھاٹ اتار دیا' اور قوم کا ہر ہر متنفس تا قیامت آنے والے انسانوں کے لئے عبرت کا سامان بنا- وہ کون سی چیز تھی؟ جس نے ثمود کی قوم پر ایسی چیخ اور چنگھاڑ مسلط کی' جس کی تیز آوازوں نے ان کے دل' سینے اور پیٹ کو چیر کر رکھ دیا' اور قوم کا آخری آدمی بھی عذاب کی آہنی گرفت سے بچ نہیں سکا-

وہ کیا چیز تھی' جس نے قوم لوط (علیہ السلام) کی بستیوں کو اتنا اونچا اٹھایا کہ آسمان کی بلندی پر قدسیوں نے ان کی بستی کے کتوں کی آوازیں سنیں' پھر وہاں سے اس بستی کو الٹ کر اسے اوندھا کر دیا گیا- ایک ایک متنفس ہلاک ہوا' اس پر مستزاد آسمان سے ان کے اوپر مسلسل پتھروں کی بارش ہوتی رہی' اور اس طرح اس قوم کو جتنی بڑی سزا ملی' دنیا کی کسی قوم پر اتنا عذاب نازل نہیں ہوا' اور جو قوم بھی اس عادت بد کا شکار ہو گی' اسی قسم کی عبرت ناک سزا کی مستحق ہو گی' کیونکہ ظالموں سے خدا کا عذاب کچھ دور نہیں ہے-

وہ کون سی چیز تھی جس نے حضرت شعیبؑ کی قوم پر سائبان کی شکل میں بادلوں کا عذاب نازل کیا' ابر کی یہ چھتری جب ان کے اوپر تن جاتی' تو اس کے اندر سے آگ کے شعلے نمودار ہوتے اور دہکتے ہوئے انگاروں کی بارش ہوتی' وہ کیا چیز تھی جس نے فرعون اور اس کی

قوم کو دریا میں ڈبو دیا اور ان کی روحوں کو دوزخ میں پھینک دیا' ایک طرف جسم تہہ آب ہوا' تو دوسری طرف ان کی روحیں شعلہ پوش ہوئیں- ہاں وہ کون سی چیز تھی جس نے قارون کو' اس کے گھربار کو اور اس کے اہل و عیال کو زمین کی گہرائی کا پیوند بنایا- وہ کیا چیز تھی' جس نے نوح کے بعد کی کتنی ہی قوموں کو قسم قسم کا عذاب دے کر ملیامیٹ کیا- وہ کون سی چیز تھی' جس نے قوم عاد کی معاصر قوم کو زبردست چنگھاڑ سے ہلاک کیا' جس کی وجہ سے اس قوم کا ایک ایک فرد حواس باختہ ہو کر فنا کے گھاٹ اتر گیا- وہ کون سی چیز تھی جس کی پاداش میں بنی اسرائیل پر ان سے زیادہ سخت گیر اور لڑاکا قوموں کو مسلط کیا گیا' جو ان کے گھروں میں گھس پڑے' ان کے مردوں کو تہہ تیغ کیا- بچوں اور عورتوں کو غلام اور کنیز بنایا' گھربار کو آگ لگا دی' مال و دولت کو لوٹ لیا' پھر جب دوسری بار یہی جنگجو قوم حملہ آور ہوئی تو جتنوں کو ان سے ہلاک کرتے بنا' انھوں نے ہلاک کیا اور جس پر ان کا بس چلا' اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا- آخر وہ کیا چیز تھی جس نے پھر ان مجرم قوموں پر طرح طرح کی سزاؤں کو نافذ کیا' کبھی وہ موت کے گھاٹ اتارے گئے' کبھی قید و بند میں مبتلا ہوئے' ان کے گھر اجاڑے گئے' ان کی بستیاں ویران کی گئیں' کبھی ظالم بادشاہوں کے خونیں پنجوں میں گرفتار ہوئے' کبھی ان کی صورتیں بندر اور سور کی بنا دی گئیں- یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے قسم کھا کر یہ اعلان کیا کہ تاقیامت ان پر ایسے لوگوں کا تسلط رہے گا' جو انھیں طرح طرح کا عذاب دیتے رہیں گے-

امام احمدؒ فرماتے ہیں' ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا' ان سے صفوان ابن عمرو نے' ان سے عبدالرحمٰن بن جبیرؒ بن نفیر نے اور ان سے ان کے والد (جبیرؒ) نے یہ حدیث بیان کی کہ وہ کہتے تھے کہ جب قبرص فتح ہوا' اور وہاں کے باشندوں میں افراتفری اور کہرام مچ گیا' تو وہ ایک دوسرے کے آگے رونے دھونے اور واویلا کرنے لگے' اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ حضرت ابو درداءؓ اکیلے بیٹھے رو رہے ہیں' میں نے عرض کیا' ابو درداء کیا آج رونے کا دن ہے؟ جبکہ آج اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت اور اکرام سے نوازا اور ان پر اپنا فضل و کرم ہے- کیا' ابو درداء نے جواب دیا جبیر! تمھارا برا ہو' تم نے نہیں دیکھا کہ کوئی مخلوق جب احکام الٰہی کو توڑ دیتی ہے' تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی کیا عزت رہ جاتی ہے' بھلا سوچو کہ کیا ان لوگوں کو شان و شوکت حاصل نہیں تھی' کیا ان کا اپنا کوئی بادشاہ نہیں تھا؟ لیکن جب

انھوں نے احکام خداوندی کی نافرمانی کی' اور ان کو ٹھکرا دیا' تو ان کی کیا درگت بنی' تم یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو---!

علی بن جعد کہتے ہیں ''ہمیں شعبہ نے' اور انھیں عمرو بن مرہ نے خبر دیتے ہوئے کہا کہ میں نے ابوالبختری سے سنا' وہ کہتے تھے' ایک شخص جس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' مجھ سے نقل کیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:-

((لَنْ يَهْلَكَ النَّاسُ حَتّٰى يَعْذَرُوا مِنْ اَنْفُسِهِمْ))

''لوگ جب تک بکثرت گناہ نہیں کریں گے' ہلاک نہیں ہوں گے-''

مسند احمد میں حضرت ام سلمہؓ کی یہ حدیث مذکور ہے کہ انھوں نے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' فرماتے تھے-

((اِذَا ظَهَرَتِ الْمَعَاصِیْ فِیْ اُمَّتِیْ عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا فِيْهِمْ يَوْمَئِذٍ اُنَاسٌ صَالِحُوْنَ قَالَ' بَلٰى' قُلْتُ' فَكَيْفَ يُصْنَعُ بِاُولٰٓئِكَ قَالَ يُصِيْبُهُمْ مَا اَصَابَ النَّاسَ' ثُمَّ يَصِيْرُوْنَ اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ))

''جب میری امت میں معاصی کی کثرت ہو گی' تو اللہ ان پر اپنا ہمہ گیر عذاب مسلط کرے گا- میں نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ! کیا ان دنوں ان کے اندر نیک لوگ نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں- میں نے عرض کیا تو ان کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ ہو گا؟ فرمایا' عام لوگوں کو جو مصیبت پہنچے گی' وہ لوگ بھی اس کا شکار ہوں گے- پھر انجام کار اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ان کا ٹھکانا ہو گی-''

رسول اللہ ﷺ سے منقول حضرت حسن کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ:

((لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ تَحْتَ يَدِاللّٰهِ وَفِیْ كَنِفِهٖ مَالَمْ يُمَالِیْ اُمَرَاءُ هَا قُرَّاءَ هَا وَمَالَمْ يُزَكِّ صُلَحَاءُ هَا فُجَّارَهَا وَمَالَمْ يُهِنْ خِيَارُهَا اَشْرَارَهَا فَاِذَا هُمْ فَعَلُوا ذٰلِكَ رَفَعَ اللّٰهُ يَدَهٗ عَنْهُمْ ثُمَّ سَلَّطَ عَلَيْهِمْ جَبَابِرَتَهُمْ فَسَامُوْهُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ ثُمَّ ضَرَبَهُمُ اللّٰهُ بِالْفَاقَةِ وَالْفَقْرِ))

''یہ امت اس وقت کہ اللہ کے ہاتھ کے نیچے اور اس کے جوار میں ہو گی' جب تک

کہ اس امت کے امرا اپنے علما کی موافقت اور ان کی اعانت نہیں کریں گے' امت کے صالحین' فاسقوں اور فاجروں کو صالح اور نیک نہیں بنائیں گے' اور اچھے لوگ بروں کی اہانت اور تذلیل نہیں کریں گے اور جب وہ غلط عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر سے اپنا ہاتھ اٹھالے گا' پھر ان کے اوپر انہی میں سے سرکش لوگوں کو مسلط کرے گا' جو انھیں بدترین عذاب دیں گے اور اللہ تعالیٰ انھیں فقر و فاقہ میں مبتلا کردے گا۔"

مسند میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ))

"اپنے گناہوں کی بدولت آدمی کبھی اپنی روزی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔"

نیز انھوں نے یہ بھی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يُوشِكُ أَنْ تَتَدَاعَى الْأُمَمُ مِنْ كُلِّ أُفُقٍ' كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ عَلَى قَصْعَتِهَا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمِنْ قِلَّةٍ مِنَّا يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ' وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ تُنْزَعُ الْمَهَابَةُ مِنْ قُلُوبِ عَدُوِّكُمْ وَيَجْعَلُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ قَالُوا وَمَا الْوَهْنُ' قَالَ حُبُّ الْحَيَاةِ وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ))

"عنقریب ایسا ہوگا کہ جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو دسترخوان کی طرف بلاتے ہیں اسی طرح (دشمن) قومیں لقمۂ تر سمجھ کر چاروں طرف سے تم پر ٹوٹ پڑیں گی ـــــ! ایک شخص نے عرض کیا' کیا ایسا ہماری قلت تعداد کی وجہ سے ہوگا۔؟ آپ نے فرمایا نہیں' بلکہ تم اس وقت تعداد میں بہت ہوگے' لیکن تمھاری حیثیت خس و خاشاک سے زیادہ نہیں ہوگی' تمھارے دشمنوں کے دلوں سے تمھارا رعب اٹھ جائے گا' اور تمھارے اندر "وہن" کی بیماری پیدا ہوجائے گی' آپ سے سوال کیا گیا حضور وہن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "زندگی کی محبت اور موت سے نفرت۔"

مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَمَّا عُرِجَ بِیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَّهُمْ اَظَافِرٌ مِنْ نُّحَاسٍ یَخْمِشُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ، وَیَقَعُوْنَ فِیْ اَعْرَاضِهِمْ))

"جب مجھے معراج کرائی گئی، تو میرا گذر ایک قوم پر ہوا، جن کے ناخن تانبے کے تھے، جن سے وہ اپنے چہرے اور سینوں کو کھرچتے تھے، میں نے کہا، جبرئیل: (علیہ السلام) یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ ہیں، جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے، اور ان کی عزت لوٹتے تھے۔"

حضرت حسن کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ:

((اِذَا اَظْهَرَ النَّاسُ الْعِلْمَ وَضَیَّعُوْا الْعَمَلَ وَتَحَابُّوْا بِالْاَلْسُنِ وَتَبَاغَضُوا بِالْقُلُوْبِ وَتَقَاطَعُوا الْاَرْحَامَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَ ذٰلِكَ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ))

"جب لوگ علم کا مظاہرہ کریں گے، مگر عمل سے کورے ہوں گے، زبانی محبت کا دعویٰ کریں گے، لیکن دلوں میں نفرت اور بغض رکھیں گے اور رشتوں ناطوں کو توڑ دیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان پر لعنت برسائے گا، اور ان کے کانوں کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا بنادے گا۔"

سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ کی ایک حدیث میں ہے:

((کُنْتُ عَاشِرَ عَشَرَةِ رَهْطٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِیْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَقْبَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِوَجْهِهٖ فَقَالَ یَامَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ خَمْسُ خِصَالٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تُدْرِکُوهُنَّ مَا ظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ فِیْ قَوْمٍ اَعْلَنُوْا بِهَا اِلَّا ابْتُلُوا بِالطَّوَاعِیْنَ وَالْاَوْجَاعِ الَّتِیْ لَمْ تَکُنْ فِیْ اَسْلَافِهِمُ الَّذِیْنَ مَضَوا وَلَانَقَصَ قَوْمٌ الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِلَّا ابْتُلُوا بِالسِّنِیْنَ وَشِدَّةِ الْمَؤنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ وَمَا مَنَعَ قَوْمٌ زَکٰوةَ اَمْوَالِهِمْ اِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ فَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ یُمْطَرُوا وَلَا خَفَرَ قَوْمٌ الْعَهْدَ اِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ غَیْرِهِمْ فَاَخَذُوا

بَعْضَ مَا فِیْ اَیْدِیْھِمْ وَمَا لَمْ تَعْمَلْ اَئِمَّتُھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْ کِتَابِہٖ اِلَّا جَعَلَ اللّٰہُ بَاْسَھُمْ بَیْنَھُمْ))

''وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قریبی مہاجرین کی دس کی جماعت میں' میں دسواں آدمی تھا (ہم بیٹھے تھے کہ) اتنے میں رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:- گروہ مہاجرین! پانچ قسم کی عادتوں سے میں اللہ کی پناہ اور حفاظت چاہتا ہوں' ایسا نہ ہو کہ تم اس کا شکار ہو جاؤ' (۱) جو قوم کھلم کھلا برائی اور بے حیائی کرے گی' اللہ تعالیٰ انھیں بھوک اور طاعون میں اس طرح مبتلا کر دے گا کہ اس سے پہلے کبھی کوئی اس طرح مبتلا نہیں ہوا ہو گا- (۲) اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی' اللہ تعالیٰ انھیں قحط سالی' سخت محنت مشقت اور ظالم بادشاہوں کے ظلم و ستم میں مبتلا کرے گا- (۳) اور جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دے گی' اللہ تعالیٰ انھیں بارش کے قطروں سے محروم کر دے گا' اور اگر ان کے مویشی نہ ہوتے تو پانی کی ایک بوند بھی ان پر نہ گرتی (۴) اور جو قوم عہد شکنی کرے گی اللہ تعالیٰ ان کے اوپر اجنبی دشمنوں کو مسلط کر دے گا' جو ان کے ہاتھوں کی ایک ایک چیز چھین لیں گے (۵) اور جب قوم کے سردار اور امام کتاب اللہ کے موافق عمل نہیں کریں گے' تو اللہ تعالیٰ انھیں آپس میں سخت لڑائی اور جھگڑے میں مبتلا کر دے گا-''

امام احمدؒ فرماتے ہیں' ہم سے اسود بن عامر نے نقل کیا' ان سے ابو بکر نے' ان سے اعمش نے' ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے حضرت ابن عمرؓ نے اس حدیث کو نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے-

((اِذَا ضَنَّ النَّاسُ بِالدِّیْنَارِ وَالدِّرْھَمِ وَتَبَایَعُوا بِالْعِیْنَةِ وَتَبِعُوا اَذْنَابَ الْبَقَرِ وَ تَرَکُوا الْجِھَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھِمْ بَلَاءً لَایَرْفَعُهُ حَتّٰی یُرَاجِعُوا دِیْنَھُمْ)) (ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ اس کو نقل کیا)

''جب لوگ درہم اور دینار کے اندر بخل کریں گے' ایک دوسرے سے بیع عینہ کریں گے' بیلوں کی دم کے پیچھے چلیں گے' اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیں گے' تو اللہ تعالیٰ ان پر اس وقت بلا اور آزمائش مسلط کرے گا' تاوقتیکہ وہ اپنے دین کی طرف

لوٹ کر نہیں آجائیں گے۔"

بنی اسرائیل کے ایک نبی نے بخت نصر کا اپنی قوم کے ساتھ برتاؤ دیکھا تو فرمایا "ہماری اپنے کرتوتوں کی وجہ سے (اے اللہ) تو نے ہم پر ایسا آدمی مسلط کیا' جو تجھ کو نہیں پہچانتا ہے' نہ ہم پر رحم کرتا ہے"۔۔۔ بخت نصر نے حضرت دانیالؑ سے کہا تھا "کس چیز نے تیری قوم پر مجھ کو مسلط کیا" آپ نے جواب میں فرمایا: "تیرے بھاری گناہوں نے' اور میری اپنی قوم کے خود اپنے اوپر ظلم وستم نے۔"

حضرت حسن سے ایک مرسل روایت منقول ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان کا معاملہ ان کے عقلمندوں کے سپرد کر دیتا ہے' اور جو مال غنیمت انھیں میسر آتا ہے' اس کو ان کے سخی اور فراخ دل لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے' اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی کرتا ہے' تو ان کا معاملہ اس قوم کے احمق اور نادانوں کے حوالے کر دیتا ہے' اور ان کا مال غنیمت ان کے بخیلوں کے سپرد کر دیتا ہے۔"

صحیح بخاری میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرماتے تھے۔

((يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقىٰ فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ فِي النَّارِ فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرُحَاهُ فَيَجْتَمِعُ عَلَيْهِ اَهْلُ النَّارِ فَيَقُوْلُوْنَ اَيْ فُلَانُ مَاشَانُكَ اَلَسْتَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ، قَالَ بَلىٰ، اِنِّيْ كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ))

"ایک شخص کو قیامت کے دل لایا جائے گا اور اسے دوزخ میں جھونک دیا جائے گا' جس سے اس کی آنتیں آگ کے اندر ابل کر گر پڑیں گی' وہ شخص اس کے گرد اس طرح گھومے گا' جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اس حالت زار کو دیکھ کر دوزخی اس کے گرد اکٹھا ہوں گے' اور کہیں گے اے فلاں! تیرا یہ حال کیونکر ہوا' کیا تو ہمیں نیکی اور بھلائی کا حکم نہیں دیتا تھا' اور برائی سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا' ہاں میں یہی کرتا تھا' لیکن دراصل میں تمھیں بھلائی سکھاتا تھا' لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا' تمھیں برائی سے روکتا تھا' لیکن خود اس سے باز نہیں آتا تھا۔"

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِیَّاکُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّھُنَّ یَجْتَمِعْنَ عَلَی الرَّجُلِ حَتّٰی یُھْلِکْنَہٗ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ضَرَبَ لَھُنَّ مَثَلاً کَمَثَلِ قَوْمٍ نَزَلُوا اَرْضَ فَلَاۃٍ فَحَضَرَ صَنِیْعُ الْقَوْمِ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَنْطَلِقُ فَیَجِیْءُ بِالْعُوْدِ وَالرَّجُلُ یَجِیْءُ بِالْعُوْدِ حَتّٰی جَمَعُوا سَوَادًا وَاَجَّجُوْا نَارًا وَاَنْضَجُوْا مَا قَذَفُوْا فِیْھَا))

"حقیر گناہوں سے بھی بچتے رہو! کیونکہ یہ گناہ جب اکٹھا جمع ہو جاتے ہیں تو آدمی کو ہلاک کر دیتے ہیں' پھر اس کی مثال دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' جیسے ایک قوم نے کسی چٹیل میدان میں پڑاؤ ڈالا - اتنے میں ان کے کھانے کا وقت آ جاتا ہے' تب ایک شخص جا کر لکڑی لے آتا ہے' دوسرا جاتا ہے اور وہ بھی کہیں سے لکڑی لے آتا ہے' یہاں تک کہ ڈھیر ساری لکڑیاں جمع ہو جاتی ہیں - پھر اس کا الاؤ بنتا ہے' اور وہ لوگ اس کے اوپر کھانے کی چیزیں رکھ کر پکاتے ہیں -"

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے منقول ہے' فرماتے ہیں کہ "آج تم جو بعض کام کرتے ہو' تمھاری نظروں میں اس کی حیثیت بال کے برابر بھی نہیں ہوتی ہوگی' لیکن رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم اسی کو نہایت تباہ کن تصور کرتے تھے - صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عُذِّبَتْ اِمْرَاَۃٌ فِیْ ھِرَّۃٍ سَجَنَتْھَا حَتّٰی مَاتَتْ فَدَخَلَتِ النَّارَ لَا ھِیَ اَطْعَمَتْھَا وَلَا سَقَتْھَا وَلَا ھِیَ تَرَکَتْھَا تَاْکُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ))

"ایک عورت پر بلی کی وجہ سے عذاب ہوا' اس نے ایک بلی بند کر رکھی تھی' یہاں تک کہ بلی مر گئی' اس کی وجہ سے وہ عورت دوزخ میں گئی' وہ اسے نہ کھانے کو دیتی تھی' نہ پینے کو' نہ اس کو چھوڑ دیتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی -"

❋ ❋ ❋

معصیت اور گناہوں کے اثرات
حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

معصیت اور گناہوں کے نہایت مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ان کا برا اثر دل اور جسم پر یکساں پڑتا ہے اور دنیا و آخرت میں اس کے ہمہ گیر نقصانات کا اندازہ اللہ رب العزت کی ذات کے سوا کوئی بھی نہیں لگا سکتا۔

۱- علم سے محرومی: حقیقت یہ ہے کہ علم اللہ کا نور اور اس کا دیا ہوا اجالا ہے' جس کو وہ دل اور ضمیر میں اتارتا ہے اور معصیت اس نور کو بجھا دیتی ہے۔امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ جب آپ نے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ان کے درس میں حاضر ہوئے تو ان کی ذہانت' ہوش مندی اور کمال سمجھداری کو دیکھ کر امام مالک دنگ رہ گئے۔ آپ نے اپنے اس شاگرد سے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے تمھارے دل پر نور کی ضیا بار کرنیں اتاری ہیں۔ دیکھنا معصیت کی اندھیاری سے اس کو بجھا نہ دینا۔انہی امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

شَكَوْتُ اِلَى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِىْ　　فَاَرْشَدَ نِىْ اِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِىْ

"میں نے (اپنے استاد) وکیع سے اپنے خراب حافظے کی شکایت کی۔انھوں نے مجھے نصیحت کی کہ معصیت اور گناہ کو چھوڑ دو۔"

وَقَالَ اِعْلَمْ بِاَنَّ الْعِلْمَ فَضْلٌ　　وَ فَضْلُ اللّٰهِ لَايُؤْتَاهُ عَاصِىْ

اور یہ بھی کہا کہ جان لو' علم اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے اور اللہ کا فضل و کرم کسی نافرمان کو نہیں دیا جاتا۔

۲- رزق اور روزی سے محرومی: مسند میں درج ہے کہ معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے بندہ روزی تک سے محروم ہو جاتا ہے۔یہ روایت اس سے پہلے گزر چکی ہے۔مطلب

یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرنے سے روزی میں افزائش ہوتی ہے‘ لٰہذا پرہیز گاری اور خدا کا خوف نہ کرنے سے لامحالہ فقر و فاقہ تیزی سے لاحق ہوتا ہے- بنابریں معصیت نہ کرنے سے رزق جتنا زیادہ ہوتا ہے کسی اور چیز سے زیادہ نہیں ہوتا۔

۳- وحشت اور گھبراہٹ کا احساس: معصیت کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ اپنے پروردگار سے ازخود ڈرتا ہے۔ یہ ڈر اور گھبراہٹ اسے اپنے اور اپنے رب کے درمیان اتنی شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی لذت اور راحت اسے نہ کوئی مزہ دیتی ہے‘ نہ کسی قسم کا آرام پہنچانے دیتی ہے‘ اور اگر اس ایک وحشت کے مقابلے میں دنیا بھر کی لذت اس کے چاروں طرف گھیراؤال دے تو اسے ان لذتوں کا احساس تک نہیں ہوتا‘ لیکن اس نفسیاتی کیفیت کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتا ہے‘ جس کے اندر زندگی کی رمق ہو‘ ورنہ جس کا بدن مردہ ہو جائے‘ اسے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیا جائے تو اسے کہاں احساس ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اس وحشت میں پڑنے سے بچنے کے لئے بھی گناہوں کے چھوڑ دینے کا دل میں احساس پیدا کر لے تو اس دانا اور باہوش آدمی کے لئے پہلی فرصت میں یہی مناسب ہے کہ وہ گناہوں کو فوراً چھوڑ دے۔

۴- معصیت اور گناہ کے ارتکاب سے عمر گھٹتی ہے: زندگی کی برکتیں لازمی طور پر سکڑ کر محدود ہو جاتی ہیں اور یہ واقعہ ہے‘ اس لئے کہ اگر نیکی سے عمر بڑھتی ہے تو فسق و فجور اور معصیت سے اس کا الٹا اثر ہونا ناگزیر ہے‘ لیکن یہاں اس اجمال کی تفصیل میں ماہرین کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ عاصی اور گنہگار کی زندگی میں کمی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی کی برکتیں زائل ہو جاتیں ہیں اور اس کی پوری زندگی بے برکت اور بے کیف ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہی نظریہ حق اور درست ہے اور معصیتوں کا یہ نتیجہ لازمی ہے- لیکن دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ معصیت کی وجہ سے زندگی سچ مچ کم ہو جاتی ہے‘ جیسے روزی میں کمی آ جاتی ہے- کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روزی میں برکت کے بکثرت اسباب پیدا فرمائے ہیں‘ جن سے روزی گھٹتی اور بڑھتی ہے- اسی طرح عمر میں برکت کی وجوہات بھی متعدد ہیں‘ جن کی وجہ سے زندگی کی گھڑیاں پھیلتی اور سکڑتی ہیں۔

۵- معصیت کے نتیجے میں معصیت پیدا ہوتی ہے اور ایک برائی کے نتیجے میں

دوسری برائی جنم لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برائی کرنے کے بعد بندہ اس کی گرفت سے نکلنے اور آزاد ہونے نہیں پاتا' چنانچہ بعض اسلاف نے کہا ہے کہ برائی کا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی اس کے بعد بھی برائی ہی کرتا ہے' جبکہ نیکی کا صلہ یہ ہے کہ اس کے بعد نیکی ہی عمل میں آتی ہے' گویا بندہ جب نیک کام کرتا ہے تو اس نیکی سے متصل دوسری نیکی کہتی ہے کہ مجھ پر بھی عمل کرلے- پھر تیسری نیکی کہتی ہے کہ مجھ پر بھی عمل کرتا جا- اس طرح سلسلہ یونہی دراز ہوتا چلا جاتا ہے اور نیکیاں بڑھتی جاتی ہیں- بعینہ یہی حال برائیوں کا ہے- اس سے ثابت ہوا کہ اطاعت اور معصیت کی اپنی اٹل ہیئت' پختہ صورت اور ثابت اور استوار کیفیت اور صلاحیت ہوتی ہے- اب جو کوئی نیکی کرتا ہے' اگر وہ نیکی کرنا چھوڑ دے تو اس کے دل میں تنگی اور درشتی پیدا ہو گی- زمین کشادہ ہونے کے باوجود اسے تنگ دکھائی دے گی اور دلی طور پر اسے احساس ہو گا کہ گناہ کرنے کے بعد اس کی حالت ماہیٔ بے آب کی سی ہے' جو اس وقت تک تڑپتی اور مضطرب رہتی ہے' جب تک کہ لوٹ کر پھر پانی میں نہ چلی جائے۔ جب وہ مچھلی پانی میں چلی جاتی ہے تو اس کی جان میں جان آتی ہے اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں- اس کے برخلاف اگر عادی مجرم معصیت سے محترز ہوتا ہے اور اطاعت کی زندگی گزارنا چاہتا ہے- تب اس کا دل عجیب سی گھٹن محسوس کرتا ہے- اس کا سینہ جلتا ہے اور اسے راہیں مسدود نظر آتی ہیں اور یہ کیفیت اس کے اوپر اس وقت تک برقرار رہتی ہے' جب تک کہ وہ لوٹ کر پھر سے برائی نہ کرلے- یہی وجہ ہے کہ اکثر فاسق و فاجر لوگ گناہ بے لذت کے طور پر معصیت کا ارتکاب کرتے ہیں- ان کے اندر کوئی خاص داعیہ اور طلب نہیں پیدا ہوتی' اس کے باوجود گناہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں- اتنا ضرور ہے کہ گناہ کرنے کے بعد اسے چھوڑ دینے سے ان کے دل میں درد پیدا ہوتا ہے اور وہ پھر پلٹ کر گناہ کر ڈالتے ہیں- چنانچہ سید الطائفہ حسن بن ہانی نے کہا ہے۔

وَكَاْسٍ شَرِبْتُ عَلَى لَذَّةٍ   وَاُخْرَى تَدَاوَيْتُ مِنْهَا بِهَا

شراب کا ایک پیالہ تو میں نے لذت کے حصول کے لئے پیا (اس سے جو درد اٹھا) اس کے علاج کے لئے دوا کے طور پر دوسرا پیالہ لیا۔

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

فَکَانَتْ دَوَائِیْ وَهِیَ دَائِیْ بِعَیْنِهٖ　　كَمَا يَتَدَاوَى شَارِبُ الْخَمْرِ بِالْخَمْرِ

جس سے مجھے درد ہوا وہی میری دوا ٹھہری جیسے شرابی پی پی کر اپنا علاج کرتا ہے۔

۶- یہ چیز بندے کے لئے اور بھی خطرناک ہے: اس سے قوت ارادی میں کمزوری آتی ہے۔ برائی کا ارادہ طاقت پاتا ہے تو یہ ارادہ رفتہ رفتہ مضمحل اور کمزور ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ توبہ کا یکسر خیال ہی دل سے نکل جاتا ہے اور اگر دل پر نیم مردنی سی چھا گئی تو انابت الی اللہ کا حوصلہ کہاں باقی رہے گا' کیونکہ ایسے حال میں اگر توبہ اور استغفار کیا بھی تو زبان زیادہ تر جھوٹ اور دروغ گوئی کا شکار ہو گی۔ دل میں معصیت کی تہ بہ تہ سلوٹیں پڑی ہوں گی اور دل کے کسی گوشے میں یہ خیال بھی انگڑائیاں لے رہا ہو گا کہ کہاں ایسا موقع ملے کہ گناہ کر گزرے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک بڑی بیماری ہے جس سے ہلاکت یقینی ہے۔

۷- اس میں شک نہیں کہ ایک ایک معصیت اور برائی ان پچھلی قوموں کا ناپاک ورثہ ہے' جنہیں اللہ نے ہلاک کیا۔ انہی قوموں سے ہو کر یہ بیماری ان کے بعد آنے والی قوموں میں سرایت کر گئی۔ چنانچہ لواطت اور اغلام بازی لوط علیہ السلام کی قوم کا ورثہ ہے۔ زائد حق وصول کرنا اور کم سے کم حقوق دوسروں کو ادا کرنا یا بالفاظ دیگر ناپ تول میں کمی کرنا حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا ترکہ ہے۔ زمین میں فساد برپا کرنا' فرعونیوں کی مخصوص روش تھی اور تکبر' زور' زبردستی اور اکڑ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا وطیرہ تھا۔ لہٰذا جو قومیں ان میں سے کسی بھی ناپاک ورثے کو اپناتی ہیں' وہ انہی قوموں کی اترنوں کو پھر سے اپنے بدن پر ڈال لیتی ہیں' حالانکہ مذکورہ بالا تمام قومیں اللہ کی دشمن تھیں۔

۸- گناہ اور معصیت سے بندہ اپنے رب کے سامنے ذلیل و خوار ہوتا ہے اور اس کی نظروں کے سامنے گر جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' خوار و زبوں ہو کر انھوں نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اگر اپنی عزت نفس کا انھیں ذرا بھی احساس ہوتا تو اللہ تعالیٰ بھی انھیں محفوظ و مامون رکھتا۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ جب بندہ از خود ذلیل اور خوار ہو گا تو کون بھلا اس کا اکرام کرے گا؟ جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾ (حج : ۱۸)

"اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں"

اور اگر اس قماش کے لوگوں کو کوئی اپنی کسی غرض کے لئے بڑا سمجھے یا ان کے شر سے بچنے کے لئے ان کے سامنے کورنش بجا لائے تو اس سے کیا ہوتا ہے' اس لئے کہ ان کے دلوں میں قطعاً ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

۹- معصیت کے مسلسل ارتکاب سے بندے کے دل میں گناہ کا احساس بھی باقی نہیں رہتا- گناہ اس کی نظر میں حقیر اور معمولی ہو جاتا ہے۔ یہ علامت حد درجہ خطرناک اور ہلاکت خیز ہے۔ کیونکہ بندے کی نظر میں گناہ کیسا ہی معمولی کیوں نہ ہو' اللہ کی نظر میں وہ بہت بڑا ہے- چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مذکور ہے کہ انھوں نے فرمایا: مومن جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کسی اونچے پہاڑ کی گہری کھائی میں کھڑا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پر نہ آگرے- اور فاسق فاجر جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے ایسا لگتا ہے جیسے اس کی ناک پر مکھی بیٹھی ہو اور یوں کرنے سے مکھی اڑ کر چلی جاتی ہو۔

۱۰- جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس گناہ کی نحوست اور سوزش اس کے گرد و پیش کے افراد اور چوپایوں پر بھی پڑتی ہے اور جلن کا احساس انھیں بھی ہوتا ہے۔ اس طرح ظلم و زیادتی اور معصیت کی نحوست دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ظالم کے ظلم سے سرخاب بھی اپنے گھونسلوں میں دم توڑ دیتے ہیں-

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' چوپائے اور جانور سرکش آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں- چنانچہ جب بھی قحط کا دور دورہ ہوتا ہے اور بارش تھم جاتی ہے تو مویشی اور چوپائے زبان حال سے کہتے ہیں کہ یہ گنہگار آدمیوں کی نحوست کا نتیجہ ہے۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زمین کے کیڑے مکوڑے یہاں تک کہ گبریلے اور بچھو بھی کہتے ہیں کہ ابن آدم کے گناہوں کی بدولت بارش کی بوندوں سے ہم محروم ہوئے- غور کا مقام ہے کہ گنہگاروں کے گناہوں کی اس سے بڑی سزا کیا ہوگی کہ خود بے گناہ بھی انھیں لعنت ملامت کریں۔

۱۱- جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا معاصی کے نتیجے میں ذلت اور اہانت کا پیدا ہونا ناگزیر ہے کیونکہ عزت و توقیر اور اکرام صرف اطاعت الٰہی میں مضمر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ (فاطر : ١٠)

"جو کوئی عزت چاہتا ہے تو (وہ یاد رکھے کہ) سب عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔"

یعنی عزت کے طلب گار کو چاہئے کہ اللہ کی اطاعت کر کے اس کی جستجو کرے۔ اس لئے کہ اطاعت الٰہی کے بغیر یہ گوہر شب چراغ ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ بعض اسلاف صالحین یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ:

"اَللّٰهُمَّ اَعِزَّنِیْ بِطَاعَتِكَ وَلَا تُذِلَّنِیْ بِمَعْصِيَتِكَ"

"اے اللہ اپنی اطاعت سے ہمیں عزت عطا فرما اور معصیتوں کی وجہ سے ہمیں رسوا نہ فرما۔"

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر خچروں کے پیروں سے آواز نکلے یا ٹٹو انھیں لے کر تیز رفتاری سے چلیں، تب بھی معصیت کی ذلت ان کے دل سے جدا نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ بھی بڑا خوددار ہے جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ اسے ذلیل کر کے ہی چھوڑے گا۔

عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رَاَيْتُ الذُّنُوْبَ تُمِيْتُ الْقُلُوْبَ وَقَدْ يُوْرِثُ الذُّلَّ اِدْمَانُهَا

میں نے دیکھا ہے کہ گناہ دلوں کو مردہ کر ڈالتے ہیں اور اس کی کثرت سے ذلت اور اہانت جاگزیں ہو جاتی ہے۔

وَتَرْكُ الذُّنُوْبِ حَيَاةُ الْقُلُوْبِ وَخَيْرٌ لِنَفْسِكَ عِصْيَانُهَا

گناہ کا چھوڑ دینا دلوں کی زندگی کا سبب ہے، تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تو اپنے نفس کے خلاف چل۔

وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلاَّ الْمُلُوْكُ وَ اَحْبَارُ سُوْءٍ وَ رُهْبَانُهَا

بادشاہوں کے علاوہ اور غلط کار کاہن پادریوں کے سوا آخر کون ہے جس نے دین کو بگاڑا ہے۔

١٢۔ جب گناہوں کی کثرت ہوتی ہے تو گنہگار کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور اس کا شمار غافلوں میں ہو جاتا ہے۔ باری تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں بعض سلف صالحین نے

یہی کہا ہے۔

﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ﴾ (مطففین: ١٤)

"نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کی بداعمالیوں کا زنگ چڑھ گیا"

یعنی ایک گناہ کے بعد دوسرا گناہ سرزد ہوا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ جب ان کے گناہوں اور معصیت کی کثرت ہوئی تو ان کا ایک دائرہ دلوں کے اردگرد محیط ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ معصیت کے سبب دل زنگ آلود ہو جاتا ہے اور جتنا گناہ زیادہ ہو گا زنگ بھی اتنا ہی بڑھتا جائے گا' یہاں تک کہ پورا دل زنگ آلود ہو جائے گا۔ اس کے بعد بھی جب گناہ بکثرت ہو گا تو اب وہ فطرت ثانیہ بن جائے گا اور دل پر مہر اور تالا لگ جائے گا اور نتیجہ یہ ہو گا کہ دل کے گرد غلاف اور پردہ کھنچ جائے گا۔ دل اسی غلاف میں بند ہو گا اور اگر ہدایت اور بصیرت پہلے سے میسر تھی' لیکن بعد میں گناہوں کا اس طرح ہجوم ہوا اور مذکورہ کیفیت طاری ہوئی تو ظاہر ہے' اب معاملہ برعکس ہو گا۔ دل یکسر الٹ پلٹ کر نیچے کا اوپر اور اوپر کا نیچے ہو جائے گا اور پھر دشمن کا دباؤ اس کے اوپر اتنا شدید ہو گا کہ جہاں اسے چاہے گا ہانک کر لے جائے گا۔

۴۳۔ گناہوں اور معصیت کی بدولت بندہ رسول اللہ ﷺ کی لعنت میں گرفتار ہوتا ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے معصیتوں پر لعنت فرمائی ہے اور جو معصیت جتنی بڑی ہو گی اس کا مرتکب اسی کی بقدر لعنت میں گرفتار ہو گا' لہٰذا چھوٹی معصیت پر اس کے مساوی لعنت میں مبتلا ہونا ناگزیر ہے' چنانچہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے اس معصیت کا ارتکاب کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ وہ عورت جو گودنے والی ہو' گدانے والی ہو' بال جوڑنے والی ہو' جڑوانے والی ہو' بال اکھیڑنے والی ہو یا وہ ہو جس کے بال اکھیڑے جائیں' دانتوں کو باریک کرنے والی ہو یا جس کے دانت باریک کیے جائیں' ان سب پر لعنت ہے۔ اسی طرح آپؐ نے سود کھانے والے کھلانے والے' اس کے لکھنے والے' اس کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے' نیز حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے اس پر لعنت بھیجی ہے۔ چور' شرابی شراب کشید کرنے والے' نچوڑنے والے' جس کے لئے نچوڑی جائے' اس کے بیچنے اور خریدنے والے' اس کی قیمت کھانے والے' اس کو لاد کر لے جانے والے اور جہاں لے جایا جائے ان

سب پر لعنت فرمائی ہے۔ زمین کی علامتوں اور اس کی حدود کو جو شخص بدل دے' اس پر لعنت ہے۔ اپنے والدین پر جو کوئی لعنت بھیجے اس کے اوپر لعنت ہے۔ کسی جاندار ذی روح کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کرنے والے پر لعنت ہے۔ خنثیٰ (ہیجڑا) بننے والے مردوں اور مردوں کا روپ اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت ہے۔ اللہ کے علاوہ دوسرے کے لئے ذبح کرنے والے پر لعنت ہے۔ دین میں نئی بات یا بدعت ایجاد کرنے والے پر لعنت ہے۔ تصویر بنانے والے' اغلام بازی کرنے والے' ماں یا باپ پر لعنت بھیجنے والے پر لعنت ہے۔ اندھے کو غلط راستے پر جو کوئی ڈالے اس کے اوپر لعنت ہے۔ چوپائے سے جفتی کرنے والے اور جانور کے منہ پر داغ دینے والے پر لعنت ہے۔ کسی مسلمان کے ساتھ مکاری کرنے یا اسے تکلیف پہنچانے والے پر لعنت ہے۔ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں' قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والے اور ان کے اوپر چراغ جلانے والوں پر لعنت ہے۔ بیوی کو اس کے خاوند یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف ورغلانے والے پر لعنت ہے۔ عورت سے اس کے پچھلے مقام میں دخول کرنے والے پر لعنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر کے بلانے پر اس کے پاس نہ جائے اور اس کے بستر کو چھوڑے رہے' فرشتے صبح تک اس کے اوپر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہو اس پر لعنت ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے حملہ کرے' فرشتے اس پر بھی لعنت کرتے ہیں۔ صحابہ کرام کو جو کوئی گالی دے وہ بھی ملعون ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان تمام لوگوں پر لعنت بھیجی ہے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ رشتہ ناطے توڑ دیتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے کے درپے ہوتے ہیں۔ اللہ نے ان پر بھی لعنت بھیجی ہے جو اللہ کی نازل کردہ بینات' ہدایات اور نشانیوں کو چھپاتے ہیں' جو پاکدامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر بے حیائی کا الزام دھرتے ہیں' جو کوئی کافروں کے طور طریق کو مسلمانوں سے زیادہ راست اور درست قرار دے اس پر بھی لعنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص پر بھی لعنت بھیجی ہے جو عورت کا لباس پہنے اور ایسی عورت پر بھی لعنت بھیجی ہے جو مرد کا لباس پہنے۔ رشوت لینے دینے اور رشوت کے لین دین میں درمیانی کردار ادا کرنے والے پر بھی آپ ؐ نے لعنت فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد کاموں کو انجام دینے والوں

پر آپ نے لعنت فرمائی ہے اور اگر اس کام کے اندر کرنے والے کی خوشنودی مقصود ہو اور اس کا تعلق ان لوگوں سے ہو جن پر اللہ کی' اس کے رسول کی اور اس کے فرشتوں کی لعنت ہو' تو اس کا تقاضا ہے کہ ایسے کام کو چھوڑ دیا جائے۔

۱۴۔ معصیت کا مرتکب اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی اور فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا تھا کہ وہ مومن مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت کی دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (المومن: ۷-۸-۹)

''جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں' وہ سب اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے' تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے ان کو بخش دے اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ اور اے ہمارے پروردگار ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل کر' جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے' اور ان کے ماں باپ اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی (جنت میں داخل فرما) بلاشبہ تو ہی زبردست (اور) حکمت والا ہے اور ان کو تکلیفوں سے بچا اور جس کو تو اس دن تکلیفوں سے بچا لے' تو بے شک تو نے اس پر بڑا رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

اس طرح فرشتے ان لوگوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں' توبہ کرتے ہیں' کتاب و سنت کی پیروی کرتے ہیں کہ ان کی پیروی کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ

بھی نہیں ہے' اور یہ بات واضح ہے کہ فرشتے صرف انہی بندوں کے لئے دعا کرتے ہیں جو آیات شریفہ میں درج اوصاف سے متصف ہوتے ہیں' ورنہ جن کے اندر یہ اوصاف نہیں وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ فرشتے ان کے حق میں دعا کریں۔

۱۵- گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے دل کے اندر سے غیرت اور حمیت کی حرارت بجھ جاتی ہے اور دل کی زندگی' سرگرمی اور اس کی پاکیزگی کے لئے غیرت کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے جیسے پورے بدن میں زندگی کی رو دوڑنے کے لئے حرارت غریزی کا ہونا ضروری ہے۔ اس غیرت اور اس کی سوزش اور آنچ سے دل کا زنگ اور میل خود بخود دھل جاتے ہیں جیسے بھٹی سے سونا چاندی اور لوہے کا میل کچیل نکل جاتا ہے' اور لوگوں میں جو زیادہ اعلیٰ اور اشرف ہوتے ہیں' عام لوگوں کی بہ نسبت ان کے اندر کہیں زیادہ غیرت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ غیرت مند رسول اللہ ﷺ تھے- ان سے بھی زیادہ غیرت مند باری تعالیٰ کی ذات ہے- چنانچہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کیا تم سعد (رضی اللہ عنہ) کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ ہمیں ان سے زیادہ غیرت ہے؟ اور اللہ تعالیٰ ہم سے بھی زیادہ باغیرت ہے" صحیح میں یہ بھی منقول ہے کہ خطبہ کسوف میں آپ نے فرمایا: "اے محمد (ﷺ) کی امت! اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں ہو سکتا (اس لئے یہ کیونکر ہو سکتا ہے) کہ اس کا کوئی بندہ زنا کرے یا اس کی کوئی بندی زنا کرے-----؟"

صحیح میں یہ بھی منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "اللہ سے بڑھ کر کسی کو غیرت نہیں ہو سکتی' اس لئے اس نے ظاہر اور پوشیدہ تمام فحش کاریوں کو حرام قرار دیا ہے اور معافی اور معذرت جتنی اللہ کو پسند ہے' کسی اور کو پسند نہیں- اسی لئے اس نے پیغمبروں کو بھیجا جو بشارت دیتے ہیں اور ڈراتے ہیں' اور تعریف جتنی اللہ کو پسند ہے کسی اور پسند کو نہیں ہے- اسی لئے اس نے خود اپنی تعریف کی ہے" اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے غیرت کو جمع فرمایا ہے' جو اصلاً قبائح سے کراہت اور نفرت دلاتی ہے- ساتھ آپ نے معافی کی پسندیدگی کو یکجا کیا جو کمال عدل' کمال رحمت' کمال احسان کا مظہر ہے اور مقصود یہ دکھانا ہے کہ گناہوں سے آلودگی اور تعلق جتنا زیادہ ہو گا' اتنی ہی آدمی کے دل سے غیرت نکلتی جائے گی اور وہ خود

اپنے حق میں' اپنے والوں اور عام لوگوں کے حق میں بے حس اور بے غیرت ہو تا جائے گا۔ کبھی ایسا بھی ہو تا ہے کہ غیرت کا مادہ دل میں حد درجہ مضمحل اور کمزور ہو تا جاتا ہے۔ چنانچہ از خود یا کسی اور کی طرف سے کوئی برائی اسے محسوس نہیں ہوتی' اور جب کسی شخص کی حالت یہاں تک پہنچ جاتی ہے تو اس کی ہلاکت میں کوئی کسر باقی نہیں رہ جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر افراد برائی کو برائی نہیں سمجھتے۔ فحش کاری اور دوسروں پر مظالم کو اچھا سمجھتے ہیں۔ یہ چیزیں انھیں بھلی نظر آتی ہیں۔ چنانچہ وہ دوسروں کو اس کے لئے ابھارتے ہیں اور اس کا پرچار کرتے ہیں۔ اور بے حیا اور دیوث اللہ کی بدترین مخلوق ہے۔ جس کے اوپر جنت حرام ہے۔ اسی طرح ظلم کو حلال سمجھنے والے' دوسروں کو ناحق ستانے اور اس کو اچھا سمجھنے والے پر بھی جنت حرام ہے۔ اس سے اندازہ کیا جائے کہ بے غیرتی یا کم غیرتی کا انجام کیا ہو تا ہے۔

۱۶۔ معصیت کی سزا ایک یہ بھی ہے کہ اس سے حیا کا مادہ ختم ہو جاتا ہے' جبکہ دلوں کی زندگی کے لئے شرم و حیا کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ یہی ہر خیر اور بھلائی کی جڑ ہے۔ اگر شرم و حیا جاتی رہے گی تو خیر اور بھلائی بھی جاتی رہے گی۔ چنانچہ صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا "حیا سراپا خیر ہے" نیز فرمایا "لوگوں کو پہلی نبوتوں کی جو باتیں معلوم ہو سکیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تمھارے اندر شرم و حیا نہیں تو جو چاہو کرو----" اس فقرے کی وضاحت دو طرح سے کی جاتی ہے۔ ایک یہ ہے کہ یہ فقرہ زجر و توبیخ کا اور تنبیہ کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے اندر حیا اور شرم ہو' وہ جو برائی چاہے کرے' اس لئے کہ شرم و حیا سے برائی کرنے کا حولہ پژمردہ ہو تا ہے' اور جس کے اندر یہ مادہ نہیں' اس کو برائی سے کیا چیز روکے گی؟ لہٰذا وہ برائی کر بیٹھے گا۔ یہ تفسیر ابو عبیدہ سے منقول ہے----اس کی دوسری تشریح یہ ہے کہ جب دل میں اللہ سے حیا مانع نہ ہو تو پھر وہ اس برے کام کو کر ڈالے گا۔ کیونکہ وہی کام نہیں جاتا جس میں اللہ سے شرم مانع ہو---- ابن ہانی کی روایت کے مطابق یہ تفسیر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ اس طرح پہلی تفسیر کے لحاظ سے یہ فقرہ ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہہ کے لئے ہے۔ جیسے یہ فقرہ کہ اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ تم جو چاہو کرو۔ اور دوسری تفسیر کے لحاظ سے یہ اذن اور اباحت کے لئے ہے۔

۱۷۔ معصیت کی ایک سزا یہ ہے کہ معصیت یہ چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو

فراموش کردے اور اسے شیطان کا آلہ کار اور شکار بننے کے لئے یکہ و تنہا چھوڑ دے اور اگر کوئی اس قسم کی صورت حال سے دوچار ہو جائے تو اس کی ہلاکت یقینی ہے' جس سے نجات کی امید بھی نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (حشر: ۱۸ - ۱۹)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو' اور ہر شخص دیکھے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے کیا بھیجا ہے' اور اللہ سے ڈرو' بے شک جو کچھ تم کرتے ہو' اللہ اس سے باخبر ہے' اور ان لوگوں کی طرح مت بنو' جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا' تو اللہ نے انھیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے کو بھول گئے' یہی نافرمان لوگ ہیں۔"

آیت بالا میں تقویٰ اور خوف الٰہی کا حکم ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کو ان لوگوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا جو خدا سے نہیں ڈرتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں بھلا دیا۔ ساتھ ہی باری تعالیٰ اس سے خبردار کرتا ہے کہ بے خوف اور بے ڈر ہو جانے والوں کی سزا یہی ہے کہ ان کی ذات کو بھی فراموش کر دیا جائے۔ ان کے مفاد' ان کے مصالح' اور انھیں عذاب سے رہائی دلانے والی چیزوں کو یکسر بھلا دیا جائے۔ جن چیزوں سے انھیں حیات ابدی نصیب ہونے والی ہے' جس سے انھیں کامل لذت دائمی' خوشی اور ہمیشہ کی راحت ملنے والی ہے' ان سب سے اللہ تعالیٰ چشم پوشی کر جائے' اور چونکہ انھوں نے اللہ کی عظمت' اس کی کبریائی' اس کا خوف اور اس کے احکام کی بجا آوری کو بھلا دیا' اس لئے اللہ تعالیٰ بھی ان کی ایک ایک چیز کو نظر انداز کر جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جس عاصی اور نافرمان کو تم دیکھو گے تمھیں آپ احساس ہو گا کہ وہ اپنی مصلحتوں کو بھول رہا ہے' انھیں ضائع کر رہا ہے' اللہ کی یاد سے اپنے دل کو غافل کر رہا ہے' اپنی نفسانی خواہشات پر چلتا ہے' اور اس کا یہ کام حد سے بڑھ گیا ہے' اس کی دنیا اور آخرت کی مصلحتیں بھی اس کا ساتھ چھوڑ رہی ہیں' ابدی سعادت اس سے منہ موڑ رہی ہے اور اتنی عظیم لذتوں کو چھوڑ کر وہ گھٹیا لذتوں کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ جبکہ دنیا کی لذتوں کی مثال ایسی ہے جیسے موسم گرما کا بادل یا کسی شاعر کا خواب' جس

کی کوئی وقعت نہیں' جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

اَحْلَامُ نَوْمٍ اَوْ کَظِلٍّ زَائِلٍ   اِنَّ اللَّبِیْبَ بِمِثْلِهَا لَایَخْدَعُ

(اس کی حیثیت ایسی ہے جیسے سونے والے کا خواب یا دھندلا ہونے والا سایہ' اور عقل مند اس جیسی چیز سے کبھی دھوکہ نہیں کھاتا)

کسی آدمی کے لئے خود فراموشی اور ذاتی تغافل سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں ہو سکتی۔ ایسا تغافل جس میں وہ بارگاہ خداوندی سے میسر اپنا حصہ اور نصیبہ بھی فراموش کر جائے۔ اس کو ضائع کر دے اور جو کچھ اسے اللہ کی طرف سے عطا ہونے والا ہے' اس کو غبن' دھوکا دہی' پستی اور معمولی پونجی کے عوض بیچ ڈالے' گویا وہ ایسی چیز ہاتھ سے چھوڑ رہا ہے جو اس کے لئے ناگزیر ہے' جس کے سوا کوئی چارہ نہیں اور بدلے میں وہ چیز لے رہا ہے جو حد درجہ معمولی ہے' جس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور جس کا عوض معاوضہ بھی کوئی چیز نہیں ہے۔

مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِذَا ضَیَّعْتَهُ عِوَضٌ   وَمَامِنَ اللّٰهِ اِنْ ضَیَّعْتَهُ عِوَضٌ

(گم کردہ ہر ایک چیز کا کوئی نہ کوئی عوض ہو سکتا ہے' لیکن اللہ کو گم کر دو گے تو اس کے عوض دوسرا نہیں پاؤ گے)

اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے سوا ہر چیز کی عوض بن سکتی ہے۔ وہ سب کا بدل بلکہ نعم البدل بن سکتا ہے' لیکن کوئی چیز اس کا بدل یا عوض نہیں بن سکتی۔ وہ اکیلا سب سے بے نیاز کر دینے کے لئے کافی ہے۔ لیکن اس کے سوا کسی سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔ وہ ہر کسی کو کسی کے بھی مقابلے میں پناہ دے سکتا ہے۔ کوئی دوسرا اس کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ ہر کسی کو کسی بھی چیز سے منع کر سکتا ہے' لیکن کوئی دوسرا اس کو کسی چیز سے روک نہیں سکتا۔ اس لئے جس کی شان یہ ہو اس کی تابعداری اور بندگی سے کوئی بندہ ایک لمحے کے لئے بھی بھلا کیونکر بے نیاز ہو سکتا ہے۔ اس کی یاد کیونکر فراموش کر سکتا ہے' اس کے اوامر اور نواہی کو بھول کر اپنے آپ کو کیسے بھلا سکتا ہے' جس کے نتیجے میں آپ اپنا نقصان کرے' اور سب سے زیادہ خود اپنے اوپر ظلم کرے' اور اگر کوئی ذات باری پر ظلم کرنا بھی چاہے تو اس کا کیا بگڑے گا' وہ آپ اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا' بلکہ آدمی خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔

۱۸- معصیت کی ایک سزا یہ ہے کہ یہ چیز بندے کو احسان (نکوکاری) کے دائرے سے نکال باہر کرتی ہے اور نکوکاروں کے اجر سے انھیں محروم کر دیتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نکوکاری اور احسان جب براہ راست دل سے پیوست ہوتے ہیں تو برائیوں سے روک بن جاتے ہیں کیونکہ جو بندہ اللہ کی اس طرح بندگی کرتا ہے کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے تو یہ شان اس کے اندر محض اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ ذکر الٰہی' خوف خداوندی اور بیم ورجا کا مادہ اس کے دل پر حاوی ہے' اور وہ ایسے مقام پر خود کو پاتا ہے' جہاں اپنے پروردگار کا جمال جہاں آرا اسے نظر آتا ہے' یا اس کے دل میں یہ تصور موجزن ہوتا ہے کہ اس کا پروردگار خود اس کو دیکھتا ہے۔ اور جب یہ ذہن بن جاتا ہے تو گناہ کا ارتکاب تو الگ رہا' گناہ کا ارادہ بھی اس کے دل میں نہیں ابھرتا۔ لیکن اس کے بجائے اگر وہ دائرہ احسان سے نکل گیا تو اپنے خاص رفیقوں کی صحبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ آسودہ زندگی اس کے ہاتھ نہیں آتی اور کامل راحت اس کو چھو کر نہیں گزرتی' اور اگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو عام مومنین کے زمرے میں اسے شامل کرتا ہے' اور اگر معصیت اور گناہ کر کے وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کے کے دائرے سے خارج کر دیتا ہے' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

((لَايَزْنِيْ الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ لَايَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ لَايَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَايَنْتَهِبُ نَهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ اِلَيْهَا فِيْهَا النَّاسُ اَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاكُمْ وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوْضَةٌ بَعْدُ))

"کوئی زانی مومن ہونے کی حالت میں زنا کرنے میں مشغول نہیں ہوتا (یعنی زنا کے وقت ایمان سلب ہو جاتا ہے) اور کوئی شرابی مومن ہونے کی حالت میں شراب خوری میں مشغول نہیں ہوتا اور نہ کوئی چور مومن ہونے کی حالت میں چوری کرنے میں مشغول ہوتا ہے اور نہ کوئی شخص مومن ہونے کی حالت میں کھلم کھلا لوگوں کی نظروں کے سامنے ان کی کوئی اشرف چیز کو لوٹتا ہے' اس لئے تم کو ان باتوں سے ضرور پرہیز کرنا چاہئے اور بعد کو عرض توبہ (کا حق) باقی رہتا ہے۔"

۱۹- گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ ان کی وجہ سے نعمتیں چھن جاتی ہیں اور آدمی سزا اور انتقام کی زد میں آ جاتا ہے' اس لئے جب بھی کسی بندے کی نعمتیں چھن جاتی ہیں تو اسی لئے کہ اس نے گناہ کیا' اور سزا اور عذاب آتا ہے تو اس لئے کہ اس سے معصیت سرزد ہوئی- چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' بلا اور آزمائش صرف گناہ کی وجہ سے نازل ہوتی ہے' اور توبہ کے ذریعے ہی اس کا ازالہ ہوتا ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ))

(شوریٰ : ۳۰)

''اور جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے' وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے' اور وہ بہت سارے گناہ معاف کر دیتا ہے-''

نیز فرمایا:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (انفال :۵۳)

''یہ اس لئے کہ جو نعمت وہ کسی قوم کو عطا کرتا ہے' اسے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدل ڈالے' اور نیز اس لئے بھی کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے-''

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ وہ جس کو نعمت دیتا ہے' اس میں اس وقت تک کوئی ردوبدل نہیں فرماتا جب تک کہ وہ آپ اپنے اندر کوئی تبدیلی نہ کرے- جیسے پہلے اگر اللہ کی اطاعت کرتا تھا تو اب معصیت کرنے لگے- پہلے اگر شکر گزاری کرتا تھا تو اب ناشکری پر کمر کس لے- پہلے اس کی رضا اور خوشنودی کی صورتوں پر عمل کرتا تھا' اب اس کی ناراضی کے راستوں پر چل پڑے- غرض اس طرح جو کوئی اپنے اندر تبدیلی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ بھی اپنی عطا کردہ راحت کو اس سے چھین کر اسے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے- بجائے عزت کے اسے ذلیل وخوار کر دیتا ہے-''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ﴾ (رعد : ۱۱)

"بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا' جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے اور اگر اللہ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا چاہے تو اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔"

بعض احادیث قدسیہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ لَا یَکُوْنُ عَبْدٌ مِنْ عَبِیْدِیْ عَلٰی مَا اُحِبُّ ثُمَّ یَنْتَقِلُ عَنْهُ اِلٰی مَا اَکْرَهُ اِلَّا انْتَقَلْتُ لَهٗ مِمَّا یُحِبُّ اِلٰی مَا یَکْرَهُ وَلَا یَکُوْنُ عَبْدٌ مِنْ عَبِیْدِیْ عَلٰی مَا اَکْرَهُ ثُمَّ یَنْتَقِلُ عَنْهُ اِلٰی مَا اُحِبُّ اِلَّا انْتَقَلْتُ لَهٗ مِمَّا یَکْرَهُ اِلٰی مَا یُحِبُّ﴾

"میری عزت اور میرے جلال کی قسم میرا جو بندہ میری کسی پسندیدہ چیز پر ہوتا ہے' پھر اس پر سے ہٹ کر کسی ناپسندیدہ چیز کی طرف چلا جاتا ہے تو میں بھی اس کی پسندیدہ حالت کو بدل کر اسے ایسی حالت سے دوچار کر دیتا ہوں جو اسے ناپسند ہوتی ہے' اور میرا جو بندہ میری کسی ناپسندیدہ چیز کو اپناتا ہے' پھر اسے چھوڑ کر میری کسی پسندیدہ چیز کو اختیار کر لیتا ہے تو میں بھی اس کی ناپسندیدہ حالت کو بدل کر اس پر ایسے حالات لاتا ہوں جو اسے پسند ہوں۔"

کسی عرب شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اِذَا کُنْتَ فِیْ نِعْمَةٍ فَارْعَهَا ۔۔۔ فَاِنَّ الذُّنُوْبَ تُزِیْلُ النِّعَمِ

جب تو کسی نعمت میں ہو تو اس کی رعایت کر اس لئے کہ گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتا ہے۔

وَحُطَّهَا بِطَاعَةِ رَبِّ الْعِبَادِ ۔۔۔ فَرَبُّ الْعِبَادِ سَرِیْعُ النِّقَمِ

بندوں کے پروردگار کی اطاعت کر کے ان گناہوں کو مٹا' کیونکہ بندوں کا پروردگار بہت جلد بدلہ لینے والا ہے۔

وَاِیَّاكَ وَالظُّلْمَ مَهْمَا اسْتَطَعْتَ ۔۔۔ فَظُلْمُ الْعِبَادِ شَدِیْدُ الْوَخَمِ

اور جہاں تک ہو سکے ظلم و زیادتی سے بچ' کیونکہ بندگان خدا پر ظلم کرنا سخت نقصان دہ اور مضر ہے۔

وَسَافِرْ بِقَلْبِكَ بَیْنَ الْوَرٰی ۔۔۔ لِتَبْصُرَ آثَارَ مَنْ قَدْ ظَلَمْ

دنیا والوں کے درمیان دل کی آنکھ لے کر سفر کر' تاکہ ظلموں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔

فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ بَعْدَهُمْ شُهُوْدٌ عَلَيْهِمْ وَلَاتَتَّهِمْ

وہ رہے ان کے مکانات جو ان کے بعد بھی ان کے خلاف گواہی دیتے ہیں اور ان کی گواہی جھوٹی نہیں ہے۔

وَمَاكَانَ شَيْءٌ عَلَيْهِمْ اَضَرُّ مِنَ الظُّلْمِ وَهُوَ الَّذِيْ قَدْ قَصَم

ظلم سے زیادہ ان کے خلاف کسی چیز نے انھیں نقصان نہیں پہنچایا اور یہی وہ چیز تھی جس نے انھیں توڑ دیا۔

فَكَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَانٍ وَّمِنْ قُصُوْرٍ وَّ اُخْرَى عَلَيْهِمْ اَطَمْ

انھوں نے کتنے باغات' کتنے محلات اور کتنے ہی قلعے اور برجیاں چھوڑیں۔

صُلُوا بِالْجَحِيْمِ وَفَاتَ النَّعِيْمِ وَكَانَ الَّذِيْ نَالَهُمْ كَالْحَلَمْ

لیکن وہ سب دوزخ میں جھونک دیئے گئے' راحتیں سب دھری کی دھری رہ گئیں اور ان کے پاس جو کچھ تھا سب خواب ثابت ہوا۔

۲۰- معصیت کی ایک سزا یہ ہے کہ اس سے نفس حقیر ہوتا ہے' ذلت اور رسوائی میں پڑ کر خوار و زبوں حال ہوتا ہے' اور اتنا بھی چھوٹا اور معمولی ہوتا ہے جتنی کوئی چھوٹی اور معمولی چیز ہوا کرتی ہے۔ اطاعت اور بندگی کی وجہ سے نفس پروان چڑھتا ہے' اس کے اندر افزائش ہوتی ہے اور وہ صاف ستھرا اور بے داغ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْخَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾ (شمس : ۹-۱۰)

"بے شک وہ شخص کامیاب ہوا' جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور وہ شخص ناکام رہا جس نے اس کو گناہوں میں دبا دیا"

مطلب یہ ہے کہ جس نے اطاعت اور بندگی کر کے اس کو بڑھایا' اس کو نمایاں اور سربلند کیا' اس نے فلاح پائی۔ لیکن جس نے اللہ کی معصیت کر کے اس کو دبا دیا' اسے خوار اور ذلیل کیا' وہ سراسر خسارے میں رہا۔

"تَدْسِيَةٌ" مصدر ہے' جس کے معنی گاڑنے اور چھپانے کے ہیں' جیسا کہ ارشاد

باری ہے۔

﴿أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ﴾ (نحل : ۵۹)

"یا اس کو زمین میں گاڑ دے۔"

عاصی اور نافرمان معصیت کر کے اپنے نفس کو اس طرح گاڑ دیتا ہے کہ اس کا پتہ اور نشان بھی نہیں ملتا اور اپنے ان سیاہ کرتوتوں کی وجہ سے خلائق سے منہ چھپاتا ہے۔ اپنی نظر میں' اللہ کی نظر میں اور لوگوں کی نظروں میں خوار و زبوں ہوتا ہے۔ کیونکہ اطاعت اور بھلائی سے نفس بڑھتا ہے' اس کو عزت اور سربلندی حاصل ہوتی ہے' یہاں تک کہ اس کا مقام سب سے اعلیٰ' اس کا درجہ سب سے اشرف اور اس کا مرتبہ سب سے پاکیزہ اور بلند ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب ہوتے ہوئے اللہ کے سامنے حد درجہ متواضع' منکسر' مسکین اور بے مایہ ہوتا ہے' اور چونکہ وہ اللہ کے لئے حقیر و ذلیل ہوتا ہے' اس لئے اس کو عزت' عظمت' شرافت اور افزائش حاصل ہوتی ہے۔ بنابریں معصیت سے نفس حد درجہ نکما (ذلیل) ہوتا ہے اور اطاعت اور بندگی سے اس کے اندر گویا کہ چار چاند لگ جاتے ہیں۔

۲۱۔ گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ خدا اور خلق خدا کی نظروں میں گنہگار بندوں کے جاہ و مرتبے اور ان کی بزرگی میں نمایاں فرق آ جاتا ہے' کیونکہ اللہ کے نزدیک سب سے برگزیدہ وہ ہوتا ہے جو متقی اور پرہیزگار ہو۔ نزدیک تر اور مقرب وہ ہوتا ہے جو اطاعت گزار ہو' اور اگر اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی اور حکم عدولی کی تو ایسا شخص نظروں سے گر جاتا ہے' اور جو کوئی اللہ کی نظروں سے گرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی نظروں سے بھی گرا دیتا ہے اور جس کا خلائق میں کوئی مقام نہیں ہوتا' کوئی رتبہ اور درجہ اس کو حاصل نہیں ہوتا۔ ایسوں کے ساتھ لوگ جیسا چاہتے ہیں سلوک کرتے ہیں' اور اس کا نتیجہ آگے چل کر یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص گم نامی اور کسم پرسی کی زندگی بسر کرتا ہے' اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ ادھر ادھر زار و نزار پھرتا ہے' نہ اس کی کوئی وقعت اور عزت ہوتی ہے' نہ کسی قسم کی خوشی اور مسرت اس کو حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ گم نامی' کسم پرسی' بے عزتی اور بے قدری سے دل حسرتوں اور نامرادیوں کا قبرستان بن جاتا ہے۔ اس کی خوشیاں ایک ایک کر کے چھن جاتی ہیں' اور اس میں شک نہیں کہ شہوت کا نشہ جب تک چڑھا ہوتا ہے' کسی

معصیت کے نتیجے میں ہونے والی اذیت کا احساس بھی اسے نہیں ہونے پاتا۔

کسی بندے پر اللہ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ وہ اس کو سارے عالم میں شہرت سے نوازتا ہے۔ اس کی یاد' اس کا ذکر' اس کا نام اور اس کے کارناموں کو چار دانگ عالم میں پھیلا دیتا ہے۔ چنانچہ مشاہدہ شاہد ہے کہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں کو اس لحاظ سے جو شہرت اور شکوہ حاصل ہوا' یہ تنہا ان کا امتیاز ہے۔ ان کی اس خصوصیت میں دنیا کا کوئی انسان ان کا ساجھی اور ہم پلہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَآ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْحَاقَ وَ يَعْقُوْبَ أُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ اِنَّا اَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ﴾ (ص: ٤٥ - ٤٦)

"اور ہمارے بندے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور صاحب نظر تھے۔ ہم نے ان کو ایک خاص صفت (یعنی آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا۔"

یعنی نیک نامی اور شہرت کی خصوصیتوں سے ہم نے ان کو نوازا کہ دنیا کے چھوٹے بڑے آج بھی ان کا نام عزت سے لیتے ہیں اور یہ اسی ذکر خیر کی خصوصیت تھی جس کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔

﴿وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِيْنَ﴾ (شعراء: ٨٤)

"اور پچھلے لوگوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ۔"

نیز ان کی اور دیگر انبیا کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ (مریم: ٥٠)

"اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت سے بہت کچھ دیا اور ان کا ذکر خیر (آئندہ نسلوں میں) بلند کیا۔"

نبی کریم ﷺ کی شان میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (الم نشرح: ٤)

"اور ہم نے تمہارا ذکر بلند کیا۔"

اب جو لوگ نبی کریم ﷺ کی پیروی کریں گے' اس ذکر میں ان کا بھی حصہ ہوگا'

جیسے اطاعت اور تابعداری کے سبب انبیا کی وراثت میں ان کا حصہ ہوتا ہے۔ لیکن جو ان کی مخالفت کریں گے' انھیں گم نامی نصیب ہو گی' جیسے ان کی مخالفت اور معصیت سے ان کو محرومی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

۲۲۔ معصیت کا ارتکاب کر لینے کے بعد ایسے شخص سے تعریف و توصیف اور مدح کے سب نام چھن جاتے ہیں اور اس پر بدنامی اور ظلم و زیادتی کا لیبل چڑھ جاتا ہے۔ اس کے نام سے صاحب ایمان' پارسا' نیکوکار' پرہیزگار' فرمانبردار' خاصۂ خدا' عابد و زاہد' صالح' توبہ کرنے والا' بار بار اللہ کی طرف متوجہ ہونے والا' راضی برضا' اور پاک باز جیسے القاب نکل جاتے ہیں' اور اس کی بجائے فاسق و فاجر' سرکش' بدکار' فسادی' خبیث' راندہ درگاہ' زناکار' چور' قاتل' جھوٹا' خائن اور اغلام بازی کرنے والا' قطع رحمی کرنے اور دھوکا دینے والا' جیسے القاب اس کے سر تھوپ دیئے جاتے ہیں' اور یہ ظاہر ہے کہ یہ سب گناہ کے نام ہیں۔

﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ﴾ (حجرات: ۱۱)

"ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام ہی برا ہے۔"

اس میں شک نہیں کہ گناہوں کے ان ناموں سے حساب لینے والے مالک حقیقی کا غضب بھڑک اٹھتا ہے' جس کے نتیجے میں جہنم کا گڑھا گنہگاروں کا ٹھکانا ہوتا ہے جہاں ذلت اور رسوائی ان کا مقدر ہوتی ہے' اور اس کے بالمقابل مہربان و رحیم آقا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اب اگر معصیت کی پاداش میں اس کے نام کے ساتھ بدکاروں کا ٹائٹل لگے اور اس کا انجام وہ ہو جس کا اوپر ذکر کیا گیا تو ظاہر ہے' انسانی عقل اور اس کا ضمیر آپ اس کو ان برائیوں سے روکے گا' اور اس کے بالمقابل اگر اطاعت اور تابعداری پر کامیابی' نیک نامی' اچھے القاب اور ان کے مطابق بہتر بدلہ کا وعدہ ہو تو ضمیر اس کی ترغیب دے گا اور آدمی کا دل بھی آپ اس کی طرف مائل ہو گا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ جسے نوازنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا' جسے محروم رکھے اسے کوئی دے نہیں سکتا' جسے دھتکار دے کوئی اسے قریب نہیں کر سکتا' اور جس کو وہ اپنا مقرب بنائے کوئی اس کو دھتکار نہیں سکتا۔

﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾ (حج: ۱۸)

"اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں- بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

۲۳- گناہ اور معصیت کی ایک سزا یہ ہے کہ اس سے عمر کے اندر ہونے والی برکت مٹ جاتی ہے' روزی' علم' معرفت عمل' کردار تابعداری اور بندگی کی برکتیں مٹتی جاتی ہیں' اور یہی نہیں بلکہ دین و دنیا کی برکتیں بھی مٹتی جاتی ہیں' چنانچہ تم دیکھو گے کہ جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے' اس کی عمر سکڑ جاتی ہے' اس کی دنیا کی برکتیں مٹادی جاتی ہیں' اور روئے زمین سے برکتیں تبھی ناپید ہوتی ہیں' جب زمین والے گناہ اور معصیت میں ڈوب جاتے ہیں- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ﴾ (اعراف: ٩٦)

"اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور پرہیزگار بن جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔"

﴿وَاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ﴾

(جن: ١٧)

"اور اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر ہوتے تو ہم ان کو بافراط پانی دیتے تاکہ اس سے ان کی آزمائش کریں۔"

ان گناہوں کی بدولت بندے روزی اور رزق سے محروم ہو جاتے ہیں- چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

﴿اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رَوْعِيْ اَنَّهُ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ فَاِنَّهُ لَا يَنَالُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهِ وَ اَنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الرَّوْحَ وَالْفَرَحَ فِي الرِّضٰى وَالْيَقِيْنِ وَجَعَلَ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ فِي الشَّكِّ وَالسُّخْطِ﴾

"حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات کہی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک کہ اپنی پوری پوری روزی حاصل نہ کرلے' اس لئے

اللہ سے ڈرو اور اچھی طرح جستجو کرو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کو اس کی اطاعت کر کے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے روحانیت اور خوشی کو خوشنودی اور یقین میں رکھ دیا ہے اور رنج والم کو شکوک اور اپنی ناراضی کے اندر پنہاں رکھا ہے۔"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں جو حدیث ذکر کی ہے وہ اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ:

((اَنَا اللّٰهُ اِذَا رَضِيْتُ بَارَكْتُ وَلَيْسَ لِبَرَكَتِيْ مُنْتَهٰى وَاِذَا غَضِبْتُ لَعَنْتُ وَلَعْنَتِيْ تُدْرِكُ السَّابِعَ مِنَ الْوَلَدِ))

"میں اللہ ہوں، میں جب خوش ہوتا ہوں تو برکتوں سے نوازتا ہوں اور میری برکتوں کی کوئی حد نہیں ہوتی، لیکن غضبناک ہوتا ہوں تو لعنتوں کی بارش کرتا ہوں۔ سات سالہ بچہ بھی میری لعنت کا شکار ہو سکتا ہے۔"

اور حقیقت یہ ہے کہ سخت دوڑ دھوپ کرنے سے روزی نہیں بڑھتی اور نہ زیادہ سے زیادہ ماہ و سال گزرنے سے آدمی عمر دراز سمجھا جاتا ہے بلکہ روزی کی فراوانی اور عمر کی درازی دونوں کا مدار ان کے اندر پیدا ہونے والی برکت سے ہوتا ہے۔

۲۴۔ گناہ اور معصیت کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی اپنی بنیادی ضرورتوں اور ان کے حصول سے الگ جا پڑتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر کسی کو اپنے سود و زیاں کی فکر کرنی چاہئے۔ دنیا اور آخرت میں کس چیز سے اس کو نفع ہو سکتا ہے، اور کس سے نقصان لاحق ہو سکتا ہے، اس سے واقفیت کی حاجت اور ضرورت ہر کس و ناکس کو ہوتی ہے، اور جس کو ان کی زیادہ تفصیل معلوم ہوتی ہے، اسی کو زیادہ واقف کار اور ماہر سمجھ سکتا ہے، اور ان میں زیادہ عظیم اور باہوش وہ ہوتا ہے جس کو اپنے نفس اور اپنی قوت ارادی پر پورا کنٹرول حاصل ہوتا ہے، جو اپنے آپ کو مفید کاموں سے منسلک رکھتا ہے اور مضر کاموں سے بچاتا ہے، اور اس زاویئے سے دیکھا جائے تو لوگوں کی علم و آگہی کی معراج مختلف ہوتی ہے۔ ہر ایک کی ہمت کی بلندی اور مرتبہ اور مقام ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتا ہے۔ چنانچہ زیادہ ماہر اور واقف اس کو سمجھا جاتا ہے جو نیک بختی اور بد بختی کی صورتوں کو سمجھتا ہے اور ان کے

اثرات کی پہنچ سے بخوبی واقف ہوتا ہے' جیسے ناواقف اور نادان اس کو مانا جاتا ہے جس کی اتنی دسترس نہ ہو' لیکن ایسی حالت میں اگر معصیت کا ارتکاب ہوا تو بندے سے خیانت سرزد ہوتی ہے۔مذکورہ واقفیت اور مہارت کی روشنی میں جو بنیادی حاجتیں اس کو مل سکتی تھیں' وہ نہیں ملتیں اور منقطع ہونے والی ادنیٰ لذتوں پر اعلیٰ اور ابدی لذتوں کو ترجیح دینے سے بھی وہ قاصر ہو جاتا ہے۔ لیکن گناہوں کی بہتات' اس کمال عمل اور آگاہی سے اس کو روک دیتی ہے اور جس میں دنیا اور آخرت کا مفاد مضمر ہو' اس سے بے بہرہ کر دیتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آدمی جب کسی ناگوار چیز میں پڑ کر اس سے گلو خلاصی کی راہیں تلاش کرتا ہے' تو اس کا دل اس کی خواہشات اور اس کے اعضاء و جوارح سب اس کو دھوکا دے دیتے ہیں اور سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے جو شمشیر بکف ہو' لیکن اس کی تلوار کی دھار کند ہو' یا نیام میں بری طرح پھنس کر رہ گئی ہو' جب اس کو نکالتا ہو تو اسی میں الجھ کر رہ جاتا ہو۔ ظاہر ہے ایسی نازک حالت میں اگر کوئی دشمن سامنے آجائے اور وہ شخص تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر اسے نکالنے کے لئے کوشاں ہو اور تلوار میان میں پھنسی ہوئی ہو تو اس کے سوا اس کا کیا ہوگا کہ دشمن بڑھ کر اس پر حملہ کر دے گا اور اس کا کام تمام کر دے گا۔اسی طرح دل پر جب گناہوں کے بکثرت داغ ہوں گے تو دل بھی زنگ آلود ہو کر بیمار ہو جاتا ہے' اور اس حال میں اگر دشمن اس پر حملہ کر دے' اس کا منہ توڑ جواب دینے کی اس کے اندر سکت نہیں رہتی' اور یہ حقیقت ہے کہ جو دل لگا کر دشمن سے لڑتا ہے' اس پر حملہ کرتا ہے اور جی کڑا کر کے آگے بڑھتا ہے' تو ہاتھ پاؤں بھی دل کا ساتھ دیتے ہیں۔ لیکن اگر ہاتھ بے زور ہوں اور ناطاقتی کے خوگر ہوں تو دفاع اور مقابلہ کیسے ممکن ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب بندہ کسی دشواری' کرب یا آزمائش میں پڑتا ہے' تو اس کا دل' اس کی زبان اور اس کے اعضا اسے دغا دیتے ہیں۔مفید تر کاموں سے گریز اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔اللہ پر توکل کے لئے دل آمادہ نہیں ہوتا' اس کی بارگاہ میں رونے گڑگڑانے اور عاجزی کرنے کی طرف اس کا دل مائل نہیں ہوتا۔اس کی زبان' اس کے احساسات کی ترجمان نہیں بنتی دل اور زبان میں یگانگت اور ہم آہنگی گھٹتی چلی جاتی ہے۔

اس سے زیادہ بدترین تلخ اور بھیانک حقیقت یہ ہے کہ جب اس کا آخری وقت آتا

ہے اور مالک حقیقی سے ملاقات ناگزیر ہو جاتی ہے' تو اس گھڑی اس کی زبان اور دل اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور مرتے مرتے کلمہ شہادت نصیب نہیں ہوتا۔ چنانچہ بستر مرگ پر ایڑیاں رگڑنے والے بہتوں کو لوگوں نے دیکھا ہے کہ آس پاس بیٹھنے والوں نے جب انھیں کلمہ کی تلقین کرنی چاہی اور لا الہ الا اللہ پڑھانا چاہا تو وہ کہتے تھے آہ آہ میں نہیں کہہ پا رہا ہوں۔ ایک شخص سے کہا گیا کہو لا الہ الا اللہ تو کہا' شاہ اور رخ (شطرنج کے دو مہروں) نے تجھے مات دی۔ یہی کہتے کہتے وہ مر گیا۔ دوسرے سے کہا گیا کہو لا الہ الا اللہ اس نے جواب دیا:۔

يَا رُبَّ قَائِلَةٍ يَوْمًا وَقَدْ تَعِبَتْ   كَيْفَ الطَّرِيْقُ اِلَى حَمَّامِ مِنْجَابِ

کوئی کہنے والی کسی دن تھک کر کہتی ہے (بصری میں) منجاب (بن راشد بن اصرم ضبی) کے حمام تک رسائی بھلا کیسے ہو گی؟

یہی کہتے ہوئے وہ مر گیا۔ ایک اور قریب مرگ کا قصہ ہے کہ اس سے کہا گیا پڑھو "لا الہ الا اللہ" وہ بے ہودہ گانا گانے لگا اور یوں کہنے لگا "تانتا ! تننتنا......!اسی میں اس کی موت آئی۔ ایک سے کہا گیا تو اس نے جواب دیا' تم جو کہتے ہو' اس سے میرا کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔ میں نے کوئی ایسا گناہ نہیں چھوڑا جو نہ کیا ہو' یہ شخص بھی مر گیا۔ لیکن اس کو کلمہ نصیب نہیں ہوا۔ ایک اور شخص سے کہا گیا تو اس نے کہا اس سے میرا کیا بنے گا؟ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں نے کبھی نماز بھی پڑھی ہے۔ یہ شخص بھی کلمہ نہیں پڑھ سکا اور مر گیا۔ ایک شخص سے یہی کہا گیا تو اس نے کہا میں کافر ہوں' تمھاری اس بات کو نہیں مانتا اور مر گیا۔ ایک شخص سے کلمہ پڑھنے کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا میں جب کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں تو میری زبان لپٹ جاتی ہے ایک بھکاری جس کا دم نکل رہا تھا' اس کے پاس بیٹھنے والوں نے بتایا کہ وہ مرتے مرتے کہہ رہا تھا' اللہ کے لئے ایک پیسہ دے دو' ایک پیسہ اللہ کی راہ میں۔ اسی میں اس کی موت آئی۔ مجھ سے بعض تاجروں نے اپنے کسی عزیز کے بارے میں بتایا جس کی سانس اکھڑ رہی تھی اور وہ اس کی چارپائی کے پاس بیٹھا سن رہا تھا۔ لوگ کہتے تھے پڑھو لا الہ الا اللہ' جواب میں وہ شخص کہتا تھا' یہ نگ سستا ہے' وہ بیوپاری اچھا ہے' یہ ایسا ہے' یہی کہتے کہتے وہ مر گیا' نعوذ باللہ۔!

اللہ کی پناہ! اس کی ذات ہر بری چیز سے مبرا ہے۔ یہ تو وہ واقعات ہیں جن کا لوگوں نے مشاہدہ کیا' جبکہ کتنے قصے یونہی بیت جاتے ہیں اور کسی کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

درحقیقت بات یہ ہے کہ آدمی جب عروج پر ہوتا ہے' اس کے اندر طاقت اور قوت شباب پر ہوتی ہے' تو "جوانی دیوانی" کے مصداق اس پر شیطان مسلط ہوتا ہے' اپنی من مانی اور اللہ کی معصیتوں میں اسے الجھائے رکھتا ہے اللہ کی یاد کو اس کے دل سے بھلا دیتا ہے' زبان سے خدا کے نام اور اعضاء جوارح سے اس کی بندگی کو نکال پھینکتا ہے' اس گھڑی جب طاقت اور ہوش و حواس کے عالم میں اس کے اندر یہ سب غلاظت بھری ہوتی ہے' تو بھلا جب اس کے دن پھر جاتے ہیں اور وہ نحیف و نزار ہو جاتا ہے تو اس کے اندر سے کیا نکلے گا؟ اس وقت تو موت کا کرب اس کے چہرے سے نمایاں ہوگا۔ شیطان اپنی پوری قوت اس کے پیچھے جھونک دے گا اور پوری طاقت اس لئے لگادے گا کہ یہ موقعہ اس کے ہاتھ سے نکلنے نہ پائے' کیونکہ اسی گھڑی کا عمل آخری عمل ہوتا ہے اور اگر شیطان کا داؤ چل جاتا ہے تو وہ بڑا بے لگام اور شہ زور ہو جاتا ہے' اور اگر اس کا بس نہیں چلتا تو اس پر اوس پڑ جاتی ہے۔ ان حالات میں اگر کوئی صاحب دل اس کا زور توڑ کر اس کی زد سے صاف نکل جائے تو اس میں شک نہیں کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الآخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظَّالِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَايَشَاءُ﴾ (ابراهيم: ٢٧)

"اللہ ایمان والوں کو پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت (قدم) رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

لیکن ان کے بالمقابل ان لوگوں کو نیک انجام اور حسن خاتمہ کی توفیق کیونکر ملے گی جن کے دلوں کو:

﴿مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهُ فُرُطًا﴾ (كهف: ٢٨)

"ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہیں اور ان کا کام حد سے بڑھ گیا ہے۔"

بنابریں کوئی ایسا شخص خاتمہ بالخیر آرزو نہیں کر سکتا' جس کا دل پراگندہ ہو' جو اللہ سے کوسوں دور جا پڑا ہو۔ اس کی یاد سے غافل ہو۔ خواہشات اور نفس کا غلام ہو' شہوت کے

ہاتھوں بے بس ہو۔اللہ کی یاد آئے تو اس کی زبان کانٹا بن جائے' اس کی عبادت اور بندگی کا وقت آئے تو ہاتھ پاؤں ٹھٹھر کر اس کے قابو میں نہ رہیں اور وہ مصیبت کے اتھاہ سمندر میں ڈوب کر اندر ہی اندر تہہ نشین ہوتا چلا جائے۔

سچ تو یہ ہے کہ انجام کی فکر اور آخرت کے ڈر نے ایک طرف پرہیزگاروں کی کمر توڑ دی ہے اور دوسری طرف ظالم اور بدکار اس طرح مطمئن بیٹھے ہیں کہ آخرت میں عیش اور من مانی مراد حاصل کرنے کے لئے جیسے انھیں کوئی پروانہ مل چکا ہے۔!

﴿اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ﴾ (قلم : ۳۹-۴۰)

"یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت کے دن تک چلی جائیں گی کہ جس چیز کا تم حکم کرو گے وہ تمھارے لئے حاضر کی جائے گی۔ ان سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس کا ذمہ لیتا ہے؟"

عرب شاعر کہتا ہے۔

يَا آمِنًامَعَ قَبِيْحِ الْفِعْلِ مِنْهُ اَهَلْ ‏ ‏ ‏ اَتَاكَ تَوْقِيْعُ اَمْنٍ اَنْتَ تَمْلِكُهُ ؟

برے کردار کے ساتھ بے خوف رہنے والے کیا
تیرے پاس کوئی پروانہ امن ہے جو تیرے پاس ادھر ہے؟

جَمَعْتَ شَيْئَيْنِ اَمْنًا وَاِتِّبَاعَ هَوًى ‏ ‏ ‏ هٰذَا وَاِحْدٌ اَهُمَا فِي الْمَرْءِ تُهْلِكُهُ

تو نے دو چیزیں اپنے ساتھ اکٹھا کر رکھی ہیں' بے خوفی اور خواہشات کی پیروی' جبکہ ان میں سے ایک چیز اسی آدمی کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے۔

وَالْمُحْسِنُوْنَ عَلٰى دَرْبِ الْمَخَاوِفِ قَدْ ‏ ‏ ‏ سَارُوْا وَذٰلِكَ دَرْبٌ لَسْتَ تَسْلُكُهُ

نکوکار اور اچھے لوگ خوف اور وحشت کے دروازوں پر چل پڑے ہیں اور یہ وہ راستہ ہے جس پر تو چل نہیں سکتا۔

فَرَّطْتَ فِي الزَّرْعِ وَقْتَ الْبَذَارِ مِنْ سَفَهٍ ‏ ‏ ‏ فَكَيْفَ عِنْدَ حَصَادِ النَّاسِ تُدْرِكُهُ

بیج بونے کے وقت تو نے نادانی سے کوتاہی برتی۔ اب کیا جب لوگ کٹائی کریں گے تو بھی کٹائی کر سکے گا؟ (ہرگز نہیں!)

هَذَا وَ اَعْجَبُ شَیْءٍ فِیْكَ زُهْدُكَ فِیْ دَارَالْبَقَاءِ بِعَیْشٍ سَوْفَ تَتْرُكُهُ

یہ تو ہوا- پھر اس سے زیادہ زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ آخرت کے ابدی عیش اور وہاں کی زندگی سے تو منہ موڑے ہوئے ہے جبکہ عنقریب تجھے دنیا کی اس زندگی کو چھوڑنا ہے-

مَنِ السَّفِیْهُ اِذَا بِاللّٰهِ اَنْتَ ؟ اَمِ الْمَغْبُوْنُ فِی الْبَیْعِ غَبْنًا سَوْفَ تُدْرِكُهُ

تب اللہ کی قسم تو ہی بتا کہ بے وقوف کون ہے تو؟ یا وہ لوگ جو سودے میں سراسر خسارے میں ہیں اور یہ سب تیرے سامنے آکر رہے گا-

مقدمہ سوم
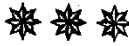
جنت کی ترغیب اور دوزخ سے ڈرانا

جنت اور جہنم کا عقیدہ مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے۔ ہر مسلمان یہ یقین رکھتا ہے کہ اطاعت گزار اور پرہیزگار بندوں کے لئے اللہ نے جنت کو پیدا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ﴾

(قمر:۵۵)

"بلاشبہ پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ پاک مقام میں' قدرت والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔"

﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (شعراء : ۹۰)

"اور اس دن جنت پرہیزگاروں کے قریب کر دی جائے گی۔"

جیسے کافروں اور نافرمان بندوں کے لئے اللہ نے دوزخ کو پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے۔

﴿وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ﴾

(شعراء : ۹۱)

"اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی۔"

﴿فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ﴾ (شوری : ۷)

"(اس دن) ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں۔"

جنت کی بابت بعض آیتیں ناظرین کے سامنے مزید ذکر کی جاتی ہیں۔

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ[۱] اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ثُلَّةٌ[۲] مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ[۳] وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ[۴] عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ[۵] مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ[۶] یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ[۷] بِاَكْوَابٍ[۸] وَّاَبَارِیْقَ[۹] وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ[۱۰] لَّا یُصَدَّعُوْنَ[۱۱] عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ[۱۲] وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ وَحُوْرٌ عِیْنٌ[۱۳] كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ[۱۴] جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا[۱۵] وَّلَا تَاْثِیْمًا[۱۶] اِلَّا قِیْلًا[۱۷] سَلٰمًا سَلٰمًا[۱۸] وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ[۱۹] وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ[۲۰] وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ[۲۱] وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ[۲۲] وَّفَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ[۲۳] وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ[۲۴]﴾

(واقعہ : ۱۰ - ۳۳)

"اور آگے نکل جانے والے سب سے آگے ہیں یہی (لوگ اللہ کے ساتھ) خاص قرب کھلنے والے ہیں - یہ لوگ نعمت کے باغوں میں ہوں گے - وہ اگلے لوگوں میں بہت سے ہوں گے اور پچھلے لوگوں میں سے تھوڑے ہوں گے - وہ جڑاؤ تختوں پر آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے - نوجوان لڑکے جو ہمیشہ (ایک حالت پر) رہیں گے۔ (خدمت کے لئے) ان کے آس پاس پھریں گے - آبخورے اور آفتابے اور صاف شراب کے جام (لئے ہوں گے) اس سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ وہ بے

---

۱ آگے نکل جانے والے - قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو تین جماعتوں میں تقسیم فرمائے گا۔ دائیں طرف والے یعنی روشن راہ پر چلنے والے' بائیں طرف والے یعنی پست مقام والے' مقربین (آگے نکل جانے والے) جو نیکی اور خیر کے کاموں میں بڑھ کر حصہ لیں گے۔ فرائض خداوندی کو لپک کر انجام دیں گے' حرام کاری سے بچیں گے' نفس اور ہر عمدہ چیز کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے' اور جب بھی راہ خدا کا منادی انھیں صدا دے گا' ان کاموں کے لئے وہ چل پڑیں گے - یہی لوگ اللہ کی رحمت اور اس کی خوشنودی سے قریب تر ہوں گے۔ ۲ لوگوں کی بہت بڑی جماعت - ۳ پچھلی قومیں
۴ یعنی پچھلی قوموں اور امت محمدیہ (علی صاحبھا الف تحیہ) کے کچھ افراد ہوں گے۔
۵ یعنی سونے کے جڑاؤ کے تخت جن پر موتی اور یاقوت کی جھالریں ہوں گی' وضمن الغزل - یعنی بنا
۶ تکیہ لگائے آمنے سامنے ایک دوسرے کو بیٹھے دیکھتے ہوں گے' ان کے اندر صفائی اور انس و محبت موجزن ہوگی۔ ۷ نوخیز لڑکے

ہوش ہوں گے اور میوے جس طرح کے ان کو پسند ہوں گے' اور پرندوں کا گوشت جس طرح ان کا جی چاہے گا' اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جیسے پوشیدہ رکھے ہوئے موتی۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔ وہاں نہ بے ہودہ باتیں سنیں گے اور نہ گالی گلوچ۔ بس ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آواز آئے گی۔ اور داہنی طرف والے (سبحان اللہ) دہانی طرف والے کیا ہی اچھے ہیں (یعنی) بے کانٹوں کی بیریوں اور تہہ بہ تہہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانی اور بہت سے میووں میں ہوں گے' جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے کوئی روکے گا۔"

گزشتہ سے پیوستہ

۸ ہمیشہ ان کی عمریں اور ان کی حالتیں یکساں ہوں گی۔ ان کے اندر تبدیلی نہیں ہو گی اور نہ وہ مریں گے' بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد مقرطون ہیں یعنی جو کانوں میں بندے اور بالیاں پہنے ہوں گے۔

۹ آب خورے ان کا منہ پھیلا ہو گا اور ان کے اندر ٹونٹی نہیں ہو گی۔

۱۰ صاف شراب کے جام۔ صاف شفاف یعنی جنت کی رواں شراب۔ یہی حضرت قتادہؒ کا قول ہے۔

۱۱ اس کو پی کر ان کو سر درد لاحق نہیں ہو گا۔

۱۲ دنیا کی شراب کی طرح اس شراب کو پی کر ان کی عقلیں بہک نہیں جائیں گی۔ حرف زار پر کسرہ اور ضمہ دونوں کی قرات منقول ہے۔ ۱۳ حور عین' حور کا واحد حوار ہے' یعنی گہری سیاہ و سفید آنکھ والی ہونا۔ عین عیناء کی جمع ہے یعنی بڑی بڑی کشادہ آنکھوں والی۔

۱۴ پوشیدہ رکھے ہوئے موتیوں کی طرح جیسے موتیاں سپیوں میں رکھی ہوتی ہیں۔ صاف و شفاف ہونے میں انھیں موتیوں کی مثال دی جاتی ہے۔ ۱۵ لغو' یعنی بے ہودہ۔

۱۶ بدکلامی' بری بات' گالی گلوچ' جنھیں زبان پر لانے سے گناہ ہوتا ہے۔

۱۷ یعنی سلام کی آوازیں اور سلام کلام یعنی سلام کریں گے' ایک دوسرے کو سلام کہیں گے اور بار بار سلام کر کے اس کلمہ کو آپس میں پھیلائیں گے۔ ۱۸ بیری کا درخت جس میں کانٹے نہیں ہوں گے۔

۱۹ تہہ بہ تہہ کیلے جن کے بوجھ سے شاخ لچک کر جھک جائے گی اور وہ ایک کے ساتھ دوسرے اوپر تک جڑے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس اور مجاہد رحمہما اللہ نے یہی کہا ہے۔

۲۰ لمبے گھنے سائے جو ابدی اور دائمی ہوں گے۔

۲۱ بہتا ہوا پانی جو نشیب کی نالیوں اور گھاٹیوں میں بہہ رہا ہو گا۔

۲۲ لازوال ہوں گے کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

۲۳' ۲۴ ان سے کوئی منع نہیں کرے گا نہ کوئی کسی کو روکے گا۔

فَوَقَاهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً[1] وَّ سُرُوْرًا وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا[2] وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَ ذُلِّلَتْ[3] قُطُوْفُهَا[4] تَذْلِيْلًا وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَاَكْوَابٍ[5] كَانَتْ قَوَارِيْرَا[6] قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا[7] وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا[8] عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا[9] وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ[10] اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا[11] عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ[12] خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ[13] وَّحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ[14] مَّشْكُوْرًا﴾[15] (الدھر: ١١-٢٢)

"تو اللہ ان کو اس دن کی سختی سے بچائے گا اور تازگی اور مسرت عطا فرمائے گا اور ان کے صبر کے بدلے ان کو بہشت کے باغ اور ریشم کا لباس عطا فرمائے گا' ان میں وہ

---

[1] یعنی ان کے چہرے کھلے ہوئے اور شاداب ہوں گے۔
[2] سخت سرد بعض کہتے ہیں کہ نبوطے کی ایک لغت میں اس کے معنی چاند کے ہیں۔
[3] جھکے جھکے نیچے نیچے ہوں گے جنہیں آسانی سے توڑا جا سکے گا۔
[4] واحد قطف خوشہ ایک شاخ میں لگے ہوئے پھلوں کا مجموعہ۔
[5] پیالہ جس میں دستانہ لگا ہوا ہو۔
[6] واحد قارورہ مہین شیشے کا برتن۔
[7] پینے والوں کی پیاس کے مطابق بھرا ہو گا۔
[8] ایک مشہور مشروب جس کو سردی میں پیا جاتا ہے۔
[9] سلسبیل وہ مشروب جو حلق میں آسانی سے اتر تا چلا جائے۔ یہ نہایت محفوظ اور بے ضرر ہو گا۔
[10] وہ ادھیڑ ہوں گے نہ بوڑھے۔
[11] یعنی ان کے اوپر۔
[12] دیبا کے باریک کپڑے موٹے ریشمی کپڑے۔
[13] یعنی تمھاری دنیا کی تگ و دو اور کوشش۔
[14]' [15] خوب تر کامیاب اور اجر و ثواب کے لائق ہو گی۔

تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے' وہاں نہ دھوپ کی (تیزی) دیکھیں گے اور نہ سردی کی شدت' اور درختوں کے سائے ان پر جھک جھک پڑیں گے' اور ان کے میوے بہت قریب کر دیئے جائیں گے اور (خدام) چاندی کے برتن لئے ان کے اردگرد پھریں گے' اور شیشے کے صاف شفاف گلاس اور شیشے بھی چاندی کے جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے جائیں گے' اور وہاں انھیں وہ جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ یہ بہشت میں چشمہ ہے' جس کا نام سلسبیل ہے۔ ان کے پاس لڑکے آتے جاتے ہوں گے' جو ہمیشہ ایک ہی حالت پر ہوں گے۔ جب تم انھیں دیکھو گے تو خیال کرو گے بکھرے ہوئے موتی ہیں اور بہشت میں جہاں آنکھ اٹھاؤ گے تو کثرت سے نعمت اور عظیم الشان سلطنت دیکھو گے' ان کے جسموں پر باریک اور موٹے کپڑے ہوں گے اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ یہ تمھارا صلہ ہے اور تمھاری کوشش اللہ کے یہاں مقبول ہوئی۔''

جنت کی ترغیب سے متعلق بعض منقول روایت

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدَةً بِغَيْرِ حَقِّهَا لَمْ يَرُحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ فَاِنَّ رِيْحَ الْجَنَّةِ لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ مِائَةِ عَامٍ وَ فِيْ رِوَايَةٍ وَ اِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ خَمْسَ مِائَةِ عَامٍ))

"جس نے کسی ذمی[۱] کو ناحق مار ڈالا' وہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ[۲] سکے گا' حالانکہ جنت کی خوشبو سو سال کی مسافت تک پہنچتی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ اس کی خوشبو پانچ سو سال تک کی مسافت تک پہنچتی ہے۔"

اس روایت کو ابن حبان رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

۲۔ خالد بن عمیر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں' ہمارے سامنے عقبہ بن غزوان نے خطبہ دیا' حمد و ثنا کے بعد انھوں نے کہا:

((وَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصَرْمٍ وَ وَلَّتْ حَذَّاءَ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلاَّ صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ يَصْطَبُّهَا صَاحِبُهَا وَاِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْهَا اِلٰى دَارٍ لَا زَوَالَ لَهَا فَانْتَقِلُوا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَلَيَاْتِيَنَّ عَلَيْهِ يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيْظٌ مِّنَ الزِّحَامِ))

"دنیا نے فنا[۳] ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور پیچھے کو پلٹنے والی ہے' البتہ تلچھٹ[۴] رہ گئی ہے

---

۱ قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں یعنی ایسا شخص جس کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی معاہدہ ہو' سلطان کے ساتھ کوئی مصالحت اس نے کی ہو' یا کسی مسلمان سے اس نے امن کی بات چیت کر رکھی ہو۔

۲ نہیں سونگھے گا یعنی اس سے راحت نہیں پائے گا۔ ا ھ ص ۳۲۴ جواہر البخاری'

۳ یعنی تیزی سے ختم ہونے والی اور فنا کے قریب ہے۔

۴ بچا ہوا۔

جیسے پینے والے کے برتن میں کچھ تہہ نشین ہو کر رہ جاتا ہے' جس کو وہ ٹھہر[1] کر پیتا ہے- غرض اس دنیا سے نکل کر تم ایک ایسی جگہ جانے والے ہو جو لافانی اور ابدی ہے' اس لئے بہتر تیاری[2] کے ساتھ تم یہاں سے کوچ کرو- انھوں نے یہ بھی کہا کہ جنت کے دروازوں کے دونوں کواڑوں[3] کے درمیان چالیس سال کے بقدر وسعت ہوگی' لیکن اس پر بھی ایک دن ایسا آئے گا کہ فوج در فوج داخل ہونے والوں کے ہجوم سے یہ وسعت بھی بھری ہوگی-"

مسلم نے انہی الفاظ کے ساتھ اس روایت کو موقوفا روایت کیا ہے- پوری روایت زہد میں آچکی ہے (کتاب الترغیب والترہیب از حافظ منذری رحمتہ اللہ علیہ)

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ علیہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ اِنَّ مَابَیْنَ مِصْرَاعَیْنِ مِنْ مَصَارِیْعِ الْجَنَّةِ کَمَا بَیْنَ مَکَّةَ وَهَجَرَ وَهَجَرٍ وَمَکَّةَ))

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے' جنت کے دونوں کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ[4] ہے' جتنا فاصلہ مکہ سے ہجر یا مکہ کے درمیان ہے-"

اس روایت کو بخاری اور مسلم نے ایک حدیث سے نقل کیا- ابن ماجہ نے اس کو باختصار ذکر کیا ہے البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے جتنا فاصلہ[5] مکہ سے ہجر یا مکہ اور بصری کے درمیان ہے-

---

۱ جس کو پینے والا دھیرے دھیرے پیتا ہے-

۲ یعنی نیک اعمال اور اچھے کام کر لو' ط- ن - د میں ہے' بخیر مایحضر نکم ن پر تشدد کے ساتھ-

۳ دروازے کے دونوں جسے ان کے درمیان کی مسافت چالیس سال کی ہوگی- مقصود یہ کہ یہ دروازہ بہت بڑا' بارونق اور عظیم المرتبت ہوگا-

صَنَائِعُ فَاقَ صَانِعُهَا فَفَاقَتْ وَغَرْسٌ طَابَ غَارِسُهٗ فَطَابَا

اس کا بنانے والا نہایت فائق اور بلند ہے' اس لئے اس کی بنائی ہوئی چیز بھی لائق و فائق ہوگی بنانے والا بہتر ہے' لہٰذا درخت بھی کیا خوب ہے- ۴ یعنی بھیڑ اور خلائق کا ازدحام ہوگا-

۵ آپ نے فرمایا کہ ان دو شہروں کے درمیان جتنا فاصلہ ہے' جنت کے دونوں کواڑوں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ رہے گا-

۴۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا اَوْسَبْعَمِائَةِ اَلْفٍ مُتَمَاسِكُوْنَ آخِذٌ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ لَايَدْخُلُ اَوَّلُهُمْ حَتّٰى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ وُجُوْهُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الاٰخِرِ)) (بخاری و مسلم)

"میری امت کے ستر ہزار یا فرمایا سات لاکھ افراد صف بستہ بیک وقت جنت میں داخل ہوں گے۔ ایک دوسرے کو تھامے[1] ہوں گے اور جونہی ان میں (سے اس سرے) کا پہلا آدمی جنت میں داخل ہو گا (دوسرے سرے کا) آخری[2] آدمی بھی جنت میں داخل ہو گا۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔"

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ اِضَاءَةً لَايَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَ لَايَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتْفِلُوْنَ اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَ مَجَامِرُهُمُ الاَلُوَّةُ اَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ اَخْلَاقُهُمْ عَلٰى خُلُقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ آدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ))

"سب سے پہلے جو گروہ جنت میں داخل ہو گا' اس میں شامل افراد کی صورتیں چودھویں رات کے چاند[3] کی طرح ہوں گی' اور ان کے بعد جو لوگ جنت میں جائیں گے ان کی صورتیں انتہائی جگمگاتے ستاروں کی طرح ہوں گی۔ جنتی نہ پیشاب[4] کریں

---

[1] باہم مل کر ایک ساتھ ایک قطار میں ترتیب سے کھڑے ہوں گے اور بیک وقت چشم زدن میں جنت میں چلے جائیں گے۔

[2] ایک قطار میں کھڑے ہونے کی وجہ سے یکبارگی جنت میں ان کا داخلہ ہو گا۔

[3] عربی مہینہ کی چودھویں رات کو چاند جتنا روشن ہوتا ہے' ان کے چہرے بھی اسی طرح روشن ہوں گے۔ آخر کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں کو تازگی اور ان کے چہروں کو تابندگی اور روشنی دی ہو گی۔

[4] ان کے پیشاب پاخانہ' تھوک' یا رینٹ نہیں نکلے گی جیسا کہ دنیا میں ناک سے لیسدار مادہ' منہ سے تھوک اور لعاب اور بدن کے حساس اعضا سے زائد مادہ یا معدہ سے فضا خارج ہوتی ہے' ان میں سے کچھ بھی نہیں نکلے گا۔ اس لئے کہ جنت ان آلودگیوں سے پاک اور منزہ ہے' دنیا کی گندگی سے کوسوں دور ہے' ہاں جنتی جو

گے 'نہ پاخانہ' نہ تھوکیں گے 'نہ ناک سنکیں گے 'ان کی کنگھیاں سونے کی اور پسینہ مشک کا ہو گا 'اور انگیٹھیوں میں عود ہندی کی (خوشبو) ہو گی-ان کی بیویاں بڑی بڑی غلافی آنکھوں والی حوریں ہوں گی' سب کی عادتیں ایک سی ہوں گی اور سب اپنے باپ آدمؑ کی شکل پر ہوں گے[1] اور قد ساٹھ ہاتھ کا ہو گا- آسمان پر آپ کا یہی قد تھا-"

۶- ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوَرُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَايَبْصُقُوْنَ فِيْهَا وَلَايَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ آنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ اَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَ مَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ وَ رَشْحُهُمُ الْمِسْكُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ لَا اِخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَاحِدٌ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا)) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَاللَّفْظُ لَهُمَا وَالتِّرْمِذِيُّ وَ ابن ماجه-

"سب سے پہلا گروہ وہ جو جنت میں جائے گا'اس کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی ہوں گی' جنت میں نہ وہ تھوکیں گے 'نہ ناک سنکیں گے 'نہ ان کو پاخانے کی ضرورت ہو گی' ان کے برتن اور کنگھیاں سونے[2] چاندی کی ہوں گی' ان کا پسینہ مشک کی طرح ہو گا- ہر شخص کے واسطے دو بیویاں ہوں گی[3]' جن کی پنڈلیوں کا مغز خوبصورتی کی وجہ سے گوشت کے اندر سے نظر آئے گا- اہل جنت کے درمیان آپس میں اختلاف اور بغض نہیں ہو گا- سب کے دل ایک طرح کے ہوں گے اور سب صبح و شام خدا کی تسبیح بیان کریں گے- اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا- الفاظ انہی کے ہیں' نیز ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے-"

گذشتہ سے پیوستہ

کھائیں گے وہ مشک جیسا پسینہ بن کر ان کے بدن سے نکل جائے گا- اس کی خوشبو نہایت بھینی ہو گی اور ان سے اٹھنے والے بخارات معطر اور نہایت خوشبو والے ہوں گے-

[1] یعنی ان کے اندر محبت یگانگت اور آپس میں الفت ہو گی-

[2] سونے چاندی کے یہ برتن جن کو کھانے پینے کے لئے استعمال کیا جائے گا' ان میں بیش از بیش راحت اور آسائش حاصل ہو گی-

فصل

ادنیٰ درجے کے جنتی کے لئے جنت کی راحتیں

۷۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ سَاَلَ رَبَّهٗ مَا اَدْنٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فَقَالَ رَجُلٌ یَجِیْءُ بَعْدَ مَادَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَیُقَالُ لَهٗ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ فَیَقُوْلُ رَبِّ کَیْفَ وَ قَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ وَاَخَذُوْا اَخْذَتِهِمْ[1] فَیُقَالُ لَهٗ اَتَرْضٰی اَنْ یَّکُوْنَ لَكَ مِثْلَ مَلِكٍ مِنْ مُلُوْكِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ رَضِیْتُ رَبِّ فَیَقُوْلُ لَهٗ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ وَ مِثْلُهٗ فَقَالَ فِی الْخَامِسَةِ رَضِیْتُ رَبِّ فَیَقُوْلُ هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّةُ عَیْنِكَ فَیَقُوْلُ رَضِیْتُ رَبِّ قَالَ رَبِّ فَاَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً قَالَ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَرَدْتُ[2] غَرَسْتُ کَرَامَتَهُمْ بِیَدَیَّ وَخَتَمْتُ عَلَیْهَا فَلَمْ تَرَعَیْنٌ وَلَمْ تَسْمَعْ اُذُنٌ وَلَمْ یَخْطُرْ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ)) (رواہ مسلم)

”حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دریافت کیا' ادنیٰ درجے کے جنتی کا

گذشتہ سے پیوستہ

۳؎ بقول قسطلانی یہ دنیا کی دو عورتیں ہوں گی یا جنت کی حوریں ہوں گی' جن کی پنڈلیوں کا مغز حد درجہ حسن اور خوبصورتی کی وجہ سے نظر آئے گا۔ وہ اتنی ہی حسین و جمیل' پری وش اور بے نظیر ہوں گی۔

۱؎ اپنے درجوں پر پہنچ گئے۔

۲؎ یہ میری اپنی طرف سے اضافہ ہوگا کہ میں ان کی آسائش کو بڑھا کر انھیں اونچے مقام پر فائز کروں گا۔ حقیقت میں یہ اللہ کا اپنے بندوں پر کرم ہے' وہ جسے چاہتا ہے' بلندی' سعادت مندی' ابدی عیش اور بیش از بیش عزت سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴾ (جمعہ: ۴)

”یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“

کیا مقام ہوگا؟ ارشاد ہوا جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو آخر میں ایک شخص آئے گا' اس سے کہا جائے گا' جا جنت میں داخل ہو جا' وہ کہے گا پروردگار کیونکر جاؤں جبکہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانے پر جا چکے ہیں اور جو انھیں ملنے والا ہے اسے لے چکے ہیں۔ اس سے کہا جائے گا' کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کے برابر تجھے بھی حاصل ہو؟ وہ کہے گا پروردگار میں راضی ہوں۔ اس سے کہا جائے گا' تجھے اتنا اور اس کے برابر مزید اتنا مل گیا (یہ گفتگو چار بار ہوگی) پانچویں بار وہ کہے گا پروردگار میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' تجھے اتنا اور مزید دس گنا زیادہ دیا جاتا ہے' اور تجھے اتنا اور دیا جاتا ہے' جتنا تیرا دل چاہے' اور آنکھوں کو جس سے لذت حاصل ہو۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا' سب سے اونچے درجے کے جنتی کا کیا مقام ہوگا؟ ارشاد ہوگا' وہ میرے محبوب بندے ہوں گے' ان کے اندر اعزاز اور اکرام کا بیج میں نے اپنے ہاتھوں سے لگایا ہوگا اور اس پر اپنا سکہ لگا دیا ہوگا اور (انھیں جو حاصل ہوگا) اسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا' نہ کسی کان نے سنا ہوگا' اور نہ کسی فرد بشر کے دل پر گزرا ہوگا۔ اس روایت کو مسلم نے نقل کیا۔"

۸۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً رَجُلٌ صَرَفَ[1] اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ قِبَلَ الْجَنَّةِ وَ مُثِّلَ لَهُ شَجَرَةٌ ذَاتَ[2] ظِلٍّ فَقَالَ اَیْ رَبِّ قَرِّبْنِیْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اَكُنْ فِیْ ظِلِّهَا[3] فَذَكَرَ الْحَدِیْثَ فِیْ دُخُوْلِهِ الْجَنَّةَ وَ تَمَنِّیْهِ اِلٰی اَنْ قَالَ فِیْ آخِرِهٖ اِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْاَمَانِیُّ[4] قَالَ اللّٰهُ هُوَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ ثُمَّ یَدْخُلُ بَیْتَهٗ فَتَدْخُلُ عَلَیْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَتَقُوْلَانِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَاكَ

---

[1] جہاں سے وہ جنت کی راحت اور آرام کا مشاہدہ کرے گا۔

[2] جو نہایت گنجان اور پھیلا ہوا ہوگا۔

[3] تاکہ اس کی خوش گوار فضا اور گھنے سائے سے فائدہ اٹھاؤں اور تمازت سے محفوظ ہوں۔

[4] اس کی جس قدر تمنائیں ہوں گی سب پوری ہو چکی ہوں گی' پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے مزید کئی گنا عطا فرمائے گا۔

لَنَا وَاَحْيَانَالَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ مَا اُعْطِيَ اَحَدٌ مِثْلُ مَا اُعْطِيْتُ[1])) (رواہ مسلم)

"ادنیٰ درجے کا جنتی وہ شخص ہوگا جس کا رخ اللہ نے دوزخ سے جنت کی طرف پھیر دیا ہوگا۔ اس کے سامنے ایک سایہ دار درخت رونما ہوگا۔ وہ کہے گا اے پروردگار! مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کر سکوں۔ پھر اس کے جنت میں داخل ہونے اور بار بار آرزو کرنے کا حدیث میں تذکرہ ہے۔ یہاں تک کہ حدیث کے آخر میں فرمایا' پھر جب اس کی تمام آرزوئیں پوری ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا' تیرے لئے یہ ہے اور مزید دس گنا بھی تیرے لئے ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا' جہاں اس کے پاس سیاہ و سفید غلافی آنکھوں والی دو عورتیں آئیں گی۔ وہ دونوں اس سے کہیں گی اللہ کا شکر ہے' جس نے تمھارے لئے ہمیں اور ہم کو تمھارے لئے زندہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سن کر وہ کہے گا' مجھے جتنا عطا ہوا کیا کسی کو اتنا ملا ہوگا۔ امام مسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔"

[1] اللہ کی زبردست داد و دہش پر وہ خوش ہو کر شکر بجالاتا ہوگا

فصل

جنت کے درجے اور اس کے بالاخانے

۹- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا يَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَابَيْنَهُمْ[1] قَالُوا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِيَاءِ لَايَبْلُغُهُمْ غَيْرُهُمْ قَالَ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ رِجَالٌ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ)) (بخاری و مسلم)

"جنت والے اپنے اوپر بالاخانہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم مشرقی یا مغربی افق پر دور چمکتے ستارے کو دیکھتے ہو- اس کی وجہ یہ ہو گی کہ اہل جنت کے مراتب میں باہم تفاوت ہو گا- صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا وہ انبیا کے درجات ہوں گے جن پر کوئی اور نہ پہنچ سکے گا؟ فرمایا کیوں نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' وہ لوگ بھی ان درجات پر فائز ہوں گے' جو خدا پر ایمان لائے ہوں گے اور انبیا کی انھوں نے تصدیق کی ہو گی-"

شیخین ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ درج ہیں:

كَمَاتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الْغَارِبَ.

"جیسے تم اوجھل ہوتے ہوئے تارے کو دیکھتے ہو-"

اس حدیث کو ترمذی نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے' اور

---

[1] ان درجوں میں فرق مراتب ہو گا' کیونکہ ہر آدمی اپنے اعمال کے مطابق مرتبوں پر فائز ہو گا-

اس کی تصحیح کی ہے- البتہ انھوں نے کہا کہ جنت والے بالاخانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم مشرقی یا مغربی افق پر دور ابھرتے یا اوجھل ہوتے ہوئے تارے کو دیکھتے ہو- یہاں راوی کو شک ہے کہ آپ نے غابر (اوجھل ہوتا ہوا) فرمایا یا غارب (دور بلند) فرمایا-

۱۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ فِی الْجَنَّةِ مِاۃُ دَرَجَةٍ اَعَدَّھَا اللّٰهُ لِلْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَابَیْنَ الدَّرَجَتَیْنِ کَمَابَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ)) (بخاری)

"جنت کے اندر ایسے سو درجے ہیں، جنہیں اللہ نے راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کر رکھا ہے- دونوں درجوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان فاصلہ ہے-"

۱۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فِی الْجَنَّةِ مِاۃُ دَرَجَةٍ مَابَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ مِائَةُ عَامٍ))

"جنت کے سو درجے ہیں، ہر دو درجے کے درمیان سو سال کی دوری ہے (جس کو سوار اپنی سواری پر عبور کرے گا- مطلب یہ کہ ان پھیلاؤ بہت زیادہ ہوگا)"

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور اس کو "حسن غریب روایت" بتایا، طبرانی نے اس کو اوسط میں نقل کیا، اور کہا کہ "ہر دو درجے کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہوگی-"

❋ ❋ ❋

فصل

جنت کی عمارت' اس کی زمین اور اس کے سنگریزے وغیرہ کا بیان

۱۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا-

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ حَدِّثْنَا عَنِ الْجَنَّۃِ مَابِنَاءُھَا قَالَ لَبِنَۃُ ذَھَبٍ وَلَبِنَۃُ فِضَّۃٍ وَمَلَاطُھَا الْمِسْكُ وَحَصْبَاءُ ھَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْیَاقُوْتُ وَتُرَابُھَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ یَدْخُلُھَا یَنْعَمُ وَلَایَبْاَسُ وَیَخْلُدُ لَا یَمُوْتُ لَاتَبْلٰی ثِیَابُہٗ وَلَایَفْنٰی شَبَابُہٗ .....

"اے رسول خدا ہمیں بتلایئے کہ بہشت کی عمارتیں کس چیز سے بنی ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی ہے- اس کا گارا مشک کا ہے- اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت کی ہیں- اس کی خاک زعفران کی ہے- جو بہشت میں داخل ہو گا وہ بڑے ناز و نعم میں رہے گا' تکلیف و تنگدستی اس کے پاس نہ بھٹکے گی- وہ اس میں ہمیشہ رہے گا- نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ اس کی جوانی فنا ہو گی....."

اس روایت کو امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا- الفاظ انہی کے ہیں' اور ترمذی اور بزار نے اور طبرانی نے اس کو اوسط میں اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے- ان کے نزدیک یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے-

ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا جنت کی دیواروں میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہو گی اور ان کے زینے موتی اور یاقوت کے ہوں گے- اور ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ جنت کی نہروں میں چھوٹی اور باریک کنکریاں موتیوں کی ہوں گی اور وہاں کی خاک زعفران کی ہو گی-

فصل

جنت کی نہریں

۱۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَجْرَاهُ عَلَى الدُّرِّ وَالْيَاقُوْتِ تُرْبَتُهُ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَاءُهُ اَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَاَبْيَضُ مِنَ الثَّلْجِ))

''کوثر بہشت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور وہ موتی اور یاقوت پر بہتی ہے-اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے-اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ بڑھ کر سفید ہے''

اس روایت کو ابن ماجہ اور ترمذی نے بیان کیا اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے-

فصل

جنت کے درخت اور ان کے پھل

۱۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَايَقْطَعُهَا اِنْ شِئْتُمْ فَاقْرَءُوْا وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ)) (واقعه : ۳۰ - ۳۱)

''جنت میں ایک درخت ہے' اس کی چھاؤں میں سوار سو سال تک بھی چلتا رہے گا' تب بھی اس کو طے نہ کر سکے گا اور چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو ''اور لمبے لمبے سائے اور بہتا ہوا پانی-''

اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے-

فصل

جنت والوں کی خورد و نوش وغیرہ

۱۵- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَأْكُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَيَشْرَبُوْنَ وَلاَيَمْتَخِطُوْنَ وَلاَيَتَغَوَّطُوْنَ وَ لاَيَبُوْلُوْنَ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ جُشَاءٌ كَرِيْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّكْبِيْرَ كَمَا يُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ)) (مسلم' ابو دائود)

"جنتی جنت کے اندر کھائیں گے پئیں گے' لیکن نہ پاخانہ کریں گے' نہ ناک سنکیں گے' نہ پیشاب کریں گے' بلکہ ان کا کھانا ڈکار کی شکل میں (تحلیل) ہو گا' جس سے خوشبو مشک کی طرح آئے گی- ان کو تسبیح و تحمید اس طرح سکھائی گئی ہو گی جس طرح ان کو سانس لینا سکھایا گیا ہے-"

۱۶- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے' وہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

((اِنَّ الرَّجُلَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَشْتَهِيْ الشَّرَابَ مِنْ شَرَابِ الْجَنَّةِ فَيَجِيْءُ الْاِبْرِيْقُ فَيَقَعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَشْرَبُ ثُمَّ يَعُوْدُ اِلٰى مَكَانِهٖ))

"جنتی آدمی جنت کی شراب کی خواہش کرے گا' جونہی وہ خواہش کرے گا' آفتابہ اس کے ہاتھ میں آجائے گا' وہ پیئے گا' پھر آفتابہ لوٹ کر اپنی جگہ چلا جائے گا"

اس روایت کو ابن ابی الدنیا نے جید سند کے ساتھ موقوفاً نقل کیا ہے-

❋ ❋ ❋

فصل

پوشاک اور زیورات

۱۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ وَ لَايَبْأَسُ[1] لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ وَلَايَفْنَى شَبَابُهُ فِي الْجَنَّةِ مَالَاعَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَاخَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ))

"جو شخص جنت میں داخل ہو گا' وہ بڑے ناز و نعم میں ہو گا' تکلیف اور تنگدستی اس کے قریب نہیں آئے گی- وہ اس میں ہمیشہ رہے گا' نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے' نہ اس کی جوانی فنا ہو گی- جنت میں وہ نعمتیں ہوں گی جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو گا' نہ کان نے سنا ہو گا' نہ کسی فرد بشر کے دل پر اس کا تصور گزرا ہو گا-"

اس روایت کو امام مسلمؒ نے نقل کیا-

۱۸- حضرت شریح بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا' اگر جنت کی پوشاک کو آج دنیا میں پہن لیا جائے' تو دیکھنے والے غش کھا کر گر پڑیں گے' اور ان کی نظریں اس کی متحمل نہیں ہوں گی' اس روایت کو ابن ابی الدنیا نے نقل کیا-

نیز حضرت انسؓ کی مرفوع روایت ہے کہ:

"اگر ایک جنتی عورت بھی زمین پر جھانک کر دیکھ لے تو زمین اور آسمان کے درمیان کی فضا خوشبو سے معطر ہو جائے اور کھل اٹھے' اور اس کے سر کی اوڑھنی پوری دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں موجود ہے' اس سے بہتر ہے-"

اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا-

---

[1] اس پر ذلت' فقر' غم اور خوف طاری نہیں ہو گا-

فصل

جنت میں جنتی اپنے رب کا دیدار کریں گے

۱۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِی الشَّمْسِ لَیْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَاقَالَ فَاِنَّكُمْ تَرَوْنَهٗ كَذَا فَذَكَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِهٖ.

"اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ابر نہ ہو تو کیا تم کو سورج کی طرف نظر اٹھانے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا تب تم بھی اپنے رب کو دیکھ سکو گے -پھر انھوں نے پوری حدیث نقل کی-"

اس روایت کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے نقل کیا:

۲۰ - حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تُرِیْدُوْنَ شَیْئًا اَزِیْدُكُمْ فَیَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَیِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّیْنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَیُكْشَفُ الْحِجَابُ فَمَا اُعْطُوا شَیْئًا اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰی رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِیَادَةٌ)) (یونس : ۲٦)

"جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم مزید کچھ نعمتیں بھی چاہتے ہو، جس کا میں تمھارے لئے اضافہ کردوں؟ وہ عرض کریں گے (اے ہمارے پروردگار) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن اور منور نہیں کیا؟ کیا تو نے

ہمیں دوزخ سے بچاکر جنت میں داخل نہیں کیا؟ فرماتے ہیں کہ پھر حجاب اٹھادیا جائے گا- اس وقت وہ اپنے رب کا جس طرح دیدار کریں گے اس سے بہتر کوئی نعمت انھیں مہیا نہیں ہوگی- پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی- "جن لوگوں نے بھلائی کی' ان کے لئے ویسی ہی بھلائی ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ-" [1]

اس روایت کو مسلمؒ' ترمذیؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا-

٢١- حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ فِي الْجَنَّةِ خَيْمَةً مِّنْ لُؤْلُؤَةٍ [2] مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا سِتُّوْنَ مِيْلاً فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا اَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الآخَرِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ وَ جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَ مَا فِيْهِمَا وَ جَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَ مَا فِيْهِمَا وَ مَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَ بَيْنَ اَنْ يَنْظُرُوْا اِلَى رَبِّهِمْ اِلاَّ رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِيْ جَنَّاتِ عَدْنٍ))

"جنت کے اندر ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا جس کا طول ساٹھ ہاتھ کا ہوگا' اس کے

---

[1] نسفی کہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے بیش از بیش بھلائی ہے' یعنی جنت اور اس پر مستزاد اللہ کا دیدار- حضرت ابو بکر' حذیفہ' ابن عباس' ابو موسیٰ اشعری اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے- بعض تفاسیر میں ہے کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ دیدار الٰہی مستزاد ہوگا- الخ (جلد ٢ص ١٢٣) ارشاد ہے-

﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

(یونس: ٢٥-٢٦)

"اور اللہ سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے- جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے ویسی ہی بھلائی ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ' اور ان کے چہروں پر نہ سیاہی ہوگی اور نہ ذلت- ایسے ہی لوگ جنتی ہیں کہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے-"

[2] امام نووی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنت والوں کی راحتیں ابدی ہوں گی- اہل سنت اور عام مسلمانوں کا مسلک یہ ہے کہ جنتی جنت میں کھائیں گے' پئیں گے اور وہاں کی لاتعداد لذتوں سے شادکام ہوں گے' ان نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں ہوگی' نہ دنیا کی نعمتوں کی طرح انھیں زوال ہوگا- یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ تم اس میں ہمیشہ آسودہ رہوگے' کبھی مایوس یا تنگ دل نہیں ہوگے-

ہر زاویہ میں جنتی کے متعلقین ہوں گے' جو دوسرے سرے کو بھی دیکھ سکیں گے' مومن اس کا چکر لگائے گا۔ اس کے لئے دو باغ ہوں گے جس کے برتن اور ہر ایک چیز چاندی کی ہو گی اور دوسرے دو باغ سونے کے ہوں گے اور اس کے برتن اور وہاں کی ایک ایک چیز سونے کی ہو گی اور عدن کے باغات میں جنتی لوگوں اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کے درمیان کبریائی کی چادر حائل ہو گی' جو اللہ کے چہرے پر پڑی ہو گی۔"

اس روایت کو بخاریؒ' مسلمؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے' الفاظ بخاری کے ہیں۔

❋ ❋ ❋

اہل بہشت کی بہشت میں ابدی زندگی

۲۲۔ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُنَادِيْ مُنَادٍ أَنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا فَلَا تَسْقَمُوْا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيُوا فَلَا تَمُوْتُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوا فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَنُوْدُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾[1] (اعراف: ۴۳)

"جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو ایک منادی آواز دے گا' تمھارے لئے یہ جزا ہے کہ اب تم سدا تندرست رہو گے' کبھی بیمار نہیں ہو گے' ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہیں مرو گے' ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہیں ہو گے' ہمیشہ ناز و نعم میں رہو گے کبھی آزردہ نہیں ہو گے۔ درحقیقت اس ارشادِ باری میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت ان لوگوں کو پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ یہ جنت ہے' جو اعمال تم دنیا میں کرتے تھے ان کے بدلے میں تم اس کے وارث بنائے گئے ہو۔"

---

[1] وارث بنایا جانا اعمال کے بدلے میں ہو گا' کیونکہ یہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَلْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِيْنَ يَاعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِيْنَ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ..... مِنْهَا تَأْكُلُوْنَ﴾ (زخرف: ۷۳)

"اس دن دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے' مگر پرہیزگار کہ آپس میں دوست رہیں گے (ہم ان سے کہیں گے کہ) میرے بندو! آج تمھیں نہ خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے (یعنی) وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرمانبردار تھے (ان سے کہا جائے گا کہ) تم اور تمھاری بیویاں عزت اور احترام کے ساتھ جنت میں جاؤ ...... اس میں بہت سے میوے ہیں جن کو تم کھاؤ گے۔"

۲۳- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يُؤْتَى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ[1] كَبْشٍ أَمْلَحَ[2] فَيُنَادِي بِهِ مُنَادٍ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَشْرَئِبُّونَ وَ يَنْظُرُونَ فَيَقُولُ هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ هَذَا الْمَوْتُ وَ كُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ فَيُذْبَحُ بَيْنَ الْجَنَةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يَقُولُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ فَلاَ مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلاَمَوْتَ ثُمَّ قَرَاءَ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ[3] وَهُمْ لاَيُؤْمِنُونَ وَ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الدُّنْيَا.....))

"قیامت کے دن موت کو نمکین رنگ کے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا' تب ایک منادی پکارے گا' اہل جنت گردن لمبی کر کر کے دیکھیں گے' وہ کہے گا جنت والو! اس کو پہچانتے ہو' جنتی کہیں گے ہاں یہ موت ہی تو ہے' کیونکہ ہر ایک کا اس سے سابقہ پڑ چکا ہے- پھر اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کردیا جائے گا- پھر وہ کہے گا اے جنت والو! اب تمھیں ہمیشہ جنت ہی میں رہنا ہے مرنا نہیں ہے- اور اے دوزخ والو! تمھیں بھی ہمیشہ دوزخ ہی میں رہنا ہے مرنا نہیں ہے- پھر آپ نے یہ آیت شریفہ پڑھی "اور ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈراؤ' جبکہ معاملہ کا فیصلہ کردیا جائے گا اور (افسوس کہ آج) وُہ غفلت میں پڑے ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے----" یہ کہتے ہوئے آپ نے دنیا کی طرف اشارہ فرمایا-

---

[1] حالانکہ موت عرضی ہے جسم نہیں- یہی قسطلانی نے کہا ہے- مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت والوں کو مطمئن کردے گا اور ان کی مسرت میں اس طرح اضافہ فرمائے گا کہ دنیا میں جو موت انھیں درپیش ہوئی تھی' اسے ایک بھیڑ کی شکل میں ان کے سامنے لا کر ذبح فرمادے گا- اس سے جنتیوں کے دل مطمئن ہوں گے' انھیں حد درجہ خوشی اور طمانیت نصیب ہو گی-

[2] یعنی سفید سیاہی مائل-

[3] قسطلانی کہتے ہیں' آج دنیادار غفلت میں پڑے ہیں- آخرت میں ان کی غفلت کا پردہ تار تار ہو جائے گا- چنانچہ اسی آیت میں آگے ارشاد ہے- ﴿إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ﴾ (مریم: ۴۰) یعنی اس دن لوگ حسرت کریں گے' بدکار اپنی بدکاری پر اور کم نیکی کرنے والے اپنی کم نیکی پر- اس گھڑی حساب

اس روایت کو بخاری ،مسلم ،نسائی اور ترمذی نے نقل کیا ہے- آخرالذکر کے الفاظ یہ ہیں:
جب قیامت کا دن ہوگا تو موت کو نمکین مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا اور وہ لوگ اس کو دیکھتے ہوں گے تو اگر کوئی مارے خوشی کے مرتا تو بہشت[1] والے مرتے اور اگر کوئی مارے رنج والم کے مرتا تو دوزخ والے مرتے ----!

✵ ✵ ✵

گذشتہ سے پیوستہ

کتاب ہو جائے گا اور دونوں فریق جنت اور دوزخ کی طرف روانہ کر دیئے جائیں گے ،یعنی غفلت میں ڈوبے ہوئے بے ایمانوں کو ڈراؤ انانحن نرث الخ یعنی ہم مالک ہوں گے ،ہمارے سوا کسی کی کوئی ملکیت باقی نہیں ہوگی ،یا ہم پوری زمین کے کامل مختار ہوں گے ،ساری روئے زمین کو فنا کے گھاٹ اتار دیں گے- پھر حساب کتاب کے لئے انھیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہوگا-

1 انتہائی مسرت کی طرف اشارہ ہے- لیکن آخر اس کی کیا وجہ ہوگی؟ اس لئے ان کا دل گھبراہٹ سے بے نیاز ہوگا ،دلوں میں اطمینان کی لہر دوڑتی ہوگی ،جنت کی راحت اور لذت کی ان پر بارش ہوگی ،وہاں کے منظر سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور موت کا خوف بھی ان کے اندر سے نکل جائے گا- رہے دوزخی تو ان کی حسرتیں روز افزوں ہوں گی ،کیونکہ دوزخ کی اذیت بڑھتی جائے گی ،وہ روئیں گے ،دھوئیں گے ،موت موت پکاریں گے- لیکن موت کو بھی موت نہیں آئے گی- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَا هُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾ (نساء : ٥٦)
"جب ان کی کھال جل کر پک جائے گی ،ہم انھیں دوسری کھال دے دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں (ہم اللہ سے سلامتی معافی اور مہربانی طلب کرتے ہیں)

دوزخ سے بہشت

اللہ تعالیٰ نے جس طرح پرہیزگار مومنوں کے لئے جنت بنائی' اسی طرح فاسقوں کافروں کے لئے اس نے دوزخ کو پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُوْنَ اَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ كُلَّمَا اَرَادُوا اَنْ يَّخْرُجُوا مِنْهَا اُعِيْدُوا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُوْنَ﴾ (السجدة : ١٨ - ٢٠)

"بھلا جو شخص مومن ہو' کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو۔ وہ برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے' ان کے لئے ہمیشہ رہنے کے لئے باغ ہیں۔ یہ مہمانی ان کاموں کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔ اور جنہوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے' اور جب کبھی چاہیں گے کہ اس میں سے نکل بھاگیں گے تو پھر اسی میں لوٹائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے اس کے مزے چکھو۔"

دوزخ اور اس کے احوال کے بارے میں مزید آیات درج کی جاتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا اَصْحَابُ الشِّمَالِ فِيْ سَمُوْمٍ[1] وَّحَمِيْمٍ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ[2] اِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ وَكَانُوا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ وَكَانُوا يَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ اَوَ آبَاؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى

---

[1] جو مسامات کے اندر تک سرایت کر جائے گا۔

[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' دوسرے سائے کی طرح ان کے اندر ٹھنڈک نہیں ہوگی نہ تمازت اور تپش کو دور کرنے کی صلاحیت ہوگی۔

مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ[1] فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ (واقعہ : ۴۱-۵۶)

"اور بائیں طرف والے (افسوس) بائیں طرف والے کیا ہی بدنصیب ہیں' وہ لوگ آپ میں اور کھولتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں (ہوں گے' جو ٹھنڈا نہ ہوگا اور نہ فرحت بخش۔ وہ لوگ اس سے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے اور بڑے بھاری گناہ پر اڑے ہوئے تھے اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ گئے تو کیا (پھر) ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی زندہ کئے جائیں گے۔ پھر تم اے گمراہو (اور) جھٹلانے والو' تھوہر کا درخت کھاؤ گے اور اسی سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا اور پیو گے بھی تو اس طرح جس طرح پیاسے اونٹ پیتے ہیں (غرض) ان لوگوں کی قیامت کے دن یہی مہمانی ہوگی۔"

﴿اِنْطَلِقُوْا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ اِنْطَلِقُوْا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾

(مرسلات : ۲۹-۳۶)

"تم اس عذاب کی طرف چلو جس کو تم جھٹلاتے تھے' یعنی اس سایہ کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں' نہ ٹھنڈا سایہ ہوگا اور نہ گرمی سے نجات دے گا۔ وہ ایسے انگارے برسائے گا جیسے بڑے محل۔ گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں' اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی ہوگی۔ یہ وہ دن ہے کہ لوگ لب تک نہ ہلا سکیں گے اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ عذر کر سکیں۔"

﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا لَا يَذُوْقُوْنَ

[1] تھوہر ایک بدترین ناگوار اور بدمزہ درخت ہے

فِيهَا بَرْدًا وَّلاَ شَرَابًا اِلاَّ حَمِيْمًا وَغَسَّاقًا جَزَاءً وِّفَاقًا اِنَّهُمْ كَانُوا لاَيَرْجُوْنَ حِسَابًا وَكَذَّبُوا بِاٰيَاتِنَا كِذَّابًا وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا فَذُوْقُوا فَلَنْ نَزِيْدَكُمْ اِلاَّ عَذَابًا﴾ (نبا : ۲۱-۳۰)

"بے شک دوزخ گھات میں لگی ہے اور (وہی) سرکشوں کا ٹھکانا ہے' جس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے- وہ وہاں (کسی طرح کی) ٹھنڈک کا مزہ نہیں چکھیں گے' گرم پانی اور پیپ کے سوا ان کو کچھ پینے کو نہیں ملے گا (اور یہ ان کے اعمال کا) پورا پورا بدلہ ہوگا- کیونکہ یہ لوگ (آخرت کے) حساب کی امید نہیں رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو (بڑی بے باکی سے) جھٹلاتے تھے' اور ہم نے ہر چیز کو قلم بند کر رکھا ہے' تو (اس دن ہم ان سے کہیں گے کہ) اب اپنے کئے کا مزہ چکھو اور ہم تو تمھارے لئے عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے-"

اب تک جو آیات گوش گزار کی گئیں' وہ دوزخ اور اس کے اوصاف سے متعلق تھیں- ان آیتوں کو سن کر مومن کا دل پگھل کر لرز اٹھتا ہے اور پرہیزگاروں کی جبین نیاز کانپ جاتی ہے- اللہ تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے-

(آمین)

❋ ❋ ❋

عذاب دوزخ سے دہشت دلانے والی بعض احادیث

جنت طلب کرنے کی ترغیب اور دوزخ سے پناہ مانگنے کی دُعا

۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ انھیں یہ دعا اس طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن کریم کی کوئی سورہ سکھایا کرتے تھے- آپ فرماتے تھے:

((قُوْلُوا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ))

"کہو اے اللہ! میں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں' میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں' دجال کے فتنے سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں' زندگی اور موت کے فتنوں سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں-"

اس روایت کو مالک مسلم' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے نقل کیا-

۲- حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نقل ہے' فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سنا میں کہہ رہی تھی-

((اَللّٰهُمَّ اَمْتِعْنِیْ بِزَوْجِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَبِاَبِیْ سُفْيَانَ وَبِاَخِیْ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ سَاَلْتِ اللّٰهَ لِاٰجَالٍ مَضْرُوْبَةٍ وَاَيَّامٍ مَّعْدُوْدَةٍ وَاَرْزَاقٍ مَقْسُوْمَةٍ لَنْ يُعَجِّلَ[1] شَيْئًا مِنْهَا قَبْلَ اَجَلِهٖ وَ لَايُؤَخِّرُ وَلَوْ كُنْتِ سَاَلْتِ اللّٰهَ اَنْ يُعِيْذَكِ مِنَ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ كَانَ خَيْرًا وَاَفْضَلَ))

---

[1] لن یعجل - ط- ع ص ۴۵۹-۲ میں یہی لکھا ہے' جب کہ ن- د میں لا یعجل لکھا ہے-

"اے اللہ! عمر دراز فرما اور فائدہ پہنچا مجھ کو میرے شوہر رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے اور میرے والد ابوسفیان اور میرے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے ذریعے سے- آپ نے یہ سنا تو فرمایا تم نے متعینہ دنوں' مقررہ اوقات اور طے شدہ روزی کی دعا کی ہے جبکہ ان میں سے کسی چیز کو اللہ نے وقت سے پہلے یا بعد میں مقدم یا مؤخر نہیں کیا اور اگر تم نے اس کے بجائے دوزخ اور قبر کے عذاب سے پناہ مانگی ہوتی تو یہ زیادہ بہتر ہوتا-"

اس روایت کو مسلم نے نقل کیا-

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَااسْتَجَارَ عَبْدٌ مِّنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ اِلاَّ قَالَتِ النَّارُ يَارَبِّ اِنَّ عَبْدَكَ فُلاَنٌ اِسْتَجَارَ مِنِّيْ فَاَجِرْهُ وَلاَسَاَلَ عَبْدٌ الْجَنَّةَ سَبْعَ مَرَّاتٍ اِلاَّ قَالَتِ الْجَنَّةُ يَارَبِّ اِنَّ عَبْدَكَ فُلاَنًا سَاَلَنِيْ فَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ))

"جو بندہ سات مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگتا ہے تو دوزخ کہتی ہے' اے پروردگار تیرا فلاں بندہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے' تو اس کو پناہ دے اور جو بندہ سات مرتبہ جنت طلب کرتا ہے' تو جنت کہتی ہے' اے پروردگار تیرا فلاں بندہ تجھ سے مجھ کو مانگتا ہے' تو اسے جنت میں داخل فرما-"

اس روایت کو ابویعلی نے ایسی سند کے ساتھ ذکر کیا جو بخاری و مسلم کی سند کی شرط کے مطابق ہے-

۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اَللّٰهُمَّ اَجِرْهُ مِنَ النَّارِ))

"جو کوئی اللہ سے تین بار جنت طلب کرتا ہے' جنت کہتی ہے اے اللہ اس کو جنت میں داخل فرما اور جو کوئی تین بار جہنم سے پناہ مانگتا ہے' دوزخ کہتی ہے اے اللہ اس کو دوزخ سے بچا-"

اس روایت کو ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے ان کے الفاظ ایک جیسے ہیں، نیز حاکم نے اس کو نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ رَاَیْتُمْ مَارَاَیْتُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلاً وَلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا قَالُوا وَمَا رَاَیْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَاَیْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ))

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم اس کو دیکھ لو جس کو میں نے دیکھا ہے، تو تم کم ہنسو گے اور بہت زیادہ روؤ گے۔ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے کیا دیکھا؟ آپ نے فرمایا میں نے جنت اور جہنم کو دیکھا ہے۔''

اس روایت کو مسلم اور ابو یعلی نے نقل کیا۔

۶۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل ہے، وہ کہتے ہیں رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((یُؤْتٰی بِالنَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ یَجُرُّوْنَهَا))

''قیامت کے دن دوزخ اس حال میں لائی جائے گی کہ اس کے ستر ہزار لگام ہوں گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچتے ہوں گے۔''

اس روایت کو مسلم اور ترمذی نے نقل کیا۔

✵ ✵ ✵

فصل

جہنم کی تیز حرارت وغیرہ

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَارُكُمْ هٰذِهِ مَا يُوْقِدُ بَنُو آدَمَ جُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنْ نَارِ جَهَنَّمَ قَالُوا وَاللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةٌ قَالَ اِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا))

''تمھاری یہ آگ جسے لوگ سلگاتے ہیں' دوزخ کی حرارت کے ستر اجزا میں سے ایک جز ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ خدا کی قسم (عذاب دینے کے لئے تو) یہی آگ کافی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کو انہتر گنا بڑھا دیا گیا ہے اور ہر جز کی گرمی اس کے برابر ہے۔''

اس روایت کو امام مالک' بخاری' مسلم اور ترمذی نے نقل کیا۔ البتہ امام مالک کے نزدیک یہ الفاظ منقول نہیں ''كلهن مثل حرها'' (یعنی ہر جز کی گرمی اس کے برابر ہے) احمد اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے' نیز بیہقی نے اس کو نقل کیا اور اس میں یہ اضافہ کیا وَضُرِبَتْ بِالْبَحْرِ مَرَّتَيْنِ وَلَوْلَا ذَالِكَ مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْهَا مَنْفَعَةً لِاَحَدٍ یعنی (کسی دریا سے دو مرتبہ) اس کو بجھایا گیا اور اگر ایسا نہ کیا جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر کسی کے لیے ادنیٰ منفعت بھی نہ رکھتا۔

❋ ❋ ❋

فصل

دوزخ کی اتھاہ گہرائی

۸۔ حضرت خالد بن عمیر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک بار عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے تقریر کی اور ہمیں بتایا کہ:

((اَنَّ الْحَجَرَ یُلْقٰی مِنْ شَفِیْرِ جَهَنَّمَ فَیَهْوِیْ فِیْهَا سَبْعِیْنَ عَامًا مَایُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّهٗ اَفَعَجِبْتُمْ))

"ایک پتھر دوزخ کے کنارے سے اندر کی طرف پھینکا گیا' وہ پتھر اس کے اندر ستر سال تک لڑھکتا گیا' لیکن تہہ نشین نہیں ہوا۔ اللہ کی قسم دوزخ تم سے بھر دی جائے گی تو کیا تم حیرت (نہیں) کرو گے۔"

اس روایت کو مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ:

((فَسَمِعْنَا وَجْبَةً فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَتَدْرُوْنَ مَاهٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَا حَجَرٌ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ فِیْ جَهَنَّمَ مُنْذُ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا فَالْآنَ حِیْنَ اِنْتَهٰی اِلٰی قَعْرِهَا))

"ایک آواز گڑگڑاہٹ کی سنائی دی' فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب واقف ہیں۔ فرمایا دوزخ کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک پتھر ستر سال پہلے پھینکا تھا۔ وہ برابر دوزخ کی طرف گر رہا تھا' یہاں تک کہ اس وقت وہ گہرائی میں پہنچا ہے۔"

اس روایت کو مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

فصل

دوزخ کی زنجیریں وغیرہ

۱۰- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

((لَوْ اَنَّ رَصَاصَةً مِثْلَ هٰذِهِ وَاَشَارَ مِثْلَ الْجُمْجُمَةِ وَ اُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ وَهِيَ مَسِيْرَةُ خَمْسَ مِائَةِ سَنَةٍ لَبَلَغَتِ الْاَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ وَ لَوْ اَنَّهَا اُرْسِلَتْ مِنْ رَاْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ اَنْ تَبْلُغَ اُصُوْلَهَا))[1]

"کھوپڑی کے برابر ایک چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس کے برابر سیسہ آسمان سے چھوڑ دیا جائے اور یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے تو یہ رات سے پہلے زمین پر پہنچ جائے اور اگر یہ (اس) زنجیر کے سرے سے چھوڑی جائے (جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے) تو چالیس سال تک چلتی رہے' رات کو بھی اور دن کو بھی' تب بھی اس کی گہرائی کو نہیں پہنچے گی۔"

اس روایت کو احمد' ترمذیؒ اور بیہقیؒ نے نقل کیا۔ سبھوں نے دراج سے اور انھوں نے عیسیٰ بن ہلال صدفی سے اس کو نقل کیا اور ترمذی نے کہا کہ اس کی اسناد حسن ہے۔

حضرت یعلی بن منیہ اس روایت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف مرفوع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ:

((يُنْشِئُ اللّٰهُ سَحَابَةً سَوْدَاءَ مُظْلِمَةً فَيُقَالُ يَا اَهْلَ النَّارِ اَيُّ شَيْءٍ تَطْلُبُوْنَ

---

[1] تبلغ اصلها ط - اور ع میں اسی طرح ہے' اور ن۔د میں ہے تبلغ الی اصلها

فَيَذْكُرُوْنَ بِهَا سَحَابَةَ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُوْنَ يَا رَبَّنَا الشَّرَابُ فَتُمْطِرُهُمْ اَغْلاَلاً تُزِيْدُ فِيْ اَغْلاَلِهِمْ وَسَلاَسِلَ تَزِيْدُ فِيْ سَلاَسِلِهِمْ وَجَمْرًا تَلْتَهِبُ عَلَيْهِمْ))

"اللہ تعالیٰ گہرا' تاریک' سیاہ بادل پیدا فرمائے گا- پھر کہے گا' دوزخ والو تم کیا چاہتے ہو؟ اس بادل کو دیکھ کر دوزخیوں کو دنیا کے بادل یاد آئیں گے- وہ کہیں گے' ہمارے پروردگار پانی' پانی- اتنے میں اس بادل سے ہتھکڑیاں اور طوق برسیں گے جس سے ہتھکڑیوں اور طوق میں اضافہ ہوگا- زنجیریں برسیں گی جس سے ان کے اوپر زنجیریں ہی زنجیریں ہو جائیں گی اور دہکتے ہوئے شعلے کریں گے' جو ان اوپر بھڑک اٹھیں گے-"

اس روایت کو طبرانی نے نقل کیا- نیز یہ موقوف علیہ منقول ہے اور یہ اصح ہے- یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابی ہیں- منیہ ان کی والدہ کا نام ہے- بعض کہتے ہیں کہ ان کی دادی ہیں- یہ غزوان کی بیٹی اور عتبہ بن غزوان کی حقیقی بہن تھیں- بسا اوقات ان (یعلی) کی نسبت ان کے والد امیہ کی طرف بھی کی گئی ہے-

۱۲- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے باری تعالیٰ کا مندرجہ ذیل ارشاد پڑھا-

﴿وَيُسْقَى مِنْ مَاءٍ صَدِيْدٍ يَتَجَرَّعُهُ﴾[1] (ابراھیم : ۱۷)

"اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کر کے منہ میں لے گا-"

پھر فرمایا:

---

[1] پیپ کا یہ پانی دوزخیوں کے چمڑوں سے پھوٹ کر بہہ رہا ہوگا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے-

﴿وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ مِنْ وَّرَائِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَاءٍ صَدِيْدٍ يَتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَّرَائِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ﴾

(ابراھیم: ۱۵-۱۷)

"اور پیغمبروں نے فتح کی دعا مانگی اور ہر سرکش ضدی نامراد ہوا- اس کے پیچھے دوزخ ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا' جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کر کے منہ میں لے گا مگر گلے سے نیچے اتار نہیں سکے گا- اور ہر طرف سے اس پر موت آئے گی' مگر وہ مرے گا نہیں-"

﴿قَالَ يُقَرَّبُ اِلَى فِيْهِ فَيَكْرَهُهُ فَاِذَا اَدْنَى مِنْهُ شَوى وَجْهَهُ وَ وَقَعَتْ فَرْوَةُ رَأْسِهِ فَاِذَا شَرِبَهُ قَطَّعَ اَمْعَائَهُ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْماً فَقَطَّعَ اَمْعَاءَ هُمْ﴾[1] (محمد: ۱۵)

"یعنی وہ پانی اس کے منہ کے قریب لایا جائے گا' جس کو وہ سخت ناگوار سمجھے گا اور نزدیک لانے سے اس کا منہ بھن جائے گا اور اس کے سر کی کھال اس میں گر پڑے گی- پھر جونہی وہ اس کو پیئے گا' ادھر سارا پانی اس کے پیٹ کی ساری انتڑیاں کاٹ کر اس کی مقعد سے نکل جائے گا- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو گرم پانی پلایا جائے گا' جو پیٹ میں جاتے ہی انتڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر ڈال دے گا-"

﴿وَيَقُوْلُ وَاِنْ يَسْتَغِيْثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا﴾[2] (کہف: ۲۹)

"اور فرمایا اگر وہ پیاس کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر فریاد کریں گے تو ان کی فریاد ایسے پانی سے پوری کی جائے گی' جو تیل کی تلچھٹ اور پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا- منہ کو بھون دے گا' بہت ہی برا پانی ہے اور دوزخ بہت ہی برا ٹھکانا ہے-"

---

[1] معدہ اور آنتیں حرارت کی تیزی سے پگھل کر بہہ جائیں گی' پرہیزگاروں کی شراب کے ساتھ اللہ نے کافروں اور نافرمانوں کی شراب کا بھی ذکر کیا ہے- ارشاد ہے:

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِى وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيهَا اَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَاَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَاَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِيْنَ وَاَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِى النَّارِ وَ سُقُوا مَاءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاءَهُمْ﴾ (محمد: ۱۵)

"اس جنت کی حالت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں ایسی (عمدہ) پانی کی نہریں ہیں جو بو کرنے والا نہیں' اور اس میں دودھ کی نہریں ہیں' جس کا مزہ نہیں بدلا' اور شراب کی نہریں ہیں' جو پینے والے کے لئے سراسر لذت ہے' اور صاف شہد کی نہریں بھی ہیں اور وہاں ان کے لئے ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے (کیا یہ پرہیزگار) ان کی طرح (ہو سکتے) ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا' تو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا-"

اس روایت کو احمد اور ترمذی نے نقل کیا اور اس کو غریب حدیث کہا- نیز حاکم نے بھی اس کو نقل کیا اور کہا کہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے-

❊ ❊ ❊

گذشتہ سے پیوستہ

۲ پینے والا جب اس کو پینے کے لئے منہ کے قریب کرے گا تو اس کی حرارت سے چہرہ جھلس جائے گا- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا﴾ (کهف : ۲۹ - ۳۱)

"اور اے پیغمبر کہہ دو کہ (لوگو) حق تمہارے پروردگار کی طرف سے آ چکا ہے- پس اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے- ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں چاروں طرف سے ان کو گھیر لیں گی' اور اگر وہ پانی کے لئے فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی فریادرسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہو گا' جو چہروں کو بھون دے گا' وہ پینے کے لئے کیا ہی برا پانی ہو گا' اور وہ دوزخ بھی کیا ہی بری جگہ ہے- جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے (ان کے لئے کوئی اندیشہ نہیں) بلاشبہ ہم اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے- ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے کے (بہشت کے) باغ ہیں' جن کے (محلوں کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی' اور زینت کے لئے ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور دبیز سبز ریشمی کپڑے پہنیں گے اور وہاں مسند والے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے- یہ کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور جنت بھی آرام و آسائش کی کیسی عمدہ جگہ ہے-

فصل

جہنم والوں کی خورد ونوش

۱۳- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلاَّ وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾ (بقرہ : ۱۰۲)

"اللہ سے ایسا ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم اسلام پر مرو"

((فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِیْ دَارِ الدُّنْيَا لَاَفْسَدَتْ عَلٰی اَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَّكُوْنُ طَعَامُهٗ؟))

"پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر زقوم یعنی (تھوہر) کا ایک قطرہ بھی دنیا میں گر پڑے تو دنیا والوں کے لئے ان کی زندگی اور معاش برباد کر دے' پھر اس کا کیا حال ہو گا جس کا کھانا ہی یہ درخت ہو گا-؟"

اس روایت کو ترمذیؒ' نسائیؒ' ابن ماجہؒ اور ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں نقل کیا' البتہ انھوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں فَكَيْفَ بِمَنْ لَيْسَ لَهٗ طَعَامٌ غَيْرُهٗ (پھر اس کا کیا حال ہو گا جس کا کھانا اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو گا؟

اور حاکم نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں-

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِیْ بِحَارِ الْاَرْضِ لَاَفْسَدَتْ اَوْ قَالَ لَاَمَرَّتْ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَّكُوْنُ طَعَامُهٗ وَقَالَ صَحِيْحٌ عَلٰی شَرْطِهِما وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَرَوٰی مَوْقُوْفًا عَلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ))

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر زقوم کا ایک قطرہ روئے زمین کے دریاؤں میں ڈال دیا جائے تو وہ سب بگڑ جائیں یا فرمایا روئے زمین والوں کی زندگی تلخ کر دے۔ پھر بھلا اس کا کیا حال ہو گا جس کا کھانا ہی یہ درخت ہو گا؟ حاکم نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ روایت شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ ترمذی نے اس کو حدیث حسن صحیح کہا ہے اور اس کو موقوفاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔''

فصل

دوزخیوں کا رونا چلانا

۱۴- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منقول ہے' فرماتے ہیں کہ:

((اِنَّ اَهْلَ النَّارِ يَدْعُوْنَ مَالِكًا فَلاَ يُجِيْبُهُمْ اَرْبَعِيْنَ عَامًا ثُمَّ يَقُوْلُ اِنَّكُمْ مَاكِثُوْنَ ثُمَّ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظَالِمُوْنَ فَلاَيُجِيْبُهُمْ مِثْلَ الدُّنْيَا ثُمَّ يَقُوْلُ اِخْسَئُوا فِيْهَا وَلاَتُكَلِّمُوْنَ ثُمَّ يَيْاَسُ الْقَوْمُ فَمَا هُوَ اِلاَّ الزَّفِيْرُ وَالشَّهِيْقُ تَشْبَهُ اَصْوَاتُهُمْ اَصْوَاتَ الْحَمِيْرِ اَوَّلُهَا شَهِيْقٌ وَآخِرُهَا زَفِيْرٌ))

''دوزخی مالک کو آواز دیں گے- مالک چالیس سال کے بعد کہیں انھیں جواب دے گا اور کہے گا تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے- پھر وہ اپنے پروردگار کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہمارے پروردگار ہمیں دوزخ سے نکال لے' اگر ہم نے پھر ایسا کیا تو ہم ظالم ہوں گے- پروردگار بھی دنیا کی طرح انھیں جواب نہیں دے گا- پھر فرمائے گا اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو- پھر یہ لوگ مایوس ہو جائیں گے اور زور زور سے چلائیں گے اور سسکیاں لیں گے- ان کی یہ آوازیں گدھے کی سی ہوں گی- وہ ابتدا میں زور سے سانس لیں گے اور بعد میں دھیرے سے چھوڑیں گے-''

اس روایت کو طبرانی نے موقوفا نقل کیا- اس کے راوی از روئے صحیح لائق استناد ہیں' نیز حاکم نے بھی اس کو نقل کیا اور کہا کہ یہ شیخین کی شرط کے مطابق ہے-

''شہیق'' وہ آواز جو سینے میں ہو' ''زفیر'' وہ آواز جو حلق میں ہو- ابن فارس کہتے ہیں' کہ ''شہیق'' زفیر کی ضد ہے' اس لئے کہ ''شہیق'' سانس لینے کو کہتے ہیں' جبکہ

"زفیر" سانس چھوڑنے کو کہتے ہیں۔

۱۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُرْسَلُ الْبُكَاءُ عَلَى اَهْلِ النَّارِ فَيَبْكُوْنَ حَتَّى تَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ ثُمَّ يَبْكُوْنَ الدَّمَ حَتَّى يَصِيْرَ فِيْ وُجُوْهِهِمْ كَهَيْئَةِ الْاُخْدُوْدِ لَوْ اُرْسِلَتْ فِيْهَا السُّفُنُ لَجَرَتْ))[1]

"دوزخیوں پر رونا مسلط کیا جائے گا' جس کے نتیجے میں وہ اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے۔ پھر وہ خون کے آنسو روئیں گے' یہاں تک کہ ان کے چہروں پر کھائی کی طرح نالیاں پڑ جائیں گی' جس میں اگر کشتیاں ڈال دی جائیں تو چلنے لگیں۔"

اس روایت کو ابن ماجہ اور ابو یعلی نے نقل کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِبْكُوْا فَاِنْ لَمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكَوْا[2] فَاِنَّ اَهْلَ النَّارِ يَبْكُوْنَ فِي النَّارِ حَتَّى تَسِيْلَ دُمُوْعُهُمْ فِيْ خُدُوْدِهِمْ كَاَنَّهَا جَدَاوِلُ حَتَّى تَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ فَيَسِيْلَ يَعْنِي الدَّمَ فَيَقْرَحُ الْعُيُوْنُ))[3]

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے لوگو! روؤ اگر رونہ سکو تو رونی صورت

---

[1] اللہ اکبر' اللہ کی پناہ آنکھوں سے دریا بہیں گے اور اس طرح آنسوؤں کی دھار بہے گی جس میں کشتیاں چلیں گی' لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

[2] رونے والوں کی صورت بنالو' اپنے آپ کو کوسو اور نفس کو خوف ودہشت اور خشیت الٰہی کی طرف راغب کرو۔ گھمنڈ اور غرور کو دل سے نکال پھینکو' اور کامل نیک اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرو۔ اس لئے کہ خوف الٰہی سے دل نیک اعمال کی طرف مائل ہوتا ہے' برے کاموں سے گریز پیدا ہوتا ہے اور اس طرح بندہ قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

[3] د'غ' جلد ۲ ص ۴۸۰ پر "فتقرح" درج ہے جبکہ ن ط پر "فتقرح" تا کے ساتھ وارد ہے' یعنی خون آلود ہو کر پھوڑے کی صورت اختیار کر جائے گی' جس کی وجہ سے آنسو پانی کے بجائے لہو بن کر نکلے گا۔ ایسا کیوں ہوگا؟ اس لئے کہ اللہ کے ساتھ ان کا کفر شدید تر ہوگا۔ ان کی سرکشی بڑھ جائے گی' ان کی نافرمانی اور

بنالو' اس لئے کہ دوزخی دوزخ میں اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسوؤں کی وجہ سے رخسار پر گڈھے پڑ جائیں گے' جیسے نالیاں ہوتی ہیں۔ پھر آنسو بھی ختم ہو جائیں گے اور اس کی بجائے خون بہے گا اور خون بہہ بہہ کر آنکھیں پھوڑا بن جائیں گی۔"

ان کی اسناد میں یزید بن رقاشی[1] اور بقیہ ہیں' دونوں[2]' ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ ان سے بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے بھی استناد کیا ہے۔ نیز حاکم نے اس کو باختصار عبداللہ بن قیس سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ انھوں نے کہا دوزخی اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسوؤں میں اگر کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چل سکیں۔ پھر آنسو کی جگہ ان کی آنکھوں سے خون بہے گا' حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ بحمد للہ گزشتہ تین نامزد مقدمات تمام ہوئے' اب کبیرہ گناہوں کا بیان شروع ہوتا ہے۔ تفصیل ہدیہ ناظرین ہے۔۔۔۔!

❋ ❋ ❋

گذشتہ سے پیوستہ

معصیت بیش از بیش ہوگی' اس لئے بندگان خدا اللہ سے ڈرو' نیک عمل کرو' اور کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھام لو اور دانتوں سے دبالو' اور ان کے اجالوں سے روشنی حاصل کرو' جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللهِ فَقَدْ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (آل عمران : ۱۰۱)

"اور جو اللہ کی پناہ لیتا ہے سیدھے راستے کی طرف اس کی رہنمائی کی جاتی ہے۔"

[1]' [2] یزید بن رقاشی عابد و زاہد' اور بڑے نحیف و نزار تھے' ابن عدی کی روایت میں ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔

پہلا گناہ کبیرہ

اللہ کے ساتھ شرک کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قِيْلَ مَاهُنَّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلاَّ بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَتَوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلاَتِ الْمُوْمِنَاتِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ)).

"سات ہلاکت انگیز چیزوں سے پرہیز کرو۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ وہ کون کون سی ہیں؟ فرمایا شرک کرنا' جادو کرنا' جس شخص کا قتل کرنا جائز نہ ہو اس کو ناحق مار ڈالنا' یتیم کا مال کھانا' سود کھانا' جہاد کے دن پیٹھ پھیرنا' پاک دامن بھولی بھالی ایمان دار عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔"

اس روایت کو بخاری' مسلم' ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے نقل کیا۔

یہ امر مسلم ہے جس میں کوئی نزاع نہیں کہ نبی کریم ﷺ امت کی ہدایت کے شدید خواہشمند تھے اور مسلمانوں کے ساتھ کامل رافت ورحمت اور شفقت کے جذبات اپنے اندر رکھتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْجَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (توبة : ۱۲۸)

"(لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے رسول آئے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں۔ تمہارا رنج و تکلیف میں پڑنا ان پر بہت گراں ہوتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کے خواہش میں رہتے ہیں۔ (خاص کر) مسلمانوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔"

اور جہاں آپ یہ دیکھتے کہ آپ کی قوم راہ حق سے گریز کر رہی ہے اور دعوت کو قبول کرنے کا کوئی اہتمام نہیں کرتی تو آپ کو اس کا اتنا قلق ہو تا کہ رنج اور صدمے کی وجہ سے آپ کو اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہو تا جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾

(کہف : ٦)

"اور اگر یہ لوگ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم ان کے پیچھے رنج و غم کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے۔"

امت کے لئے آپ کی اسی کامل ہمدردی اور بدرجہ اتم شفقت کا نتیجہ تھا کہ آپ حتی الوسع جنت کے حصول کی صورتوں اور ان کی ترغیب اور دوزخ سے بچنے کی راہوں اور ان سے پرہیز کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ دوسری طرف عرب شرک کی دلدل میں ناک تک ڈوبے ہوئے تھے' بت پرستی کی زندگی میں شرابور اور ان گنت بلاخیز معصیتوں اور نافرمانی میں غرق تھے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ خاص طور پر شرک سے باز رہنے کی تلقین فرماتے تھے' بلکہ ہجرت سے پہلے تک آپ مشرکین مکہ کو اللہ کی خالص بندگی کی طرف بلاتے تھے اور بت پرستی اور جھوٹے خداؤں کی تابعداری سے منع فرماتے تھے چنانچہ جو سورتیں مکی زندگی کے پس منظر میں نازل ہوئیں' ان میں خاص طور پر شرک اور بت پرستی سے نفرت اور خالص توحید کی تعلیم نمایاں ہے' اس کے ساتھ ساتھ ان سورتوں اور آیتوں میں اس پر بھی زور دیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد ایک زندگی آنے والی ہے' جس میں نیکی بدی کا حساب ہو گا اور ہر چیز کا بدلہ دیا جائے گا۔ نیز یہ بھی کہ اللہ نے نوع انسانی کی رہنمائی کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کو چنا' البتہ ان سورتوں میں اس مضمون کی آیتیں کہیں زیادہ ہیں' جن میں توحید کی تاکید اور شرک اور بت پرستی سے حد درجہ نفرت دلائی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی بے شمار آیتیں صرف اس بارے میں وارد ہیں کہ شرک سے ڈرنا چاہئے اور اس سلسلے میں لاحق ہونے والے عذاب سے خوف کھانا چاہئے۔ ان آیتوں کی تفصیل آگے آ رہی ہے اور حدیث میں جو موبقات کا لفظ وارد ہے' اس سے مراد ہلاکت خیزیاں ہیں۔ اس حدیث میں مذکورہ ساتوں گناہ کبیرہ باتفاق گناہ کبیرہ ہیں' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کبیرہ یہی سات ہیں' اس لئے کہ

احادیث میں دوسرے گناہوں کا ذکر بھی ملتا ہے' جیسے ایک حدیث میں آپؐ کا یہ ارشاد وارد ہے کہ:

((اَلاَ اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ ثَلاَثًا قُلْنَا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ وَ کَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ اَلاَ وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَمَا زَالَ یُکَرِّرُهَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَهُ سَکَتَ))

"کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہوں سے آگاہ نہ کروں؟ یہ آپ نے تین بار فرمایا- ہم نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا- آپ تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما تھے- یہ کہتے ہوئے آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا اور سنو جھوٹ بولنا (اور سنو جھوٹ بولنا) اسی کو آپ اتنی دیر تک دہراتے رہے کہ ہم نے سوچا کاش آپ خاموش ہو جاتے-"

پھر عقل و وجدان اور عدل و انصاف کی رو سے دیکھا جائے تو شرک حد درجہ قبیح فعل ہے' اس لئے کہ شرک سے انسانیت کا اعزاز پامال ہوتا ہے' جبکہ اللہ نے انسانوں کو خاص اعزاز سے نوازا ہے- پھر شرک کر کے حقیقت میں آدمی اپنے ہی جیسے ناپاک قطرے سے پیدا شدہ مخلوق کے سامنے جھکتا ہے' اس کے آگے ماتھا ٹیکتا ہے آس و نراش اور امید و بیم لے کر اس کے سامنے روتا' گڑگڑاتا ہے- شرک سے شعور اور ادراک کی قدریں پامال ہوتی ہیں' حالانکہ اسی عقل و دانائی کی وجہ سے اللہ نے انسان کو عزت و شرف بخشا- غیروں کی بہ نسبت اس کو امتیاز اور نمایاں مقام دیا- پھر عقل سے علم و فن کی تحصیل ہوتی ہے' صنعت و حرفت میں نت نئی ایجادیں عمل میں آتی ہیں' کائنات کے رموز اور اسرار فاش ہوتے ہیں' ان سے کشید کیئے گئے نکات سے انسان کائنات کو اپنا تابع فرمان بناتا ہے- ظاہر ہے انسان کو جہاں اتنے اوصاف اور اعلیٰ امتیاز حاصل ہوں' وہاں یہ کیونکر بجا ہو گا کہ وہ آپ اپنے کو ذلیل و رسوا کرے؟ قبروں' قبوں اور مزاروں پر ماتھا ٹیکے؟ تاروں' ستاروں' اگنی اور اندر کی پوجا کرے؟ بتوں' دیوی دیوتاؤں اور گئوماتا کی پرستش کرے؟ ان میں سے ہر سوال کا جواب یہی ہے کہ ایسا کوئی کام لائق اور مناسب نہیں ہے' اس لئے کہ انسان کا مقصود و مدعا یہ ہے کہ وہ اعلیٰ و اشرف

ہو' مقتدا اور پیشوا بنے' وہ خود معزز' باعزت اور خود دار ہو- لیکن ذلیل و خوار' وہم و گمان کا پجاری اور خام تصورات کے پیچھے چلنے والا نہ ہو- انسان سے وہی انسان مراد ہے جو اپنے خالق و مالک کی پرستش کرے جس نے ان روشن صفات سے اس کو نوازا- اعلیٰ مدارج پر اس کو فائز کیا' آدمی کا یہ فرض ہے کہ وہ اسی مالک حقیقی کے سامنے سر بسجود ہو- اپنے آقا و مولیٰ کی رحمتوں کا امیدوار ہو اور اس کے عذاب سے ڈرتا رہے- کیونکہ عذاب الٰہی سے ڈرنا ازحد ضروری ہے- القصہ شرک کا یہی وہ سنگین اور گھناؤنا کردار ہے' جس کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے اس فقرے میں سب سے پہلے اس کی مذمت فرمائی کہ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ (سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچو) یہ سات ہلاکت خیز وہ گناہ کبیرہ ہیں جو آدمی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے ہیں- یہ بھی واضح ہوا کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کبائر (۲) صغائر ---- کبائر "کبیرہ کی جمع ہے"

"گناہ کبیرہ" وہ بڑا گناہ ہے' جس پر حد جاری ہو' جس پر لعنت و ملامت وارد ہو' یا جس پر زبردست پھٹکار آئی ہو- اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کو صغیرہ کہا جاتا ہے- نیز یہ بھی یاد رہے کہ کبیرہ گناہ ان ساتوں گناہوں پر موقوف نہیں' بلکہ ان پر مستزاد ان گناہوں کو ستر تک شمار کیا گیا ہے' یہی نہیں بلکہ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر میں ان کی تعداد ۴۶۷ تک شمار فرمائی ہے-

ان ساتوں کبیرہ گناہوں میں پہلا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے- "شرک" شرکت سے ماخوذ ہے- شرک کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ کی کسی مخلوق کو اس کا ہمسر ٹھہرائے اور جو عبادت اور بندگی اللہ کے لئے کرتا ہے' اس میں ان کو بھی ساجھی بنائے' خواہ ہر ہر بندگی میں اس کو شریک ٹھہرائے' یا بعض عبادتوں میں اس کو شریک گردانے- عبادت' حقیقت میں ایک جامع لفظ ہے- اس سے مراد ان تمام اقوال و افعال کی بجا آوری ہے' جنھیں اللہ تعالیٰ اپنے لئے پسند فرماتا ہے- جیسے اس کی نمازیں پڑھنا' روزے رکھنا' حج کرنا' نذر ماننا' اس کی قسمیں کھانا' مراد مانگنا' فریاد کرنا' اس کے اوپر توکل اور بھروسا کرنا' اس کے لیے قربانی کرنا' اس کے آگے رکوع و سجود کرنا' اس کی خاطر خانہ کعبہ کا طواف کرنا اور اس سے امیدیں رکھنا اور اس سے ڈرتے رہنا اور دوسری عبادتیں انجام دینا' اب اگر ان میں سے کوئی عبادت

سوائے اللہ کے کسی نبی ولی یا مرد صالح کے لئے کرے' یہی نہیں بلکہ ان میں سے کوئی کام ان کے علاوہ بھی کسی کے لئے انجام دے' تو یہ شرک شمار ہو گا- مثلاً اگر کسی نے زندہ یا مردہ مخلوق کے لیے سجدہ کیا' اس کے نام پر جانور ذبح کیا' کسی قبر کا طواف کیا' اس کے لئے نذر مانی' کسی بھی زندہ مردہ یا دور نزدیک والے سے ایسی چیز طلب کی' جو صرف اللہ سے طلب کی جانی چاہئے' جیسے بیمار کے لئے شفا چاہی یا بارش کی دعا مانگی تو اس کا شمار شرک اکبر ہو گا' اور شرک اکبر اتنا بھاری گناہ ہے' جس کو اللہ رب العزت توبہ کے بغیر معاف نہیں کرے گا-

شرک دو اقسام کا ہے:

(۱) شرک اکبر (۲) شرک اصغر

"شرک اکبر" کی وضاحت پہلے گزری- نیز واضح رہے کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے پر بیشتر آیات وارد ہیں' جن میں شرک کرنے والے کو آتش دوزخ سے ڈرایا گیا ہے---- چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ (مائدہ: ۷۲)

"بلاشبہ جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے' اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں-"

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾ (نساء: ۴۸)

"بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور ہاں اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کا شریک بنایا تو وہ اللہ پر بہتان باندھ کر بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوا-"

رہا "شرک اصغر" تو اس کی مثال ریاکاری' اور اللہ کے سوا کسی اور کو عظیم مان کر اس کی ایسی قسمیں کھانا ہے' جیسے اللہ کی قسم کھائی جاتی ہے- اگر اللہ کو چھوڑ کر کسی کی تعظیم کا دل میں اعتراف کر کے اس کی قسم کھائی جائے تو یہ قسم کھانا بھی شرک اکبر شمار ہو گا-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَلاَيُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اَحَدًا﴾ (کھف: ۱۱۰)

"تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھتا ہے' اس کو چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔"

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ فَمَنْ عَمِلَ لِيْ عَمَلاً اَشْرَكَ فِيْهِ غَيْرِيْ فَاَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ وَهُوَ لِلَّذِيْ اَشْرَكَ)).

"ہر ساجھی اور شریک کی بہ نسبت تنہا میری ذات ہمہ قسم کے شرک اور ساجھے داری سے بیزار اور بڑی بے نیاز ہے۔ جو کوئی میرے لئے کوئی عمل کرتا ہے اور میرے علاوہ بھی کسی کو اس میں شریک ٹھہراتا ہے' اس کا وہ عمل سراسر اسی کے لئے ہو گا۔ میں اس سے بالکلیہ بری ہوں۔"

اس روایت کو ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ الفاظ انہی کے ہیں اور اس کے جملہ راوی ثقہ ہیں۔ نیز ابن خزیمہ نے اس کو اپنی صحیح میں اور بیہقی نے بھی اس کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

افسوس آج ہر خطے اور علاقے میں ملت اسلامیہ کی اکثریت شرک اکبر میں مبتلا ہے۔ اس امت نے نبیوں اور صالحین کی شدت سے پرستش شروع کر دی ہے۔ ان کے نام کی قسمیں کھانا' ان سے فریاد کرنا' ان کے لئے نذر ماننا اور ان کی قبروں کے گرد چکر لگانا' آج مسلمانوں کا معمول بن چکا ہے۔ قبر پرستی سے بڑھ کر شجر و حجر پرستی اور حجروں اور خانقاہوں کی پوجا کا اس طرح سے رواج چل پڑا ہے کہ چونکہ فلاں درخت اور فلاں پتھر کو فلاں بزرگ سے نسبت ہے' اس لیے اسی کو پوجنا شروع کر دیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق بخشے۔

❋❋❋

دوسرا کبیرہ گناہ

"سحر"

لغت میں "سحر" اس شے کا نام ہے جس کا سبب مخفی اور پوشیدہ ہو' اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے۔

((اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا))

"کوئی بیان جادو اثر ہوتا ہے"

اس روایت کو امام مالک' احمد' بخاری' ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

سَحَرٌ پھیپھڑے کو بھی کہتے ہیں۔یہی غذا کی رہ گزر ہے۔ پھیپڑے کو عربی میں سحر اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ مخفی ہوتا ہے' لیکن اس کی رگیں تمام جسمانی اعضا میں پھیلی ہوتی ہیں۔ جنگ بدر کے موقع پر ابو جہل نے عتبہ کے بارے میں کہا تھا انتفخ سَحْرُہٗ یعنی خوف سے اس کے پھیپھڑے پھول گئے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ﴾ (اعراف : ۱۱٦)

"انھوں نے جادو کے زور سے لوگوں کی نظریں بند کر دیں"

یعنی انھوں نے اپنے اصل عمل کو ان سے چھپا لیا۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جادو کوئی حقیقت رکھتا ہے؟ اکثر علما اس کے قائل ہیں کہ جادو ایک حقیقت ہے۔ اگر اس کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس سے پناہ مانگنے اور بچنے کی تاکید ہر گز نہ کرتا۔

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے اور معتزلہ کا بھی یہی قول ہے کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ محض نظر بندی اور نگاہوں کا فریب ہوتا ہے۔ نیز اس بارے میں بھی علما کا

اختلاف ہے کہ جادو سیکھنے اور اس کو بروئے کار لانے والے کا کیا حکم ہے؟ امام ابو حنیفہ' امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ سحر[1] کی وجہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی جادو سیکھے گا ہم اس سے جادو کے طریق کار کی تفصیل طلب کریں گے۔ اگر اس نے تفصیل میں کوئی ایسی چیز پیش کی جس سے کفر لازم آتا ہے۔ مثلاً اس نے بابل والوں کی طرح اپنا بھی یہ عقیدہ بتایا کہ وہ سات ستاروں کی تاثیر کا قائل ہے اور ان کی پرستش اس کا معمول ہے تو یہ شخص کھلا ہوا کافر ہو گا۔ اور اگر اس کا یہ عقیدہ نہیں تو وہ کافر نہیں ہو گا۔ غرض جو کوئی سات ستاروں اور ان کی پرستش کا قائل ہو گا' کسی شک کے بغیر وہ کافر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کو کافر شمار کرتا ہے ارشاد ہے۔

﴿إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ (بقرہ : ۱۰۲)

"(فرشتوں نے کہا) یقیناً ہم آزمائش کے لیے ہیں' تم ان باتوں میں پڑ کر کافر نہ ہو جانا"

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ (بقرہ: ۱۰۲)

"حالانکہ سلیمان نے کفر کی کوئی بات نہیں کی' بلکہ ان شیطانوں ہی نے کفر کیا اور وہ لوگوں کو جادو سکھلایا کرتے تھے"

ان آیات کی روشنی میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جادوگر کی تکفیر کی بابت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی بہ نسبت تینوں ائمہ کا مسلک زیادہ راجح ہے اور سحر اور شرک کو اس حدیث میں جس طرح ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سحر کتنا بڑا گناہ ہے اور اس کا اثر بد کہاں تک پھیلا ہوا ہے' اور یہ حقیقت ہے کہ جادو کے نتیجے میں جہاں کفر لازم آتا

---

[1] اس قول کی رو سے جادوگر قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ حضرت جندب رحمتہ اللہ علیہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اس کو تلوار سے اڑا دیا جائے۔ اس روایت کو ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا اور کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ صحیح بخاری میں بجالہ بن عبدہ رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا ہے کہ "ہر جادوگر مرد اور عورت کو قتل کر دیا جائے' نیز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی بابت منقول ہے کہ انہوں نے اپنی ایک کنیز کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا۔ اس نے آپ کے خلاف جادو کیا تھا' چنانچہ حکم کے مطابق اس کو قتل کر دیا گیا۔

ہے وہیں بندوں کو اذیت بھی لازم آتی ہے' کیونکہ آخر جادوگر سحر کے ذریعے غیروں کو دکھ پہنچاتا ہے' میاں بیوی میں تفریق کرتا ہے' دوستوں میں نفرت اور عداوت کا بیج بوتا ہے اور جس پر جادو کرتا ہے خدا کا حکم ہو جائے تو اسے بیماری کے منہ میں دھکیلنے کی صورتیں بہم پہنچاتا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے امام فخر الدین رازی رحمہا اللہ سے جادو کی مختلف قسمیں نقل کی ہیں۔ ان میں ایک جادو کلدانیوں کا ہے۔ کلدانی سات ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ ستارے نظام عالم میں دخیل ہیں اور خیر اور شر ان کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی بعثت اس لیے عمل میں آئی تھی تاکہ آپ ان کے عقائد اور افکار و خیالات کو باطل ٹھہرائیں اور ان کی روش کی پرزور تردید فرمائیں۔

جادو کی ایک قسم وہ ہے جس میں زمین کی روحوں یعنی جنات سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اس میدان کے کھلاڑی اور اس کا تجربہ رکھنے والے بتاتے ہیں کہ کچھ جھاڑ پھونک ٹونے ٹوٹکے اور دھونی دینے سے جنوں سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس جادو کو "جھاڑ پھونک اور تسخیر" کا عمل کہتے ہیں۔

ایک اور قسم "نظر بندی' فکر کی بندش اور شعبدہ بازی" ہے۔ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ نظریں کبھی چوک جایا کرتی ہیں' کبھی کسی مخصوص چیز سے الجھ کر دوسری سے غافل ہو جاتی ہیں' چنانچہ آپ نے بھی کبھی دیکھا ہو گا کہ ہوشیار اور ماہر شعبدہ باز جب کسی کرتب کا مظاہرہ کرتا ہے تو تماش بینوں کی نگاہوں کو دوسری طرف پھیر لیتا ہے۔ کبھی اس طرح ان کی نظر بند کر دیتا ہے کہ لوگ دوسری چیز کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہ جاتے ہیں اور شعبدہ باز دم کی دم میں پہلی چیز کو الٹ پلٹ کر دیتا ہے اور جب دیکھنے والوں کی نگاہیں اس پڑتی ہیں تو انھیں کچھ کا کچھ نظر آتا ہے اور وہ دم بخود رہ جاتے ہیں۔ اور اگر یہ شعبدہ باز اس وقت چپ رہے اور ایسی کوئی بات نہ کہے جس سے توجہ بٹ جائے' ذہن اس چیز سے ہٹ جائے اور دلی احساس اور فکر و فہم میں تبدیلی آجائے تو تماشائی شعبدہ بازوں کی ایک ایک چال اور ہتھکنڈے سے واقف ہو جائیں اور سارا بھرم کھل جائے' علامہ موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ اگر نظر بندی کے لیے حالات زیادہ سازگار ہوں اور کسی خلل کا امکان نہ ہو تو نظر بندی کا عمل زیادہ کارگر ہوتا

ہے' مثلاً شعبدہ باز کسی روشن یا تاریک جگہ میں ہو' اس صورت میں حقیقت حال سے ناواقفیت اور اشتباہ کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

راقم السطور عرض پرداز ہے کہ بعض مفسرین نے فرعون کے سامنے کیے گئے جادوگروں کے مظاہروں کو شعبدہ بازی سے تعبیر کیا ہے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلَمَّا اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ......﴾ (اعراف:۱۱٦)

"جب انھوں نے (اپنی لاٹھیاں اور رسیاں) پھینکیں تو جادو کے زور سے لوگوں کی نظر بندی کر دی اور سب کو دہشت میں ڈال دیا اور بہت بڑا جادو کر دکھایا"

﴿يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى﴾ (طٰہٰ:٦٦)

"ایسا دکھائی دیا کہ وہ (رسیاں اور لاٹھیاں) سانپوں کی طرح دوڑ رہی ہیں۔"

مفسرین کہتے ہیں کہ یہ رسیاں اور لاٹھیاں در حقیقت دوڑ نہیں رہی تھیں بلکہ جو کچھ نظر آتا تھا وہ محض نظر کا فریب تھا۔

سحر ایک قسم کی حاضرات کا عجیب عمل ہے' جس کا ذکر شیخ بھانی نے اپنی کتاب "اصلاح المجتمع" (معاشرتی اصلاح) اور استاذ المرأۃ (اتالیق نسواں) میں کیا ہے۔ ان مجالس میں جو خرافات اور غلط حرکتیں عمل میں آتی ہیں ان کا حال لوگوں پر مخفی نہیں' جیسے مردوں اور عورتوں کا باہمی اختلاط' ڈھول ڈھمکا' اور جنوں کے حضور جانوروں کی قربانی وغیرہ کرنا بلاشبہ یہ عمل سراسر کفر ہے۔

جادو ہی کی ایک قسم جیوتش اور نجوم کا علم ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ستاروں کا کچھ علم بھی سیکھا' اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا۔ پھر جتنا زیادہ سیکھتا جائے گا' اس کا جادو اتنا' بڑھتا جائے گا۔

اس روایت کو امام ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ نیز

نووی اور ذہبی رحمہما اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے[1]

تیز بخار کو دفع کرنے یا کوئی فائدہ حاصل کرنے یا مضرت کے دفعیہ کے لیے گرہوں پر دم کرنا اور گنڈے وغیرہ باندھنا بھی جادو کی قبیل سے ہے۔ کبھی نظر سے حفاظت کے لیے اس کو باندھا جاتا ہے' کبھی اس کے ذریعے جلنے اور کڑھنے والوں کی نظر بد کا مداوا کیا جاتا ہے۔

جادو ہی کی ایک قسم وہ چیزیں ہیں جس کو بعض مکار اور جعلی عامل' ابو معشر فلکی اور شمس المعارف کی کتابوں میں سے لکھ کر عوام کو دیتے ہیں ایسی ہی ایک کتاب کی نسبت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف کی جاتی ہے حالانکہ امام صاحب موصوف انشاء اللہ اس سے بری ہوں گے یہ ملا اور سیانے بھولے بھالے عوام کو طرح طرح کے طلسم اور تعویذ وغیرہ بانجھ پن اور مختلف امراض کو دفع کرنے کے لئے دیتے ہیں' کبھی چوری کا مال ظاہر کرنے یا میاں بیوی میں محبت پیدا کرنے کے لیے یہ لوگ یہی کچھ دیتے ہیں۔ان حالات میں علماے کرام کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کی ٹھیک ٹھیک رہنمائی کریں' شیطان اور اس کے ہتھکنڈوں سے انھیں خبردار کرتے رہیں اور اللہ رب العالمین کی توحید کے منافی ہر عمل سے لوگوں کو آگاہ کریں۔

***
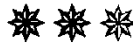
[1] رہا ستاروں کے ذریعے مہینوں کی آمد' برجوں کی تعیین پنجگانہ نمازوں کے اوقات اور چاند سورج کا گہن معلوم کرنا' جس کا تمام تر دارومدار حساب کتاب پر ہے تو اس کے سیکھنے سکھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تیسرا کبیرہ گناہ

اللہ نے جو حکم نازل کیا اس کے خلاف فیصلہ کرنا اور شریعت الٰہیہ کے خلاف چلنا

اللہ رب العزت جس نے بندوں کو پیدا فرمایا وہ ان کی طبعی کیفیت اور دنیا و آخرت میں انھیں درپیش ضرورتوں سے بخوبی واقف ہے۔ نیز اس نے جس طرح انھیں پیدا کیا' ان کے اندر طاقت اور قوت حوصلہ اور اختیارات کی مقدار غیظ و غضب اور شہوانی جذبات ودیعت فرمائے' زندہ اور باقی رہنے کی خواہش ان میں پیدا کی دنیا کی محبت' سرداری بالادستی' جاہ و حشمت اور مال و منال کی تمنا ان کے دل میں رکھی' نفسانی خواہشات و لذات سے انھیں نوازا' ان اوصاف و خواص اور کوائف کا تقاضا یہ تھا کہ ان کی وجہ سے انسانوں کا دوسرے انسانوں کے ساتھ کبھی کوئی جھگڑا ہو' کسی سے کسی کی کوئی لڑائی ہو' ایک دوسرے پر تسلط حاصل کرنے کے درپے ہوں کوئی کسی کے مال یا اس کے مرتبے پر ہاتھ ڈالنے کی فکر میں ہو' ان باتوں کا احتمال ہے۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں دین داری اور دیانت داری کے اوصاف بھی پیدا فرمائے اور دین داری کا یہ جذبہ ہر انسان کے اندر حد درجہ ضروری ہے' خواہ ان کا وہ دین حق اور صداقت پر مبنی ہو یا باطل اور غلط ہو۔ انسان کی اسی لازمی ضرورت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے انبیا و رسل کا سلسلہ جاری فرمایا: آسمانی کتابیں نازل کیں اور سب سے آخر میں سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو معبوث فرمایا اور تمام انسانوں اور جنوں کی طرف آپ کو نبی بنا کر بھیجا۔ آپ پر قرآن کریم اتارا تا کہ یہ عظیم المرتبت صحیفہ تا قیامت آنے والے انسانوں کا دستور بنے' دین و دنیا اور آخرت کے ہر معاملے میں ان کے لیے مشعل راہ ثابت ہو۔ نبیوں اور رسولوں کی اہم ذمہ داری یہ رہی ہے کہ وہ لوگوں کو ایک اللہ پر ایمان لانے اور غیر اللہ کی پرستش سے باز رہنے کی سختی کے ساتھ تاکید کریں اس کے ساتھ ساتھ

انھیں اس کی تلقین کریں کہ وہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر یقین کریں' حساب' جزا و سزا اور جنت جہنم کو دل سے تسلیم کریں' نیز ان کی اہم ترین اور خصوصی ذمہ داری یہ بھی تھی کہ وہ لوگوں کے مال و دولت' ان کے درمیان واقع خون ریزی اور ہمہ قسم کے درپیش معاملات اور جھگڑوں میں وحی الٰہی اور اس کے نازل کردہ حکموں کے مطابق فیصلے کریں اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ پر اور آخرت پر ایمان لانا عقائد میں پیدا ہونے والے بگاڑ سے روکتا ہے' راہ راست سے انحراف کو کم کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ لین دین میں رونما ہونے والی خرابیوں کا تدارک اور ان کا سدباب کرتا ہے۔ اور اگر مسلمان کے دل میں یہ ایمان کمزور ہو' جس کی وجہ سے اس کا خاطر خواہ فائدہ رونما نہ ہوتا ہو تو اس میں شک نہیں کہ اس کا فائدہ اس وقت لازمی طور پر رونما ہوگا' جب وہ جادۂ مستقیم سے اعراض کرے گا' لیکن اس وقت رسول مقبول ﷺ کا ارشاد گرامی فوری طور پر اس کے سامنے آجائے گا' بنابریں ہر صاحب ایمان مسلمان کا خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم یہ فرض ہے کہ شریعت الٰہیہ اور اس کی تابعداری کی بسر و چشم قبول کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (نساء:۵۹)

"اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکومت والے ہیں (ان کی بھی اطاعت کرو) پھر اگر کسی معاملے میں باہم اختلاف ہو جائے تو اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو' اس میں تمھارے لیے بھلائی ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔"

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر اللہ و رسول کی اطاعت اور مسلم حکام کی طرف رجوع کرنے کا ثبوت ملتا ہے' لیکن حکام کی بات اسی صورت میں مانی جائے گی جب وہ خود کاری' بھلائی اور معروف کا حکم دیں گے' بحالت دیگر اگر انھوں نے معصیت الٰہی اور خدا کی حکم عدولی کے لیے کہا تب ان کا حکم نہیں سنا جائے گا' نہ ان کے کسی فرمان کو مانا جائے گا'

اس لیے کہ سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

((السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَ لَا طَاعَةَ)).

"مسلمان آدمی کو چاہیے کہ خواہ اس کا من چاہیے یا نہ چاہے' وہ کھلے دل سے اپنے امیر کے حکم کی تعمیل کرے' البتہ اگر امیر خدا کے حکموں کے خلاف اس کو چلائے اور اس کی معصیت کے لیے کہے تو اس کی بات نہ سنے' نہ اس کی تعمیل کرے۔"

اس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی جھگڑے کے سلسلے میں فریقین کے درمیان فیصلے کے لیے سب سے پہلے کتاب الٰہی یعنی قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اب جبکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو چکی آپ کی سیرت اور سنت مقدسہ کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے---- اور یہ جو مذکورہ بالا آیات میں "شی" کا لفظ بحالت نکرہ وارد ہے۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب نکرہ شرط کے سیاق میں واقع ہو تو اس سے مراد ہر ہر چیز اور جملہ قسم کے امور ہوں گے' خواہ ان کا تعلق عقائد و عبادت سے ہو یا مال و دولت خون ریزی حدود و قصاص یا کسی بھی نزاعی مسئلے سے ان کا تعلق ہو۔ مسلمانوں کا یہ بھی فریضہ ہے کہ باہم کوئی اختلاف یا کسی قسم کا جھگڑا رونما ہو اور پیش آمدہ صورت کتنی ہی ظاہراً پیچیدہ کیوں نہ ہو عمل درآمد اور تعمیل ارشاد کے لیے صرف کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا چاہیے اگر انھوں نے اس طریق کار پر عمل کیا تو وہ بجا طور پر مسلمان کہلانے کے حق دار ہوں گے' ورنہ بصورت دیگر خواہ وہ اسلام کا کتنا ہی دم بھریں' مسلمان کہلانے کا انھیں کوئی حق نہیں ہوگا کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ کوئی معاملہ ہو اس کی بنیاد حقائق پر ہوتی ہے' جھوٹے دعوؤں اور زبانی نعروں سے کوئی بات نہیں بنتی' اس لیے محض تمناؤں کا نام ایمان نہیں' ایمان تو دل میں راسخ یقین اور عمل کے ذریعے اس پر مہر تصدیق ثبت کرنے کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح دوسرے نبیوں پر شریعت اور دستور اتارا اسی طرح ہمارے نبی آخر الزماں ﷺ پر قرآن پاک نازل فرمایا اور یہ حکم دیا کہ صرف اسی کی روشنی میں باہمی نزاع اور آپس میں سرزد ہونے والے جھگڑوں کا فیصلہ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا﴾ (نساء: ۱۰۵)

"ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ جو کچھ اللہ نے تم کو دکھادیا ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور ان دغابازوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو۔"

سابقہ آیت کی طرح اس آیت سے بھی پتا چلتا ہے کہ کتاب و سنت کی طرف مراجعت ہر حال میں لازمی اور ضروری ہے۔

مذکورہ بالا حقائق سے یہ یقین بھی پختہ ہوتا ہے کہ کافر ملکوں سے درآمد قوانین یا مسلم ملکوں کے دستور سازاداروں اور افراد کے وضع کردہ آئین بالخصوص وہ اصول جو کتاب و سنت سے کھلم کھلا ٹکراتے ہیں ان کی کسی بھی نزاعی معاملے میں رعایت کرنا اور ان کے مطابق حکم دینا سراسر کفر ہے اور ایسی کھلی ہوئی گمراہی ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے جیسے یہ فیصلہ کہ سود مباح ہے' بیواؤں سے پیشہ کرانا جنسی بے راہ روی کو بڑھاوا دینا' زانیوں' شرابیوں اور ڈاکوؤں وغیرہ پر حدود جاری کرنے سے گریز کرنا اور ان کو لغو اور بے کار سمجھنا کفر ہوگا' نیز وہ اشخاص بھی کافر ہوں گے جو اس قسم کے قوانین کی بالادستی اور اپنے اوپر ان کے اجرا اور نفاذ کو تسلیم کریں گے اور اس سے راضی برضا ہوں گے یا صاف لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کا فیصلہ صادر کرنے والا جج اور اس فیصلے کا مطالبہ کرنے والا فریادی دونوں کافر ہوں گے' بشرطیکہ دونوں کو اس سے انکار ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی تعمیل کا حق کہیں زیادہ ہے' یا اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ دوسروں کے احکام اپنے اندر زیادہ گہرائی' گیرائی اور استحکام رکھتے ہیں' یا اللہ اور غیر اللہ کا حکم یکساں ہے' ان میں کوئی تفاوت نہیں' یا یہ سمجھے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی خلاف ورزی درست ہے' لیکن اگر اس کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ کا فیصلہ حق اور صواب ہے' اس کی طرف رجوع کرنا اور اس کو ماننا فرض ہے' لیکن نفسانی خواہشات اور ہوا و ہوس نے اس کے اندر جاہ و منصب اور عزت و مرتبے کی چاہت پیدا کی' جس کی وجہ سے آج اس کو دنیاوی قانون کی کرسی حاصل ہوئی' اور ان کچہریوں اور انصاف کی کرسیوں کا تقاضا ہے کہ وہ حکم خداوندی کی بجائے دنیاوی قوانین کے مطابق فیصلہ دے اور آسمانی شریعت کے بجائے انسانی

دستور کے مطابق احکام نافذ کرے' اس لیے وہ بھی انسانی قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے' اگر صورت حال یہ ہو تو ایسا شخص مذکورہ عقیدے کی رو سے کافر نہیں ہوگا' ہاں اس سے کفران نعمت کا جرم ضرور سرزد ہوگا' اور کفران نعمت بھی اس درجے کی معصیت ہے جس کا شمار عظیم ترین گناہ کبیرہ میں ہوتا ہے۔ رہا یہ حکم کہ مذکورہ بالا نوعیت کا فیصلہ دینے والا جج اور فریادی دونوں کافر ہوں گے' اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے۔

﴿فَلاَ وَ رَبِّكَ لاَيُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَيَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (نساء:٦٥)

"(اے پیغمبر) تمھارے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو منصف نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کردو اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں' بلکہ دل وجان سے اس کو تسلیم کرلیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ آپ اپنی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ تمام امور میں اللہ کے رسول ﷺ کے ارشادات کے مطابق فیصلہ نہ صادر کرے' اور جو فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق ہوگا وہ لازمی طور پر حق اور درست ہوگا اور ظاہر وباطن ہر طریقے سے اس کی تابعداری فرض اور لازم ہوگی' اسی لیے آیت میں وارد ہے۔

﴿ثُمَّ لاَيَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

یعنی جب وہ آپ کو حکم اور ثالث بنائیں تو ان کو چاہیے کہ کھلے اور چھپے ہر معاملے اور حکم میں آپ کی تابعداری کریں اور آپ کے فیصلے کی ہرگز مخالفت نہ کریں' بلکہ ہر لحاظ سے تعمیل کریں اور کسی قسم کا جھگڑا یا دفاعی تدبیر نہ کریں' بسروچشم اس کو قبول کریں' یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث شریف میں ٹھیک اسی مفہوم کو رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لاَيُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ﴾[1]

---

[1] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' ہم سے علی بن عبداللہ نے حدیث نقل کی' ان سے محمد بن جعفر نے' ان سے معمر نے' انھوں نے زہری سے اور انھوں نے عروہ (رحمہم اللہ) سے نقل کیا کہ زبیر رضی اللہ

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو گا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوں گی"

غور فرمایے حق سبحانہ و تعالیٰ نے کس درجہ تاکید سے اس کا حکم فرمایا اور نزاعی امور میں رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی کو دائرہ ایمان سے نکل جانے کی علامت ٹھہرایا آیت شریفہ کے آغاز میں قسم کے ساتھ جملہ اسمیہ کا استعمال فرمایا' اور یہ حقیقت ہے کہ قسم تاکید کے لیے لائی جاتی ہے' بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک ذات کی قسم کھا کر بطور تاکید ارشاد فرمایا کہ ایسا کرنے والے کا ایمان نہیں ہو گا۔

دوسرے اس امر کی تاکید فرمائی کہ نبی کریم ﷺ کا فیصلہ سامنے آجانے کے بعد فریقین کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ سے صادر شدہ فیصلے پر ذرہ برابر رنجیدہ خاطر نہ ہوں' اور جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا اس مفہوم کی آیات و روایات کتاب و سنت میں اور بھی وارد ہیں۔

تیسری علامت آیت میں یہ وارد ہے کہ فیصلہ خداوندی اور ارشاد نبوی کو مسلمان بسر و چشم تسلیم کریں' غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے وَيُسَلِّمُوْا کے ساتھ اس کا مصدر تَسْلِيْمًا لا کر فعل کی تاکید فرمائی تاکہ کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔ اب یہ آیت مقدسہ جس میں تین تین تاکیدیں وارد ہیں۔ ان میں ایک سب سے بڑی تاکید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم کھا کر ایسے تمام لوگوں کو دائرہ ایمان سے خارج قرار دیا جو اس کی کتاب اور اس کے

گذشتہ سے پیوستہ

عنہ نے ایک انصاری سے حرہ کے (پہاڑی) چشمے پر جھگڑا کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا زبیر پہلے اپنے باغ کو پانی دو' پھر اپنے اس پڑوسی کے لیے پانی چھوڑ دو۔ انصاری نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے زبیر کو پانی دینے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ یہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے۔ اس وقت آپ کا چہرہ انور غصے سے سرخ ہو گیا۔ آپ نے پھر فرمایا زبیر پہلے اپنے باغ کو پانی دو' اس قدر کہ باغ کی چاردیواری کی منڈیر تک پہنچ جائے۔ پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو (زہری نے کہا) دراصل آپ نے اس وقت زبیر کا حق پورا دلایا' جب انصاری نے آپ کو غصہ دلایا' اور نہ پہلے آپ نے دونوں کے لیے پانی کا حکم یکساں فرمایا زبیر نے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ یہ آیت اسی کی بابت نازل ہوئی ہے ﴿فلا وربك لا يؤمنون ـــ الخ﴾

رسول کے حکموں کی خوشی خوشی تعمیل نہ کریں' اور اگر اس سلسلے میں یہی ایک آیت ہوتی' دوسری آیات نہ ہوتیں تو بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت کی فرضیت کے لیے یہی آیت کافی ہوتی لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ درپیش نزاعی امور اور پیش آمدہ اختلافی صورتوں میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کے لیے یہی ایک آیت وارد نہیں ہوئی اس مضمون کی اور بھی آیتیں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ......﴾ (نور: ٦٣)

"جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت آپڑے یا کوئی دردناک عذاب ہو جائے۔"

اور یہ آیت پہلے گزر چکی کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ......﴾ (نساء: ٥٩)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکومت والے ہیں (ان کی بھی)"

نیز ارشاد فرمایا:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۔ (نساء: ٨٠)

"جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی تعمیل نہیں کرے گا' نہ آپ کی سنت کی پیروی کرے گا' اس سے اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور اس کی نافرمانی کا بھاری جرم سرزد ہوا۔

اس سے زیادہ بلیغ' دوررس اور مؤثر آیت وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا۔ اس آیت کو دل کے کانوں سے سن کر اس پر غور و فکر کرنا چاہیے' ارشاد ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا

عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآئَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُوْنَ ○ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (مائدة: ٤٨-٥٠)

”اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی محافظ (بھی) ہے۔ تو (اے پیغمبر) جو حکم اللہ نے نازل کیا ہے' اسی کے مطابق تم ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور جو حق بات تمھارے پاس آچکی ہے اس کو چھوڑ کر لوگوں کی خواہشوں کی پیروی مت کرو' تم میں سے ہر ایک گروہ کے لیے ہم نے ایک شریعت اور طریقہ مقرر کر دیا ہے' اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت کر دیتا' مگر جو احکام اس نے تم کو دیے ہیں ان میں وہ تمھاری آزمائش کرنا چاہتا ہے' تو تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو (آخر کار) تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے' پھر جن باتوں میں تم آپس میں اختلاف کرتے ہو وہ تمھیں (ان کی حقیقت) بتادے گا' اور (اے پیغمبرؐ) جو حکم اللہ نے نازل کیا ہے اس کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کرو' اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو کچھ اللہ نے تم پر نازل کیا ہے اس کے کسی حکم سے وہ تم کو بہکادیں۔ پھر اگر یہ لوگ نہ مانیں تو یقین کرو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان پر مصیبت نازل کرے' اور بلاشبہ اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ کیا یہ لوگ زمانۂ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں' اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں' ان کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ﴾ (مائدہ: ٤٤)

"اور (یاد رکھو) جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔"

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ﴾ (مائدہ: ٤٥)

"اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں"

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ (مائدہ: ٤٧)

"اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں"[1]

---

[1] مذکورہ آیات کو مد نظر رکھ کر سوچنا چاہیے کہ آخر ایسا کون سا اسلام اور ایمان ہے جو کسی بندے کو ربوبیت اور رسالت کے مقام پر فائز کرتا ہو؟ اور کون سا مومن اور مسلمان ایسا ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کے سوا دوسرے کسی بھی انسان کو دستور سازی اور آئین بنانے کا حق تفویض کرتا ہو؟ اس کے حکموں کو بگوش دل سننے اور ان پر کان دھرنے کا مستحق بتلاتا ہو؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ اوپر مذکور تینوں آیات یہود نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئیں تو جواب میں عرض ہے کہ:

اول: آخری آیت جس کے اختتام پر فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ وارد ہے' اس کے بعد قرآن پاک میں ذیل کی آیات مذکور ہے۔

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ -إِلٰى- أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ --- وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾

اس آیت سے آخر مسلمان ہی تو یہ دلیل اخذ کرتا ہے کہ جو حکم کتاب و سنت سے ماخوذ نہیں ہوگا اس کا شمار جاہلیت کے حکموں میں ہوگا اور جاہلیت کا ایک ایک حکم ضلالت اور کفر و جہالت پر مبنی ہوگا۔

دوم: اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے' خاص اسباب کا اعتبار نہیں ہے۔

سوم: نیز تورات اور انجیل کے حکموں کی تعمیل نہ کرنے کی وجہ سے اگر یہود و نصاریٰ جیسے دونوں اہل کتاب فریق کافر' فاسق اور ظالم ٹھہرے تو ہم مسلمان اگر قرآن پاک کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ہم پر بدرجہ اولیٰ کفر' فسق اور ظلم و زیادتی کا الزام آئے گا۔ علاوہ ازیں یہ بھی صحیح ہے کہ قرآن کریم کی آیت کے مخاطب یہود

ان ارشادات پر بھی غور کیا جائے۔

۱۔ ﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ (مائدہ:۴۸)

"تو (اے پیغمبر) جو حکم اللہ نے نازل کیا ہے اسی کے مطابق تم ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور جو حق بات تمھارے پاس آچکی ہے اس کو چھوڑ کر لوگوں کی خواہش کی پیروی نہ کرو۔"

گزشتہ سے پیوستہ

ونصاریٰ بھی ہیں اور ان کے علاوہ کل عالم انسانیت بھی ان آیتوں کی مخاطب ہے۔اس کی تائید تفسیر ابن کثیر کے ذیل کے حوالے سے ہوتی ہے جو اس آیت ﴿ومن لم يحكم بماانزل الله فاؤلئك هم الكافرون﴾ کے تحت وارد ہے۔حضرت براء بن عازب' حذیفہ بن یمان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی۔حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اتنا اضافہ کیا کہ "اس کی تعمیل ہم پر فرض ہے" عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابراہیم (غالباً) نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ انھوں نے کہا مذکورہ آیتیں بنی اسرائیل کی بابت نازل ہوئیں لیکن اس امت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ یہی پسند کرتا ہے۔اس قول کو ابن جریر نے نقل کیا۔حضرت علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ یعنی جس نے اللہ کے نازل کردہ حکموں کا انکار کیا اس نے کفر کیا۔اور جس نے اقرار کیا' لیکن اس کے مطابق فیصلہ نہیں کیا' وہ ظالم اور فاسق ہوگا۔اس روایت کو بھی ابن جریر نے نقل کیا۔یہ گویا سابقہ روایت کی وضاحت ہے اور اگر کوئی حاکم یا فریادی دنیاوی قانون کے مطابق فیصلہ دینے پر راضی برضا رہا تو اس پر اس وقت تک کفر کا فتویٰ عائد نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اس قانون کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں پر ترجیح نہ دے۔اگر اس نے اس قسم کی ترجیح سے کام لیا یا اللہ اور اس کے رسول کے پاس فیصلہ لینے کے لیے جانے سے انکار کیا تو وہ شخص کافر ہوگا جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور اس امر کی نشان دہی بھی اشد ضروری ہے کہ اسلام اس کا نام ہے کہ بندہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے' ان کے حکموں پر سر تسلیم خم کرے اور انھیں من وعن قبول کرے۔ایسے شخص کا اسلام ہرگز ہرگز درست نہیں ہوگا جو ان کی تعمیل کرنے کے بجائے ان کے حکموں سے روگردانی کرے' جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔الخ﴾ نیز حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے جتنا کہہ کر چھوڑ دیا' تم اس کی بابت پوچھ گچھ کرنا چھوڑ دو' اس لیے کہ تم سے پہلی قومیں بکثرت پوچھ گچھ کرنے اور اپنے نبیوں کی حکم

۲- ﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآاَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ﴾ (مائدہ : ٤٩)

''اوران کی خواہشوں کی پیروی نہ کرواور ان سے بچتے رہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو کچھ اللہ نے تم پر نازل کیا ہے اس کے کسی حکم سے وہ تم کو بہکا دیں''

۳- ﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (مائدہ: ٥٠)

''کیا یہ لوگ زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں ان کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے''

آیت یہ فیصلہ صادر کرتی ہے کہ جو حکم اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کے خلاف ہو گا جاہلیت کے حکموں میں اس کا شمار ہو گا' اس لیے کہ دستور سازی اور حکم اندازی کا تمام تر اندازی کا تمام تر اختیار اللہ رب العزت کو حاصل ہے' اس کی ذات کے سوا کسی اور کو یہ امتیاز حاصل نہیں' یہاں تک کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی کنیز حضرت ام ابراہیم رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے حرام ٹھہرایا' یا شہد کھانے کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو

گذشتہ سے پیوستہ

عدولی کے نتیجے میں ہلاک ہوئیں' لہٰذا میں جب تمہیں کسی بات سے منع کروں اس سے باز آجایا کرو اور جب کسی بات کا حکم دوں تو جتنا ہو سکے' اس کی تعمیل کرو- (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری ساری امت جنت میں جائے گی' ہاں وہ لوگ جنت میں نہیں جائیں گے جو انکاری ہوں گے؟ آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی' وہ جنت میں جائے گا اور جس نے نافرمانی کی در حقیقت وہی انکاری ہوا (بخاری)

ان سطور کو پڑھ کر مسلمانوں کو بیدار ہو جانا چاہیے اور جس قدر صاف و صریح حکم عدولی اور خلاف ورزی ان سے ہو رہی ہے' اس سے پلٹ کر آپ اپنا محاسبہ کرنا چاہیے- اسی کے ساتھ ساتھ اب تک انھوں نے جس طرح شریعت الٰہیہ کو حکومت اور سیاست سے علیحدہ رکھا اور اس کو نجی اور ذاتی زندگی تک محدود سمجھا' اس سے بیزاری کا کھل کر اعلان کر دینا چاہیے' اس لیے کہ بلاشبہ یہ تصور کفر ہے' بلکہ یہاں بیک وقت دو کفر لازم آتے ہیں- ایک تو یہی تصور کفر ہے' کہ دین سیاست سے جداگانہ اور یکسر الگ ہے- دوسرے یہ بھی سراسر کفر ہے کہ جن حکموں کو اللہ اور اس کے رسول نے صادر نہیں کیا' ان کو آئینی حیثیت دے کر انھیں تسلیم کیا جائے-

خطاب کر کے فرمایا تھا۔

﴿یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (تحریم:۱)

اے پیغمبر جو چیز اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہے' اسے کیوں اپنے اوپر حرام کرتے ہو' کیا اس سے اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔[۱]

نیز سورۂ جاثیہ میں روئے سخن آپ ہی کی طرف کر کے ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْھَا وَلَاتَتَّبِعْ اَھْوَاءَ الَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ﴾ (جاثیہ:۱۸)

"پھر (اے پیغمبر) ہم نے تم کو دین کے کھلے راستے پر قائم کر دیا' پس تم اسی پر چلتے

---

[۱] امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک باندی تھی جس سے آپ قربت فرماتے تھے' حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ آپ کے اس قدر درپے ہوئیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس باندی کو اپنے اوپر حرام کر لیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَكَ﴾

حضرت ابن جریر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں' فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ وہ دونوں عورتیں کون تھیں؟ آپ نے فرمایا عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہما) اس قصے میں روئے سخن حضرت ماریہ قبطیہ کی طرف ہے جو فرزند رسول حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ جس دن حضرت حفصہ کی باری تھی رسول اللہ ﷺ نے اس کے گھر میں ماریہ سے قربت کی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو علم ہوا تو عرض کیا اللہ کے نبی ﷺ آپ نے جو کچھ میرے ساتھ کیا کہ میری باری پر' میرے دن اور میرے بستر پر' جیسا کیا ایسا اپنی کسی اور اہلیہ کے ساتھ نہیں کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لوں؟ اور دوبارہ اس سے قربت نہ کروں؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیوں نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہؓ کو بتا دیا۔ ادھر اللہ نے آپ کو بذریعہ وحی خبردار کر دیا اور یہ آیتیں نازل فرمائیں ﴿یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۔الخ﴾ نیز ہم تک یہ بات بھی پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے قربت فرمائی۔ زید بن اسلم نے کہا یہ کہنا کہ تو مجھ پر حرام ہے' لغو ہے۔

رہو اور ان لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو جو کچھ نہیں جانتے۔"

جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے اللہ نے یہ فرمایا کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنے کا آپ کو حق اور اختیار نہیں، ساتھ ہی آپ کو تنبیہ فرمائی کہ جاہلوں، کافروں، ملحد، بے دینوں اور نادان لوگوں کی پیروی نہ کریں تو آپ کے علاوہ دیگر انسانوں کو یہ حق کیونکر پہنچ سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دستور سازی اور قانون سازی کے منصب پر فائز کریں، عام پبلک یا قانون ساز اداروں کو دستور سازی کا حق سونپیں اور لوگوں کو اس کی تعمیل پر مجبور کریں۔ ہم تمام قوانین کی بابت نہیں کہتے، لیکن اکثر قوانین کے بارے میں ہم ضرور عرض کریں گے کہ ان کا براہِ راست ٹکراؤ اللہ کی برگزیدہ کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ سے ہوتا ہے اور یہ وضاحت پہلے گزر چکی کہ جو حکم اللہ نے نہیں اتارا اس کے مطابق فیصلہ دینا یا غیر اللہ کو ثالث بنانا کفر ہے، کیونکہ دنیاوی عدالتوں کے دستور ساز طاغوت کی حیثیت رکھتے ہیں اور طاغوت طغیان سے ماخوذ ہے جس کے معنی حد سے تجاوز کرنے اور آگے بڑھ جانے کے ہیں۔ یہ لفظ شیطانوں' کاہنوں اور ان تمام معبود ان باطل کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کی اطاعت اور بندگی اللہ تعالیٰ کے برعکس کی جائے۔
علامہ ابن القیم رحمتہ اللہ علیہ نے طاغوت کی نہایت جامع تعریف فرمائی ہے۔
آپ لکھتے ہیں:

"طاغوت" وہ تمام پرستش' پیروی اور پوجے جانے والی چیزیں ہیں جن کی تابعداری حد سے تجاوز کر کے کی جائے۔ ہر قوم کے وہ افراد بھی طاغوت کہلائیں گے جن کو اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر حکم اور ثالث بنایا جائے' اللہ کے بجائے ان کی پرستش کی جائے' اللہ کی دی ہوئی بصیرت کے خلاف آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلا جائے' یا یہ جانے بغیر کہ ان امور میں اللہ کی تابعداری کرنی چاہیے' ان کی اندھی تقلید کی جائے ---- الخ

طاغوت کی اس تعریف پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ انسانی قوانین کی ثالثی طاغوت میں شمار ہو گی' اور اس قسم کا قانون بنانے والے بھی طاغوت کے مصداق ہوں گے' کیونکہ یہ افراد ایسے خانہ ساز قوانین کے مطابق فیصلہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں جن کا کوئی تعلق اور نسبت کتاب و سنت اور اجماع امت سے نہیں ہوتا۔ یہ دستور ایسے افراد کی پراگندہ

فکری کا پلندہ ہوتا ہے جنھیں کوئی معرفت حاصل نہیں ہوتی' یا وہ اللہ کو پہچانتے ہیں لیکن ان کے دل میں شریعت الٰہیہ کا احترام نہیں ہوتا' پروردگار عالم کی ربوبیت اور اس کی الوہیت سے انھیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا' یا حقیقت میں وہ یہ سب جانتے ہیں لیکن اس کے باوجود ایمان کی دولت اور یقین کے سرمایہ سے ان کا دل خالی ہوتا ہے۔

چوتھا گناہ کبیرہ

کافر' مشرک' یہودیوں' عیسائیوں اور ملحدوں سے دوستی گانٹھنا'

اور جو لوگ اللہ کی پرستش کے ساتھ ساتھ نبیوں اور صالحین کی پرستش کر کے شرک کرتے ہیں' ان کی ہمنوائی کرنا

عزیز قاری تمھیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ نیک توفیق دے' جاننا چاہیے کہ کافروں اور مشرکوں سے دوستی گانٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی اور ان کے دین و آئین کی حمایت اور موافقت کی جائے' مال و دولت اور ہر چیز سے ان کی اعانت کی جائے' مسلم ملکوں کے خلاف کافر و مشرک ملکوں کے لیے جاسوسی کی جائے' ان کی آبادی کی راحت رسانی اور اس کی فراوانی کے لیے تگ و دو کی جائے اور اگر کوئی ان کے شر اور فساد کو دفع کرنے کے لیے ان کے ساتھ مداہنت اور چاپلوسی کرے تب بھی اس کا عذر قابل قبول نہ ہوگا' اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ اگر اس نے ہجرت نہیں کی تو جس قسم کے کفر اور شرک میں وہ لوگ ملوث ہیں یہ بھی اس سے آلودہ ہو جائے گا اور اپنے دین حنیف کو چھوڑ بیٹھے گا' تو اس صورت میں اس مقام سے ہجرت کرنا اس پر فرض ہوگا۔

ذیل میں ایسی بعض آیتیں اور روایتیں دلیل کے طور پر ذکر کی جاتی ہیں جن میں مشرکوں اور گمراہوں کی ہمنوائی کی بابت قرآن کریم کا صاف و صریح حکم وارد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَاتَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ

بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَ كُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ (ممتحنہ : ۱)

”اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو' حالانکہ تمھارے پاس جو دین حق آ چکا ہے' وہ اس کے منکر ہیں' وہ رسول کو اور تم کو وطن سے نکالتے ہیں' اس بنا پر کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمھارا پروردگار ہے' اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لیے گھروں سے نکلے ہو (پھر بھی) تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو' حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا علم ہے جو کچھ تم چھپ کر کرتے ہو اور جو کچھ اعلانیہ کرتے ہو اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔“

یہ مبارک آیت سورۂ ممتحنہ کی ہے۔ اس کے پس منظر میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ ہے۔ یہ روایت صحیحین میں ہے' حضرت علی رضی سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے' زبیر اور مقداد (رضی اللہ عنہم) کو بھیجا اور فرمایا تم (مدینہ سے قریب ایک مقام) روضہ خاخ تک جاؤ' وہاں ایک عورت ہے' اس کے پاس ایک خط ہے' وہ لے آؤ' ہم چلے اور گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے بڑھتے چلے گئے اور روضہ خاخ میں پہنچے' اس عورت سے خط مانگا' اس نے کہا میرے پاس نہیں ہے' ہم نے کہا یا تو خط دو نہیں تو ہم تلاشی لیں گے اور کپڑے اتاریں گے' یہ سن کر اس نے فوراً بالوں کی چوٹی میں سے خط نکال کر دے دیا' ہم اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' اس میں یہ لکھا تھا از جانب حاطب بنام بعض مشرکین مکہ' میں (اے مشرکین مکہ) تمھیں نبی (ﷺ) کی بعض باتوں اور کاموں کی خبر دیتا ہوں۔ حاطب وہاں موجود تھے' آپ نے فرمایا حاطب یہ کیا حرکت کی؟ حاطب نے کہا آپ ذرا توقف فرمائیے' قصہ پورا سن لیجیے --- میں قریش میں سے نہیں ہوں بلکہ ان کے حلیفوں میں سے ہوں اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کے رشتہ دار ہیں' تو بوجہ قرابت وہ مشرک لوگ ان کے اہل و عیال اور مال و اسباب کی نگہبانی کرتے ہوں گے لیکن میرے

ساتھ اتنا بھی نہیں کریں گے' اس لیے میں نے چاہا کہ کوئی ایسا کام کروں جس سے یہ مجھے اچھا سمجھیں اور میرے اہل وعیال ومال کو ضرر نہ پہنچائیں- یہ کام کوئی میں نے ان کو دوست جان کر یا اسلام سے مرتد ہو کر نہیں کیا نہ میں نے اسلام کے بعد کفر کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہوئے ایسا کیا- آپ نے فرمایا بے شک تو نے سچ کہا- حضرت عمر نے کہا آپ اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں- آپ نے فرمایا نہیں- یہ جنگ بدر میں شریک تھے اور تجھے معلوم نہیں کہ اللہ نے شرکاے بدر کے بارے میں کہا ہے کہ تم جو چاہو کرو تمھیں اللہ نے معافی دی ہے عمرو بن دینار (جو نیچے کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ اس وقت یہ آیت اتری:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ .... سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾

ان آیات پر رک کر غور کرنا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ ان کا مقصود کیا ہے؟ دراصل ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کر کے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ (اے ایمان والوں میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ) کہ ان سے محبت کا اظہار کرو' یا ان کی مدد کرو) تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ (یا ان کے ساتھ محبت کی کوئی صورت اپنانے لگو) جیسے یہی کہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی خبر یا آپ کے دل کی باتیں انھیں بتانے لگو' وقد کفروا (جب کہ انھوں نے کفر کیا) کیونکہ ان کا حال یہ ہے کہ انھوں نے کفر کیا- بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الحق (جو دین حق تمھارے پاس آیا) یعنی قرآن کریم اور خود ذات رسالت ﷺ آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ (اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا) یعنی راز فاش کرے گا اور دشمنان خدا سے دوستی کی طرح ڈالے گا فَقَدْ ضَلَّ سَوآءَ السبيل (وہ سیدھے راستے سے بھٹک کر دور جا پڑے گا) یعنی وہ جو کوئی ہو گا راہ ہدایت سے گمراہ ہو گا-

چنانچہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی مثال سامنے ہے' آپ سچے پکے مسلمان اور بزرگ صحابی تھے' آپ نے جنگ بدر میں بھی شرکت کی تھی' اس سب کے باوجود مذکورہ آیات میں آپ پر تنقید کی گئی اور جو کوئی ایسا کرے گا تنقید کا نشانہ بنے گا اور اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہو گا- یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے- ﴿لَنْ تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ﴾ (ممتحنہ : ۳) قیامت کے دن نہ تمھارے رشتہ

دار کام آئیں گے اور نہ تمھاری اولاد -اللہ تمھارے درمیان فیصلہ کر دے گا-

اور اگر خدا نخواستہ غزوہ بدر میں آپ کی شرکت نہ ہوئی ہوتی تو آپ کا قتل کیا جانا ناگزیر تھا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کا سر تن سے جدا کر دوں-"

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ میں اور اس کے پس منظر میں نازل شدہ آیات کے اندر ان لوگوں کے لیے بڑا سبق ہے جو اپنے مومن بھائیوں کے خلاف کافروں کے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں' ان کے مفاد کے لیے تگ و دو کرتے ہیں' ان کے لیے تجسس اور جاسوسی جیسا گھناؤنا جرم کرتے ہیں اور دل سے یہ چاہتے ہیں کہ وہی لوگ بالادست اور حاکم رہیں اور مسلمانوں کو بالادستی اور حاکمیت نصیب نہ ہو-

قرآن کریم میں ایسی آیتیں بکثرت وارد ہیں جن میں کافروں مشرکوں اور بے دینوں سے ترک تعلق اور ترک موالات کی تاکید وارد ہے-اس سلسلے کی دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے-

﴿لاَتَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُم أَوْ أَبْنَاءَ هُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ (مجادلة:۲۲)

"جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں' تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے' اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان کے لوگ ہوں-"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں تم ان میں سے کسی کو ایسے لوگوں سے محبت کرتے ہوئے نہیں پاؤ گے جو اللہ اور اس کے رسول سے برسرپیکار ہوں' خواہ ان کے کتنے ہی قریبی رشتہ دار اور عزیز و اقارب کیوں نہ ہوں-یہ اس لیے کہ اس قسم کی حرکت ایمان' و یقین کے برعکس اور اس کی ضد ہے' جیسے آگ پانی کا ملاپ نہیں ہو سکتا' اسی طرح کسی دل میں ایمان اور ایسے کافروں کی دوستی یک جا نہیں ہو سکتی جو ایمان والوں سے دشمنی رکھتے ہوں-

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾(توبة:۲۳)

"اے ایمان والو! اگر تمھارے باپ دادا اور تمھارے بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کو عزیز رکھیں تو انھیں اپنا رفیق نہ بناؤ اور تم میں سے جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں"

ان دو آیتوں میں پوری وضاحت موجود ہے اور اس حقیقت کا کامل اظہار ہے کہ کافروں مشرکوں اور بے دینوں سے محبت کا اسلام میں کہیں جواز نہیں۔نہ ایسا کرنے والوں کا کوئی عذر قابل قبول ہو سکتا ہے خواہ یہ کافر' مشرک اور بے دین تمھاری اولاد' ماں باپ یا کوئی عزیز رشتہ دار کیوں نہ ہو؟ ان کافروں کی موافقت یا ان کی ہاں میں ہاں اس لیے ہرگز نہیں ملانی چاہیے کہ ان کی ذات سے کوئی فائدہ پہنچے گا' یا مال کے بارے میں جو خدشے اور اندیشے لاحق ہیں ان سے حفاظت نصیب ہوگی جیسا کہ بیشتر لوگ اسی قسم کا عذر لنگ پیش کرتے ہیں'----خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جب قریبی غیر مسلم عزیزوں سے دوستی کی ممانعت اتنی شدید ہے تو دور کے کافر رشتہ داروں سے اظہار محبت کرنے اور ان کے دین کی بے جا حمایت کرنے کی کس قدر ممانعت ہوگی۔

تیسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ﴾ (هود:۱۱۳)

"اور جو لوگ ظالم ہیں ان کی طرف مت جھکو کہ کہیں تم کو بھی آگ چھو جائے اور اللہ کے سوا تمھارے اور دوست نہیں ہیں۔پھر تم (کہیں سے) مدد نہ پاسکو گے)"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واشگاف فرمایا کہ ظالم کافروں اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی طرف میلان بھی آتش دوزخ میں جا پڑنے کا سبب ہے اور اس بارے میں کوئی فرق نہیں کہ یہ میلان کسی ڈر کی وجہ سے ہو یا ڈر کے بغیر یونہی ہو' البتہ جس شخص پر زبردستی کی جائے وہی اس سے مستثنیٰ ہوگا۔غور کرنا چاہیے کہ جب خوف ودہشت کے عالم میں کافروں سے کی گئی دوستی کا حکم یہ ہے تو ان کے ساتھ کی گئی کسی ایسی دوستی کا عالم کیا ہوگا

جس کو دین' آئین اور حسن تدبیر کی رو سے درست سمجھا جائے' اپنی بساط کے مطابق مال اور تدبیر سے ان کی مدد کی جائے اور اس دوستی کی آڑ میں توحید کے پروانوں کے زوال کی درپردہ آرزو کی جائے اور مسلمانوں کے اوپر مشرکوں کی بالادستی کا سامان کیا جائے۔ اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ کافروں سے محبت اور ان کی طرف میلان سراسر گمراہی اور کفر ہے ---- بہر کیف اوپر ہم نے تین آیتیں ذکر کیں جو خدا نے چاہا تو ثبوت کے لیے کافی ہیں' ورنہ اس سلسلے میں آیتیں اور بھی وارد ہیں۔

اس سلسلے کی چوتھی دلیل نبی کریم ﷺ کا وہ ارشاد ہے جس کو امام ابوداؤد اور دیگر محدثین رحمہم اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَ سَكَنَ مَعَهُ فَاِنَّهُ مِثْلُهُ))

"جو کوئی مشرکین کے ساتھ اختلاط رکھے اور ان کے ساتھ بود و باش اختیار کرے' وہ بھی انہی کے جیسا ہوگا"

اس حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ اختلاط' میل ملاپ اور ان کے ساتھ رہن سہن رکھنے والوں کو انہی کے مثل گردانا ہے۔ جب میل جول رکھنے والوں کا یہ حال ہے تو ان کے دین کی حمایت کرنے اور اس کا اظہار کرنے والوں کا حکم آخر کیا ہوگا؟

❋ ❋ ❋

پانچواں کبیرہ گناہ

بد فالی اور بدشگونی لینا شرک ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((لَاعَدْوٰی وَلَاطِیَرَةَ وَلَاھَامَّةَ وَلَاصَفَرَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ وَزَادَ مُسْلِمٌ وَ لَانَوْءَ وَلَا غُوْلَ)).

"چھوت چھات کوئی چیز نہیں' بدشگونی کوئی چیز نہیں' ہامہ اور صفر کوئی چیز نہیں۔ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔ مسلم نے اس پر اتنا اضافہ کیا ہے کہ نچھتر کوئی چیز نہیں اور بھوت پریت کوئی چیز نہیں"

عرب زمانہ جاہلیت میں بتوں اور ستاروں کی پرستش کے ساتھ ساتھ ایسے فاسد عقائد میں گرفتار تھے جن کی بنیادی وجہ توحید سے ناواقفیت اور ان حقوق سے ان کی جہالت تھی جو اللہ کے لیے بندوں کے ذمہ واجب ہوتے ہیں۔ ان کے بعض نہایت غلط عقائد یہ تھے۔

۱۔ دورِ جاہلیت کے عرب یہ سمجھتے تھے کہ کسی کو مشیت خداوندی یا تقدیر الٰہی کے بغیر چھوت چھات کا عارضہ لاحق ہو سکتا ہے اور بیمار آدمی کا مرض تندرست آدمی کو لگ جاتا ہے۔

۲۔ اسی طرح "طیرہ" پر بھی وہ عقیدہ رکھتے تھے۔ طیرہ پرندے کے دائیں طرف اڑنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے یہ لفظ ماخوذ ہے۔ اس کی صورت ان کے نزدیک یہ ہوتی تھی کہ جس کسی کے دل میں کوئی ارادہ ہوتا اور معاً کوئی پرندہ اس کے دائیں طرف پرواز کر جاتا تو یہ شخص جھٹ اس پرواز کو برکت کے حصول کا سبب سمجھتا۔ اسے مبارک و مسعود خیال کرتا اور

اس سے اچھا شگون لیتا- اور اگر پرندہ بائیں طرف اڑ جاتا تو یہ اس کو اپنے لیے فال بد سمجھتا- اسی طرح عرب الو کی آواز سے بد شگونی لیتے تھے- ماہ صفر کی آمد کو نحس خیال کرتے تھے' کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ اس مہینے میں بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں' جنگ کے شعلے بھڑکتے ہیں اور قتل وغارت گری اور خونریزی کا بازار گرم ہوتا ہے' حالانکہ اس تمام تر جنگ و جدال کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ صفر کا مہینہ محرم کے بعد آتا ہے اور دوسرے حرمت والے مہینوں کی طرح محرم بھی حرمت والا مہینہ ہے' جس میں جنگ نہیں ہوا کرتی تھی' لہٰذا ظاہر ہے کہ جو جنگیں محرم کی وجہ سے ٹل جاتی تھیں صفر کی آمد پر ان جنگوں کا جو لاوا اندر اندر رپکتا تھا' وہ اس مہینے میں پھوٹ جاتا تھا اور صفر میں بکثرت لڑائیاں چھڑ جاتی تھیں- اسی طرح عرب بدھ کے دن کو منحوس خیال کرتے تھے اور شوال کے مہینے میں شادی بیاہ کو اچھا نہیں سمجھتے تھے-

۳- عربوں کی ایک جہالت یہ تھی کہ وہ ہر کام کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرتے تھے جیسے بارش وغیرہ کے لیے پچھتر پر عقیدہ رکھتے تھے- پچھتر چاند کا برج ہے جس میں چاند رات کو ٹھہرتا ہے- جاہل عرب یہ سمجھتے تھے کہ چاند فلاں برج سے نکل کر فلاں برج میں پہنچا' اسی لیے بارش ہوئی- کبھی وہ یوں کہتے کہ فلاں تارے یا ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی' کبھی ہواؤں کا چلنا اور موسم کا بدلنا بھی انہی تاروں کا کرشمہ قرار دیتے تھے-

۴- عرب بھوت پریت پر بھی یقین رکھتے تھے کہ بھوت پریت جنوں اور شیطانوں کی ایک قسم ہے- عرب یہ سمجھتے تھے کہ بھوت طرح طرح کی شکل میں لوگوں کے سامنے آتے ہیں' انھیں غلط راستوں پر ڈال دیتے ہیں اور اللہ کی مشیت اور اس کی مرضی کے بغیر محض اپنی طاقت کے بل پر لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں یا انھیں ادھر ادھر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیتے ہیں-

اسی قسم کے عقائد میں عرب ڈوبے ہوئے تھے کہ اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو سارے عالم کے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا تاکہ آپ شرک کی اندھیریوں اور شیطانی اوہام سے لوگوں کو نکال باہر کریں تاریخ شاہد ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس انداز سے تبلیغ و دعوت کا سلسلہ جاری کیا کہ بتوں کی پرستش کی جڑیں کاٹ دیں

اور ان تمام عقائد کی بنیادیں کھوکھلی کر ڈالیں جن پر توحید کی مخالفت کی عمارت استوار تھی۔ آپ نے اس دعوت کو عام کیا کہ اللہ کے بندے صرف اللہ کی وحدانیت اور اس کی عبادت کے لیے یکسو ہو جائیں۔ اس کے علاوہ کسی مخلوق کی تابعداری اور پرستش میں ان کا دل اٹکا نہ رہے۔ خواہ وہ مخلوق کوئی رسول یا فرشتہ ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور---! آپ نے پوری شدت اور تندہی سے اس تعلیم کو عام کیا کہ بندے یہ عقیدہ دل سے نکال دیں کہ اللہ کے سوا بھی کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے' اور یہ واقعہ ہے کہ آپ ان دروازوں اور شگافوں کو بند کر دینے کے لیے ہر آن کوشاں رہتے تھے کہ جہاں سے شرک کے جراثیم بندوں کے اندر سرایت کرتے ہیں۔

یہ عقائد چونکہ عربوں کے دلوں میں راسخ ہو چکے تھے اس لیے اس ارشادِ نبویؐ میں پوری شدت سے ان کی نفی وارد ہوئی اور آپ نے یہ کہہ کر ان خرافات کی جڑیں کاٹ دیں کہ لَاعَدْوَیٰ وَلَاطِیَرَةَ ...... الخ (چھوت چھات کوئی چیز نہیں' بدشگونی لینا کوئی چیز نہیں) لیکن یہاں اس حقیقت کو بھی خوب جان لینا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں چھوت چھات[1] کے اسی مخصوص تصور ہی سے تعرض کیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں عام تھا اور جس کی رو سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی ہستی ہے جو ہمارے امور سرانجام دیتی ہے یا ان میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ یہ تصور سراسر جاہلی اس لیے ہے کہ اس طرح سوچنے سے درحقیقت بندے کے دل سے اللہ کا تصور معدوم ہوتا ہے اور غیر اللہ کا تصور راسخ ہوتا ہے۔ اس کے بالکل برعکس آپؐ نے یہ سکھایا کہ مختلف حوادث اور واقعات کے ظہور کے موقع پر بندہ دل و جان سے یہ یقین کر لے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور جب اللہ کی طرف سے ہونے اور غیر اللہ سے نہ ہونے کا دل میں یقین جاگزیں ہو تو اسباب اور ذرائع کو استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ بندے کو یہی چاہیے کہ مقاصد کے حصول کے لیے اسباب کو کام میں لائے اور نتیجہ اللہ کے سپرد کر دے اور توکل بھی فقط اللہ کی ذات

---

[1] طبعی اور حسی مشاہدہ شاہد ہے کہ اللہ کی مشیت اور اس کی مرضی ہو تو کچھ امراض ایک سے دوسرے کو لاحق ہو جاتے ہیں کیونکہ مریض سے اختلاط کی صورت میں کوئی تندرست جسم بیماری کے جراثیم کا اثر قبول کر لیتا ہے' جب کہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کوئی جسم بیماری کا کوئی اثر نہیں لیتا کیونکہ اس کے اندر حفاظت اور بچاؤ کی توانائی موجود ہوتی ہے۔

پر کرے۔

بنابریں تندرست آدمی چھوت چھات کی بیماری میں مبتلا مریضوں سے دور رہے لیکن زمانہ جاہلیت کی طرح یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھے کہ چھوت چھات والے یہ امراض ازخود بیماری پھیلاتے ہیں' البتہ خرابی اور بگاڑ سے دور رہے' جذام' کوڑھ اور دیگر متعدی امراض[1] سے گریز کرے اور دل سے یقین رکھے کہ کون و فساد کی اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے اور اگر اس نکتے کو ملحوظ رکھا گیا تو ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَاعَدْوٰى وَلَاطِيَرَةَ)) چھوت چھات اور بری فال لینا کوئی چیز نہیں

اور۔

((فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ)) کوڑھی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو

نیز بیشتر احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے امت کو تعلیم فرمائی اور اس حقیقت کو ذہن نشین فرمایا کہ ''طِيَرَة'' یعنی بری فال لینا شرک ہے' چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔

((اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ' اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ وَمَامِنَّا اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ))[2]

''بری فال لینا شرک ہے' بری فال لینا شرک ہے' ہم میں سے کسی نہ کسی کے دل میں (یہ ہوتا ہے) لیکن توکل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو دفع کر دیتا ہے''

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا

---

[1] اصطلاح میں متعدی امراض وہ ہیں' جو کسی بیمار سے تندرست کو لگتی ہیں۔

[2] اس حدیث میں ضمیریں پوشیدہ ہیں۔ پوری عبارت یوں ہے۔

((وَمَامِنَّا اِلَّا وَقَدْ وَقَعَ فِيْ قَلْبِهِ شَيْءٌ عِنْدَ ذٰلِكَ لٰكِنْ لَمَّا تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ فِيْ جَلْبِ النَّفْعِ وَ دَفْعِ الضَّرَّاءِ ذَهَبَهُ اللّٰهُ عَنَّا بِتَوَكُّلِهٖ عَلَيْهِ وَحْدَهٗ)).

ہم میں سے کسی نہ کسی کے دل میں اس قسم کا واہمہ ضرور پیدا ہوتا ہے' لیکن نفع کے حصول اور مضرت کے دفعیہ کے لیے اگر ہم نے اللہ پر توکل کیا تو اس توکل کی وجہ سے وہ ذات وحدہ لاشریک ہم سے ہم مضرت کو دفع کر سکتی ہے

ہے کہ:

((مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ فَقَدْ اَشْرَكَ قَالُوا فَمَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ قَالَ اَنْ تَقُوْلَ اللّٰهُمَّ لَاخَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَاطَيْرَ اِلَّاطَيْرُكَ وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ)).

"بری فال لینے کی وجہ سے جو کوئی اپنی کسی ضرورت سے باز رہا' اس نے شرک کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا پھر اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: یہ کہنا چاہیے کہ اے اللہ تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں' تیرے (بنائے ہوئے) نصیبے کے سوا کوئی نصیبہ نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"

نیز انھوں نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو نقل کیا کہ

((اِنَّمَا الطِّيَرَةُ مَا اَمْضَاكَ اَوْ رَدَّكَ)).

"فال وہ ہے جو تمھیں کوئی کام کر گزرنے یا اس سے رک جانے پر آمادہ کرے"

اور جو یہ حدیث میں ہے کہ ولا هامَةَ وَلَاصَفَرَ اس سے اسی قسم کے شگون کی ممانعت تھی جیسا شگون زمانہ جاہلیت میں عربوں میں عام تھا۔ جیسا کہ "صفر" کی وضاحت میں پہلے گزرا اور ہامہ سے مراد الو ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو کوئی کسی مہینے کو نحس سمجھے گا کسی دن' مکان' عورت لڑکے' بچے' کوے' کی کائیں کائیں' گدھے کی آواز یا چھینک سے ایسا کوئی شگون لے گا جس کی وجہ سے درپیش کسی کام سے ہاتھ کھینچ لے گا تو اس کا یہ عمل ان حدیثوں کے الدّ خلاف ہوگا جن میں اس قسم کے شگون کو شرک بتایا گیا ہے' اور اگر شرک اکبر نہیں تو اس کا شمار شرک اصغر میں ضرور ہوگا۔

یہ اور اس مفہوم کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی اصلاح کی کتنی فکر تھی اور کل ملت اسلامیہ کے لیے آپ کی ذات کتنی شفیق اور مہربان تھی۔ درحقیقت آپ نہیں چاہتے تھے کہ لوگ شرک کے مہیب غاروں میں گریں یا مشرکانہ طور طریق کو اختیار کریں۔ رسول اللہ ﷺ ہی کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (توبة : ١٢٨)

"(لوگو) تمھارے پاس ایک ایسے رسول آئے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں تمھاری

خواہش وتکلیف ان پر بہت گراں گزرتی ہے۔وہ تمھاری بھلائی کے بہت خواہش مند رہتے ہیں (خاص کر) مسلمانوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔"

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شرک کے ایک ایک چور دروازے کو بند کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کوشاں تھے اور اس کی بے حد تمنا رکھتے تھے کہ کوئی بندہ شرک کے راستے پر نہ چل پڑے۔

لیکن یہ دیکھ کر سخت دکھ ہوتا ہے کہ آج مسلمانوں میں جہالت عام ہے' بالخصوص توحید کے عقیدے پر ان کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی ہے' اس لیے زمانہ جاہلیت کے غلط عقیدے بھی ایک ایک کر کے مسلمانوں میں سرایت کرتے جا رہے ہیں اور اس جہالت 'ضعف ایمانی اور عقیدہ توحید میں نقص کی وجہ یہ ہے' کہ مسلمانوں میں صحیح بیداری کا دور دور تک پتا نہیں' بدعتی اور گمراہ فرقوں سے ان کا اختلاط اور میل جول عام ہے اور ان میں وہ داعی اور مصلح نہیں پائے جاتے جو انھیں یہ بتائیں کہ مسلمان کو کون سا عقیدہ رکھنا چاہیے' کون سا عقیدہ رکھنا مناسب نہیں اور شرک اکبر کیا ہے؟ شرک کے چور دروازے کیا ہیں جن کی وجہ سے عقیدۂ توحید میں پختگی نہیں پیدا ہوتی اور اس کا مرتکب ساحل شرک سے ہم کنار ہو جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے تنبیہ کی ہے کہ جس نے اس کا ارتکاب کیا اور توبہ کے بغیر مر گیا' وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ (مائدہ: ۷۲)

"بلاشبہ جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی یار و مددگار نہیں"

نیز فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾ (نساء: ۴۸)

"بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے' اس

کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کا شریک بنایا' وہ اللہ پر بہتان باندھ کر بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔"

شرک ہی میں غرق ہونے کا نتیجہ ہے کہ عوام کی بھاری اکثریت ماہ صفر کو نحس سمجھتی ہے' کسی رہائشی مکان کو منحوس خیال کرتی ہے' شادی شدہ بیوی یا خریدے گئے جانور سے برا شگون لیا جاتا ہے' بعضے ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی بچے کی پیدائش کو اچھا برا سمجھتے ہیں' یا اگر کسی کو چھینک آ جاتی ہے اور انھیں کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو نہیں کرتے' بعض جاہلوں کی زبانی ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ جب سے میں نے اس گھر میں رہائش اختیار کی ہے یا فلاں عورت سے میرا نکاح ہوا ہے یا فلاں بیوی سے میرا لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی ہے' میں نے خوشی کا منہ نہیں دیکھا' بلکہ تنگی' فقر و فاقہ اور فلاں فلاں مصیبت ہی میں گرفتار ہوں' حالانکہ اس جاہل کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ (شوری: ۳۰)

"اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے' وہ تمھارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے اور بہت سے تو وہ درگزر کر دیتا ہے"

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (حدید : ۲۲)

"کوئی مصیبت ملک پر اور خود تم پر نہیں آتی مگر وہ کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو دنیا میں پیدا کریں' بلاشبہ یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے۔"

وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ کی گھر کس نحوست اس کے محل وقوع کی تنگی یا خرابی کی وجہ سے ہوتی ہے' بیوی اس لیے نحس ہوتی ہے کہ شوہر یا پڑوسیوں سے اس کا برتاؤ اچھا نہیں ہوتا اور یہ حقیقت ہے کہ منفعت اور مضرت تمام تر اللہ کے ہاتھ میں ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ نہیں چاہے گا کوئی مخلوق کسی کو ذرہ برابر نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ اِلاَّ هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِهِ﴾ (یونس: ۱۰۷)

"اور (دیکھو) اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچادے تو اس کے سوا کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں۔"

اسلامی عقائد کے مبادی اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ صاحب ایمان مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ صرف اللہ کی ذات کائنات کی خالق' اس کی مالک اور اس کی نگران کار ہے۔ اختیار صرف اسی کے ہاتھ میں ہے' کوئی مخلوق خواہ کتنی بڑی کیوں نہ ہو' پیغمبر ہو یا کوئی اور کائنات کے نظم یا اس کی نگرانی میں اس کو ذرہ برابر دخل نہیں۔ ہندووں کے امور کی تدابیر کا کسی کو کوئی اختیار نہیں' نہ کسی کی قسمت بنانے یا بگاڑنے کا کسی کو حق حاصل ہے۔ اللہ رب العزت اپنے رسول ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿قُلْ لاَّ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلاَنَفْعًا اِلاَّمَاشَاءَ اللّٰهُ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلاَ يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلاَ يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ (یونس: ۴۹)

"(اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ میں تو اپنے نقصان اور فائدے کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتا' مگر جو اللہ چاہے۔ ہر گروہ کے لیے ایک وقت مقرر ہے' جب ان کا وقت آجاتا ہے تو پھر وہ ایک گھڑی بھر کی نہ دیر کر سکتے ہیں اور نہ جلدی کر سکتے ہیں۔"

جب پیغمبر کو اس طرح خطاب ہے تو اور کسی فرد بشر کا بھلا کیا حال ہو گا؟

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

❋ ❋ ❋

چھٹا' ساتواں' آٹھواں' نواں' دسواں' گیارھواں کبیرہ گناہ

قبروں کو سجدہ گاہ بنانا' ان پر چراغ جلانا' اللہ کو چھوڑ کر مزاروں کو بت بنا کر انھیں پکڑے رہنا' ان کے گرد پھیرے لگانا' ان کو چومنا چاٹنا اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا

ایک عرصے سے مسلمانوں کی بھاری اکثریت جس عظیم مصیبت اور بڑے فتنے میں گرفتار ہے وہ ان قبروں اور گنبدوں کی تعمیر ہے جو نبیوں اور صالحین کے مزاروں پر ہوتی آتی ہے۔ آج بزرگوں کے مزاروں پر سجدہ کیا جاتا ہے' قبروں پر چراغ جلائے جاتے ہیں' بتوں کی طرح انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے' ان کے گرد پھیرے لگائے جاتے ہیں' ان کو چوما جاتا ہے' ان کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھی جاتی ہیں' قبروں' قبوں اور مزاروں کا یہ فتنہ آج عالم اسلام کا المیہ بن چکا ہے اور سعودیہ عربیہ کو چھوڑ کر تمام مسلم ممالک اس لعنت میں بری طرح گرفتار ہیں۔ سعودی عرب کا خطہ اس لعنت سے صرف اس لیے محفوظ ہے کہ بارھویں صدی کے مجدد اور وقت کے عظیم مصلح شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمتہ اللہ علیہ نے اس ملک کو دعوت و تبلیغ کا مرکز بنایا اور ان کے بعد آل سعود کے بیدار مغز حکمرانوں اور صوبہ نجد کے بے لوث عالموں نے اس خالص سلفی دعوت کو عام کرنے کی انتھک کوشش کی۔ مشرکانہ رسموں اور بدعات کے مقابلے میں انھوں نے کسی مداہنت' نرمی' سستی یا کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ نہ ان کی ان سرگرمیوں میں کبھی اضمحلال پیدا ہوا' توحید کو عام کرنے اور سنت مطہرہ کو زندہ رکھنے کے لیے ان اسلاف صالحین نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا اور پوری مملکت میں بزرگان دین کی قبر پرستی کی شکل میں جو شرک پھیلتا اور روز بروز زور پکڑتا جا رہا تھا ان علمائے

کرام نے اس کا بالکلیہ سدباب کیا- اپنی تصانیف میں ان کے خلاف پوری وضاحت اور تفصیل سے لکھا اور کیا کھلم کھلا شرک' اس کے عواقب اور اس کے انجام سے امت کو ڈرایا اور اس سلسلے میں صحیح اور حسن احادیث سے استدلال پیش کیا- یہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے وہ فرمودات ہیں جن کا سلسلہ تواتر تک پہنچتا ہے اس مضمون کی بعض احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں-

۱- حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول ہے انھوں نے فرمایا:

((لَمَّا نَزَّلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهُ عَلٰى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا فَقَالَ وَهُوَ كَذَالِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَ النَّصَارىٰ اِتَّخَذُوا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ))

"جب رسول اللہ ﷺ پر حالت مرگ طاری تھی تو حضور اکرم کبھی چہرہ مبارک پر دھاری دار کملی ڈالتے' پھر گھبرا کر کھول دیتے تھے' اسی حالت میں آپؐ نے فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو' انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بناڈالا-"

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ))

"یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بناڈالا"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے آخری دم تک اللہ کے رسول ﷺ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے روکا ہے اور ہر چند کہ آپؐ نے اس فعل پر یہودیوں پر لعنت فرمائی لیکن براہ راست اپنی امت کو بھی آپؐ نے کڑی تنبیہ فرمائی-

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں-

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارىٰ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ

قَبْرُهُ غَيْرَ اَنَّهُ خُشِيَ اَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا)). (متفق علیه)

"رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا جس سے آپ پھر اٹھ نہیں سکے کہ یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو جنھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مسجدیں بنا ڈالا' اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ کی قبر مبارک کو بالکل نمایاں کر دیا جاتا' مگر خوف یہ تھا کہ آپؐ کے روضے کو بھی مسجد بنالیا جائے گا۔" (بخاری ومسلم)

(خُشِيَ خاء پر پیش کے ساتھ یعنی نمایاں نہ کیے جانے کی علت مسجد بنائے جانے کا اندیشہ تھا۔)

۲۔ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں جید سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ))

"وہ لوگ بدترین انسان ہوں گے جن کی زندگی میں ان کے اوپر قیامت آئے گی' اور وہ لوگ بھی بدترین انسان ہوں گے جو قبروں کو سجدہ گاہ بنائیں گے"

۳۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِتَّخَذُوا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ)). (رواه احمد)

"یہود پر اللہ کی لعنت ہو جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا اس روایت کو امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا"

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ رَوَاهُ الْإِمَامُ اَحْمَدُ وَ اَهْلُ السُّنَنِ)).

"اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو قبروں کی زیارت کے لیے جاتی ہیں اور جو قبروں کو سجدہ گاہ بنا کر انھیں تھامے ہوتی ہیں اور جو ان پر چراغ جلاتی ہیں۔ اس روایت کو امام احمد اور اہل سنن رحمہم اللہ نے نقل کیا۔"

۵۔ صحیح بخاری میں ہے کہ:

عُمَرَ بْنُ الْخَطَّابِ رَاٰی اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ الْقَبْرَ الْقَبْرَ!

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ہاں ہاں یہ قبر ہے قبر"

یہ اس امر کی دلیل ہے کہ قبروں پر نماز کی ممانعت کا جو حکم رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے وہ تمام صحابہ کے نزدیک اجماعی اور متفق علیہ تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قبروں پر سجدہ کرنا ان کے نزدیک جائز تھا اس لیے کہ یقین غالب ہے کہ آپ کو ان قبروں کا کوئی علم نہیں تھا' یا آپ نے قبروں کو نہیں دیکھا' یا آپ بھول گئے تھے' لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں ٹوکا تو آپ کو یاد آیا:

۶- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلاَّ الْمَقْبَرَةُ وَالْحَمَّامُ)).

"قبرستان اور حمام کو چھوڑ کر کل روئے زمین سجدہ گاہ ہے"

اس روایت کو احمد اور چاروں ائمہ نے نقل کیا اور ابو حاتم اور ابن حبان نے اس کی تصحیح کی۔

۷- پھر نہایت اثر انگیز اور مؤثر بات وہ ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور اس کی تاکید کی کہ نماز پڑھنے والے اور اس کے قبلے کے درمیان کوئی قبر نہ ہو چنانچہ مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لاَتَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلاَ تُصَلُّوا اِلَيْهَا))

"قبروں پر مت بیٹھو' نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو"

نیز اس حدیث کی روشنی میں ان لوگوں کا قول بھی باطل ہو جاتا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ قبر پر نماز کی ممانعت اس لیے ہے کہ قبروں کے اندر نجاست اور گندگی ہوتی ہے یہ سوچنا اس لیے بھی باطل ہے کہ متعدد وجوہ کی بنا پر یہ استدلال ان مقاصد اور اغراض کے خلاف جاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر تھے۔

استدلال باطل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ مذکورہ تمام روایتوں میں اس بارے میں کوئی فرق نہیں بتایا گیا کہ قبریں نئی ہیں یا پرانی ہیں یا ڈھکی ہیں یا کھلی ہوئی ہیں' جب کہ ناپاکی کی

دلیل دینے والے اسی قسم کی علت پیش کرتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود و نصاری پر اس لیے لعنت فرمائی کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا اور یہ امر یقینی ہے کہ یہ ممانعت کسی نجاست کی وجہ سے نہیں تھی اس لیے کہ نبیوں کی قبریں اس خصوص کی ضمن میں ہر گز نہیں آسکتیں کیونکہ انبیا کے مدفن زمین کے پاکیزہ ترین گوشے ہوتے ہیں' جہاں ناپاکی کا کہیں گزر نہیں ہوتا' پھر اللہ نے نبیوں کے جسم کو زمین پر حرام کر دیا ہے' زمین ان کو گلا یا کھا نہیں سکتی' اس لیے انبیا کی قبروں میں ان کے جسم تر و تازہ اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت ان قبروں کی سمت رخ کر کے نماز پڑھنے سے وارد ہوئی ہے (اور ظاہر ہے اس صورت میں دور دور تک نجاست کا سوال نہیں پیدا ہوتا)

چوتھی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہے کہ حمام اور قبرستان کو چھوڑ کر کل روئے زمین سجدہ گاہ ہے۔ اگر ان دو مقامات پر کسی گندگی کی وجہ سے نماز سے ممانعت وارد ہوتی تو حماموں اور قبرستانوں کے بجائے پاخانوں اور گندے نالوں کو بھی مستثنیٰ کیا جاتا' اس لیے کہ یہ جگہیں کھلم کھلا گندگی سے آلودہ ہوتی ہیں۔

۸۔ صحیح حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ آپ نے فرمایا:

((إِنِّي أَبْرَءُ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يَّكُوْنَ لِيْ مِنْكُمْ خَلِيْلٌ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا غَيْرَ رَبِّيْ لَاتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِ هِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا وَإِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ)).

"سنو! اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے میں ہر دوست کی اندرونی دوستی سے بری ہوں اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا' مگر (میرے اور ان کے درمیان) اسلامی برادری ہے۔ سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے' میں اس سے منع کرتا ہوں"

یہ احادیث جو ہم نے پیش کیں ان کی حیثیت دریا کے سامنے قطرے اور کھلیان کے سامنے دانے کی سی ہے۔ پھر بھی ناظرین ان پر غور کریں اور فکر و تدبر سے انھیں پڑھیں تو

اندازہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات امت کے لیے کس قدر رأفت و رحمت اور شفقت کی باعث تھی' چنانچہ اپنی وفات سے پہلے آپ نے یہود و نصاری پر لعنت فرمائی اور بعض احادیث میں ہے کہ سکرات کے عالم میں آپ نے امت کو یہود و نصاری کی مشابہت سے منع فرمایا اور اس کی تاکید کی کہ جس طرح انھوں نے نبیوں اور صالحین کی قبروں کو پوجنا شروع کیا ان کی پیروی کرتے ہوئے تم بھی اس قسم کی حرکت ہرگز نہ کرنا اور احادیث میں اس موقع پر جو مسجد (یا سجدہ گاہ) کا لفظ وارد ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو پرستش کی جگہ نہ بنانا' نیز ارشاد نبوی کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں کہ آپ نے فرمایا:

((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَ النَّصَارٰى))

"یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہے"

دوسری روایت یوں ہے۔

((قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى اِتَّخَذُوا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ))

"اللہ یہود و نصاری کو ہلاک کرے کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا"

ایک روایت میں ہے۔

((اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ))

"سب سے بدترین وہ لوگ ہیں جن پر قیامت آئے گی جب کہ وہ زندہ ہوں گے اور جو لوگ قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں"

جب کہ ایک روایت میں ہے۔

((اِنِّیْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ))

"میں تمھیں اس سے منع کرتا ہوں"

افضل خلائق اور دنیا کے سب سے پاکیزہ ترین انسان سے یہ اور دیگر جس قدر ارشادات وارد ہیں' ان سب کا مدعا یہی ہے کہ یہ فعل قطعی حرام ہے اور حدیث میں یہ جو وارد ہے کہ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِد (انھوں نے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا) تو یہ قبر

پر عمارت یا قبہ تعمیر کرنے' قبروں کے پاس نمازیں پڑھنے' یا ٹھیک قبروں کے اوپر نمازیں پڑھنے کو شامل ہے' اور یہ واقعہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کام حرام اور تباہ کر دینے والا کبیرہ گناہ ہے' کیونکہ اسی دروازے سے شرک اکبر کو گھسنے کی راہ ملتی ہے۔

مزید وضاحت کے لیے عرض ہے کہ قبروں پر صرف عمارتیں کھڑی کر دینے سے شرک رونما نہیں ہوتا۔ لیکن کیا اس سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ عمارت اور گنبد بن جانے سے صاحب مزار کی ہیبت زائر کے دل میں سما جاتی ہے؟ اور وہ مبہوت ہو کر دم بخود رہ جاتا ہے؟ بلکہ یہ صورت تو اس وقت سوا ہو جاتی ہے جب مزار نقش و نگار سے آراستہ ہوتا ہے' اس کے در پر روپہلی یا سنہری کاموں کی بھرمار ہوتی ہے۔ قبر کے آس پاس جا بجا زر نگار پردے پڑے ہوتے ہیں' برقی قمقمے روشن ہوتے ہیں' نقش کھدے ہوتے ہیں' جگہ جگہ چوکی پہرے اور دربان مقرر ہوتے ہیں' مجاوروں کے جھرمٹ لگے ہوتے ہیں' بس ایسی ہی جگہوں پر بڑے بڑے فتنے رونما ہوتے ہیں اور نادان و کم سواد لوگ پھسل جاتے ہیں۔ چنانچہ قبروں کی زیارت کرنے والا جب ان قبروں کی اس قدر عظمت اور توقیر دیکھتا ہے مجاوروں کی لن ترانی اور کارگزاری اس کے سامنے آتی ہے' وہ اپنی چرب زبانی سے ہر آنے والے کے سامنے صاحب قبر کی کرامات اور عجیب و غریب واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں' تو سننے والے کا متاثر ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے' حالانکہ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ یہ تمام تر کشف و کرامات من گھڑت افسانے ہوتے ہیں۔ صاحب مزار سے ان کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا' لیکن پورے دھڑلے سے ان قصوں کو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ کبھی اس قسم کی افواہیں گرم کی جاتی ہیں کہ یہاں ایک شخص ایسا بھی آیا جس کا لڑکا لب مرگ تھا' اس کا دم اکھڑ رہا تھا' اس نے قبر والے سے دعا کی' اللہ نے اس کو شفا دی۔ ایک شخص بے اولاد تھا' اس نے بھی پیر بابا سے دعا کی' اللہ نے اس کو صاحب اولاد بنایا۔ فلاں آدمی سخت بیمار تھا' زندگی سے عاجز آ چکا تھا۔ اس نے اس قبر والے سے دعا کی۔ اللہ نے اس کو صحت دی۔ یہ اور اس قسم کے بے بنیاد قصے عام کیے جاتے ہیں' جنھیں شیطان ان ابلیس صفت مجاوروں کو ازبر کرا دیتا ہے۔ جب کوئی جاہل ان کہانیوں کو سنتا ہے تو اس کے دل میں صاحب مزار کی عظمت اور اس کے تقدس کا سکہ بیٹھ جاتا ہے اور وہ یہ باور کر لیتا ہے کہ صاحب مزار نہایت اعزاز و اکرام کا حامل اور صاحب کرامات بزرگ ہے۔

جبھی تو اس کے مزار پر اس قدر نقش و نگار اور آرائش کا سامان ہے۔ اس طرح زائر مبہوت اور دم بخود رہ جاتا ہے اور قبر کی ایسی عزت اور تعظیم کرتا ہے جیسی عزت اور تعظیم صرف اللہ رب العزت کو سزاوار ہے' اور پھر انجام کار وہ قبروں کو پوجنے لگتا ہے' اپنی جبین نیاز ان پر جھکاتا ہے' صاحب مزار سے دعائیں مانگتا اور فریاد کرتا ہے' حالانکہ کوئی مردہ' خواہ وہ کوئی رسول یا نبی ہو' اس کو پکارنا اور اس سے فریاد کرنا کسی شک و شبہ کے بغیر شرک ہے۔ رہا ان کے پاس نمازیں پڑھنا' تو اگر اس نے نماز اللہ کے لیے پڑھی' لیکن رخ انہی قبروں کی طرف کیا تاکہ اس کی نماز خدا کی بارگاہ میں قبول ہو تو اس نیت اور کیفیت کے ساتھ نماز پڑھنا بدعت ہو گی اور شرک اکبر تک رسائی کا ذریعہ بنے گی' اور اگر صاحب قبر کی خاطر اس نے نماز پڑھی اور دل میں اس کی عظمت کی نیت کی تو اس جیسا گھناؤنا عمل بس انہی لوگوں کی نظر میں شرک نہیں ہو گا' جن کی بصیرت اور بصارت کو اللہ نے سلب کر لیا ہو اور علم و معرفت و فہم و فراست اور ایمان و یقین سے جن کو کورا رکھا ہو ورنہ ادنیٰ بصیرت والا ہر شخص اس عمل کو یقینی طور پر شرک تصور کرے گا' رہا قبر کے گرد پھیرے لگانا اور صاحب مزار سے نذر مانگنا تو یہ عمل کسی شک کے بغیر شرک اکبر میں داخل ہے۔

اس سے مستزاد شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ایک سے زائد تصانیف میں جو کچھ لکھا ہے اور علامہ حافظ ابن القیم رحمتہ اللہ علیہ نے **اِغَاثَةُ اللَّهفَان** میں اس موضوع پر جتنا مواد اکٹھا کیا ہے' اس پر اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح علامہ ابن حجر ہیتمی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب زواجر میں مذکورہ بالا احادیث سے استدلال کرتے ہوئے ان چھ کبیرہ گناہوں کا مفصل ذکر کیا ہے اور اس کی صراحت کی ہے کہ قبر پر نمازیں پڑھنا حرام ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ ان وجوہ کی بنا پر ہمارے اصحاب کا فیصلہ ہے کہ انبیا اولیا اور صالحین کی قبروں پر برکت اور عظمت کی نیت سے نمازیں پڑھنا حرام ہے۔ مزید کچھ کلام کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ رہا جنوں کی طرح قبروں کو پکڑے رہنا تو اس کی ممانعت بھی رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

((لَاتَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ بَعْدِیْ))

"میری قبر کو بت بنا کر نہ پکڑ لینا کہ میرے بعد اس کی پوجا شروع کر دی جائے۔"

حدیث کا مطلب واضح ہے کہ جس طرح لوگ بتوں کو پکڑ کر ان کی پرستش کرتے ہیں' ان کے آگے جھکتے اور ان کے سامنے سجدہ کرتے ہیں' اس قسم کی حرکت تم میری قبر کے ساتھ ہرگز نہ کرنا' اور اگر ان الفاظ یعنی بتوں کی طرح قبروں کو پکڑے رہنا" سے امام صاحب موصوف کی مراد یہی ہے جو ہم نے اوپر عرض کی تو اس سے اس کی صاف وجہ معلوم ہے کہ یہ عمل گناہ کبیرہ ہے' بلکہ اگر شرط پائی گئی تو یہ عمل کفر ہے' اور شرط یہی ہے کہ دل میں قبر کی عظمت کا تصور جاگزیں ہو' اللہ کے لیے نماز پڑھنے کی کوئی نیت نہ ہو' اور ظاہر ہے کہ یہ صورت تمام تر کفر کی ہے- چنانچہ علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے ایک سوانیسویں گناہ کبیرہ کے بعد ایک سو بیسویں گناہ کبیرہ کا عنوان قائم کیا ہے کہ میت کی ہڈی کو توڑنا اور اس کی قبر پر بیٹھنا- ایک سو اکیسویں' بائیسویں اور تیئیسویں گناہ کبیرہ کی ضمن میں لکھا ہے کہ قبروں کو پکڑ کر بیٹھنا' ان کے اوپر دیا جلانا' چراغ روشن کرنا- ان کبار علما اور مشائخ عظام کی ان عبارتوں سے اگر کسی بات کا پتا چلتا ہے تو وہ یہی ہے کہ مذکورہ تمام افعال حد درجہ گناؤنے شرم ناک اور بہت بڑا شرک ہیں' اور جب تک ان کا مرتکب توبہ نہیں کرے گا اس کی بخشش اور مغفرت نہیں ہو گی- چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے-

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَالِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا﴾ (نساء:۴۸)

"بے شک اللہ اس بات کو کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور (ہاں) اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کا شریک بنایا تو وہ اللہ پر بہتان باندھ کر بڑے جرم کا مرتکب ہوا-"

نیز فرمایا:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (مائدہ:۷۲)

"بلاشبہ جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں-"

لیکن یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ چھوٹتے ہی کسی جاہل کو کافر نہیں کہہ دینا چاہیے بلکہ

کتاب و سنت کی روشنی میں اس کے ایک ایک عمل کی اسے فہمائش کرنی چاہیے اور بتانا چاہیے کہ وہ جو قبروں کا طواف کرتا ہے' ان کے سامنے نذر مانتا ہے اور ان پر جانوروں کی جس طرح بھینٹ چڑھاتا ہے' اس کا یہ عمل سراسر شرک اور کفر ہے' اس سے بچنا ضروری ہے۔ اگر وہ مان گیا تو اللہ کا شکر ادا کرے' لیکن اگر خدانخواستہ نہ مانے تو اس پر کافر کا لفظ بولنا درست ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم
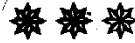
بارھواں کبیرہ گناہ

غیر اللہ کی قسم کھانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے آپ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ وَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ)).

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے' اس لیے جسے قسم کھانا ہو اس کو چاہیے کہ یا تو اللہ کی قسم کھائے ورنہ چپ رہے۔"

اس روایت کو امام مالک' بخاری' مسلم' ابو داؤد' نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے نقل کیا۔

حدیث شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا حرام ہے جیسی کسی رسول' پیغمبر' ولی' پیر یا فرشتے کی قسم کھائے۔ اپنے باپ دادا یا ان کی عزت اور شرافت کی قسم کھائے' یا اس کے علاوہ ایسی کوئی بھی قسم کھائے جو اکثر جاہل کھایا کرتے ہیں۔ ان تمام قسموں کو علما نے مہلک گناہ کبیرہ شمار کیا ہے اور ان کی حیثیت گناہ کبیرہ کی اسی وقت ہو گی جب قسم کھانے والے کا مقصد غیر اللہ کی اس درجہ تعظیم کرنا نہ ہو' جیسی تعظیم اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے' اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرح ان کی بھی تعظیم کی اس نے نیت کی تو ایسی قسم کھانے والا کافر شمار ہو گا' اس لیے نقل ہے کہ حضرت عبداللہ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

((لَا وَالْكَعْبَةُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ)).

"نہیں! کعبہ کی قسم تو آپ نے فرمایا اللہ کے سوا کسی اور کی قسم نہیں کھائی جاتی۔

میں نے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرماتے تھے جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی' اس نے کفر کیایا آپ نے فرمایا شرک کیا۔"

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور اس کو حسن کہا۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کو نقل کیا اور حاکم نے بھی اس کو بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط کے مطابق ہے۔

اس قسم کی بے ہودہ عادت آج بکثرت عوام میں رائج ہے' چنانچہ جاہلوں میں یہ رجحان عام ہو تا جارہا ہے کہ اللہ کی قسم کھانے پر کہنے والے کی بات کو سچ نہیں سمجھا جاتا' جب تک کہ وہ غیر اللہ کی قسم نہ کھالے' مثلاً جب کوئی اپنی اولاد کی قسم کھاتا ہے' پیغمبر کی' حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کی یا کسی پیر' فقیر یا ولی کی قسم کھاتا ہے' تب یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ سچ کہہ رہا ہے' اور اغلب یہی ہے کہ اس قسم کی مشرکانہ قسمیں اُس اختلاط اور میل جول کا نتیجہ ہیں جو اہل بدعت اور گمراہ فرقوں کے ساتھ ان دنوں عام ہیں۔ ان بدعتی اور گمراہ فرقوں کی بھاری اکثریت بات بات پر حضرت عباس' حضرت حسین اور حضرت علی بن ابی طالب اور ائمہ اہل بیت (رضی اللہ عنہم) کی قسمیں کھانے میں کوئی باک نہیں سمجھتی' اس لیے ان حالات میں علما اسلام اور دینی تعلیم کے ماہرین کا فرض ہے کہ وہ عوام میں صحیح دینی اسپرٹ اور بیداری کو عام کریں' راست اور درست عقائد لوگوں کو سکھائیں اور خاص طور پر ان کفریہ قسموں سے بچنے کی تلقین کریں تاکہ جاہل عوام کمزور و ناتواں مخلوق کو اللہ رب العزت کے ہم پلہ نہ شمار کرے اور جو عزت و توقیر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیئے' اس کا کوئی حصہ غیر اللہ کو نہیں دینا چاہیئے۔ غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت متعدد احادیث میں وارد ہے۔

اس سلسلے کی بعض احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَاَنْ اَحْلِفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَحْلِفَ بِغَيْرِهِ وَاَنَا صَادِقٌ.

"اگر میں اللہ کی جھوٹی قسمیں کھاؤں تو یہ اس کی بہ نسبت پھر بھی ٹھیک ہو گا کہ میں سچا ہو کر غیر اللہ کی قسمیں کھاؤں"

اس روایت کو طبرانی نے یونہی موقوف روایت کیا' اس کے جملہ رواۃ صحیح ہیں اسی نوعیت کی غلط قسم وہ ہے جس میں کہنے والا یوں کہتا ہے کہ اگر میں نے ایسا کہا ہو گا یا کیا ہو گا تو

میں یہودی یا نصرانی ہوں گا یا ملت اسلامیہ سے نکل جاؤں گا' اس لیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

((مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَهُوَ کَمَا حَلَفَ اِنْ قَالَ هُوَ یَهُوْدِیٌّ فَهُوَ یَهُوْدِیٌّ وَاِنْ قَالَ هُوَ نَصْرَانِیٌّ فَهُوَ نَصْرَانِیٌّ وَ اِنْ قَالَ هُوَ بَرِیْءٌ مِنَ الْاِسْلَامِ فَهُوَ بَرِیْءٌ مِنَ الْاِسْلَامِ وَمَنِ ادَّعٰی دِعَاءَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاِنَّهُ مِنْ جِثَاءِ جَهَنَّمَ' قَالُوا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی ؟ قَالَ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی ؟))

''جس نے کوئی قسم کھائی تو وہ اپنی قسم کے عین مطابق ہوگا' اگر اس نے کہا کہ وہ یہودی ہوگا تو وہ یہودی ہوگا' اگر کہا وہ اسلام سے خارج ہوگا تو وہ دائرہ اسلام سے نکل باہر ہوگا' اور جس نے جاہلیت کا دعویٰ کیا تو وہ جہنم کا ایندھن یا اس کی دھول بنے گا۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر چہ وہ روزہ رکھے اور نمازیں پڑھے؟ آپ نے فرمایا (ہاں) اگر چہ وہ روزہ رکھے اور نمازیں پڑھے۔''

اس روایت کو ابو یعلی اور حاکم نے نقل کیا۔ الفاظ حاکم کے ہیں' انھوں نے اس کو صحیح اسناد کہا ہے' غرض یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

انہی ناروا قسموں میں ایک قسم ''حلف بالطلاق'' ہے اور اکثر جاہل عوام اس کے اندر گرفتار ہیں' چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ معمولی اور ادنیٰ وجہ سے مرد اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھا بیٹھتا ہے' جیسے کہا ہے اگر تو فلاں کے گھر گئی تو تجھے طلاق۔ اپنے دوست سے قسم کھا کر کہتا ہے کہ اس کے ساتھ کھانا کھائے ورنہ اس کی بیوی کو طلاق۔ اس کے یہاں ٹھہرے گا تو اس کی بیوی کو طلاق۔ یہ اور اس قسم کی ایسی ایسی باتوں پر طلاق کی قسم کھائی جاتی ہے جن پر نفس قسم کھانے کی بھی چنداں حاجت نہیں ہوتی چہ جائیکہ ان پر طلاق کی قسم کھائی جائے۔ پھر از روئے فقہ یہ بات طے ہے کہ اگر کسی نے اپنی اہلیہ کے خلاف کسی بات پر قسم کھائی اور اس کو نبھا نہ ہو سکا اور اس کی قسم ٹوٹ گئی' مثلاً بیوی نے بھول کر نہیں' بلکہ جان بوجھ کر شوہر نامدار کی مخالفت کی اور اس کی حکم عدولی کی تو جمہور علما کے نزدیک اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی اور بعض علما یہ بھی کہتے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ لیکن شخص مذکور کو کفارہ دینا ہوگا۔ غرض جب صورت حال اس طرح کی ہو کہ کوئی اسے طلاق قرار دیتا ہو اور کوئی نہ قرار دیتا تو

باہوش آدمی کو چاہئے کہ ایسا کام ہرگز نہ کرے جس میں حرام و حلال کی آمیزش ہو' ہاں جو نادان اور دین سے بے بہرہ ہوگا' وہی اس قسم کی جسارت کرے گا۔

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرآن کریم کی تلاوت کے دوران ہم دیکھتے ہیں کہ بکثرت آیتوں میں اللہ تعالٰی نے اپنی ہی مخلوق کی قسم کھائی ہے جیسے ارشاد ہے'

﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلاهَا﴾ (الشمس: ۱،۲)

"قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی' جب وہ سورج کے پیچھے آئے۔"

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ﴾ (التین: ۱،۲)

"قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی۔"

﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ﴾ (عصر: ۱،۲)

"قسم ہے عصر کی یقیناً انسان نقصان میں ہے۔"

﴿وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾ (الضحیٰ: ۱،۲)

"قسم ہے دن چڑھے کی اور قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے"

﴿وَالْمُرْسَلاَتِ عُرْفًا﴾ (المرسلٰت: ۱)

"قسم ہے ان ہواؤں کی جو نرم نرم چلتی ہیں"

﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ (فجر: ۱،۲)

"قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی"

یہ اور ان کے علاوہ دیگر آیات میں جب اللہ رب العزت نے اپنی ادنی مخلوق قسم کھائی ہے تو حیرت ہے کہ پھر ہم کیوں اپنی جیسی کسی مخلوق کے نام کی قسم نہ کھائیں؟ اس اعتراض کا جواب دو طرح سے دیا جا سکتا ہے۔

پہلی صورت یہ ہے کہ علمائے دین کہتے ہیں کہ ان قسموں میں ہر جگہ مضاف محذوف ہے اور پوری عبارت یوں ہے "ورب الضحی" (چاشت کے رب کی قسم) اور "رب العصر" (زمانے کے رب کی قسم) "وخالق اللیل" (رات کے پروردگار کی قسم) اس طرح دیکھا جائے تو قسم اللہ تعالٰی کی ہے۔ کسی مخلوق کی قسم ہرگز نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی مخلوق خالق کو اپنے اوپر قیاس نہ کرے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خود مختار ہے' وہ چاہے تو اپنی کسی مخلوق کی یا کسی بھی چیز کی قسم کھا سکتا ہے تاکہ بندے اس مخلوق کی طرف ملتفت ہوں اور سوچیں کہ اس ایک چیز میں اللہ کی ربوبیت' کائنات کی تخلیق اور اس کے کل عالم کے معبود ہونے کی کتنی واضح نشانیاں اور روشن دلیلیں مضمر ہیں۔ آسمان یا زمین کی قسم اسی لیے کھائی گئی ہے کہ ان دو عناصر میں کیسی عجیب و غریب دلیلیں اور روشن آیتیں ہیں جو اللہ ذوالجلال کی عظمت اور کبریائی پر دال ہیں۔ اور اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ طبیعات کا کوئی ماہر اگر آسمان و زمین کی عجیب عجیب مخلوقات کے بارے میں کچھ کہنا چاہیے یا ان کے بارے میں کچھ لکھنا چاہے اور ان کے اندر پنہاں رموز و نکات کو عیاں کرنا چاہے تو محض چند اوراق نہیں بلکہ دفتر کے دفتر لکھ سکتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ﴾ (بقرہ: ۱٦٤)

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو سمندر میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر چلتے ہیں اور بارش میں جس کو اللہ تعالیٰ آسمان سے برساتا ہے' پھر اس کے ذریعے سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہونے کے بعد سرسبز و شاداب) کرتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو اللہ کے حکم سے آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں (غرض ان سب چیزوں میں) ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں (اللہ کی قدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں۔"

اور اگر کوئی کون و مکان اور زمین و آسمان کے عجائب کا مطالعہ کرنا چاہے اسے علامہ طنطاوی جوہر کی تفسیر دیکھنی چاہیے۔

بہرحال رسول اللہ ﷺ کے ارشاد "الدین النصیحة" (دین غم خواری کا نام ہے) کے مصداق عام مسلمانوں کو نصیحت کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں اس لیے ہم انھیں تلقین کرتے ہیں کہ وہ ایسی تمام لغو اور بے ہودہ قسموں سے گریز کریں جن کا کھانے والا یا تو کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے (یہ اسی لیے کہ غیر اللہ کی قسمیں کھانا سراسر گناہ کبیرہ) یا پھر ایسا شخص شرک اکبر میں جا پڑتا ہے اور اگر یہ نہیں تو شرک اصغر کا مرتکب ضرور ہوگا' اور یہ واقعہ ہے کہ شرک اصغر بھی کبیرہ گناہ ہے۔

تیرہواں کبیرہ گناہ

جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَاسَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ﴾ (مدثر: ۴۲-۴۵)

''کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے؟ وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور بے ہودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ ہم بیٹھے فضول بحثیں کیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ لوگوں کا بھلا کرے انھیں غور کرنا چاہئے کہ داروغہ جہنم کے پوچھنے پر دوزخیوں نے کیا جواب دیا؟ جب دوزخ کے داروغے نے پوچھا کہ وہ کون سی چیز تھی جس نے تمہیں جہنم میں پہنچادیا تو جواب میں انھوں نے سب سے پہلے اسی کا اعتراف کیا کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ آیت اس کی واضح دلیل ہے کہ نماز چھوڑ دینے والا دوزخی ہے (والعیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ (توبة: ۱۱)

''تو اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں''

یعنی اگر انھوں نے اپنے شرک اور کفر سے توبہ کی' نمازوں کو فرض جان کر اس کی پابندی کی' اس کے جملہ ارکان کے ساتھ اس کی تعمیل کی' فریضہ زکوٰۃ کو ادا کیا تو وہ تمھارے دینی اور اسلامی بھائی ہوں گے۔ آیت کا صاف مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شرک پر اصرار کرے' نماز ترک کرنے پر مصر رہے' یا زکوٰۃ نہ دینے پر اڑا رہے تو وہ ہرگز ہرگز تمھارا دین شریک بھائی

اور اسلامی برادری میں شامل نہیں ہوگا۔

علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ سے ایسی متعدد احادیث وارد ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسے آثار منقول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز ترک کرنا کفر ہے۔ ذیل میں اس موضوع کی بعض احادیث درج ہیں۔

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ)).

"آدمی اور کفر کے درمیان نماز ترک کر دینا (حائل) ہے۔"[1]

اس روایت کو احمد اور مسلم نے نقل کیا، نیز فرمایا:

((بَيْنَ الرَّجُلِ وَ بَيْنَ الشِّرْكِ وَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ)).

"آدمی اور کفر و شرک کے درمیان نماز چھوڑ دینے کا فرق ہے"

اس روایت کو ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

((لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَ بَيْنَ الْكُفْرِ اِلاَّ تَرْكُ الصَّلٰوةِ)).

"بندے اور کفر کے درمیان بس نماز چھوڑ دینا ہی (حائل) ہے"

ترمذی کے الفاظ یہ ہیں:

((بَيْنَ الْكُفْرِ وَ الْإِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ)).

"کفر اور ایمان کے درمیان نماز ترک کر دینا ہی (حائل) ہے"

ابن ماجہ نے بھی اس کو نقل کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

---

[1] مسلمان اور الحاد کے درمیان، مسلمان اور اللہ کی نعمتوں کے انکار اور اس کے ساتھ شرک کرنے کے درمیان بس ایک سیڑھی کا فاصلہ ہے اور وہ ہے جان بوجھ کر نماز سے گریز کرنا اور اس کی پابندی نہ کرنا۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے ---- اور حقیقت کی خبر بس اللہ کو ہے ---- کہ نمازوں کی پابندی اسلام کا اہم رکن ہے، لہٰذا جان بوجھ کر اس کو چھوڑ دینے والا کافر، زندیق اور مشرک ہوگا، اور اگر اسی حال میں اس کی موت آئی تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مرے گا اور مسلمانوں کے قبرستان میں ہرگز مدفون نہیں ہوگا، نہ اس کی جنازے کی نماز پڑھی جائے گی، اور بھول کر نماز چھوڑنا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو فراموش کرنے کی علامت ہے اور بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انتقام کی آگ ان کے خلاف بھڑک اٹھے اور ان کا انجام بخیر نہ ہو۔

بَیْنَ الْعَبْدِ[1] وَ بَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ

"بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فرق"

۲- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا-

اَلْعَھْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَھَا کَفَرَ[2]

"ہمارے اور ان کے درمیان جو معاہدہ ہے وہ نماز کا معاہدہ ہے جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا-

اس روایت کو امام احمد' ابوداؤد' نسائی اور ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے- ابن ماجہ اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اس کو نقل کیا ہے- حاکم نے کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی علت نہیں-

۳- حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں-

کَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ لَایَرَوْنَ شَیْئًا مِنَ الْاَعْمَالِ تَرْکُہٗ کُفْرٌ غَیْرَ الصَّلٰوۃِ

"رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام نماز کے علاوہ کسی اور کام کے ترک کرنے کو کفر نہیں قرار دیتے تھے' صرف نماز چھوڑنے کو کفر قرار دیتے تھے"

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا-

۴- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے' فرماتے ہیں' جب میری بینائی جاتی رہی تو لوگوں نے آ کر کہا ہم آپ کا علاج کراتے ہیں' آپ کو صرف یہ کرنا ہو گا کہ کچھ دن نمازیں چھوڑ دیں' آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا-

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ لَقِیَ اللّٰہَ وَھُوَعَلَیْہِ غَضْبَانٌ))[3]

---

[1] بندے یعنی خدا کے مقرب فرماں بردار اور مومن بندے-

[2] یعنی اللہ کے فضل کو ٹھکرا دیا' یاد الٰہی سے غافل رہا' ناکام و نامراد ہوا' خسارہ اٹھا کر لوٹا' اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب' اس کی خوشنودی اور اس کی رضامندی سے محروم رہا-

[3] اللہ تمہارا بھلا کرے ذرا سوچو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی آنکھیں آشوب زدہ ہیں' طبیب کہتا ہے وضو مت کیجیے یعنی چہرے پر پانی نہ ڈالیے ورنہ آشوب اور آنکھوں کی سرخی زیادہ ہو جائے گی' پلکیں بگڑ جائیں

"اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز چھوڑ دی اللہ تعالیٰ سے اس کا سامنا اس حال میں ہوگا کہ باری تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔"

اس روایت کو بزار اور طبرانی نے کبیر میں نقل کیا ہے اس کی اسناد حسن ہے۔ بینائی جاتے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ کی پتلی سلامت تھی' لیکن نگاہ کمزور ہو گئی تھی۔

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں --- حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں' ابن عباس نے اس روایت کو مرفوع کیا ہے --- کہ

((عُرَى الْإِسْلَامِ وَقَوَاعِدُ الدِّيْنِ ثَلَاثَةٌ عَلَيْهِنَّ أُسِّسَ الْإِسْلَامُ' مَنْ تَرَكَ وَاحِدَةً مِّنْهُنَّ فَهُوَ بِهَا كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ' شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَالصَّلٰوةُ الْمَكْتُوْبَةُ وَصَوْمُ رَمَضَانَ))

"اسلام[1] کے حلقے اور دین کی بنیادیں تین ہیں' انہی پر اسلام کی عمارت استوار ہے' جس شخص نے ان میں سے کسی ایک کو چھوڑا تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہوگا' اس کا خون حلال[2] ہوگا' وہ بنیادیں یہ ہیں۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' فرض نمازیں اور رمضان کے روزے رکھنا"

اس روایت کو ابویعلیٰ نے حسن سند کے ساتھ نقل کیا' نیز اس کو سعید بن زید نے (جو حماد بن زید کے بھائی ہیں) عمرو بن مالک نکری سے' انھوں نے ابوجوزان سے اور انھوں نے

گذشتہ سے پیوستہ

گی ان میں سوزش ہوگی' لیکن آپ طبیب کی بات نہیں مانتے اور نماز نہیں چھوڑتے' اس لیے کہ انھیں اندیشہ ہے کہ آخر ایک دن مرنا ہے' کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ نماز چھوڑ دینا غضب الٰہی اور اس کے انتقام کا سبب ہے' اس سے رزق کی برکت چلی جاتی ہے' مصائب' تنگی' وباؤں کا پھیلنا اور مصیبت کا آنا اسی کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

[1] قواعد یعنی بنیادیں۔ عروہ حلقہ اور کڑے کو کہتے ہیں' جس سے چھٹا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ (بقرہ:۲۵۶) اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا' دراصل اس سے مراد مضبوطی اور پختگی ہے۔ عروہ اس درخت کو بھی کہتے ہیں جس سے اونٹ باندھا جاتا ہے۔

[2] یعنی رائیگاں ہوگا' ان میں سے کسی ایک کے ترک سے اس کا قتل مباح ہوگا' اس لیے کہ اس شخص نے اسلام کے مسلمہ مبادی اور ارکان کا انکار کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا- اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

((مَنْ تَرَكَ مِنْهُنَّ وَاحِدَةً فَهُوَ بِاللّٰهِ كَافِرٌ وَلاَ يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلاَ عَدْلٌ وَقَدْ حَلَّ دَمُهُ وَمَالُهُ)).

"جس نے ان میں کسی ایک کو ترک کیا' وہ خدا کا منکر ہو گا' اس کی کوئی فرض یا نفل نماز قبول نہیں[1] ہو گی' اس کا خون اور اس کا مال سب حلال[2] ہو جائے گا-"

۶- حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' فرماتے ہیں-

((مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ))

"جس نے نمازیں نہیں پڑھیں وہ کافر ہے"

اس روایت کو ابو بکر ابن ابی شیبہ نے کتاب الایمان میں اور امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں موقوفاً نقل کیا ہے-

۷- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں-

((مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَقَدْ كَفَرَ))

"جس نے نماز ترک کی اس نے یقیناً کفر کیا"

اس روایت کو محمد بن نصر مروزی نے نقل کیا اور ابن عبد البر نے اس کو موقوفاً نقل کیا-

۸- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نقل کیا' فرماتے ہیں-

((مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَلاَ دِيْنَ لَهُ))

"جس نے نماز ترک کی' اس کے اندر کوئی دین داری نہیں"

اس روایت کو بھی محمد بن نصر نے موقوفاً نقل کیا-

۹- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی عنہما سے منقول ہے فرماتے ہیں-

((مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ))

"جس نے نماز نہیں پڑھی وہ کافر ہے"

---

[1] اس کی توبہ یا فدیہ قابل قبول نہیں ہو گا' بعض کہتے ہیں کہ مراد فرض اور نفل ہے کہ نہ فرض قبول ہو گا نہ نفل-

[2] اس کا خون ہدر ہو گا- اس کا مال لوٹ لینا یا اس کو چھین لینا جائز ہو گا- (الترغیب والترہیب)

اس روایت کو ابن عبدالبر نے موقوفاً روایت کیا' --الخ

اوپر مذکور جس قدر آیات اور روایات ہم نے پیش کی ہیں' ان سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نماز ترک کرنا نہایت ہلاکت انگیز کبیرہ گناہ ہے اور یہ فعل گناہ کبیرہ کیوں نہیں ہو گا جب کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ تارک نماز کا عقیدہ اگر یہ ہے کہ نماز فرض نہیں تو کفر کی پاداش میں اس کی گردن اڑادی جائے گی اور اگر وہ فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے' لیکن ادا کرنے میں سستی کرتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا تو ایسے شخص کو توبہ کے لیے تین دن کی مہلت دی جائے گی اور ان تین دنوں میں اس پر تنگی اور دباؤ ڈالا جائے گا اور ہر نماز کا وقت آنے پر اسے نماز کے لیے بلایا جائے گا' اگر اس نے توبہ کر لی تو ٹھیک ورنہ بالاجماع اسے تہہ تیغ کر دیا جائے گا- لیکن ہنوز ایک سوال باقی رہے گا کہ آیا یہ شخص کافر ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا یا حد اور سزا کے طور پر اسے مارا جائے گا؟ امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ حد کی رو سے اس کو قتل کیا جائے گا جب کہ امام احمد' اسحاق بن راہویہ اور اہل علم کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اس کو کفر کی پاداش میں قتل کیا جائے گا- علامہ شیخ احمد بن حجر ہیتمی رحمتہ اللہ علیہ نے زواجر میں کہا ہے کہ محمد بن نصر کہتے ہیں کہ میں نے اسحاق کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ نماز کا تارک کافر ہے- یہی رائے ان لوگوں کی بھی ہے جنھیں علوم نبوت حاصل ہے کہ کسی عذر کے بغیر جان بوجھ کر جو کوئی اتنی دیر تک نماز چھوڑ بیٹھے کہ اس کا وقت چلا جائے تو وہ شخص کافر ہو گا- ایوب کہتے ہیں نماز کا ترک بالاجماع کفر ہے- اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے- (ملخص)

اس کی وجہ درحقیقت یہ ہے کہ نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے' اس کے فضائل بے شمار ہیں' قلم ان کا احاطہ نہیں کر سکتا' اس کی یہی فضیلت کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر شب معراج میں براہ راست اس کو فرض فرمایا- دیگر عبادت پر اس کی فضیلت اور امتیاز یہ ہے کہ اللہ نے بکثرت انبیا کی بابت ذکر کیا ہے کہ وہ نماز ادا کرتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ جب انبیا کرام پر یہ عبادت فرض تھی تو ان کی امتیں یقینی طور پر ان کے تابع اور پیروکار تھیں' لہٰذا ان پر بھی یہ عبادت فرض تھی- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے-

﴿رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ﴾ (ابراھیم:۳۷)

"اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر کے پاس ایسے میدان میں ٹھہرایا ہے جہاں کھیتی باڑی نہیں-اے ہمارے پروردگار تاکہ یہ نمازیں پڑھیں تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں-"

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بابت فرمایا:

﴿وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ اِنَّهٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا وَکَانَ یَاْمُرُ اَھْلَهٗ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ وَکَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا﴾(مریم:۵۴-۵۵)

"اور (اے پیغمبر) اس کتاب (یعنی قرآن) میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو' بلاشبہ وہ وعدے کے سچے اور نبی مرسل تھے اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے اور اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے-"

نماز کے فضائل میں بکثرت آیات کریمہ اور احادیث مقدسہ وارد ہیں' جن سے اس کی فضیلت اور دین میں اس کی عظمت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے- ان تمام تر امتیاز اور خصوصیات کے ساتھ کامل یقین ہے کہ اسلام میں اس عبادت کو وہی مقام حاصل ہے جو انسانی بدن میں سر کو حاصل ہے' اس لیے نماز چھوڑ دینے والا یا کافر ہوگا' یا فاسق فاجر اور نافرمان ہوگا-

نماز کی اہمیت کی مزید وضاحت اس سے ہوتی ہے اور اس سے صاف طور پر یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ نماز چھوڑنا کفر ہے' صحیح حدیث میں وارد ہے- آپؐ نے ارشاد فرمایا:

((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَآءَ ھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰهِ))

"مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ اس کا اقرار نہ کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' جب وہ یہ سب کام کریں گے تو اپنے خون اور اپنے اموال کو مجھ سے محفوظ کرپائیں

گے- پھر انھیں اسلام کے حق کے سوا ہرگز نہیں لیا جائے گا اور ان کا حساب کتاب اللہ کے حوالے ہوگا-"

ان فضائل اور خصوصیات کے باوجود اگر کوئی شخص نماز کو چھوڑتا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص دین میں سستی کرتا ہے اور نماز چھوڑنا مطلق برا ہے' خواہ کوئی ایک دو نماز چھوڑے یا کوئی نماز بھی نہ پڑھے ---- نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے زمانے میں بالخصوص ہماری نئی پود نماز ادا کرنے میں بڑی سستی اور غفلت برت رہی ہے' اور اس کے برعکس ان کے اوقات کا بڑا حصہ ایسے کاموں میں صرف ہوتا ہے جن کا کوئی حاصل نہیں' چنانچہ ٹیلی ویژن کی تفریح عام ہو چکی ہے' ریس کورس' تاش' سینمابینی اور اس قسم کے لغویات کا عام رواج ہے جو دنیا میں شر اور فساد کا موجب اور آخرت میں دردناک عذاب کا باعث ہیں-

نیز یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ ہمارے اور غیر مسلموں کے درمیان حد فاصل اور سب سے بڑا امتیاز یہی نماز کا چھوڑ دینا ہے' جو کوئی اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کی شہادت دیتا ہے' لیکن دین اسلام کے فرائض ادا نہیں کرتا' وہ بے شک اپنے آپ کو کتنا ہی مسلمان سمجھے' ہرگز مسلمان تصور نہیں کیا جائے گا اس لیے سرپرستوں اور ماں باپ کا بنیادی فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نماز کی تاکید اور تلقین کریں- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے-

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ (تحریم:٦)

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ' جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے' جس پر تندخو' سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں- اللہ نے ان کو جو حکم دیا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں-"

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ لِسَبْعٍ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهَا لِعَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِيْ

الْمَضَاجِعِ))

"اپنی اولاد کو سات سال کی عمر سے نماز کا حکم دو اور دس سال کے ہو کر نماز نہ پڑھیں تو انھیں سزا دو اور ان کے بستروں کو الگ کر دو۔"

حکام اور مسلم معاشرے کے سربرآوردہ افراد کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ امربالمعروف اور نہی المنکر کے دفاتر اور محکمے قائم کریں۔اور ان کا اہتمام کریں قصہ مختصر یہ کہ توحید کے اقرار کے بعد سب سے اہم فریضہ نماز کی ادائیگی ہے اور شرک کے گناہ عظیم کے بعد سب سے بڑی برائی نمازوں کا چھوڑ دینا ہے۔

❋ ❋ ❋
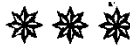
تنبیہ:

نماز ترک کر دینے والا کافر ہے۔یہی صحیح ہے جیسا کہ گزشتہ سطور دلائل سے اس کی تائید ہوتی ہے' اس حکم سے حسب ذیل نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

۱۔ ایسا شخص کافروں کے گروہ میں شمار ہو گا۔

۲۔ ایسا شخص کسی ایسی مسلمان خاتون سے نکاح نہیں کر سکتا جو نماز اور دیگر ارکان پابندی سے ادا کرتی ہو۔

۳۔ نماز چھوڑنے والے کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی' کیونکہ نماز ترک کرنے کے سبب وہ یا تو کافر ہو گا یا فاسق' اور اغلب یہ ہے کہ ایسا شخص کافر ہے۔

۴۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دینا واجب ہے۔

۵۔ ایسا شخص مر جائے تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔اس پر جنازے کی نماز نہیں پڑھی جائے گی' نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کیا جائے گا۔

۶- اس کے مسلمان عزیز اور قرابت دار اس کے مال کے وارث نہیں ہوں گے' نہ وہ کسی کا وارث ہو گا' اس کا کل اثاثہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا- رہا آخرت میں تو باری تعالیٰ نے اس کے لیے دوزخ تیار رکھی ہے- اس کا انجام نہایت برا ہو گا اور اگر مرنے سے پہلے اس نے توبہ نہ کرلی تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بنے گا- چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں منقول ہے-

((وَلَاتَتْرُكُوا الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدِيْنَ فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ))

"جان بوجھ کر ہرگز نماز نہ چھوڑ' اس لیے کہ جو کوئی جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے' وہ دائرہ اسلام اور ملت اسلامیہ سے نکل جاتا ہے-"

اس روایت کو طبرانی اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوۃ میں ذکر کیا ہے- نیز حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو کوئی دائرہ اسلام اور ملت اسلامیہ سے نکل جاتا ہے- وہ کافر ہو جاتا ہے---- اس مفہوم کی دیگر احادیث پہلے گزر چکی ہیں اور یہ امر یقینی ہے کہ کافر ہمیشہ جہنم میں رہے گا-

چودھواں کبیرہ گناہ

بلا عذر نماز کو وقت سے ٹال کر پڑھنا

جاننا چاہئے کہ جس طرح نماز چھوڑ دینا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے اسی طرح کسی شرعی عذر کے بغیر نماز کو وقت سے ٹال کر پڑھنا بھی بھاری گناہ ہے- شرعی عذر یہ ہے جیسے سو گیا' یا بھول گیا یا کسی جائز عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا چاہا' جیسے وہ بیمار ہے' یا مسافر ہے اور دیگر شرعی عذر کی تفصیل آگے آ رہی ہے- اس قسم کے عذر پر تو نماز میں تاخیر دُرست ہے لیکن اگر کوئی عذر درپیش نہیں تو کسی شک کے بغیر نماز کو ٹال دینا' بے وقت پڑھنا اس میں سستی کرنا' فاسقوں' فاجروں اور نافرمانوں کا طریقہ ہوگا- اس کا ثبوت باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے-

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ (ماعون: ٤،٥)

"ایسے نمازیوں کی بڑی خرابی ہے' جو اپنی نماز سے غافل ہیں"

اس آیت کی تفسیر میں یہ وارد ہے کہ یہ ہلاکت ان کے لیے ہے جو نماز کو وقت ٹال کر پڑھتے ہیں "ویل" سے مراد سخت عذاب ہے' یا یہ جہنم کی ایک وادی ہے' جس میں نماز ٹال کر پڑھنے والوں کو جھونکا جائے گا- اس وادی میں اتنی تیز آنچ ہوگی کہ دنیا کے پہاڑ اگر اس میں ڈال دیے جائیں تو حرارت کی شدت سے پگھل جائیں- اتنا شدید عذاب اس لیے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (نساء: ١٠٣)

"بے شک مومنوں پر مقررہ اوقات میں نماز (ادا کرنا) فرض ہے"

یعنی نماز ان اوقات کی رعایت کرتے ہوئے پڑھنا فرض ہے جن کی تفصیل حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو بتائی اور پھر رسول اللہ ﷺ ان کی تفصیل صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کو سکھائی اور ان تمام تر تفصیلات پر آج تک ملت اسلامیہ نے نسل در نسل

عمل کیا اور تا قیامت ان شاء اللہ یہ عمل جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا إِلَّا مَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا﴾ (مریم: ۵۹، ۶۰)

"پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو کھویا (اور برباد کیا) اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے پس یہ گمراہی (کے نتیجے) کو پالیں گے، مگر جس نے توبہ کی اور جو ایمان لایا اور نیک کام کرتا رہا، تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرہ برابر بھی نقصان نہیں کیا جائے گا۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ضائع کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بالکلیہ نماز چھوڑ دیتے تھے، بلکہ وقت سے ٹال کر پڑھنا بھی نماز کو ضائع کرنا ہے۔ تابعین کے امام حضرت سعید بن میسب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک عصر کا وقت نہ آئے ظہر نہیں پڑھتے، مغرب کا وقت جب تک نہیں آجاتا عصر کی نماز نہیں پڑھتے، اسی طرح عشاء کا وقت آنے پر مغرب کی نماز اور فجر کا وقت آنے پر عشا کی نماز پڑھتے ہیں اور جب تک سورج نہیں نکل آتا فجر کی نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ ظاہر ہے اس بدترین حالت میں جس کی موت آئے گی اور وہ توبہ کیے بغیر مرے گا۔ اس کے لیے وعید وارد ہے کہ وہ "غَیّ" میں ڈالا جائے گا "غَی" جہنم کی ایک نہایت گہری وادی ہے اور اس کے اندر دی جانے والی سزائیں نہایت سخت ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾ (منافقون: ۹)

"اے ایمان والو! تمھارا مال اور تمھاری اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا تو ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ ذکر اللہ سے مراد اس آیت میں پنجگانہ نمازیں

ہیں' جو کوئی مال و دولت میں پڑ کر نماز سے غافل رہا جیسے خرید و فروخت کرنے لگا' صنعت و حرفت یا آل اولاد میں پڑ کر نماز پڑھنا بھول گیا' تو ایسا آدمی خسارے میں ہوگا- اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا-

((اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَ نَجَحَ وَاِنْ نَقَصَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ))

''قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے اس کے اعمال میں سے نماز کی بابت حساب کتاب ہوگا- اگر نمازیں درست ہیں تو وہ کامیاب اور بامراد ہوگا- اگر ان کے اندر نقص اور کمی رہی تو وہ ناکام اور نامراد ہوگا-''

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے جید سند کے ساتھ اور طبرانی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس روایت کو نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کیا اور فرمایا:

((مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُوْرٌ وَّلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ.وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَ اُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ))

''جو شخص نماز کا اہتمام کرے گا نماز اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگی' (حساب پیش ہونے کے وقت) حجت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی- اور جو شخص نماز کا اہتمام نہیں کرے گا' اس کے لیے قیامت کے دن نہ نور ہوگا' نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ ہوگا' اور قیامت کے دن اس کا حشر قارون' فرعون' ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا-''

بعض علما کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ حشر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر سستی کی وجہ سے مال و دولت کی کثرت ہے تو اس کا حال قارون کے جیسا ہے' اس لیے اس کا حشر بھی قارون کی طرح ہوگا اور اگر تخت اور حکومت کے سبب سستی کی' تو وہ فرعون کی طرح ہوا- لہٰذا اس کا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا' اور اگر اس کی وجہ وزارت یا تجارت ہے تو اس کا حشر ہامان یا مکہ کے تاجر ابی بن خلف کا سا ہوگا---الخ

علاوہ ازیں جو مسلمان اسلام اور ایمان کا دعوی کرے گا اور جیسا دعوی کرے گا اس

کے مطابق اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھے گا اور کتاب و سنت میں درج ان کے حکموں کو دل سے مانے گا' وہ کبھی بھی نماز نہیں چھوڑے گا' نہ کسی عذر کے بغیر نماز کو ٹال کر پڑھے گا' اس لیے کہ اسے بخوبی علم ہو گا کہ نماز چھوڑنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن پاک میں کتنی سخت وعید فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ (ماعون : ٤، ٥)

''ایسے نمازیوں کی بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں''

نیز فرمایا:

﴿فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ (مریم: ٥٩)

''تو یہ گمراہی (کے نتیجے) کو پالیں گے''

اور جو حدیثیں پہلے گزریں' ان سے بھی پتا چلتا ہے کہ یہ حرکت وہی کرے گا جو دین برحق اور حضرت محمد ﷺ کی شریعت کو حقیر سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتا ہو' ایسے شخص کو فوراً توبہ کرنی چاہئے اور اللہ سے پختہ عہد کرنا چاہئے کہ وہ پنجگانہ فرض نمازیں ٹھیک وقت پر پڑھے گا' ورنہ اسے یہ آیت پڑھ لینی چاہئے کہ۔

﴿إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطَّاغِيْنَ مَآبًا لَّابِثِيْنَ فِيْهَا أَحْقَابًا لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا إِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا جَزَاءً وِّفَاقًا إِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا وَّكَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا﴾

''بے شک دوزخ گھات میں لگی ہے (اور وہی) سرکشوں کا ٹھکانہ ہے' جس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے' وہ وہاں (کسی طرح کی) ٹھنڈک کا مزہ نہیں چکھیں گے' گرم پانی اور پیپ کے سوا ان کو پینے کو کچھ نہیں ملے گا اور یہ ان کے (اعمال کا) پورا پورا بدلہ ہے' کیونکہ یہ لوگ (آخرت کے) حساب کی امید نہیں رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو (بڑی بے باکی سے) جھٹلاتے تھے' اور ہم نے ہر چیز کو قلم بند کر رکھا ہے' تو (اس دن ہم ان سے کہیں گے کہ) اب اپنے کیے کا مزہ چکھو اور ہم تمہارے لیے عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے۔''

غرض اس میں شک نہیں کہ جو کوئی آخرت کے دن پر' حساب کتاب پر کامل ایمان رکھے گا' ایسا شخص نماز چھوڑنا تو الگ رہا کسی عذر کے بغیر نماز ٹال کر پڑھنے کی جسارت بھی نہیں کرے گا---!

فَنَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلِلْمُسْلِمِيْنَ الْهِدَايَةَ وَالتَّوْفِيْقَ

❋ ❋ ❋

خاتمہ:

پچھلے صفحات میں ہم نے ان عذروں کو پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا' جن کی رو سے جمع بن الصلوتین (دو نمازیں یکجا پڑھنے) کی اجازت ملتی ہے- یہ عذر حسب ذیل ہیں- جمع تقدیم اور جمع تاخیر کی اجازت' مسافر کو صرف اس صورت میں حاصل ہو گی جس سفر میں قصر کرنا جائز ہو گا- مریض کو بھی جمع تقدیم اور جمع تاخیر کی اجازت ہے' اور بارش کی بنا پر بھی البتہ اس صورت میں کچھ تفصیل ہے- شافعیہ کہتے ہیں بارش کی صورت میں ظہر اور عصر اور مغرب و عشا ایک ساتھ اسی وقت پڑھی جا سکتی ہے جب کہ اولین نمازوں یعنی ظہر میں یا مغرب میں بارش ہو رہی ہو' اور اگر ان کے اختتام پر اور دوسری نمازوں کے آغاز میں بارش ہو رہی ہو تو جمع تقدیم جائز ہے' لیکن جمع تاخیر جائز نہیں ہے' اور حنابلہ کہتے ہیں کہ مغرب اور عشا میں صرف جمع تقدیم جائز ہے' نیز ان کے نزدیک دایہ اور مستحاضہ کے لیے اور سخت سرد تیز ہوا اور کیچڑ ہونے کی صورت میں بھی جمع کی اجازت ہے-

❋ ❋ ❋

پندرہواں کبیرہ گناہ

بلاعذر جمعہ کی نماز ترک کر دینا

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جمعہ کی نماز آزاد' بالغ' مکلف مردوں پر فرض فرمائی ہے- وجوب کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوآ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾(جمعة : ٩)

"اے ایمان والوں جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (یعنی خطبہ اور نماز) کے لیے جلدی کرو اور خرید و فروخت ترک کر دو- یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو"

آیت شریفہ میں ذکر اللہ کی طرف جلدی مائل کرنے کا امر ہے- ذکر اللہ سے مراد یہاں نماز اور خطبہ ہے اور امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے' جیسے خرید و فروخت کی ممانعت کا امر ہوا تو اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہو گئی- اذان سے دوسری اذان مراد ہے- اور کسی مباح کی حرمت' وجوب کے سبب ہوتی ہے- علاوہ ازیں جو لوگ جمعہ کی نماز چھوڑ دیتے ہیں' ان کے متعلق ایسی احادیث وارد ہیں جن میں سخت وعیدیں آئی ہیں- اس نماز کا شمار اسلام کے عظیم ترین شعائر میں ہوتا ہے' اور بے شمار اسرار و رموز اور حکمتیں اس ایک نماز میں پوشیدہ ہیں-

وعید کے قبیل کی بعض حدیثیں ذیل میں درج ہیں

۱- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' نبی کریم ﷺ نے نماز جمعہ میں شریک نہ ہونے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ:

((لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ رَجُلاً يُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقُ عَلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ

عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوتَهُمْ))

"میرا پختہ ارادہ ہوا تھا کہ کسی شخص کو نماز پڑھانے پر مامور کر کے خود جا کر جمعہ سے غیر حاضر رہنے والوں کو ان کے مکانوں سمیت جلا ڈالوں۔"

اس روایت کو مسلم اور حاکم نے ایسی سند سے ذکر کیا جو ان کی شرط کے مطابق ہے'

نیز اس سے پیشتر باب الحمام میں حضرت ابو سعید کی یہ حدیث گزری کہ:

((وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَسْعَ اِلَى الْجُمُعَةِ وَمَنِ اسْتَغْنَى عَنْهَا بِلَهْوٍ اَوْ تِجَارَةٍ اِسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ))

"اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے جمعہ کے لیے جلدی کرنی چاہیے اور جو کوئی جلدی کرنے کے بجائے کسی لہو و لعب میں پڑ گیا یا تجارت کرنے میں رہ گیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے نیاز ہو گا اور اللہ تعالیٰ نہایت بے نیاز ہمہ قسم کی تعریف کے لائق ہے۔"

اس روایت کو طبرانی نے نقل کیا:

۲۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

((اَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَلٰى اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ[1] مِنَ الْغَافِلِيْنَ))

"ان دونوں نے سنا کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے ممبر کی لکڑیوں پر تشریف فرما تھے اور کہہ رہے تھے 'لوگ جمعہ کی نماز کو ترک کرنے اور تہاون کرنے سے باز آ جائیں' ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر وہ غافلوں کے گروہ میں

---

[1] عراقی کا کہنا ہے کہ ترک کرنے اور تہاون کرنے سے مراد بلا عذر چھوڑ دینا ہے۔الخ مہر لگانے کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں جہالت' جفاکاری اور سختی پیدا کر دے گا۔ نہایہ میں ہے: مہر لگانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں کو بند کر دے گا' ان پر پردہ ڈال دے گا اور اطاعت اور بندگی سے انھیں روک دے گا۔طَبَعْ (طاء اور باء پر زبر کے ساتھ) زنگ اور میل کچیل' اصل میں اس سے مراد وہ میل کچیل اور زنگ ہے جو تلوار کو لگ جاتا ہے' کہتے ہیں "طبع السیف یطبع طبعا" تلوار کا زنگ آلود ہونا۔ پھر اس کا استعمال گناہ آلودگی اور دوسری گندگیوں کے لیے ہونے لگا۔

سے ہو جائیں گے۔"

اس روایت کو مسلم ابن ماجہ اور ان کے علاوہ محدثین نے نقل کیا:

۳۔ حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ (جنھیں صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل ہے) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ))

"جس نے محض سستی کی وجہ سے تین مرتبہ جمعہ ترک کر دیا' اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے (اسے سیدھی راہ سے ہٹا دیتا ہے اور جہنم میں جھونک دیتا ہے"

اس روایت کو احمد' ابوداؤد' نسائی اور ترمذیؒ نے نقل کیا' ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے' نیز ابن ماجہؒ اور ابن خزیمہؒ نے اپنی صحیح میں اور حاکمؒ نے اس کو ذکر کیا اور کہا کہ یہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ ابن خزیمہؒ اور ابن حبان کی ایک روایت میں ہے' جس نے کسی عذر کے بغیر تین جمعے ترک کر دیے وہ منافق ہے۔ (منافق وہ شخص ہے جو شرارت کا وطیرہ اختیار کرے اور تذبذب کا شکار ہو ایسا شخص دوزخی ہوگا)

۴۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَسْمَعُونَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ لَا يَأْتُونَهَا أَوْ لَيَطْبَعَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونَنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ))

"جو لوگ جمعہ کی اذان سنتے ہیں' پھر بھی نماز کے لیے نہیں آتے انھیں اس حرکت سے باز آجانا چاہیے' ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر ان کا شمار غافلوں میں ہوگا۔"

طبرانی نے اس کو کبیر میں بسند حسن ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث --- جن میں سخت وعیدیں وارد ہیں اور جن میں یہ بھی درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ سے غیر حاضر رہنے والوں کے گھروں تک کو جلا ڈالنا چاہا' نیز ایسے لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے' اس قسم کے لوگ اللہ اور اس کے رسول سے غافل رہتے ہیں اور ان کا شمار منافقین کے زمرے میں ہوتا ہے۔ ان احادیث سے ایک

مسلمان کو کسی شک کے بغیر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جمعہ کا چھوڑ دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص بارش' بیماری' بھوک یا کسی ایسے عذر کی وجہ سے جمعہ میں نہ آسکے جس کو علمائے کرام نے عذر شمار کیا ہے اور اگر کسی عذر کے بغیر جمعہ چھوڑ دیا اور اس خیال سے ظہر پڑھ لی کہ یہی ظہر جمعہ کی قائم مقام بن جائے گی' تب بھی اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ اس کو فاسقوں میں گنا جائے گا۔ اس کی شہادت قبول نہیں ہو گی' اور جو اس کو واجب ہی نہیں سمجھے گا وہ کافر ہو گا۔

بنابریں جمعہ میں شرکت کی ہر مسلمان کو شدید حرص رکھنی چاہئے اور لغو عذر نہیں تراشنا چاہئے' کیونکہ جو ذات دلوں کے بھید کو جانتی ہے اس کے سامنے محض عذر لنگ پیش کرنے سے نجات نہیں ہو گی۔

آج عام طور سے یہ رواج ہو چلا ہے کہ بے شمار نام نہاد مسلمان جمعہ کے دن خشکی اور تری میں سیر و تفریح کا پروگرام بناتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اس روز اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق اللہ کی بندگی کریں' نماز' صدقہ' خیرات اور ذکر الٰہی وغیرہ سے اس دن کو زندہ کریں' ایسے مقدس دن گیت' سنگیت' رنگ رلیوں' شراب و شباب اور اس قسم کی ان گنت ہلاکت خیزیوں کے پیچھے آنکھیں بند کر کے دوڑتے ہیں' جن کا ارتکاب تو درکنار ان کے نام لینے سے بھی شرم آتی ہے۔

ان کوتاہ اندیشوں سے اور ان تمام لوگوں سے ---- جنھیں دنیا نے اپنی دلکشی اور فریب کا دیوانہ بنا ڈالا ---- جنھیں مال و منال اور یک گونہ جاہ و مرتبہ حاصل ہے ---- ہم پورے اخلاص کے ساتھ یہ انمول نصیحت کرتے ہیں اور ان کے سامنے اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد دہراتے ہیں کہ:

"جو شخص تین جمعہ چھوڑ دیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے"

اس لیے آج جو صحت و شباب اور دولت و طاقت تمہیں حاصل ہے اس کی وجہ سے ہرگز ہرگز دھوکا مت کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرو۔ اس کی شکر گزاری کا ٹھیک ٹھیک حق ادا کرو۔ فرائض کی پابندی کرو۔ نمازوں کی ادائیگی میں ذرہ برابر سستی نہ کرو۔ بالخصوص جمعہ اور باجماعت نمازوں میں کوتاہی مت کرو' اس لیے کہ حساب نہایت سخت ہو گا۔

﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (بقرة:٢٨١)

"اور اس دن سے ڈرو جب کہ تم لوٹ کر اللہ کے حضور میں جاؤ گے' پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں ہو گا۔"

***

سولہواں کبیرہ گناہ

زکوٰۃ روک لینا

زکوٰۃ روک لینا بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے' کیونکہ اسلام کے پانچ ارکان میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ زکوٰۃ مال داروں کے ذمہ فقیروں کا حق ہے' مال داروں کو چاہئے کہ اللہ نے جو دولت انھیں مرحمت فرمائی ہے۔ اس میں سے اس حق کو ادا کریں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کی ترغیب دینے کے لیے بکثرت آیات وارد ہیں۔ جو لوگ زکوٰۃ کے نام سے بھاگتے ہیں ان آیتوں میں ان کے لیے سخت وعید' آخرت میں دردناک عذاب اور دنیا میں ان پر حادثات کے نزول اور بے برکتی نمودار ہونے کی بشارتیں موجود ہیں۔ نیز ان سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے قحط اور خشک سالی آتی ہے اور آسمان سے برسنے والی بارش تھم جاتی ہے۔ اس موضوع کی چند آیتیں ذیل میں درج ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (بقرہ: ۲۷۷)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کیے اور (خاص کر) نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی' تو ان کو ان کے پروردگار کے پاس سے اجر ملے گا اور (قیامت کے دن) انھیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے۔"

﴿وَلَايَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّلَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَابَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (آل عمران: ۱۸۰)

"اور جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے (کچھ) مال عنایت فرمایا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں تو وہ اس بخل کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے حق میں برا ہے' وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں

میں ڈال دیا جائے گا اور (یاد رکھو) آسمانوں اور زمین کا وارث اللہ ہی ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔"

﴿يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ (توبۃ: ۳۵)

"جس دن (وہ مال) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا' پھر اس سے ان بخیلوں کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو) یہ وہی ہے جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا تو تم جو جمع کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔!"

پہلی آیت سے ان ایمان والوں کے اعمال کا اندازہ ہوتا ہے جو نیک کام کرتے ہیں' نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ یہ بدلہ وہ اجر و ثواب ہو گا جو اللہ کی طرف سے انھیں مرحمت ہو گا' انھیں آخرت کے عذاب کا خوف نہیں ہو گا نہ دنیا میں انھیں کوئی رنج ہو گا جب کہ دوسری آیت میں ان لوگوں کے لیے تنبیہ ہے جو شرارت سے زکوٰۃ دینے میں بخل کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ایسے تمام لوگوں سے انتقام لیا جائے گا۔

تیسری آیت میں اللہ پاک نے یہودی ربی اور عیسائی پوپ اور پادریوں کا کچا چٹھا پیش کیا اور ان کے ہتھکنڈوں کو بے نقاب کیا' جن کے ذریعے یہود و نصاریٰ کے یہ علماء اور مشائخ ناجائز طور پر لوگوں کا مال کھاتے تھے۔ مسلمانوں کو ان ہتھکنڈوں سے بچنے کی تاکید کی گئی' اور ان لوگوں کے بارے میں وعید سنائی گئی جو مال کو دونوں ہاتھوں سے اکٹھا کرتے ہیں۔ آخرت میں انھیں یہ بدلہ دیا جائے گا کہ جس قدر دولت انھوں نے جوڑ جوڑ کر رکھی ہو گی' اسے آگ میں تپایا جائے گا۔ جب یہ دولت تپ کر خوب روشن ہو جائے گی تو اس سے ان جوڑ جوڑ کر رکھنے والوں کی پیشانی' ان کے پہلو اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا۔

﴿هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ (توبہ: ۳۵)

"یہ وہی ہے جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا تو تم جو جمع کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔"

یعنی جمع کرنے کا مزہ چکھو۔ اس آیت شریفہ کی تشریح اس حدیث پاک سے ہوتی

ہے جس کو بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔
مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَّلاَ فِضَّةٍ لاَيُؤَدِّى مِنْهَا حَقَّهُمَا اِلاَّ اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفِحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ فَاُحْمِىَ عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ وَ جَبِيْنُهُ وَ ظَهْرُهُ كُلَّمَا بَرَدَتْ اُعِيْدَتْ لَهُ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ - قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالاِبِلُ قَالَ وَلاَصَاحِبَ اِبِلٍ لاَيُؤَدِّى مِنْهَاحَقَّهَا، وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا اِلاَّ اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَاكَانَتْ لاَيَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيْلاً وَّاحِدًا تَطَئُوْهُ بِاَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهُ بِاَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُوْلاَهَا رُدَّ عَلَيْهَا آخِرُهَا فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ قَالَ وَلاَ صَاحِبَ بَقَرٍ وَّ لاَغَنَمٍ لاَيُؤَدِّى مِنْهَا حَقَّهَا اِلاَّ اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَاكَانَتْ لاَيَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ مِنْهَا عَقْصَاءُ وَلاَجَلْحَاءُ وَلاَعَضْبَاءُ تَنْطِحُهُ بِقُرُوْنِهَا وَتَطَؤُهُ بِاَظْلاَفِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُوْلٰهَا رُدَّ عَلَيْهِ آخِرُهَا فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيْلَهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ......الی آخر الحدیث))

"وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو سونے' چاندی والا ان کا حق (یعنی زکوۃ) ادا نہ کرے گا' قیامت کے دن آگ کی چٹانیں اس کے واسطے بچھائی جائیں گی اور دوزخ کی آگ سے ان کو خوب گرم کر کے اس کے پہلو' پیشانی اور پشت پر داغ لگائے جائیں گے جب چٹانیں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو دوبارہ گرم کی جائیں گی اور اس روز تک برابر یہ عمل ہو تا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہو گی۔ بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہو گا تو اس کو یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔ عرض کیا گیا رسول اللہ ﷺ اونٹوں کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اونٹ (والا بھی اس سے مستثنیٰ نہیں

ہے) جو اونٹ والا ان حقوق کو ادا نہیں کرے گا جو ان اونٹوں میں واجب ہیں' اور ان میں ان کا ایک حق یہ ہے کہ پانی پلانے کے دن ان کا دودھ دوہ (کر غریبوں کو پلایا جائے) تو قیامت کے دن دور تک آگ کی چٹانیں اس کے لیے بچھائی جائیں گی اور اونٹ کا کوئی ایک بچہ بھی اس دن غائب نہ ہو گا- غرض یہ سب اس کو اپنے کھروں سے پامال کریں گے' منہ سے کاٹیں گے- جب اونٹوں کی پہلی جماعت پامال کرتی ہوئی گزر جائے گی تو فوراً پچھلی جماعت دوبارہ آجائے گی- یہ فعل برابر اس روز تک جاری رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہو گی' یہاں تک کہ جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اس کو یا دوزخ کا راستہ بتا دیا جائے گا یا جنت کا- عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ گائے اور بکریوں کا کیا حکم ہے؟ فرمایا گائے بکریوں والا بھی (اس سے مستثنیٰ نہیں ہے) جو گائے اور بکریوں والا ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا' قیامت کے دن جتنی دور ہو سکے گا' آگ کی چٹانیں اس کے لیے بچھا دی جائیں گی اور تمام گائے بکریاں اس کو اپنے کھروں سے پامال کریں گی- اور اپنے سینگوں سے اس کو ماریں گی- اس روز ان میں نہ الٹے ہوئے سینگوں والی کوئی ہو گی' نہ منڈی' نہ شکستہ سینگوں والی جب ان کی پہلی جماعت پامال کرتی اور سینگ مارتی ہوئی گزر جائے گی- تو فوراً دوسری جماعت دوبارہ آجائے گی- اور یہ فعل برابر اس روز تک ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہو گی' یہاں تک کہ جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اس کو یا جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا" ----الخ

دوسری روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ مَالٍ وَاِنْ كَانَ تَحْتَ سَبْعَ اَرْضِيْنَ تُؤَدَّىْ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ وَكُلُّ مَالٍ لَاتُؤَدَّىْ زَكَاتُهُ وَاِنْ كَانَ ظَاهِرًا فَهُوَ كَنْزٌ))

"کوئی مال ----خواہ سات زمینوں تلے کیوں نہ دبا ہو' اگر اس کی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے تو وہ جوڑ جوڑ کر رکھے ہوئے کے حکم کے میں نہیں ہوگا' لیکن اس مال کی زکوٰۃ نہیں ادا کی جاتی تو اگر اسے کھلم کھلا بھی رکھا جائے تو وہ کنز ہو گا-"

اس روایت کو طبرانی نے اوسط میں مرفوعاً نقل کیا' ان کے علاوہ دیگر محدثین نے اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا اور یہی صحیح ہے۔

اور جو آیت سورہ آل عمران میں مذکور ہے' اس کی تفسیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے' جس کو انھوں نے رسول اللہؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهُ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِىْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ ...... الخ))

"جس شخص کو اللہ نے مال دیا اور اس کی زکوۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اس کا مال اس شخص کے لیے ایک ایسا سانپ بن جائے گا جس کے سر پر بال نہیں ہوں گے اور جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے' وہ اس کی گردن میں بطور طوق ڈال دیا جائے گا اور وہ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا' میں تیرا مال ہوں' میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ ......"

اس روایت کو امام بخاری' نسائی اور امام مسلم رحمہم اللہ نے نقل کیا۔

کتاب و سنت میں یہ سخت وعید اس لیے آئی کہ جیسا کہ پہلے گزرا کہ زکوۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے اور بکثرت آیات اس کی فرضیت میں وارد ہیں' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ (بقرہ: ۴۳)

"اور نماز پڑھا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ تم بھی رکوع کیا کرو۔"

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ (توبہ: ۱۰۳)

"(اے پیغمبر) تم ان لوگوں کے مال سے صدقہ و خیرات لے لو کہ اس کے قبول کرنے سے تم ان کو گناہوں سے پاک صاف کردو گے۔"

﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ (فصلت: ۶-۷)

"اور مشرکوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو زکوۃ نہیں دیتے"

نیز اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر زکوۃ کا نماز کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے' چنانچہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جس نے زکوٰۃ نہیں دی' اس کی نماز بھی نہیں ہوگی" نیز زکوٰۃ کی فرضیت اور اہمیت کے بارے میں اور بھی متعدد احادیث وارد ہیں- ان میں پہلی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے- وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بُنِيَ[1] الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةُ اَنْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ[2] وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ))

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے' اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں- زکوٰۃ نماز ادا کرنا' زکوٰۃ دینا' بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا-"

اس روایت کو بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے ذکر کیا- نیز حدیث جبرائیل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے' اور چونکہ دین اسلام میں زکوٰۃ کو اہم مقام حاصل ہے اور اس کی اس اہمیت کے پیش نظر کہ اول یہ اللہ کا' پھر فقیروں اور مسکینوں کا حق ہے- دوسرے زکوٰۃ روک لینا اپنے اور فقیروں اور مسکینوں پر ظلم و زیادتی کے مترادف ہے- اسی لیے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور منکرین زکوٰۃ سے جنگ کی اور مرتد ہونے والوں اور زکوٰۃ کے منکروں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا- ارتداد کا یہ فتنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس کے خلاف جنگ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے' اس لیے اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے-

❋ ❋ ❋

---

[1] یعنی اسلام کی بنیاد کو خوب خوب استوار کیا گیا' اور اس کی دیواروں کو مضبوط تر بنایا گیا' درحقیقت اسلام جو اوامر کی تعمیل اور نواہی سے بچنے کا نام ہے' نبی کریم ﷺ نے اس کو ایک پختہ مضبوط قلعہ سے تشبیہ دی ہے- جس کی بنیادیں نہایت پختہ ستونوں پر کھڑی ہیں-

[2] اللہ رب العزت کی وحدانیت کا اقرار کرنا' اس کے وجود کا پختہ عقیدہ رکھنا' اس پر ایمان لانا' حضرت محمد ﷺ کی تصدیق کرنا' آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا' آپ کی دعوت کو قبول کرنا' آپ کی رہنمائی کو تسلیم کرنا اور آپ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلنا-

سترہواں کبیرہ گناہ

ماہِ رمضان کا روزہ ترک کر دینا

اس میں شک نہیں کہ رمضان کے دنوں میں روزے نہ رکھنا اور کھانا پینا گناہ کبیرہ' فاش غلطی اور بہت بڑی معصیت ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ رمضان کے روزے فرض ہیں' لیکن اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے وہ روزہ نہیں رکھ سکا۔ اگر اس نے فرضیت کا سرے سے انکار کیا تو وہ لاکھ روزے رکھے اس کا شمار کافروں اور منکروں میں ہوگا۔ اسی طرح جو شخص جسمانی ریاضت کے لیے روزہ رکھتا ہے' یا اس لیے روزہ رکھتا ہے کہ کھانا پانی کم سے کم استعمال کرنے کی وجہ سے جسم میں طاقت آئے گی' اس کے اندر صحت اور چستی پیدا ہوگی اور اس کی تندرستی قائم رہے گی' غرض وہ حکم خداوندی کی تعمیل اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لیے نہیں بلکہ مادی منفعت کو پانے کے لیے وہ روزہ رکھتا ہے' تو ایسا شخص بھی کافر ہوگا اور اس کے روزے کا انکار کفر اور اس کا ترک کرنا سستی اور کسل مندی کے سبب معصیت کبیرہ پر اس لیے محمول کیا جائے گا کہ رمضان کا روزہ دین اسلام کا چوتھا رکن اور نہایت اہم بالشان فریضہ ہے۔ چنانچہ ماہ رمضان کے روزے کی فرضیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (بقرة: ۱۸۳)

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"

روزے کی فرضیت کا ثبوت ان احادیث سے بھی ہوتا ہے جو نبی کریم ﷺ سے پوری صحت کے ساتھ وارد ہیں' جیسے حدیث جبرئیل اور ابن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کی احادیث وغیرہ- اسی طرح پوری ملت اسلامیہ اپنے مختلف مکاتب فکر اور نظریاتی اختلاف کے باوجود اس بات پر متفق ہے کہ اسلام کے پنجگانہ ارکان کو ادا کرنا فرض ہے- ان میں سے کسی ایک رکن کا منکر بھی بالاجماع کافر اور مرتد ہو گا- البتہ وہ شخص اس سے مستثنیٰ ہو گا جس کی بود و باش اور رہائش علما سے دور کسی دیہات میں رہی ہو یا وہ کوئی نو مسلم ہے اور ابھی ابھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوا ہے' بنابریں اس کو اسلامی عقائد مثلاً روزہ' نماز' زکوۃ اور حج کی فرضیت کا کوئی علم نہیں' اس لیے تاوقتیکہ وہ ان احکام کے بارے میں آگاہی اور واقفیت حاصل نہ کر لے' اس کا شمار کافروں میں نہیں ہو گا- لیکن اگر تعلیم و تربیت اور دین سے واقفیت حاصل کرنے کے باوجود انکار پر مصر رہا تو ایسا شخص یقینی طور پر کافر ہو گا-

روزے کی فضیلت کے بارے میں بھی کثرت سے احادیث وارد ہیں' جیسے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ جو کوئی ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے رکھے' اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوں گے- اس روایت کو بخاری و مسلم اور ابوداؤد نے نقل کیا- نیز روزہ خوروں اور وعید کے لیے بھی بکثرت احادیث وارد ہیں جیسے:

۱- حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے- وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ ارشاد فرماتے تھے-

((بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَتَانِيْ رَجُلَانِ فَاَخَذَا بِضَبْعَيَّ فَاَتَيَا بِيْ جَبَلاً وَّعْرًا فَقَالَ اِصْعَدْ فَقُلْتُ اِنِّيْ لَاَ اُطِيْقُهُ فَقَالَ اِنَّا نُسَهِّلُهُ لَكَ فَصَعِدْتُ حَتّٰى اِذَا كُنْتُ فِيْ سَوَاءِ الْجَبَلِ اِذَا بِاَصْوَاتٍ شَدِيْدَةٍ قُلْتُ مَاهٰذِهِ الْاَصْوَاتُ قَالُوْا هٰذَا عُوَاءُ اَهْلِ النَّارِ ثُمَّ انْطَلَقَ بِيْ فَاِذَا اَنَا بِقَوْمٍ مُّعَلَّقِيْنَ بِعَرَاقِيْبِهِمْ مُشَقَّقَةٌ اَشْدَاقُهُمْ تَسِيْلُ اَشْدَاقُهُمْ دَمًا قَالَ قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ الَّذِيْنَ يُفْطِرُوْنَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ......الخ))

"میں سویا ہوا تھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے- انھوں نے دونوں طرف سے میرے بازوؤں کو تھام لیا اور ایک نہایت دشوار گزار پہاڑ کی طرف مجھے لے چلے- دونوں نے مجھ سے کہا چڑھو- میں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا- ان میں سے ایک نے کہا ہم تمھاری مدد کریں گے- میں چڑھنے لگا- جب میں پہاڑ کے وسط میں پہنچا تو میں

نے نہایت تیز تیز آوازیں سنیں- میں نے کہا یہ کیسی آوازیں ہیں انھوں نے کہا یہ دوزخیوں کی کتوں جیسی بھونکنے کی آوازیں ہیں- پھر وہ مجھے آگے لے چلے- اچانک میرے سامنے کچھ لوگ اپنی ایڑیوں (کے پٹھوں) کے بل لٹکے ہوئے تھے- ان کے جبڑے چرے ہوئے تھے اور ان جبڑوں سے خون بہہ رہا تھا- میں نے ان سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو افطار کی اجازت سے پہلے ہی کھا لیا کرتے تھے-"

اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے-

۲- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے- فرماتے ہیں' حماد بن زید کہتے ہیں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے انھوں نے اس روایت کو رسول اللہ ﷺ سے مرفوعا نقل کیا ہے- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عُرَى الإِسْلاَمِ وَقَوَاعِدُ الدِّيْنِ ثَلاَثَةٌ عَلَيْهِنَّ أُسِّسَ الإِسْلاَمُ مَنْ تَرَكَ وَاحِدَةً مِنْهُنَّ فَهُوَ بِهَا كَافِرٌ حَلاَلُ الدَّمِ شَهَادَةُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَالصَّلٰوةُ الْمَكْتُوْبَةُ وَصَوْمُ رَمَضَانَ))

"اسلام کے حلقے اور دین کی بنیادیں تین ہیں انہی پر اسلام کی اساس قائم ہے-- جس نے ان تین میں سے کسی ایک کو بھی ڈھا دیا وہ اس کا منکر اور کافر ہو گا اور اس کا خون مباح ہو گا- اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرض نمازیں (ادا کرنا) اور رمضان کے روزے رکھنا-"

اس روایت کو ابو یعلی نے حسن سند کے ساتھ ذکر کیا-

ایک اور روایت میں ہے-

((مَنْ تَرَكَ مِنْهُنَّ وَاحِدَةً فَهُوَ بِاللّٰهِ كَافِرٌ وَلاَ يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلاَ عَدْلٌ وَ قَدْ حَلَّ دَمُهُ وَمَالُهُ))

"جس نے ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا' وہ اللہ کا منکر اور کافر ہو گا' اس کی نفل اور فرض (کوئی چیز) قبول نہیں ہو گی- اس کا خون اور مال سب حلال ہو گا-"

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ آمِیْنَ آمِیْنَ آمِیْنَ - قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ صَعِدْتَ الْمِنْبَرَ فَقُلْتَ آمِیْنَ آمِیْنَ- آمِیْنَ فَقَالَ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَتَانِیْ فَقَالَ مَنْ اَدْرَکَ شَھْرَ رَمَضَانَ فَلَمْ یُغْفَرَ لَہٗ فَدَخَلَ النَّارَ فَاَبْعَدَہُ اللّٰہُ قُلْ آمِیْن فَقُلْتُ آمِیْن......الحدیث))

"نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا آمین آمین آمین- کسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ منبر پر تشریف لے گئے تو آپ نے آمین آمین آمین فرمایا؟ آپ نے جواب دیا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا جو کوئی رمضان کا مہینہ پا کر اپنے لیے مغفرت کا سامان نہ کرے' وہ شخص جہنم میں[1] جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے دور دور رکھے گا- کہو آمین! میں نے کہا آمین-----"

اس روایت کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے- الفاظ ابن حبان کے ہیں-

اوپر مذکور روایتوں سے قارئین نے بخوبی جان لیا ہو گا کہ شرعی عذر جیسے سفر' بیماری' بڑھاپے اور عورتوں کو لاحق عوارض جیسے حیض' نفاس' حمل اور دودھ پلانے کے علاوہ کسی بھی عذر یا مجبوری کے بغیر روزہ نہ رکھنا سخت کبیرہ گناہ ہے-

درحقیقت ایسا شخص دین اسلام کے اہم ترین رکن کے احترام کو پامال کرتا ہے اور اس لائق ہے کہ اس کو فاسق و فاجر کہا جائے- اس کی شہادت کو دنیا میں مردود قرار دیا جائے اور آخرت میں وہ دردناک عذاب اور شدید ترین اذیت کا مستحق ہو- یہ آدمی بجا طور پر اس سزا کا مستحق ہے جو حدیث نمبر ایک کے تحت حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اچانک میرے سامنے کچھ لوگ اپنی ایڑیوں (کے پٹھوں) کے بل لٹکے ہوئے تھے- ان کے جبڑے چرے ہوئے تھے اور ان سے خون ٹپک رہا تھا- جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی

---

[1] کیونکہ اس نے فسق و فجور کا راستہ اپنایا' روزہ خوری کی' اللہ کا باغی ہوا- حضرت محمد ﷺ کی شریعت کی خلاف ورزی کی اور بابرکت مہینے کی طویل فرصت کو غنیمت نہیں جانا- اسے چاہیے تھا کہ توبہ کرتا تاکہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا-

بابت دریافت کیا تو جواب میں آپ کو بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو افطار کی اجازت سے پہلے ہی کھاپی لیا کرتے تھے' یعنی افطار سے پیشتر خواہ چند ہی گھڑی پہلے کھالیتے تھے- جب چند گھڑی پہلے کھانے والوں کی سزا یہ ہے تو اندازہ کیجیے ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو بلاعذر روزہ چھوڑ دیتے ہیں اور رمضان کا احترام اور حکم خداوندی کا پاس و لحاظ بھی نہیں رکھتے' نہ اس کے رسول کے فرمان کو اہمیت دیتے ہیں' اس لیے اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ان روزہ خوروں کی قرار واقعی سزاؤں سے متنبہ کیا تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں- چنانچہ آپؐ نے ان لوگوں کو دیکھ لیا کہ ان کی حالت نہایت ابتر تھی- بے پناہ کرب اور تکلیف کی شدت سے وہ کتوں کی طرح چیختے تھے' بھیڑیوں کی طرح آوازیں نکالتے تھے' فریاد کے لیے چیخ پکار کرتے تھے' لیکن ان کا کوئی فریادرس اور مددگار نہیں تھا- ان کی ایڑیوں میں آگ کے آنکس تھے- قصاب کے گوشت کی طرح ان کے جبڑے چرے ہوئے تھے' جس کی وجہ سے ان کے منہ سے خون کی دھاریں پھوٹ کر بہہ رہی تھیں-

دوسری حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ جس نے اسلام کی ان تین بنیادوں میں سے کسی ایک ڈھادیا' وہ اس کا منکر اور کافر ہو گا- اور اس کا خون حلال ہو گا- رمضان کا شمار ان بنیادی ارکان میں سے تیسرے نمبر پر ہے- اور جو شخص اللہ پر' اس کے رسولوں' اس کی کتابوں اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے کا دم بھرتا ہے' اس کے ہوش ٹھکانے کردینے کے لیے تنہا یہ روایت ہی کافی ہے-

تیسری روایت زبان حال سے کہتی ہے کہ جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کے باوجود اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا' وہ واصل جہنم اور اللہ کی رحمتوں سے دور ہو گا- ظاہر ہے اس شخص کی مغفرت نہ ہونے اور واصل جہنم ہونے کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس نے روزوں سے منہ موڑا اور بابرکت مہینے میں کتاب و سنت کے حکموں کو پس پشت ڈالا' حالانکہ رمضان کی مقدس ساعتوں میں ایک مسلمان کو زیادہ سے زیادہ روزے کی حالت میں نماز' نوافل اور کلام پاک کی تلاوت اور رمضان کی راتوں میں تراویح کا اہتمام کرنا چاہئے- یہ نہیں کہ الٹے ایسے متبرک مہینے کی اہانت اور تذلیل کی جائے- روزہ نہ رکھا جائے اور فسق و فجور اور گناہوں کا کام کیا جائے- والعیاذ باللہ!

اٹھارہواں کبیرہ گناہ

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا

مسلمان خوب جانتے ہیں کہ حج دین اسلام کا پانچواں رکن ہے -جو شخص سفر کا سامان اور زاد راہ رکھتا ہو قرآن حکیم کی اس آیت کی رو سے اس پر حج فرض ہے-

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ (آل عمران :۹۷)

"اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا (فرض) ہے (یعنی اس شخص پر) جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھے"

صحیح احادیث جیسے حدیث جبرائیل' حضرت ابن عمر کی روایت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے' انھوں نے کہا-

((خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحِجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ))

"رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا لوگو اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے' لہٰذا تم حج کرو- ایک شخص نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال؟ آپ خاموش رہے' یہاں تک کہ سائل نے تین مرتبہ یہی سوال کیا- نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال) تم پر حج فرض ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے-"

احمد' مسلم اور نسائی (رحمہم اللہ) نے اسے نقل کیا-

پوری ملت اسلامیہ اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ہر مستطیع مسلمان پر حج فرض ہے-اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور چونکہ کتاب و سنت اور اجماع امت کا متفقہ

فیصلہ ہے کہ ہر آزاد' عاقل' بالغ' مستطیع پر حج فرض ہے اس لیے کسی عذر کے بغیر اس فرض کو چھوڑنے والا فاسق اور عاصی ہوگا' اس لیے اس نے اللہ اور اس کے رسول اکرم کی حکم عدولی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا میرا یہ ارادہ ہوا کہ ان شہروں میں آدمی بھیج کر یہ معلوم کروں کہ استطاعت کے باوجود کون لوگ حج کو نہیں جاتے- جو لوگ استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے ان پر جزیہ عائد کروں' اس لیے کہ وہ مسلمان نہیں-

اس نوعیت کی حدیث کسی رائے یا عقل کا نتیجہ نہیں ہو سکتی لہٰذا اس کا حکم مرفوع حدیث کے حکم میں ہوگا' چنانچہ حضرت شیخ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "یہی وجہ ہے کہ میں نے اس کے صحیح حدیث ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے' جس شخص کو میں جسمانی صحت عطا کروں فراغت کے ساتھ روزی دوں' پھر پانچ سال گزر جانے کے باوجود اگر وہ میری طرف (حج کے لئے) نہ آئے تو وہ شخص محروم ہوگا-

اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے نقل کیا- یہ حرماں نصیب وہ ہے جو پانچ سال گزر جانے کے باوجود حج نہ کرے خواہ اس سے پہلے اس نے حج کیوں نہ کیا ہو' لیکن جو شخص ہر قسم کی وسعت کے باوجود حج نہ کرتا ہو' ایسا شخص حکم خداوندی کی تضحیک اور اسلام کے ایک عظیم شعار سے گریز کا مرتکب ہوگا- یہ عظیم اسلامی شعار فریضہ حج ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعمیر کعبہ کا حکم دیا تھا-

❋❋❋

تنبیہ

اور یہ جو نماز چھوڑنے اور زکوٰۃ نہ دینے پر کثرت سے وعیدیں آئی ہیں' لیکن روزہ نہ رکھنے اور حج نہ کرنے پر کم وعیدیں آئی ہیں اس کی حقیقت کا علم تو اللہ کو ہے لیکن بظاہر اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ بہتیرے آدمی روزے رکھتے ہیں لیکن نمازیں نہیں پڑھتے' نہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور کثرت سے ایسے نام نہاد مسلمان بھی پائے جاتے ہیں جو حج تو بڑے چاؤ سے کرتے ہیں' لیکن نماز روزے کے قریب نہیں پھٹکتے۔ یہ ایسی تلخ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس قماش کے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ محض حج کر لینے یا رمضان کے روزے رکھ لینے سے ان کے سارے گناہ معاف ہو گئے اور انھیں نمازیں پڑھنے یا زکوٰۃ دینے کی حاجت نہیں ہو رہی ---- یہ شیطان کا وسوسہ اور ابلیس کا مکر ہے' کیونکہ بہت سی ایسی دلیلیں پائی جاتی ہیں جن کی رو سے نماز نہ پڑھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ پھر اس کا حج یا روزہ کیونکر قابل قبول ہو گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ﴾

(بقرہ: ٢١٧)

"تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور کفر کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

اللہ تعالیٰ عمل خیر کی توفیق دے

❋❋❋

انیسواں کبیرہ گناہ

مقابلے کے دن دشمن کے سامنے سے راہ فرار اختیار کرنا

مقابلے کے دن دشمن کے سامنے سے بھاگ کھڑا ہونا مہلک ترین کبیرہ گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوآ إِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلاَ تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلاَّ مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (انفال ۸: ۱۵، ۱۶)

”اے ایمان والو! جب (میدان جنگ میں) کفار کے لشکر سے تمھارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو جو شخص جنگ کے روز اس صورت کے سوا کہ لڑائی کے لیے پینترا بدلے یا اپنی جماعت میں ملنا چاہے‘ ان سے پیٹھ پھیرے گا (تو سمجھو کہ) وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے‘ بہت برا ٹھکانا ہے۔“

اس سلسلے میں احادیث بھی وارد ہیں‘ جن سے اس کا ثبوت ملتا ہے‘ جیسے۔

((اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ))

”سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچو“

حضرت ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کو وہ اپنے والد اور اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں۔

((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ بِكِتَابٍ فِيْهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ فَذَكَرَ فِيْهِ وَ أَنَّ أَكْبَرَ الْكَبَائِرِ عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ

وَقَتْلُ النَّفْسِ الْمُؤْمِنَةِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَالْفِرَارُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَ رَمْيُ الْمُحْصِنَةِ وَ تَعَلُّمُ السِّحْرِ وَاَكْلُ الرِّبٰا وَ اَكْلُ مَالَ الْيَتِيْمِ...... الی آخر الحدیث))

"رسول اللہ ﷺ نے یمن والوں کو ایک خط لکھا جس میں فرائض، سنن اور دیتوں کا بیان تھا- اس میں یہ بھی درج تھا کہ قیامت کے دن عظیم ترین کبیرہ گناہ یہ ہوگا- اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' کسی مومن کو ناحق مار ڈالنا' اللہ کی راہ میں لڑی گئی جنگوں میں دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جانا' والدین کی نافرمانی کرنا' پاک دامن عورت پر تہمت دھرنا' سحر سیکھنا' سود کھانا اور یتیم کا مال ہڑپ کر لینا"...... الخ

اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جن کو اختصار کے پیش نظر میں نے درج نہیں کیا- جنگ کے دن دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگنا اس لیے مہلک ہے کہ اس سے صاف بزدلی اور انتہائی کمزوری عیاں ہوتی ہے' اور یہ دونوں بدترین خصلتیں ہیں جن سے اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے پناہ مانگی ہے' چنانچہ آپ سے یہ دعا منقول ہے کہ:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَالْقَسْوَةِ وَالْغَفْلَةِ وَالْفُسُوْقِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَالسُّمْعَةِ وَالرِّيَاءِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الصُّمِّ وَالْبُكْمِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَ الْبَرَصِ وَ سَيِّئِ الْاَسْقَامِ))

"اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سستی' بخیلی اور بڑھاپے سے اور سنگ دلی' غفلت' حکم عدولی' شقاق اور نفاق سے اور نام و نمود اور ریاکاری سے' اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں گونگے بہرے ہونے اور دیوانہ پن' کوڑھ' برص اور بدترین امراض سے"

ہر اس مسلمان کے لیے جو اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر اور اس کی مشیت پر ایمان رکھتا ہو اور جس کا یہ عقیدہ ہو کہ:

((فَاِذَاجَاءَ اَجَلُهُمْ لَايَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَايَسْتَقْدِمُوْنَ))

"جب ان کی موت آ جاتی ہے تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے ہوتے ہیں"

ایسے شخص کے لیے جنگ کے میدان سے فرار ہونا ہرگز ہرگز زیب نہیں دیتا جب کہ جنگوں کا نتیجہ کبھی فتح و ظفر کی شکل میں نکلتا ہے اور کبھی شکست نصیب ہوتی ہے۔ لیکن بہر صورت اجر و ثواب اور مقام شہادت سے محرومی ہرگز نہیں ہوتی ہے۔ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے بستر مرگ پر کیا خوب فرمایا تھا کہ "زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں کم و بیش سو جنگوں میں میں نے حصہ لیا' میرے جسم پر بالشت کے برابر بھی ایسی جگہ باقی نہیں رہی جہاں نیزوں کے کچوکے یا تیروں کے گھاؤ نہ لگے ہوں' لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ آج میں بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہا ہوں۔ کاش بزدلوں کی آنکھیں کھل جاتیں۔" (اصلاح المجتمع)

حافظ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کہا کرتے تھے' جب مسلمان کسی جنگ میں شریک ہوں اور اپنے سے دوگنا دشمنوں سے ان کا مقابلہ ہو تب بھی دشمن کو پیٹھ دکھا کر بھاگنا ان کے لیے حرام ہو گا سوائے اس کے کہ وہ لڑائی کے لیے پینترے بدل رہے ہوں یا اپنی جماعت میں ملنا چاہتے ہوں۔ اور اگر دشمن دوگنی تعداد سے بھی زیادہ ہو تب بھی ان کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا میری نظر میں ناپسندیدہ ہو گا۔ اتنا ضرور ہے کہ میری نظر میں وہ خدا کے غیظ و غضب کے مستوجب نہیں ہوں گے اگرچہ پینترا بدلنے یا اپنی جماعت میں ملنے کی غرض سے نہ بھاگے ہوں' یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مشہور مسلک ہے۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلامی جنگوں میں محض اپنی ایمانی قوت' شوق شہادت اور جوش جہاد کی وجہ سے اپنے سے کئی کئی گنا زائد دشمنوں سے بھڑ جاتے تھے اور ان کے دلوں میں اپنے دشمنوں کے مقابلے میں سستی' ناتوانی اور بزدلی کا شائبہ تک نہیں گزرتا تھا۔ موتہ کی لڑائی خدا کے ان اولوالعزم بندوں کی تاریخ کا ایسا ہی روشن باب ہے' جس میں ان کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔ جب یہ "مَعَان" پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ ایک لاکھ رومی اور اتنے ہی نصرانی عرب ان کی گھات میں ہیں۔ مسلمانوں نے دو راتیں معان میں پڑاؤ ڈال کر گزاریں۔ وہیں رک کر حالات کا جائزہ لیا۔ آپس میں مشورہ کیا اور کافی غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد بالآخر یہ طے کیا کہ دشمن سے دو دو ہاتھ کرنا چاہیئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر لشکر اسلام میں عزم و حوصلے کی ایک لہر دوڑا دی۔ آپ ان تین سپہ سالاروں میں سے ایک تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے لشکر کی قیادت کے لیے نامزد

کیا تھا- آپ نے فرمایا کہ لوگو! اللہ کی قسم! جسے تم ناگوار سمجھتے ہو یعنی خدا کی راہ میں شہادت' آخر اسی کے لیے تم گھر سے نکلے ہو- پھر ہم نے لوگوں سے کبھی تعداد' طاقت یا قلت و کثرت کے بل پر جنگ نہیں کی ہے' بلکہ ہماری لڑائی خالص دین کے لیے رہی ہے' اس لیے لوگو! اٹھ کھڑے ہو جاؤ! کیونکہ دو اچھائیوں میں سے کوئی ایک اچھائی ہمیں ضرور مل کر رہے گی' یا تو ہم غالب ہوں گے یا ہمیں شہادت نصیب ہو گی-

اس تقریر کا مسلمانوں پر گہرا اثر ہوا کہ انھوں نے ایک زبان ہو کر جنگ کے حق میں فیصلہ دیا اور میدان کارزار میں اتر گئے اور بڑی تعداد میں دشمنوں کی فوجوں کا صفایا کیا- ادھر تینوں نامزد سپہ سالار یعنی حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ جن کی قسمت میں شہادت لکھی ہوئی تھی ایک ایک کر کے شہید ہوئے' دشمن کی فوجوں سے لوہا منوالیا' ان کی اکثریت بھاگنے پر مجبور ہوئی اور حضرت خالد بن الولید نے بھی اسلامی فوج کو دشمن کے نرغے سے اس طرح نکالا کہ مسلمانوں کی قلت یا ان کمزوری کا کسی کا احساس نہیں ہوا-

انسانی تاریخ کی یہ حیرت انگیز شجاعت اور بہادری فکر انگیز ہے' جس کی نظیر پہلے یا بعد میں کہیں نظر نہیں آتی- غور کرنا چاہیے کہ ایمان سے دل کی دنیا میں کیسی بہار آتی ہے؟ اسی کے ساتھ ساتھ ان مردان خدا اور آج کے عام مسلمانوں اور مسلم سلاطین اور حکمرانوں کے حالات کا موازنہ کرنا چاہیے کہ ان قومی ایمان والوں اور آج کے ان کمزور ایمان والوں کے درمیان پائی جانے والی خلیج روز بروز کیسی وسیع ہوتی جارہی ہے! اور خدا کی نافرمانی اور حکم عدولی کی وجہ سے ان کے دلوں میں بے طاقتی اور بزدلی کہاں تک گھر کر چکی ہے- اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے جو اس کی معصیت اور سرکشی کے لیے سرگرم ہوتے ہیں-!

چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (روم : ٤٧)

''اور ایمان والوں کی مدد ہم پر لازم ہے''

❋ ❋ ❋

بیسواں کبیرہ گناہ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران:١٠٤)

”اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو (لوگوں کو) نیکی کی طرف بلائے' اور اچھے کام کرنے کا حکم دے' اور برے کام سے منع کرے' اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔“

اس آیت میں امر کا صیغہ وارد ہے' امر ”وجوب“ کے لیے آتا ہے' اور واجب کا ترک کرنے والا کسی شک کے بغیر فاسق ہے۔ اچھے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے روکنا دین اسلام کا اہم فریضہ ہے' البتہ اسلام کے پنجگانہ ارکان میں ان کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ یہ فرض کفایہ ہے' اس کا وجوب بطور کفائیہ عائد ہوتا ہے۔ اس کی دلیل ”ولتکن منکم امة۔۔الخ“ ہے۔ آیت میں ”من“ تبعیض کے لیے آیا ہے۔ یعنی چند مسلمان اگر اس فریضے کو انجام دیں' اور دونوں کام (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کرتے رہیں تو باقی ماندہ مسلمانوں کے سر سے گناہ کا بوجھ اتر جائے گا۔ ورنہ تمام مسلمان برابر کے گنہگار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ وَلَوْ كَانُوْا

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ (مائدہ: ۷۸-۸۱)

"بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی- یہ اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے گزر جاتے تھے اور ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو وہ کرتے تھے- بہت برا کام ہے جو وہ کیا کرتے تھے (اے پیغمبر) تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں' انھوں نے اپنے لیے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ برا ہے (وہ یہ کہ) اللہ ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے' اور اگر یہ لوگ اللہ پر اور پیغمبر پر اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی اس پر ایمان رکھتے تو کبھی ان کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے' لیکن ان میں اکثر نافرمان ہیں-"

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق بکثرت احادیث وارد ہیں اور اس سلسلے کی چند احادیث یہ ہیں:

۱- ((عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ))

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے چاہئے کہ (اگر قدرت رکھے تو) اسے ہاتھ سے بدل دے اور جس سے یہ نہ ہو سکے تو وہ اپنی زبان ہی سے بدل دے اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو وہ اپنے دل سے (اس کو برا سمجھے) اور یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے-"

اس حدیث کو مسلم' ترمذی' ابن ماجہ اور نسائی رحمہم اللہ نے نقل کیا-

۲- ((عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عُرِضَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْاُوْلٰى فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمَّا رَمَى الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ سَاَلَهُ فَسَكَتَ عَنْهُ' فَلَمَّا رَمٰى الْجَمْرَةَ الْعَقَبَةَ وَضَعَ

رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ لِيَرْكَبَ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ قَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كَلِمَةُ حَقٍّ تُقَالَ عِنْدَ ذِي سُلْطَانٍ جَائِرٍ))

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' فرماتے ہیں' جمرہ اولی کی رمی کے وقت ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ خاموش رہے۔ جب آپ نے دوسرے جمرہ کی رمی کی تو اس نے پھر پوچھا۔ آپ نے سکوت اختیار کیا۔ جب آپ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی اور سوار ہونے کے لیے رکاب میں پاؤں ڈالا تو فرمایا سائل کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا میں (حاضر) ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے فرمایا (افضل جہاد) انصاف والی وہ بات ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے برملا کہہ دی جائے۔''

اس روایت کو ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

۳۔ ((وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا' فَكَانَ الَّذِيْنَ فِي اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ تَرَكُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا اُهْلِكُوْا جَمِيْعًا وَ اِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا جَمِيْعًا)) (بخاری' ترمذی)

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی حدوں پر قائم ہے اور جو ان حدوں میں سستی کرتا ہے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی قوم نے ایک کشتی کے حصے تقسیم کیے' چنانچہ کچھ لوگ اوپر کے حصے میں رہے اور کچھ نیچے کے حصے میں' تو جو لوگ کشتی کے نچلے حصے میں رہے' وہ اوپر چڑھ کر پانی لانے لگے۔ پانی لانے میں اوپر والوں پر ان کا گزر ہوتا' تب نیچے والوں نے کہا ہم نچلے حصے میں سوراخ کر کے پانی لے لیتے ہیں تاکہ اوپر والوں کو تکلیف نہ ہو۔ اب اگر ان لوگوں نے نیچے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تو سب مارے جائیں گے اور اگر انھوں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا تو سب بچ جائیں گے۔''

٤- ((وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَايَسْتَجِيْبُ لَكُمْ)) (ترمذی)

"حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو' ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا- پھر اگر تم اللہ سے دعا بھی کرو گے تو تمھاری دعا قبول نہیں ہو گی-"

یہ حدیث حسن ہے-

٥- ((وَعَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقَّنَنِيْ فِيْمَا اسْتَطَعْتُ وَالنُّصْحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)) (بخاری و مسلم)

"حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے- وہ کہتے ہیں کہ میں نے سمع و طاعت پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی- آپ نے بقدر استطاعت کی تلقین فرمائی' اور ہر مسلمان کے لیے ہمدردی کی (تاکید فرمائی)-"

٦- ((وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ اَنَّهٗ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ فَيَقُوْلُ يَا هٰذَا اِتَّقِ اللّٰهَ وَدَعْ مَاتَصْنَعُ بِهٖ فَاِنَّهٗ لَايَحِلُّ لَكَ ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ وَ هُوَ عَلٰى حَالِهٖ فَلَا يَمْنَعُهٗ ذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ اَكِيْلَهٗ وَ شَرِيْبَهٗ وَقَعِيْدَهٗ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ' ثُمَّ قَالَ "لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ' كَانُوْا لَايَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ' تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَاقَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ" اِلٰى قَوْلِهٖ فَاسِقُوْنَ' ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَأْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ وَلَتَأْطُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اِطْرًا))

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

بنواسرائیل کے اندر پہلا تنزل یہ رونما ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے سے ملتا اور اس کو کوئی ناجائز کام کرتے ہوئے دیکھتا تو کہتا اے شخص اللہ سے ڈر' ایسا نہ کر' یہ تیرے لیے حلال نہیں۔ پھر جب وہ نہیں مانتا اور اگلے دن اس کی اس آدمی سے ملاقات ہوتی تو اپنے تعلقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور اٹھنے بیٹھنے میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے تھا۔ جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے دلوں کو بعضوں کے ساتھ خلط ملط کر دیا' پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں کہ بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا' ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی' یہ اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے گزر جاتے تھے اور ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے' جو وہ کرتے تھے تم ان میں سے بہت سے لوگ ایسے دیکھو گے جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں' انھوں نے جو کچھ اپنے لیے آگے بھیجا ہے' وہ برا ہے (وہ یہ کہ) اللہ ان سے ناخوش ہوا اور ان میں اکثر لوگ نافرمان ہیں۔" اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بڑی تاکید سے فرمایا کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو' ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اس کو حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو۔"

اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا' الفاظ انہی کے ہیں' اور ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ حدیث حسن غریب ہے۔

۷۔ ((عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ یَاَیُّهَاالنَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَؤُوْنَ هٰذِهِ الْآیَةَ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ﴾(المائدہ : ۱۰۵) وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ وَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ اَوْشَكَ اَنْ یَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنْ عِنْدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَ ابْنُ مَاجَه وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ حِبَّانَ فِیْ صَحِیْحِهٖ وَلَفْظُ النَّسَائِیِّ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ الْقَوْمَ اِذَا رَاَوُا الْمُنْکَرَ فَلَمْ یُغَیِّرُوْهُ عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِاَبِیْ دَاوٗدَ' سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ

مَامِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِيْ ثُمَّ يَقْدِرُوْنَ عَلَى اَنْ يُغَيِّرُوْا ثُمَّ لاَ يُغَيِّرُوْا اِلاَّ يُوْشَكُ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ))

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ لوگو! تم یہ آیت پڑھتے رہو۔ "اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو' جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمھارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا" (مائدہ:۱۰۵) اور میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے' جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتے ہوئے) دیکھیں گے لیکن اس کا ہاتھ نہیں پکڑیں گے تو عنقریب وہ وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے انھیں عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔ اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا اور ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ' نسائی اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ نسائی کے الفاظ یہ ہیں (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے جب قوم کوئی برائی دیکھے اور اس کو نہ بدلے تو اللہ تعالیٰ ان پر عمومی عذاب مسلط فرماتا ہے۔ ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے جس قوم میں معصیت کا کام ہوتا رہے گا اور قدرت رکھنے کے باوجود وہ اس کو بدلنے کی کوشش نہیں کریں گے' تو بہت جلد وہ وقت آئے گا' جب اللہ تعالیٰ ان پر عمومی عذاب مسلط فرمائے گا۔"

۸- ((وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا رَأَيْتَ اُمَّتِي تَهَابُ اَنْ تَقُوْلَ لِلظَّالِمِ يَا ظَالِمُ فَقَدْ تُوْدِعَ مِنْهُمْ))

"حضرت عبداللہ بن رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا' جب تم میری امت کو (اس حال میں) دیکھو کہ وہ ظالم کو ظالم کہنے سے ڈرتی ہو تو اس سے علیحدہ ہو جاؤ۔"

حاکم نے اس کو نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

۹- ((وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْاِسْلاَمُ اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ لاَتُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيْمَ الصَّلاَةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَ تَحُجَّ وَالاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنكَرِ وَتَسْلِيْمُكَ عَلَى اَهْلِكَ فَمَنِ

انتقص شیئا منھن فھو سھم من الاسلام یدعہ ومن ترکھن فقد ولّی الاسلام ظھرہ))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اس طرح اللہ کی پرستش کرو کہ کسی کو اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ' پابندی سے نماز پڑھو' زکوٰۃ ادا کرو' رمضان کے روزے رکھو' حج کرو' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو' اپنے گھر والوں کو سلام کرو' جس نے ان میں سے کسی ایک کو کم کیا' وہ اسلام کے ایک حصے کو کم کرے گا' اور جس نے ان سب کو ترک کیا' اس نے اسلام سے اپنی پیٹھ پھیر لی۔"

اس روایت کو حاکم نے نقل کیا۔

۱۰ - ((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَیَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ))

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے' وہ اس کو رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا' ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کی' بھلائی کا حکم نہیں دیا' نہ برائی سے منع کیا۔"

اس روایت کو احمد اور ترمذی نے نقل کیا۔ الفاظ ترمذی کے ہیں' نیز ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا۔

مندرجہ بالا آیتوں اور روایتوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا دین اسلام میں کیا درجہ اور مرتبہ ہے' اور پہلے مذاہب میں ان دونوں کاموں کو کیا اہمیت حاصل تھی' اس لیے اس آیت لعن الذین کفروا الخ سے پتا چلتا ہے کہ یہ دونوں کام پہلے بھی فرض تھے' کسی دین یا کسی قوم کو ان عظیم المرتبت کاموں کے بغیر قرار اور استقامت نصیب نہیں ہوئی اور جس قوم نے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا' ان پر ہمہ گیر عذاب مسلط ہو کر رہا۔ رہی پچھلی قومیں تو جو لوگ قرآن پاک پڑھتے اور سنتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ان قوموں پر کون کون سا عذاب آیا۔ ان میں کتنوں کو اللہ نے

دریا میں ڈبو دیا' کتنوں کو زمین کے اندر دھنسا دیا' کتنوں کو زوردار چیخ کے ذریعہ موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان میں کتنے ایسے تھے جن کی صورتوں کو مسخ کر کے انھیں بندر اور سور بنا ڈالا؟-

اور رہی موجودہ امت تو اس نے بالخصوص پچھلی کئی صدیوں سے جیسے آپس میں یہ تہیہ کر لیا ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو پس پشت ڈال کر بیٹھ رہے گی' ورنہ آج دیکھ لیا جائے کہ حکومت سعودیہ عربیہ کو چھوڑ کر دیگر مملکتوں کے سلاطین' رؤسا اور امرا مذکورہ دونوں فریضوں کی انجام دہی سے یکسر غافل ہیں' ان کے زیر نگیں ملکوں میں منکرات اور مہلک کبیرہ گناہوں کا سیلاب برپا ہے' شراب نوشی' زناکاری' جوئے بازی اور سود خوری کا بازار گرم ہے- پھر ان ملکوں میں بہت بڑے پیمانے پر نام نہاد آزادی کے پردے میں فواحش اور منکرات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے- ستم بالائے ستم یہ کہ وہاں کی اکثریت اللہ اور اس کے رسول کو برا کہتی ہے- دین اور شرع متین کا مذاق اڑاتی ہے اور کوئی انھیں باز رکھنے یا برائی سے روکنے والا نہیں- لیکن دوسری طرف اگر کوئی سلطان' حاکم وقت' صدر نشین یا ملک کے لیڈر کے خلاف زبان کھولے اور کتنی ہی حق بات کیوں نہ کہہ دے' اسے پکڑ کر سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے اور سخت سے سخت سزائیں دی جاتی ہیں- اس قسم کے قیدیوں سے جیلیں بھری پڑی ہیں' اور طرفہ یہ کہ اکثر بے گناہ ان اذیت گاہوں کی بھینٹ چڑھتے ہیں اور حق کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں' یا حکومت وقت' یا ملکی سیاست پر صحت مند تنقید کی وجہ سے بربریت کا نشانہ بنتے ہیں' اس لیے کہ اس حقیقت پر مبنی تنقید سے سیاست کی چشم و ابرو پر بل آتا ہے اور پھر آہنی زنجیریں کھنک اٹھتی ہیں-

کیسی عجیب بات ہے کہ یہ امت اپنی جھوٹی آن پر مٹتی ہے' لیکن شریعت مطہرہ کا اس کے نزدیک کوئی پاس و لحاظ نہیں' بلکہ ان نادانوں نے اس پاکیزہ دستور کو ملحدوں' گمراہوں اور آزاد خیال انسانوں کے ہاتھوں کھلونا بنا دیا ہے' جن کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول کا کوئی احترام نہیں- بھلا ایسی مت کیوں کر فلاح پائے گی اور خوش بختی اور عزت و احترام اسے کیوں کر نصیب ہو گا- یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیشتر مسلم اقوام کو رسوائی اور پھوٹ میں مبتلا کیا اور دشمنوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا رکھا ہے- آج مسلمانوں کی حالت زار کا کیا کوئی اندازہ کر سکتا

ہے کہ اطراف عالم میں ان پر عرصۂ حیات تنگ ہے' دشمن قومیں لقمہ تر کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹی پڑ رہی ہیں' دنیا کے چپے چپے کی زمین ان کے خون سے رنگین ہے' ان کی املاک' مال غنیمت سمجھ کر لوٹی جا رہی ہیں' ان کے بال بچے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہو رہے ہیں اور بے گناہ مسلمانوں کو آہنی سلاخوں کے پیچھے زبردستی ٹھونسا جا رہا ہے- کیا یہ سب اسی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غفلت کا نتیجہ نہیں؟ کیا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان مسلم قوموں نے کتاب و سنت سے منہ موڑ کر ایسے آئین اور قوانین سے رشتہ جوڑا جن کا تعلق دائیں یا بائیں بازو کے درآمد شدہ افکار سے ہے' اور جیسے ان کی دانست میں ان نظریات میں وہی ہدایت' رہنمائی' ہمدردی اور غمخواری کا جوہر نمایاں ہے جو کتاب و سنت کا خاصہ ہے؟-

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہدایت طلب کرتے ہیں

اکیسواں کبیرہ گناہ

ترک سنت اور اس پر اصرار

بلا شبہ کہ اللہ رب العزت نے انبیاورسل کو مبعوث فرمایا۔ بعض نبیوں اور رسولوں پر کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے' اور نبوت ورسالت کے اس زریں سلسلے کو ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے ذریعے سے ختم فرمایا۔ آپ پر قرآن پاک ایسی عظیم الشان کتاب نازل فرمائی۔ عقائد' عبادات' معاملات' حدود جرائم اور ان کی سزائیں' شرعی احکام اور فیصلے اور اخلاق و آداب سے متعلق انسانی ضرورت کے تمام مسائل اس کے مطابق انجام پاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کی رو سے اس عظیم المرتبت کتاب کی پیروی کو فرض قرار دیا۔

﴿اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَاتَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (اعراف : ۳)

"(لوگو) یہ (قرآن) جو تمھارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے' اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے رفیقوں کی پیروی نہ کرو' مگر تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔"

نیز فرمایا:

﴿وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (انعام : ۱۵۵)

"اور یہ (قرآن بھی) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے' جو برکت والی ہے۔ اس کی پیروی کرو اور پرہیز گار بنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

پھر کتاب اللہ کی پیروی کی فرضیت کے ساتھ امر و نہی سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی ان الفاظ میں تاکید فرمائی:

﴿وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (حشر : ۷)

”اور جو کچھ تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو منع کریں اس سے رک جاؤ۔“

پیغمبر علیہ السلام کی تابعداری اور اطاعت کا حکم بہت سی آیات میں وارد ہے۔ارشاد ہے:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (آل عمران : ۱۳۲)

”اور اللہ اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

آنحضرت کی دعوت پر لبیک کہنے کے لیے ارشاد فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾

(انفال: ٢٤)

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو جب کہ وہ (رسول) تم کو ایسے کام کی طرف بلاتے ہیں جس میں تمھاری زندگی ہے۔“

رسول کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والا اللہ کا محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے۔

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (نساء: ۸۰)

”جس نے رسول کی اطاعت کی' اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔“

نیز فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾

(آل عمران: ۳۱)

”آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کا دم بھرتے ہو' تو میری پیروی کرو' اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ کو بخش دے گا۔“

اور خلاف ورزی پر وعید فرمائی:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (نور: ٦٣)

”اور جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' ان کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت آپڑے یا کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔“

۱- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے-

((فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ بَعْدِيْ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

"تمھیں چاہئے کہ میری سنت کو مضبوطی سے تھام لو اور میرے بعد کے خلفائے راشدین کی سنت کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو' اور دیکھو نئی باتوں (بدعتوں) سے بچتے رہنا' کیوں کہ ہر نئی بات گمراہی ہے-"

اس روایت کو ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر کیا- ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے-

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ))

"جس نے میری سنت سے اعراض کیا' وہ مجھ سے نہیں (یعنی میری ملت اور میرے طریقے پر چلنے والوں میں نہ ہوگا)"

اس روایت کو مسلم نے نقل کیا-

۳- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرمارہے تھے:

((لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيْغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ))

"میں تمھیں ایک اجلی روشن (شریعت) پر چھوڑے جارہا ہوں' اس کی رات اس کے دن کی طرح روشن ہے- اس سے کج روی کرنے والا ہی ہلاک ہوگا-"

اس روایت کو ابن ابی عاصم نے سند حسن کے ساتھ کتاب السنہ میں نقل کیا ہے-

۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ مُجَابٍ الزَّائِدُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ وَالْمُتَسَلِّطُ عَلَى أُمَّتِيْ بِالْجَبَرُوْتِ لِيُذِلَّ مَنْ أَعَزَّ اللّٰهُ وَيُعِزَّ مَنْ أَذَلَّ اللّٰهُ وَالْمُسْتَحِلُّ حُرْمَةَ اللّٰهِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَالتَّارِكُ لِلسُّنَّةِ))

"چھ آدمی وہ ہیں جن پر میری طرف سے لعنت ہے' نیز اللہ کی اور اس کے ہر مستجاب الدعوات پیغمبر کی لعنت ہے' کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا' تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا' میری امت پر طاقت اور جبروت کے ذریعہ مسلط ہونے والا' جس کا مقصد یہ ہو کہ جسے اللہ نے عزت دی وہ اسے ذلیل کرے یا جسے اللہ نے ذلیل کیا وہ اسے عزت دلانے کے درپے ہو' اور اللہ کے حرام ٹھہراتے ہوئے کو حلال ٹھہرانے والا اور میرے خاندان اور ہم مشربوں کے بارے میں جن چیزوں کو اللہ نے حرام ٹھہرا لیا ہے انھیں حلال سمجھنے والا (مثلاً انھیں زبانی یا حسی اذیت پہنچانا' ان کے بارے میں فاسد نظریات اور لغو خیالات کو ہوا دینا) سنت کو چھوڑنے والا۔"

اس روایت کو طبرانی نے کبیر میں' ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے نقل کیا' اور کہا کہ اس کی اسنا صحیح ہے۔ میں اس میں کسی علت کو نہیں جانتا۔ ترغیب وترہیب میں اسی طرح درج ہے۔

پہلی حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی مت کو اللہ کی کتاب اور اپنی اسی سنت پر پوری کوشش اور لگن سے عمل کرنے کی تلقین فرمائی جو نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال اور آپ کی تقریر سے عبارت ہے۔ آپ نے ان پر اتنی سختی سے کاربند ہونے کی تلقین کی جیسے کوئی شخص اپنے دانتوں سے کسی چیز کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے۔

دوسری حدیث میں ان لوگوں کے بارے میں سخت وعید ہے اور آپ نے انھیں اپنی ملت اور اپنے طور طریق سے یکسر جداگانہ قرار دیا ہے۔ جو سنتوں سے انکار اور اعراض کرتے ہیں۔ تیسری حدیث اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ جو شخص دین حق سے یعنی کتاب وسنت سے تجاوز کرتا ہے' وہ گمراہی اور ضلالت کے گڑھے میں گرتا ہے اور اس کا انجام ہلاکت اور عذاب کی شکل میں اس کو مل کر رہے گا۔

چوتھی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سنت نبوی کا تارک ملعون ہے' جیسے اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا اور اس کی تقدیر کا منکر لائق ملامت ہے۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی کسی ایک سنت سے منہ موڑ کر اس کو چھوڑ دینے والا' اپنی ہوا وہوس کو اس پر ترجیح دینے والا اور اس پر اصرار کرنے

والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے گو کہ یہی سب سے بڑا کبیرہ گناہ نہیں ہے۔ مثلاً وہ شخص بالضرور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو گا جو سنت سے منہ موڑ کر نکاح سے پہلو تہی کرے' جمعہ' نماز باجماعت یا وتر کی نماز نہ پڑھے' لیکن جو شخص کسی عذر جیسے تنگ دستی عورتوں سے بے رغبتی یا علمی مشغولیت کی وجہ سے نکاح نہ کرے وہ شخص اس وعید میں داخل نہیں ہو گا۔ اسی طرح جو شخص کبھی کبھی جمعہ' نماز باجماعت یا وتر کی نماز نہ پڑھے' اس کا شمار بھی اس وعید میں نہیں ہو گا۔ قارئین کی مزید معلومات کے لیے ہم ذیل میں علامہ شاطبی رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت درج کرتے ہیں۔ شیخ ابوزہرہ نے اس عبارت کو بحنسہ نقل کیا ہے۔

مندوب پر پوری بصیرت کے ساتھ غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اس کی حقیقت واجب کے خادم اور معاون کی ہے' کیونکہ مندوب یا تو واجب سے پہلے آ کر اس کا پیش خیمہ بنتا ہے یا اس کے پیچھے پیچھے اسے اجاگر کرتا ہے۔ کبھی وہ اسی واجب کی جنس سے ہوتا ہے کبھی اس سے الگ ہوتا ہے۔ مندوب جو واجب کی نوعیت کا ہوتا ہے' اس کی مثال فرض نمازوں سے وابستہ نفل نمازیں ہیں۔ اسی طرح نفلی روزے' نفلی حج اور دیگر فرائض سے متعلقہ نوافل ہیں۔ واجب کی نوعیت سے جداگانہ مندوب کی مثال جیسے حدث کے بعد بدن' کپڑے اور جانماز کی پاکی ہے (واضح ہو کہ یہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک یہ چیزیں نماز صحیح ہونے کی شرطیں ہیں۔ علی ہذا نماز کے وقت لباس سے آراستہ ہونا' نماز کے علاوہ دیگر کام جیسے افطار میں عجلت' سحر میں تاخیر' لایعنی چیزوں سے زبان کی حفاظت' روزے رکھنا' وغیرہ بھی انہی میں داخل ہے۔ مختصر یہ کہ یہ چیزیں اگرچہ اپنے قریبی فرائض کی جنس سے تعلق نہیں رکھتیں تاہم ان کی تقویت اور تاکید کا کام انجام دیتی ہیں' جیسے سحر میں تاخیر سے روزوں میں آسانی ہوتی ہے مسلسل روزے رکھنے میں دشواری نہیں ہوتی اور اس لیے بھی کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کام وہی ہے جسے تھوڑا کیا جائے لیکن پابندی کے ساتھ کیا جائے۔

دوسری بات جس سے آگاہ کرنا ضروری ہے' وہ یہ ہے کہ علامہ شاطبی نے اس امر کو بھی صاف صاف بیان کیا ہے کہ مندوب کا تعلق فرد واحد سے نہیں بلکہ افراد سے ہوتا ہے یعنی جن موکد سنتوں پر رسول اللہ ﷺ نے مواظبت فرمائی یا جن پر آپ ؐ کا عمل رہا لیکن کبھی

آپ نے اس کو چھوڑ دیا' ایسی سنت کو اگر کوئی کبھی کبھی یا زیادہ تر چھوڑ دے تو جائز ہے' لیکن سرے سے بالکلیہ اس کا چھوڑ دینا جائز نہیں ہے - نہ کسی بستی والوں کو اجتماعی طور پر اسے چھوڑ دینا چاہیے' مثلاً اذان ترک کرنے کی اجازت کسی فرد کو بالکلیہ نہیں ہو گی' نہ پوری بستی والوں کو یکلخت چھوڑ دینے کی گنجائش ہو گی' ورنہ ان کے خلاف چڑھائی کی جائے گی' اسی طرح کسی کو جماعت چھوڑ دینے کی اجازت نہیں ہو گی[1]

اسی طرح نکاح سے کسی صورت پہلو تہی درست نہیں ہو گی' کیونکہ اس کے سنت ہونے کا تعلق فرد واحد سے ہے لیکن ساری جماعت اس سنت کو چھوڑ نہیں سکتی' ورنہ امت مٹ جائے گی - یہی وجہ ہے کہ بعض اہل تشیع نے ازدواج کو فرض کفایہ کہا ہے -

اس موقع پر علامہ شاطبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب کوئی کام فرد واحد کے لیے

---

[1] جماعت ترک کر دینے پر حسب ذیل احادیث میں وعیدیں وارد ہیں -

(الف) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے - فرماتے ہیں کہ ایک نابینا رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا کوئی رہبر نہیں جو مجھے مسجد لے جائے' کیا مجھے گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت ہو گی؟ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی - جب وہ جانے لگے تو آپ نے انھیں بلا کر پوچھا کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں - آپ نے فرمایا تب تم اس آواز پر لبیک کہو - (مسلم نسائی)

(ب) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ (آپ نے) فرمایا جسے اس بات سے مسرت ہوتی ہے کہ کل اللہ سے اس کی ملاقات اس طرح ہو کہ وہ مسلمان رہے تو اسے ان نمازوں کو وہاں پابندی سے ادا کرنی چاہیے' جہاں ان کے لیے اذانیں دی جاتی ہیں (یعنی مسجدوں میں) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے پیغمبر ﷺ کے لیے سنن ہدی (قوانین ہدایت) جاری کر دیے ہیں اور مسجدوں میں ان نمازوں کا ادا کرنا بھی قوانین ہدایت میں داخل ہے - اب اگر اپنے اپنے گھروں میں نمازیں پڑھو گے تو سنت نبوی کی خلاف ورزی کرو گے' اور سنت نبوی کو ترک کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے - (مسلم' ابوداؤد وغیرہ) ----- (الخ)

(ج) حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا فرماتے تھے جس کسی بستی میں تین آدمی ہوں اور اس کے باوجود وہ نماز کے لیے جماعت نہیں کھڑا کریں گے' تو ان پر شیطان چھا جائے گا' لہٰذا تم جماعت کو لازم پکڑو' اس لیے کہ بھیڑیا اس بکری کو ہڑپ کر لیتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو (احمد' ابوداؤد) نسائی' ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا اور حاکم نے بھی اس کو بیان کیا - رزین نے اپنی جامع میں اتنا اضافہ کیا ہے' انسان کا بھیڑیا شیطان ہے' جب انسان اکیلا ہوتا ہے تو شیطان اس کو چٹ کر جاتا ہے -

توجملہ افراد پر وہ بالکلیہ واجب ہوگا' جیسے جامع مسجدوں یا دوسری مسجدوں میں اذان کہنا' پنجگانہ اور عیدین کی نمازیں پڑھنا' نفلی خیرات دینا' نکاح کرنا' وتر کی نماز ادا کرنا' فجر کی سنت پڑھنا' عمرہ کرنا' دیگر سنن رواتب جو فرد واحد کے لیے مندوب ہیں- اگر بالفرض تمام افراد نے اس کو چھوڑ دیا تو تارکین کے خلاف جرح کی جائے گی' چنانچہ دیکھنا چاہئے کہ اذان دینا' دین اسلام کا شعار ہے اور جس بستی کے لوگ اسے چھوڑ بیٹھیں گے ان سے جنگ کی جائے گی اسی طرح جو کوئی پنجگانہ نماز باجماعت چھوڑ دے گا اس سے بھی اس کے بارے میں جرح کی جائے گی اور اس کی شہادت رد کر دی جائے گی-

پھر رسول اللہ ﷺ نے نماز جماعت ترک کرنے والوں کو سخت وعید سنائی ہے' چنانچہ آپ کا یہ بھی ارادہ ہوا کہ آپ ان کے گھروں کو جلادیں- اسی طرح رسول اللہ ﷺ غزوات میں کسی قوم پر عین صبح کو تاخت فرماتے' اگر بستی کی طرف اذان کا جواب آتا تو آپ رک جاتے ورنہ حملے کا اعلان فرمادیتے- نکاح کی حکمت اور مصلحت بھی شارع کے نزدیک یہ ہے کہ نسل کی افزائش ہو اور نوع انسانی کی بقا اور تحفظ ہو سکے اور اگر نکاح کو بالکلیہ ترک کر دیا جائے تو دین کی اساس پر کاری ضرب لگے گی' لیکن کسی کسی وقت اس سے گریز کی صورت میں اتنا زیادہ نقصان کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا-

سنت نبویؐ کو ترک کروگے تو گمراہ ہو جاؤ گے (مسلم' ابوداؤد وغیرہ)

اس میں شک نہیں کہ یہ زاویہ نظر شارع کے احکام اور اس کے ارشادات کی تکمیل میں ممد ومعاون بنتا ہے' خواہ تعمیل کا مطالبہ انتہائی لازم ہو یا اتنا لازم اور ضروری نہ ہو-

نیز یہ بھی واضح رہے کہ اوپر کی سطروں میں ہم نے جن سنتوں کو بیان کیا کہ ان پر رسول اللہ ﷺ نے مواظبت فرمائی ان کو بہ اصرار ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے-

لیکن اگر کوئی سنت کے لائق حجت ہونے سے انکاری ہو جیسے ہندو پاکستان کے نام نہاد اہل قرآن نے حدیث کی حجت سے انکار کیا اور اس سے متاثر ہو کر بعض عربوں اور لیبیا کے صدر نشین نے بھی برملا ان کی حامی بھری' تو انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت' صحیح احادیث اور سنتوں پر عمل نہ کرنا' ان پر عمل کو واجب نہ ماننے کا عقیدہ رکھنا اور صرف قرآن کریم سے استدلال پر اکتفا کرنا بلاشبہ کفر ہے-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (نساء : ٦٥)

"تمھارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو منصف نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کر دو اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں' بلکہ دل و جان سے اس کو قبول کر لیں۔"

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (نور:٦٣)

"تو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' ان کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت آئے یا کوئی دردناک عذاب ان پر نازل ہو جائے۔"

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (نساء : ٥٩)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکومت والے ہیں (ان کی بھی اطاعت کرو) پھر اگر کسی معاملے میں باہم اختلاف ہو جائے تو اس معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو۔"

غور کرنا چاہئے کہ رسول کی اطاعت مستقل حیثیت رکھتی ہے' اسی لیے باری تعالیٰ نے اس کو علیحدہ ذکر فرمایا' چنانچہ ارشاد ہوا "وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ" اور رسول کی اطاعت کرو' لیکن چونکہ اولی الامر کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے تابع ہے' اس لیے ہر دو فعل کو حرف عطف کے ذریعے جوڑ دیا' اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

((كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قِيْلَ وَمَنْ يَاْبٰى قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى))

"میری ساری کی ساری امت جنت میں جائے گی' لیکن جس نے انکار کیا وہی جنت میں نہیں جائے گا' کسی نے عرض کیا اور کون انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے

انکار کیا۔"

یہ اور اس کے علاوہ بھی متعدد آیات اور صحیح احادیث وارد ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہیں کرے گا، مسلمان نہیں ہوگا اور چونکہ اللہ کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی کی دوسری صورت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے والوں کو آتش دوزخ میں سدا جلنے کی وعید سنائی ہے ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا﴾ (نساء:۱۱۵)

"اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہو جانے کے بعد پیغمبرؐ کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلے گا تو اسے ہم اسی طرف لے جائیں گے جس طرف جانا اس نے پسند کیا ہے، اور بالآخر اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔"

اب یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے حکموں کی تعمیل نہیں کرے گا، سنت نبوی کے مطابق فیصلوں پر کاربند نہ ہوگا اور نہ احادیث مقدسہ کو لائق حجت تسلیم کرے گا، ایسا آدمی رسالت مآب ﷺ پر ایمان رکھنے والا متصور نہیں ہوگا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر بھی اس کا ایمان نہیں ہوگا، نہ کلمہ شہادت پر اس کا ایمان درست ہوگا، جس کا وہ اقرار کرتا ہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کے عذاب سے ڈراتا ہے۔

چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ فَاِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا﴾ (الفتح : ۱۳)

"اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے (ایسے) کافروں کے لیے آگ کی لپٹیں تیار کر رکھی ہیں۔"

اور نیک توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے

بائیسواں کبیرہ گناہ

دین میں بدعت کا آغاز کرنا

جو شخص دین میں کوئی غلط طریقہ ایجاد کرتا ہے اور لوگ اس کی دیکھا دیکھی اس کی پیروی کرتے ہیں' ایسا شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے- یہ اوّلین شخص اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ اپنے نقش قدم پر چلنے والوں کا بھی بوجھ اٹھائے گا اسی طرح کسی نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا' اس کو طریقہ ایجاد کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور ان لوگوں کا بھی جو آئندہ اس طریقے پر عمل پیرا ہوں گے' لیکن ان لوگوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی- اس کی دلیل حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل روایت ہے:

فرماتے ہیں:

"ایک روز دن کے ابتدائی حصے میں ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ چند اشخاص برہنہ پا' ننگے بدن' بالوں کی کفنیاں پہنے' تلواریں لٹکائے' حاضر ہوئے- ان میں اکثر قبیلہ مضر کے افراد تھے' بلکہ سب ہی لوگ قبیلہ مضر کے تھے- ان کی محتاجی کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر غم کے آثار نمودار ہوئے- آپ فوراً کاشانہ نبوت میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں باہر آکر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا- حسب الارشاد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی' اقامت کہی آپ نے نماز پڑھائی- نماز کے بعد تقریر کی- ابتدا میں ﴿يَآأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ اور سورہ حشر کی آیت ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَاقَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ تلاوت فرمائی اور فرمایا آدمی کو دینار' درہم' ایک صاع گیہوں' ایک صاع چھوارے خیرات کرنا چاہئے- اخیر میں فرمایا (دوزخ سے) بچو' اگرچہ چھوارے کا ایک ٹکڑا دے کر ہی بچو-

اتنے میں ایک انصاری درہموں کی ایک اتنی بھاری تھیلی لے کر آئے کہ ان کے ہاتھ سے اٹھ نہ سکتی تھی اور پھر پے در پے لوگوں نے صدقے کا مال لانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں ڈوڈھیر ایک کپڑوں کا اور دوسرے طعام کا اکٹھا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک کندن کی طرح چمکتا نظر آنے لگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا' اس کو اس طریقے کے ایجاد کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور ان لوگوں کا بھی جو آئندہ اس طریقے پر عمل پیرا ہوں گے 'لیکن ان لوگوں کے ثواب میں کمی نہ ہو گی' اور جس شخص نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا' اس پر ایجاد کرنے کا وبال بھی ہو گا اور ان لوگوں کا بھی عذاب ہو گا جو آئندہ اس طریقے پر عمل کریں گے 'مگر عمل کرنے والوں کے عذاب میں کوئی کمی نہ ہو گی۔" (مسلم' نسائی' ابن ماجہ اور ترمذی نے اس کو اختصار سے ذکر کیا)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ لِاَوَّلِ كِفْلٍ مِنْ دَمِهَا لِاَنَّهُ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ))

"جو آدمی بھی مظلوم مارا جاتا ہے اس کے خون کا کچھ بار حضرت آدم علیہ السلام کے اس پہلے بیٹے پر ضرور پڑتا ہے جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔"

اس روایت کو بخاری' مسلم اور ترمذی نے نقل کیا۔

آدم کے فرزندوں کی بابت خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ.... فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾

(مائدہ: ۲۷' ۳۰)

"اور تم ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناؤ' جب دونوں نے اللہ کی جناب میں نیازیں چڑھائیں تو ایک کی نیاز قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔ اس پر (قابل نے ہابیل سے) کہا کہ میں یقیناً تجھے کر دوں گا (ہابیل نے)

کہا کہ اللہ صرف پرہیزگاروں کی نیاز قبول کرتا ہے..... اس پر اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر ابھارا چنانچہ اس نے (ہابیل کو) قتل کر دیا۔ پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔"

اس آیت اور پہلے گزری ہوئی دونوں حدیثوں سے اس کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ برا طریقہ ایجاد کرنے والا بھاری کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قاتل کے گناہ کا مساوی حصہ قابیل کے سر ڈالا' اس لیے کہ ناحق قتل کی داغ بیل سب سے پہلے اسی نے ڈالی ہے ---- چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی صراحت ملتی ہے۔

گزشتہ سطروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت حسین (رضی اللہ عنہ) کے نام پر محرم اور صفر کے مہینوں میں جو ماتم برپا ہوتا ہے' شرک کے بعد یہ بھی گناہ کبیرہ کی حیثیت رکھتا ہے' اس لیے کہ یہ نالہ و شیون اور ماتم اللہ اور اس کے رسول کی شریعت کے خلاف ایک نئی گھڑی ہوئی چیز ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر جن بدعات کا ارتکاب کیا جاتا ہے' باہوش طبقہ ان سے بخوبی واقف ہے ان بدعات میں سے کچھ تو یہ ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یہ نام نہاد چاہنے والے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سوانگ بھرتے ہیں۔ کسی آدمی' یا رہبر' یا دوسری کسی چیز سے ان کی شبیہ بنائی جاتی ہے۔ اس کی گردن کٹی ہوتی ہے' آس پاس سرخ رنگ لگا ہوتا ہے' سینے اور پورے بدن پر خون کی طرح کوئی مادہ بہا ہوتا ہے۔ کچھ مردوں کو زنانہ لباس پہنا کر کسی کا نام زینب' کسی کا سکینہ' اور کسی کا شہربانو نام رکھ کر چھوڑتے ہیں' اور اس طرح اہل بیت اطہار کی نقل کرتے ہیں۔ مرد عورتوں کا لباس پہنتے ہیں اور انھیں قید کی شکل میں دکھاتے ہیں۔ پھر عام مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ دیکھو دشمنان خدا نے نواسۂ رسول اور ان کے اہل بیت کے ساتھ کیا کیا؟ اس کے بعد ہی چاروں طرف سے لعنت ملامت اور سب و شتم کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے' یزید پر لعنت کی جاتی ہے' حضرت معاویہ' حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان غنی اور تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو سخت برا بھلا کہا جاتا ہے۔ ان میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ' آپ کے اہل بیت' حضرت سلمان فارسی' حضرت ابوذر غفاری اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔

یہ ماتم اور نالہ و شیون کا رواج شیعہ سنی فساد کی جڑ ہے[1] مسلمانوں میں باہم پھوٹ اور تفرقہ پیدا کرنے کی سازش ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام کی تکفیر' ازواج مطہرات پر افترا پردرازی اور ان پر سب و شتم کیا جاتا ہے اور اصحاب کرام خصوصاً حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی نقلیں اتاری جاتی ہیں' اس لیے ہر عقل مند آدمی جو اس ماتم' اس کی اصلیت اور اس کی غرض و غایت سے واقف ہے اس کو بھی اس کا اعتراف ہو گا کہ یہ سخت گناہ کبیرہ کے کام ہیں۔ پھر یہی نہیں کہ یہ گناہ کے کام ہیں' بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک بھی ہے' کیونکہ اس موقعہ پر حضرت علی' حضرت حسین اور حضرت عباس ابن علی رضی اللہ عنہم کا نام لے کر ان سے فریاد کی جاتی ہے' ان کے ناموں پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں اور اس طرح غیر اللہ کے لیے نذریں مانی جاتی ہیں۔

جو لوگ عرس کے نام پر پیروں پیغمبروں اور صالحین کی پیدائش کا جشن مناتے ہیں' ان کی سالگرہ کے دنوں یا راتوں میں جلسے کرتے اور مجلسیں منعقد کرتے ہیں' ان کے کاموں کا شمار بھی بدعتوں میں ہو گا' اس لیے کہ ان جلسے جلوسوں میں اس درجہ ماتم اور اور بے حیائی کے کام ہوتے ہیں' جن سے طبع سلیم ابا کرتی اور باہوش آدمی ان کو سخت ناگوار سمجھتا ہے' کیونکہ عرس اور فاتحہ خوانی کے ان میلوں ٹھیلوں میں مرد و زن کا آزادانہ اختلاط ہوتا ہے' نوخیز دوشیزاؤں اور خوبرو نوجوانوں کے بدن ایک دوسرے سے مس ہوتے ہیں۔ اس پر مستزاد ڈھول' تاشے اور شہنائیاں بجتی ہیں' تالیاں پیٹی جاتی ہیں' شرکیہ اور کفریہ کلمات بکے جاتے ہیں اور واسطے اور وسیلے ڈھونڈے جاتے ہیں جو سراسر بدعات ہیں۔

ساتھ ہی مذکورہ بالا حدیث میں ہر ایسا شخص بھی داخل ہے جو حکام کے لیے کوئی غلط روش وضع کردے' جیسے رعیت کی دکانوں' کارخانوں اور کھیتی باڑی کی اراضی پر ظالمانہ ٹیکس کے قوانین وضع کردے اور ایسے دستور لاد دے جو اللہ اور اس کے رسول کی لائی ہوئی

---

[1] سب سے پہلے بنو فاطمیہ نے مصر میں اس ماتم کو رواج دیا۔ فاطمی بظاہر شیعہ تھے' لیکن اندر سے ان کے اندر کفر اور الحاد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا' جیسے مختلف گمراہ فرقوں دروزیہ' نصیریہ بہائیہ' اسماعیلیہ اور خطابیہ وغیرہ میں یہ جراثیم نمایاں ہیں۔ ان کے تمام عقائد فاطمیوں کے عقائد کا چربہ ہیں۔ اہل بیت کی جھوٹی ہمدردی اور ان کے مخالفین سے گالی گلوچ' لعن طعن' چیخ پکار' آہ وزاری اور ماتم وغیرہ۔

شریعت کے خلاف ہو' ان قوانین میں وہ آئین اور ضابطے بھی داخل ہیں جو کتاب و سنت کے سراسر خلاف ہیں' لیکن بیشتر ایسے ملکوں میں قانوناً ان کا نفاذ ہے' جو خود کو اسلامی اور مسلم ملک سمجھتے ہیں' حالانکہ ان نام نہاد اسلامی ملکوں کو یہ نہیں معلوم کہ قول اور عمل میں تضاد کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ اس نظام کے جاری کرنے والے خود کو مقنن اور آئین ساز سمجھتے ہیں' جب کہ آئین سازی اور قانون وضع کرنا صرف اللہ اور اس کے رسول کا کام ہے۔ کسی بندے کو اس قسم کا حق حاصل نہیں۔ پھر کتاب و سنت کے خلاف قوانین بنانا کھلم کھلا کفر ہے' خواہ اس میں نفسانیت کا دخل ہو' یا مال کا لالچ اس کا سبب ہو' یا اس قسم کا کوئی بھی حرام عنصر اس میں شامل ہو۔ قصہ کوتاہ جو کوئی فسق آمیز' غلط' یا گناہ کا کوئی برا طریقہ نکالے گا' ایسا شخص نہ صرف اپنا خمیازہ آپ بھگتے گا بلکہ اس طریقے کو وضع کرنے والے حکام اور ارباب اقتدار بھی بخشے نہیں جائیں گے اور ان کے گناہوں کی گٹھری ہلکی نہیں ہو گی۔

نیز یہ بھی جاننا چاہئے کہ بری روش خواہ کوئی اپنائے' اس کے برابر گناہ اس کے پیش رو کو ملے گا' مل کر رہے گا' خواہ یہ طریقہ اس نے اپنی دانست میں کتنی ہی اطاعت اور بندگی کے جذبے سے ایجاد کیا ہو' جیسے نوحہ و ماتم کیا ہو' میلے ٹھیلے کی نت نئی راہیں نکالی ہوں' یا قبروں اور مزاروں پر قبے اور گنبد تعمیر کیے ہوں' یا نئی نویلی راہیں دنیوی کاموں میں نکالی ہوں' لیکن ان کے سبب بندگان خدا ظلم و زیادتی اور اذیت کا شکار ہوں' جیسے خلاف شرع آئین وضع کیے ہوں تو اسے اپنے کیے کی سزا بھگتنی ہو گی۔ جیسے دائرہ اسلام میں رہ کر اور مسلمان ہو کر جس کسی نے کوئی نیک راہ نکالی تو وہ خود بھی اجر پائے گا اور جو اس راہ پر چلے گا اس کا اجر بھی اس پہلے شخص کو ملے گا' جیسا کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث میں درج ہے کہ جب دیہاتی عربوں کا قافلہ دربار نبوت میں حاضر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سخت فاقہ اور تنگ دستی کے اثرات دیکھے تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صدقہ کرنے اور خیرات دینے کی ترغیب دی اتنے میں ایک صحابی ایک تھیلی اٹھا کر لائے تھیلی میں سونا چاندی اتنا زیادہ تھا جس کی وجہ سے وہ اکیلے اسے اٹھا نہیں پا رہے تھے' انھیں دیکھ کر دوسرے صحابہ کرام بھی دوڑ پڑے اور ان کی اتباع کرتے ہوئے جس سے جتنا بنا اتنی خیرات کی' یہاں تک کہ ان کے اس جوش و خروش کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور مسرت سے

دمک اٹھا-

اسی طرح جو کوئی مسجد' مدرسہ' کنواں' یا شفاخانہ تعمیر کرے گا' کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے گا' یا مجاہدین پر اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا یا رفاۂ عامہ اور بہبود کا کوئی کام کرے گا اور لوگوں سے تعاون کی درخواست کرے گا' تو جو راسخ ایمان والا تعاون میں اس کے ساتھ پہل کرے گا اور کچھ مال خیرات کرے گا' پھر اسے دیکھ کر دوسرے آدمی اس کی پیروی کریں گے اور اس طرح دیکھتے دیکھتے حسب ضرورت مال فراہم کر دیں گے تو جس شخص نے پہل کی ہو گی اور اللہ کے لیے سب سے پہلے خیرات کی راہ نکالی ہو گی' اسے اپنے کیے کا اجر ملے گا- ساتھ ہی جو لوگ اس کے نقش قدم پر چلے ہوں گے' ان کا اجر بھی اس کو ملے گا----اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے- حدیث کا وہ مطلب نہیں جو اہل بدعت مراد لیتے ہیں کہ اس سے بدعت حسنہ کا ثبوت ملتا ہے' حالانکہ اوپر مذکور حدیث کے پس منظر سے بھی اہل بدعت کے اس قول کا رد ہوتا ہے- چنانچہ پہلے گزر چکا ہے کہ غریب عرب دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے' علاوہ ازیں بدعت سے ڈرانے اور اس سے خوف دلانے کے سلسلے میں متعدد احادیث بھی پہلے سے وارد ہیں- جیسے حضرت عرباض بن ساریہ کی روایت کہ آپ نے فرمایا دیکھو نئی باتوں (بدعتوں) سے بچتے رہنا' کیونکہ ہر نئی بات گمراہی ہے- اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا' نیز دیگر احادیث سے بھی اہل بدعت کا دعویٰ باطل ہوتا ہے

❋ ❋ ❋

تنبیہ:

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ بری روش اپنانا دو وجہ سے گناہ کبیرہ ہے-

(۱) ایک وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بری روش کی ایجاد اور اس پر چلنے والوں سب کا گناہ اس پہلے شخص کے سر ڈالا جو یہ طریقہ نکالتا ہے اور بری روش اپناتا ہے' اور اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہیں ہو گا کہ اس کا یہ عمل اکبر الکبائر ہے' اس لیے کہ دیگر گناہ کبیرہ کا اثر اس

گناہ کے ارتکاب کے بعد زائل ہو جاتا ہے' لیکن اس گناہ کا سلسلہ دراز ہوتا ہے اور مسلسل بڑھتا جاتا ہے' لہٰذا دونوں قسم کے گناہوں میں نمایاں فرق ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے۔

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا اَوْ آوَى مُحْدِثًا))

"اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو' جس نے کوئی نیا طریقہ (بدعت کا) نکالا یا کسی بدعتی کو پناہ دی۔"

یہ صحیح حدیث اس کا قطعی ثبوت ہے کہ بدعات کبیرہ گناہ ہیں اور بدعت گڑھنے والا ملامت کے لائق ہے۔

شیخ ابن حجر نے حافظ ابن القیم (رحمہما اللہ) سے نقل کیا ہے کہ بدعت کے لحاظ سے بدعت گڑھنے کا گناہ بھی مختلف ہوگا' یعنی جس درجے کی بدعت ہوگی' گناہ کبیرہ بھی اسی درجے کا ہوگا۔ بنابریں راقم عرض کرتا ہے کہ ماتم کی بدعت' اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے بعد سب سے بڑی بدعت ہے' اس لیے کہ اس کے اندر اس قدر مفاسد مضمر ہیں جو نہ صرف مسلمانوں کے عقائد بلکہ اسلامی شریعت اور عقل سلیم کے بھی سراسر خلاف ہیں' لیکن یہ بدعت رجب اور شعبان درست ہے ان نفلی نمازوں کی طرح نہیں ہوگی' جن کے بڑے بڑے فضائل گڑھ کر بیان کئے جاتے ہیں' اس لیے کہ یہ نمازیں اگرچہ بدعت میں داخل ہیں اور اس کے گڑھنے والے برا طریقہ ایجاد کرنے کے مرتکب ہیں' لیکن انصاف سے دیکھا جائے تو ماتم' میلاد اور عرس کی بدعت سے اس کی حیثیت فروتر ہے۔

❊ ❊ ❊

تیسواں کبیرہ گناہ

پیشاب کے وقت پردہ نہ کرنا
پیشاب سے نہ بچنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَرَّ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّھُمَا یُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ بَلٰی اِنَّہٗ کَبِیْرٌ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ وَاَمَّا الْآخَرُ فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِہٖ))

”نبی کریم ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا- آپ نے فرمایا ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی دشوار بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے' مگر ہاں وہ کبیرہ گناہ ہے' ان میں سے ایک چغل خوری کرتا تھا' رہا دوسرا تو وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا-“

اس روایت کو امام بخاری نے نقل کیا ہے- علامہ منذری کہتے ہیں کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بھی منقول ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن عساکر کی روایت میں ”یستبری[1]“ کا لفظ مرقوم ہے جب کہ مسلم اور ابوداؤد سے منقول

---

[1] اس حدیث کے باقی ماندہ الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ پھر آپ نے ایک تر شاخ لی اور اس کے دو حصے کیے اور ہر قبر میں ان میں سے ایک شاخ گاڑ دی- کسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ آپ نے یہ کس لیے کیا؟ آپ نے فرمایا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے عذاب کم کر دے' جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہو جائیں-

نیز یہ امر مخفی نہ رہے کہ قبر کے عذاب کا تعلق غیب سے ہے' جس کی اطلاع جنوں اور انسانوں کو نہیں ہو سکتی- ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر اس واقعہ کو منکشف کر دیا ہو' اور پھر یہ آپ کا معجزہ ہو اگر قبر پر شاخ گاڑنا رسول ﷺ کی خصوصیت بھی ہو سکتی ہے اور ان قبروں کی خصوصیت بھی ہو سکتی ہے' اس لیے کہ آپ نے ان دو قبروں کے علاوہ کسی اور قبر کے ساتھ اس عمل کو نہیں دہرایا نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی کبھی ایسا نہیں کیا- اگر قبر پر شاخیں کھڑی کرنا ایسی ہی سنت ہوتی تو صحابہ کرام اس کی طرف ضرور سبقت کرتے اور اس پر عمل کرتے-

اعمشی کی حدیث میں "یَسْتَنْزِہُ" کالفظ وارد ہے۔

یہ امر مسلم ہے کہ پیشاب پاخانے سے پاک ہونا نماز کی شرائط میں داخل ہے' اسی طرح لباس' بدن اور جگہ کی پاکی بھی اس کے لیے ضروری ہے' اس لیے اگر ایک مسلمان نجاستوں سے پرہیز نہ کرے' خاص طور پر پیشاب سے نہ بچے اور عام انسانوں کی طرح اس کے بھی پیشاب کے بعد قطرے ٹپکتے ہوں جیسے دیکھا جاتا ہے کہ عام آدمی پیشاب کے بعد اٹھ جاتا ہے اور نالی میں قطرے رہ جاتے ہیں' اوپر سے کچھ پانی ڈال لیا جاتا ہے یا نہیں ڈالا جاتا۔ ظاہر اس قسم کی حرکت ایسے ہی لوگ کرتے ہیں جو پیشاب سے احتراز نہیں کرتے۔ اسی طرح کپڑوں اور بدن میں لگی ہوئی ناپاکی سے بھی غفلت برتی جاتی ہے۔ اس بے پروائی اور غفلت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ نمازوں سے بھی وہ لوگ غافل اور بے پرواہ ہوتے جاتے ہیں۔ یہ حدیث متعدد روایتوں کے ساتھ بخاری' مسلم اور ابوداؤد وغیرہ میں بھی درج ہے اور تمام حدیثوں میں ان دو وجوہ کے تحت ان قبر والوں پر عذاب ہونے کا ذکر ہے' جن پر رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا۔

پہلی وجہ تو یہی کہ یہ لوگ پیشاب سے نہیں بچتے تھے' نہ اس حاجت کو پوری کرنے کے وقت پردہ یا آڑ کیا کرتے تھے۔ دوسری وجہ چغل خوری اور لگائی بجھائی کی وہ لت تھی جس کے یہ لوگ شکار تھے۔ پھر یہ عذاب خواہ بے پردگی کی وجہ سے تھا یا پیشاب سے نہ بچنے کی بنا پر لیکن یہ بات ضرور ہے کہ دونوں حرکتیں سخت گناہ کبیرہ ہیں' اس لیے کہ حدیث میں پوری صراحت سے مذکور ہے "بلی انه کبیر" ہاں وہ کبیرہ (گناہ) ہے اور "وما یعذبان فی کبیر" کا مطلب یہ ہے کہ ان پر کسی دشوار گزار کام کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا تھا۔ اگر وہ چاہتے تو اس سے بچ سکتے تھے اور یہ کام تھا' پیشاب سے احتراز کرنا اور چغل خوری نہ کرنا۔ ان الفاظ کا مطلب کوئی یہ ہرگز نہ لے کہ دینی لحاظ سے یہ دونوں حرکتیں گناہ کبیرہ نہیں اور یہ کوئی معمولی گناہ ہے' یہ وہم نہ ہو' اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے پیشگی اس کا تدارک کیا اور فرمایا "مگر ہاں وہ کبیرہ (گناہ) ہے" کیونکہ جو شخص لوگوں کے سامنے اپنا ستر نہیں چھپائے گا تو ظاہر ہے کہ وہ جلد بازی کرے گا' اور ناپاکی سے پرہیز نہیں کر پائے گا اور اسی حالت میں جیسے تیسے نماز پڑھنے کی صورت میں اس کی نماز بھی درست نہیں ہوگی۔ پھر لوگوں کے سامنے بے پردہ

ہونا بذات خود فعل حرام ہے' اس لیے یہ ایک گناہ کبیرہ ہوگا- اگر وہ ناپاکی سے نہیں بچے گا تو یہ اس سے بڑا کبیرہ گناہ ہوگا-

اور پیشاب سے نہ بچنے پر متعدد احادیث وعید کے طور پر وارد ہیں انہی میں ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے- کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَنَزَّهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابَ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ))

"پیشاب سے بچو' اس لیے کہ قبر کا زیادہ تر عذاب پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے-"

اس روایت کو دار قطنی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث محفوظ اور مرسل ہے-

حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ))

"قبر کا زیادہ تر عذاب پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے (یعنی پیشاب سے خاطر خواہ پاکی حاصل نہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے)"

اس روایت کو احمد اور ابن ماجہ نے نقل کیا- الفاظ انہی کے ہیں- نیز حاکم نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ شیخین کی شرائط کے مطابق حدیث صحیح ہے- میں اس کے اندر کوئی علت نہیں جانتا- منذری نے کہا ہے کہ حاکم نے اس کے متعلق جو کہا روایت اس کے عین مطابق ہے- حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے کہا "ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ہے"-

"اِصْلاَحِ الْمُجْتَمَع" میں درج ہے کہ "جو شخص پیشاب سے نہیں بچتا اور اپنے بدن اور کپڑوں کو آلودگی سے نہیں بچاتا' ایسا شخص ظاہر کی طرح اندر سے بھی بدباطن اور بدعقیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی صریح مخالفت کرتا ہے کہ:"

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ (مدثر: ۴،۵)

"اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور ناپاکی سے دور رہو"

کیونکہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی صورت میں اس کے پیروں پر چھینٹیں پڑیں گے اور ازار بند آلودہ ہوگا' اس لیے ایسا آدمی اور گدھا دونوں برابر ہیں- شیطان بھی ایسے لوگوں کی ہنسی اڑاتا ہے- مختصر یہ کہ اس قسم کا آدمی دین کی حدود اور اخلاق کے دائرے سے

تجاوز کرتا ہے اور آنکھیں بند کر کے ایسے لوگوں کی پیروی کرتا ہے جنھیں آخرت سے کوئی سروکار نہیں۔ ان میں حیا اور شرافت کا کوئی مادہ نہیں' اور جو شرم سے محروم ہے' وہ چار کھونٹ آزاد ہے' جو چاہے کر سکتا ہے۔

اغلب یہ ہے کہ اس قسم کی اوچھی حرکت کرنے والا نمازی ہرگز نہیں ہو سکتا اور اگر اس آلودگی کے باوجود اس نے نماز پڑھی تو وہ بے وضو اور ناپاک ہوگا' عذاب قبر کا مستحق ہوگا اور اس کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کا دامن کبیرہ گناہ سے داغ دار ہوگا۔

﴿الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ﴾ (النجم : ۳۲)

"جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں"

نیز اس قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کی اس بشارت سے محروم ہوں گے جو اس نے بندوں کو دی ہے۔

﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ (النساء : ۳۱)

"جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے' ان میں سے اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمھارے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے"

خلاصہ یہ ہے کہ پیشاب سے نہ بچنا یا قضائے حاجت کے وقت پردے کی ضرورت کے باوجود پردہ نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے' البتہ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ یہ حرکت اسی وقت گناہ کبیرہ ہوگی' جب کوئی شخص بکثرت اور بار بار اس کو دہرائے' اس لیے کہ حدیث کے سیاق سے تکرار اور استمرار کا پتا چلتا ہے' کیونکہ ارشادِ نبویؐ میں فعل مضارع پر "كَانَ" داخل ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

((كَانَ اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَبْرِئُ مِنْ بَوْلِهٖ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ))

"ان میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا"

چونکہ عامۃ الناس شرعی احکام سے خصوصاً نماز کے آداب' شروط اور ارکان وغیرہ سے ناواقف ہوتے ہیں' اس لیے وہ امور قبیحہ کا بار بار ارتکاب کرتے ہیں' لہٰذا اہل علم خصوصاً

وعظ و نصیحت اور عوام کی رہبری کے منصب پر فائز لوگوں کو چاہئے کہ ان مسائل کو' بالخصوص نماز پر مبنی مسائل کو زیادہ وضاحت اور تفصیل سے بیان کرتے رہیں اس لیے کہ نماز اہم ترین فریضہ اور افضل ترین عبادت ہے- اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ شریعت کی رو سے مکلف ہونے کے بعد یہ فریضہ ذمہ سے ساقط نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ کسی کی عقل سرے سے زائل ہو جائے' یا وہ اتنا بیمار پڑ جائے کہ نماز کے ارکان ادا نہ کر سکے اور پلکوں کو بھی جنبش نہ دے سکے-

پیشاب سے نہ بچنا جہاں نماز کے لیے مخل ہے' وہیں اس سے بدن اور کپڑے بھی بول و براز کی آلودگی میں ملوث ہوتے ہیں- ضروری ہے کہ شرم گاہ کو اچھی طرح پاک کیا جائے گا اور اس کو ڈھیلا چھوڑ کر ناپاکی ٹھیک طرح سے زائل کی جائے اور ناپاکی بخوبی تب ہی زائل ہو گی جب ٹھیک طریقے سے استنجا کیا جائے گا اور سر مقعد کو اچھی طرح سے دھویا جائے گا-

جو لوگ پاخانے کی جگہ کو ڈھیلا چھوڑ کر اس جگہ کو اچھی طرح نہیں دھوتے ہیں' ان میں بہت سے لوگوں کو ناپاکی لگی ہوتی ہے اور ان کا کپڑا اور بدن یکساں آلودہ ہوتا ہے- پھر ان کی نماز کیسے ہو گی؟ اور گندگی سے اس طرح آلودگی بڑی شرم کی بات ہے- ایسے لوگ خود بھی ملوث ہوتے ہیں' لوگوں میں بھی گندگی پھیلاتے ہیں اور اپنے آپ بیماریوں کی آماج گاہ بنتے ہیں-

چغل خوری کی بابت تفصیل ان شاء اللہ گناہ کبیرہ نمبر چھپن کے تحت درج ہو گی

وباللہ التوفیق

❋ ❋ ❋

چوبیسواں کبیرہ گناہ

جس آدمی کے قتل کو اللہ نے حرام ٹھہرایا اسے ناحق قتل کرنا

شخص سے مراد بے گناہ مسلمان، ذمی یا وہ شخص ہے جس سے معاہدہ کیا گیا ہو- اس میں شک نہیں کہ کسی شخص کو ناحق اور مظلوم مار ڈالنا نہایت ہلاکت خیز گناہ کبیرہ ہے- چنانچہ اس کے قتل کی ممانعت اور قاتل کی سخت سرزنش کے لیے قرآن پاک میں بکثرت آیات وارد ہیں اور اس نوع کے قتل کی وعید میں صحیح اور حسن حدیثیں بھی "الترتیب والترہیب" جلد چہارم میں کثرت سے آئی ہیں-

قرآن پاک کی بعض آیتیں یہ ہیں:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا﴾ (الاسراء: ۳۳)

"اور جس شخص کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، اس کو ناحق قتل نہ کرو، اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے (لیکن) اس کو چاہیے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے [illegible] اس کو مدد دی گئی ہے-

نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ (النساء: ۹۳)

"اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو گا اور اس کی لعنت پڑے گی اور اللہ نے اس

کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

ناحق قتل کی مذمت اور ظالم قاتل کی زجر و توبیخ اور تہدید و تنبیہہ کے لیے مذکورہ بالا دونوں آیتیں کافی ہیں' ان آیتوں میں وہ گھن گرج ہے۔ جس سے دل دہل جائیں' سنگ دل سے سنگ دل انسان کا پتہ پانی ہو جائے اور ناحق خون بہانا خصوصاً کسی مسلمان کو قتل کرنا بالکلیہ موقوف ہو جائے' اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان' یا ذمی' یا کسی ایسے شخص کو ناحق مار ڈالنے کے درپے ہوتا ہے جس سے معاہدہ ہوا ہو' تو ایسا شخص بھی دائرۂ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ نام نہاد مسلمان رہ جاتا ہے' یا اس کے اندر ایمان کی شمع اتنی کمزوری ہو جاتی ہے کہ ہلاکت یا آتش دوزخ میں جلنے سے وہ بچ نہیں سکتا' اور دوزخ اس کے لیے بدترین ٹھکانا ہے' جیسا کہ بخاری شریف میں نبی کریم ﷺ سے منقول ہے' آپ نے ارشاد فرمایا:

((لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِيْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهِ مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا)) (بخاری)

"مومن اس وقت تک اپنے دین کی وسعت اور کشادگی میں ہوتا ہے جب کہ حرام خون سے آلودہ نہ ہو جائے۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((إِنَّ مِنْ وَرْطَاتِ الْأُمُوْرِ الَّتِيْ لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ مِنْهَا سَفْكُ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ))

"جن ہلاکت خیز امور میں خود کو ڈالنے کے بعد نجات نہیں' ان میں وہ ناحق خون بہانا بھی شامل ہے جو حرام ہو۔"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِغَيْرِ حَقٍّ))

(رواه ابن ماجه باسناد حسن)

"کسی مومن کے ناحق قتل کے مقابلے میں دنیا کی تباہی اللہ کے لیے گوارا ہے"

اس روایت کو ابن ماجہ رحمتہ اللہ علیہ نے سند حسن کے ساتھ نقل کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ایک صحیح حدیث میں قتل کے اسباب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((لَايَحِلُّ دَمُ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلاَثٌ' الثَّيِّبُ الزَّانِیْ وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهٖ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ))

"اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دینے والے کسی مسلمان کا خون ان تین صورتوں کے سوا کسی صورت میں حلال نہیں۔

(۱) شادی شدہ ہو کر زنا کیا ہو (اور بیوی سے دخول کر چکا ہو)

(۲) جان کے بدلے جان

(۳) اور اس کا خون جو اپنے دین کو چھوڑ کر مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کر لے[۱]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَوَّلُ مَايُقْضٰی بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِی الدِّمَاءِ))

"قیامت کے دن لوگوں کے درمیان اولین فیصلہ جو کیا جائے گا' وہ خونوں کی بابت ہو گا۔"

اس روایت کو بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے نقل کیا۔ نیز نسائی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ بندے سے سب سے پہلے نماز کی بابت پرسش ہو گی اور لوگوں کے درمیان سب سے اولین فیصلہ خون کے بارے میں ہو گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچو۔ کسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا:

(۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا

(۲) جادو کرنا

---

[۱] یعنی مرتد جو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے' یا دوسرا کوئی دین اختیار کرے' یا نہ کرے مرتد کے قتل پر علما کا اجماع ہے تاوقتیکہ تائب ہو کر دوبارہ حلقہ بگوش اسلام نہ ہو جائے۔ لیکن باصرار کافر رہنے پر اسے قتل کر دیا جائے گا' اور مرتدہ کے قتل کی بابت البتہ اختلاف ہے۔ جمہور علما کہتے ہیں کہ عورت کا حکم مرد جیسا' امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع کیا ہے' اس لیے مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا' لیکن جمہور علما کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے جو استدلال کیا ہے وہ عام ہے جب کہ مرتد کا قتل خاص ہے۔

(۳) جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کیا اس کو ناحق قتل کرنا
(۴) یتیم کا مال کھا جانا
(۵) سود کھانا
(۶) جنگ کے دن پشت پھیر کر بھاگ جانا
(۷) بھولی بھالی پاک دامن عورتوں پر تہمت دھرنا (اس روایت کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے نقل کیا)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری دنیا کی تباہی کسی مومن کے ناحق قتل کیے جانے کی بہ نسبت کہیں زیادہ آسان ہے (اس روایت کو مسلم، نسائی اور ترمذی نے مرفوعاً اور موقوفاً نقل کیا اور آخر الذکر نے اس کے موقوف ہونے کو راجح قرار دیا)"

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَوْاَنَّ اَهْلَ السَّمَاءِ وَاَهْلَ الاَرْضِ اِشْتَرَكُوْا فِيْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَاَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ))

"اگر آسمان اور زمین والوں نے مل کر کسی ایک مومن بندے کا خون بہایا تو اللہ تعالیٰ ان سب کو دوزخ کی آگ میں اوندھے منہ جھونک دے گا۔"

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے قارئین کرام کو بخوبی علم ہو گیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاتل کو جلد یا بدیر کیسی کیسی اذیت ناک سزا دی جائے گی۔

جلد سزا تو یہی ہو گی کہ جس طرح اس نے دوسرے کو موت کے گھاٹ اتارا اسے بھی فوری طور پر قتل کر دیا جائے، اور آئندہ دی جانے والی سزا وہ ہو گی جس کا ذکر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور ہے کہ جن ہلاکت خیز امور میں خود کو ڈال دینے کے بعد نجات نہیں، ان میں وہ خون بہانا بھی شامل ہے جو حرام ہو۔ پھر کسی مومن کا ناحق مار ڈالنا کتنا بڑا جرم ہے، اس کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ اس قتل پر ساری دنیا کی تباہی اللہ کے

نزدیک کہیں زیادہ آسان ہے' جب کہ دنیا میں نہ جانے کتنے لوگ بستے ہیں اور کتنی بستیاں یہاں آباد ہیں --- اور اگر زمین و آسمان کی جملہ خلائق کسی مومن کے خون کو بہانے میں شریک رہیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اس ایک جرم کی پاداش میں جہنم رسید کردے گا' چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے -

((لَاَ کَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ))

"اللہ تعالیٰ ان سب کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا"

کیونکہ اس مجرم نے سب سے پہلا جرم خود اپنے خلاف کیا اور اپنے آپ کو ایک بدترین قتل کے بدلے قصاص کا مستوجب بنایا اور آخرت کے دردناک عذاب کا مستحق ٹھہرایا - دوسرے اپنے خاندان اور گھر والوں پر ظلم کیا جو اس سے ہاتھ دھو بیٹھے اور محروم رہے - تیسرا ظلم اس شخص نے مقتول پر کیا کہ اسے صفحہ ہستی سے مٹا کر اس کی زندگی کا چراغ گل کردیا - اس کے بچوں کو یتیم کیا' اس کی بیوی کا سہاگ اجاڑ دیا' ان پر رنج والم کا پہاڑ توڑا' انھیں خون کے گھونٹ پینے پر مجبور کیا' بچوں کے دلوں کو اپنے شفیق باپ کی جدائی کا داغ دیا - بھائیوں کو بھائی کی جدائی کا درد دیا' باپ کو اپنی چہیتی اولاد سے محروم کیا اور عرصہ ہستی پر ایسے گناہ کا داغ بٹھادیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا - اور اگر خدانخواستہ کوئی قاتل قصاص سے چھوٹ گیا اور اس سے قتل کا بدلہ نہ لیا گیا تو بھاری مصیبت ہوگی اور اس کے نتیجے میں بہت بڑا فساد رونما ہوگا' کیونکہ مقتولین کے وارثین اور اس کی اولاد خون کا بدلہ لینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے' اور قاتل جہاں کہیں ہوگا اسے گھیر کر موت کے گھاٹ اتار دیں گے - اور اگر خاندانی عصبیت اور قدیم جہالت نے سر اٹھایا تو اس کا نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ اس قتل کا بدلہ قاتل کے بے گناہ رشتہ داروں سے لیا جائے گا - وہ اس کا بدلہ اس کے رشتہ داروں سے لیں گے اور اس طرح لاشوں پر لاشیں گریں گی' خون کی ندیاں بہیں گی اور محض ایک مجرم کی مذموم حرکت اور اس سے بھاری گناہ کی پاداش میں فریقین کے درمیان قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا' یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قتل و سفاکی کا رشتہ شرک اور سحر جیسے کبیرہ گناہوں سے جوڑا' چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں بصراحت اس کا ذکر اور ترغیب وترہیب نے اسے نقل کیا ہے -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا ابوالعباس کیا قاتل کی توبہ قبول ہو گی؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حیرت سے پوچھا تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس شخص نے پھر وہی سوال دہرایا آپ نے فرمایا تم کیا کہہ رہے ہو؟ یہ آپ نے دو یا تین مرتبہ کہا پھر آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے:

((يَأْتِي الْمَقْتُوْلُ مُتَعَلِّقًا رَأْسَهُ بِإِحْدَى يَدَيْهِ مُتَلَبِّبًا قَاتِلَهُ بِالْيَدِ الْأُخْرَى تَشْخَبُ أَوْدَاجُهُ دَمًا حَتَّى يَأْتِيْ بِهِ الْعَرْشَ فَيَقُوْلُ الْمَقْتُوْلُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا قَتَلَنِيْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْقَاتِلِ تَعِسْتَ وَيَذْهَبُ إِلَى النَّارِ))

"مقتول (قیامت کے دن) اس طرح آئے گا کہ ایک ہاتھ میں اپنا (کٹا ہوا) سر لٹکائے ہو گا اور دوسرے ہاتھ سے اپنے قاتل کا گریبان پکڑے ہو گا اور اس کی شہ رگ سے خون ابل رہا ہو گا- اسی حال میں وہ قاتل کو عرش کے پاس لے جائے گا اور کہے گا رب العالمین یہی وہ ہے جس نے مجھے قتل کیا- اللہ رب العزت قاتل سے کہیں گے تو ہلاک ہوا- پھر اسے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا-"

اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا اور اس کو حسن کہا- نیز طبرانی نے اوسط میں اس کو روایت کیا- اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں- الفاظ بھی انہی کے ہیں-

اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيْحَهَا يُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا))

"جس نے کسی معاہد (کسی ایسے کتابی) کو مار ڈالا (جس کے ساتھ حکومت وقت کا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا ہو) وہ بہشت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک پہنچتی ہے-"

اس روایت کو امام بخاری نے نقل کیا- الفاظ انہی کے ہیں اور نسائی نے بھی اس کو روایت کیا- اس کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ قَتَلَ قَتِيلاً مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ))
"جس نے کسی ذمی کو قتل کیا"

لہٰذا غور کرنا چاہیے کہ جب کسی اہل کتاب معاہد کے قتل پر اتنی سخت وعید آئی ہے تو اس کلمہ گو کے قتل کا انجام کیا ہو گا جو اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں جب کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بھی ان تین حالتوں کو چھوڑ کر جن حالتوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے' کسی بھی حالت میں کسی کلمہ گو کے قتل کو سختی سے منع کیا ہے۔

غرض ڈر اور خوف پر مبنی ان آیتوں' متعدد روایتوں اور مسلم اور غیر مسلم دانشوروں کے متفقہ فیصلوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ناحق خوں ریزی بدترین جرم اور حد سے زیادہ ذلیل حرکت ہے' اور اس جرم کا ارتکاب کوئی ایسا ہی انسان کر سکتا ہے جس کے اندر ذرہ برابر ایمان نہیں' جو عقل سے کوسوں دور ہو' یا وہ کوئی انسان نما درندہ ہو' ورنہ یہ حقیقت ہے کہ جس کے اندر ایمان کی ذرہ برابر رمق ہو گی اور جسے عقل چھو کر بھی گزری ہو گی' وہ اپنے کسی دینی بھائی یا بنی نوع انسان کو قتل نہیں کر سکتا' اس لیے لامحالہ ایسا خونی درندہ شیطان کا چیلا اور قابیل کا پیروکار ہو گا' جس نے اپنے بھائی ہابیل کو ناحق قتل کر دیا تھا۔ اس کے نقش قدم پر چل کر وہ بھی قتل و غارت گری کا پیشہ اختیار کرے گا۔ اس قصے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن پاک کہتا ہے:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الظّٰلِمِيْنَ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ﴾ (المائدہ: ۲۷-۳۱)

"اور (اے پیغمبر) تم ان کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کا قصہ سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناؤ' جب ان دونوں نے اللہ کی بارگاہ میں نیازیں چڑھائیں' تو ایک کی نیاز قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی- اس پر (قابیل نے ہابیل سے) کہا کہ یقیناً میں تجھے قتل کر دوں گا-- ہابیل نے کہا اللہ تعالیٰ صرف پرہیز گاروں کی نیاز قبول کرتا ہے' اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ پر ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھ کو قتل کرنے کے لیے تجھ پر ہاتھ نہیں چلاؤں گا کیونکہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں' جو سارے عالم کا پروردگار ہے' میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا دونوں کا گناہ سمیٹ لے اور پھر دوزخ والوں میں شامل ہو جائے' اور ظالموں کی یہی سزا ہے' اس پر بھی اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر ابھارا' چنانچہ اس نے (ہابیل کو) قتل کر دیا' لہٰذا وہ نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہوگا- پھر اللہ نے ایک کوے کو بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسے دکھادے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کس طرح زمین میں چھپائے (یہ دیکھ کر قابیل نے) کہا افسوس میری حالت پر کہ میں اس کوے سے بھی بدتر ہوں کہ اپنے بھائی کی لاش تو چھپا دیتا' غرض کہ وہ اپنی حالت پر پشیمان ہوا-"

لیکن اس قدر شدید وعید کے باوجود گہرے رنج اور سخت افسوس کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے بیشتر ملکوں میں مسلمان مسلمان کا گلہ کاٹ رہے ہیں اور ناحق ایک دوسرے کا خون بہاتے ہیں' چنانچہ مسلم ملکوں کے درمیان خون ریز جنگوں کی خبریں ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے آئے دن نشر ہوتی رہتی ہیں- کہیں مملکت اور رعیت کے درمیان جنگ ہے تو کہیں عوام آپس میں لڑ رہے ہیں' اور پھر آسمانی کتاب اور شریعت الٰہیہ کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے- بلکہ انسانی دستور کو بھی پس پشت ڈال کر وہاں تمام تر جنگل کے قانون کی عمل داری ہوتی ہے' اور اس طرح ان مجرمانہ جرائم کی آڑ میں بے گناہ بچوں اور معصوم عورتوں کی جانیں جاتی ہیں' گھر برباد' خاندان ویران' بستیاں تاراج اور ملک بدامنی کا شکار ہوتا ہے' اور ستم بالائے ستم یہ کہ جب مملکت اور رعیت کے درمیان اختلاف کی خلیج دراز ہوتی ہے تو ایسا محض حکام کے چشم وابرو پر اور ان کی خوشنودی کے لیے کیا جاتا ہے تاکہ دیگر رہنماؤں اور حاکموں پر ان کا تسلط مضبوط سے مضبوط تر ہو' اور اگر ایسے شرپسند دولت مند ہوں تو دوسروں کے

اقتدار اور حکومت پر قبضہ جمانے کے لیے ایسے اوچھے ہتھکنڈوں کا بازار گرم ہو جاتا ہے اور خونیں انقلاب کے لیے فضا سازگار ہو جاتی ہے' اور پھر عقل و شعور اور قوانین و اخلاق کی دھجیاں اڑا دی جاتی ہیں۔

آخر وہ مبارک وقت اور نیک ساعت کب آئے گی جب مسلم عوام اس ننگ و عار اور ظلم و زیادتی سے اجتناب کریں گے' کیا انھیں نہیں معلوم کہ کل اللہ تعالیٰ ان کی رعیت کے بابت ان سے باز پرس کرے گا' پھر بندوں کو اس کے حضور کھڑے ہو کر ساری زیادتی اور برے ارادوں کی جواب دہی کرنی ہوگی' اور پھر انھیں دنیا کے ان سرکش انسانوں اور ان کے انجام پر بھی غور کرنا چاہئے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکموں سے روگردانی کی اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے جنھوں نے مسلم علما اور دانشوروں کو موت کے گھاٹ اتارا' سرگرم اور متحرک دینی رضاکاروں کو تہہ تیغ کیا' لیکن پھر ان کا انجام کیا ہوا؟ کیا وہ نیک نام رہے یا بدنامی 'لعنت اور پھٹکار ان کا مقدر بنی؟ کیا ان مجرموں کو اس دن کا ذرا بھی ڈر نہیں؟ جس کے متعلق قرآن کہتا ہے:

﴿يَوْمَ لَايَنْفَعُ الظَّالِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ﴾

(مومن : ٥٢)

''اس دن ظالموں کا عذر انھیں کچھ فائدہ نہیں دے گا اور ان پر لعنت ہوگی اور ان کے لیے برا ٹھکانا ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَلَاتَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾ (ابراھیم : ٤٢)

''ایسا خیال نہ کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے۔ وہ ان کو ایسے دن تک مہلت دے رہا ہے جس دن آنکھیں دہشت کے سبب سے کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔''

❋ ❋ ❋

پچیسواں کبیرہ گناہ

خود کشی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ (النساء: ۳۰)

"اور اپنے بھائیوں کو قتل مت کرو بے شک اللہ تمھارے حال پر مہربان ہے۔یاد رکھو جو زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان بات ہے۔"

اسلامی ملکوں خصوصاً خلیج کے علاقوں میں شاذ و نادر خود کشی کا کوئی اکادکا واقعہ پیش آتا تھا' کیونکہ الحمد للہ یہاں بسنے والوں کا ایمان قوی تھا' دین حنیف سے ان کا ربط استوار تھا' وہی دین حنیف جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا اور یہی وہ دین مبین ہے جو بندوں کی جان و مال' عزت و آبرو' ان کے حسب نسب اور ان کی فہم و دانش کا ضامن اور محافظ ہے۔یہی وجہ ہے کہ کفر اور گناہوں کی بہتات کے نتیجے میں جو بدعادتیں اور اخلاقی گراوٹ غیر قوموں میں رچ بس گئی ہیں' ان علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کے دلوں میں سرایت نہیں کر سکتیں اور ہمارے یہ ممالک ان گمراہ کن نظریات اور عادات بد سے محفوظ تھے۔

لیکن یورپین سامراج اور مغربی استعمار کا برا ہو' جس نے مسلم ملکوں پر اپنا تسلط جما لینے کے بعد پوری شدت سے یہ تہیہ کر لیا کہ اس دین کی جڑوں اور اس کی بنیاد کو ان علاقوں سے اکھاڑ پھینکے یا کم سے کم مسلمانوں کے نفوس سے اس کی عقیدت کو کمزور کر دے' چنانچہ اسی ناپاک منصوبے کے ساتھ استعمار نے ان ملکوں کو پراگندہ افکار اور ناپاک خصلتوں کی سوغات بھیجی' جس کی الم ناکیوں سے مسلم سماج کراہ اٹھا۔عہد حاضر کی انھی گندگیوں میں سے

ایک گھناؤنی حرکت خودکشی بھی ہے' جس کا ان دنوں بکثرت شکار بدقسمتی سے مسلم ممالک بھی ہوئے' اور یہ بیماری ہمارے علاقوں میں بھی در آئی۔

اس میں شک نہیں کہ کسی کو ناحق جان سے مار ڈالنا شرک کے بعد ایک بدترین اور ذلت آمیز گناہ ہے' اور جب تمام مذاہب کے ماننے والوں' ان کے دانشوروں اور ان کے ماہرین کے نقطہ نظر سے کسی دوسرے کو جان سے مار ڈالنا حرام ٹھہرا تو اس سے ثابت ہوا کہ کسی انسان کا خود اپنے آپ کو مار ڈالنا کتنا بڑا حرام کام اور کیسی گھناؤنی حرکت ہوگی' اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کی مذموم حرکت وہی کرے گا جس کا دامن ایمان کی پونجی اور عقل و ہوش کی دولت سے خالی ہوگا' یا اللہ پر اس کا ایمان کتنا کمزور ہوگا کہ اس نوع کے فعل بد کے ارتکاب سے اس کا ضمیر اسے روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہوگا' اور جہاں اس کی بے ایمانی' بدحواسی اور نادانی اسے خودکشی کے لیے آمادہ کرتی ہوگی' وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس شخص کی نظروں میں زندگی اور اس کی نعمتوں کی کوئی قدر نہیں' حالانکہ ایمان و یقین کی دولت اور اسلام کے اس لازوال سرمائے کے بعد کسی انسان کے حق میں اس کی زندگی نعمت' قدرت کا زریں اور عظیم ترین عطیہ ہوتی ہے اور کوئی خودکشی کرنے والا اپنے اس فعل بد کے جواز کے لیے خواہ کتنی ہی گنجائش اور حیلے کیوں نہ تلاش کر لے اس کا یہ اقدام کسی صورت بجا ثابت نہیں ہو سکے گا۔ نہ کوئی ایسی حجت اور دلیل وہ پیش کر سکے گا جس سے قدرت کے انتقام اور عذاب الٰہی سے وہ اپنے کو بچا سکے' یہی وہ عذاب ہے جو مذکورہ بالا آیت اور متعدد روایات میں درج ہے۔

اس قبیل کے حیلے اور ہتھکنڈے جو تمام تر ایمان کی کمزوری' اس کے فقدان یا شیطانی مکر کا نتیجہ ہیں' حسب ذیل ہیں۔ مثلاً کسی نے اس لیے خودکشی کی کہ:

- وہ امتحان میں ناکام ہو گیا۔
- یا وہ گھڑ دوڑ' اونٹنی یا کشتی کی دوڑ میں ہار گیا اور اس کا کوئی حریف اس سے بازی لے گیا' اسے یہ برداشت نہیں ہو سکا کہ کہنے والے یوں کہیں کہ فلاں امتحان میں فعل ہو گیا یا فلاں شخص دوڑ میں جیت گیا اور فلاں ہار گیا' اس بنا پر مجبوراً اس نے خودکشی کر لی۔
- یا وہ شخص قرض کے بوجھ تلے دب گیا اور ادائیگی کے لیے اس کے پاس کچھ بھی

باقی نہ رہا۔

○--- اس کا لخت جگر' اس کی محبوبہ' اس کا عزیز دوست' اس کا پسندیدہ لیڈر' یا اس کا کوئی چہیتا گلوکار مر گیا' جس کا صدمہ اس سے برداشت نہ ہو سکا اور اس نے خودکشی کر لی' یا اس کے اپنے بال بچوں کی گزر بسر کے لیے اسے کوئی مناسب روزگار دستیاب نہیں تھا' چنانچہ اس سے رہا نہیں گیا' اور اس نے خودکشی کر لی۔

دوسری طرف اس کے اندر اتنی بھی قوت ایمانی نہیں تھی جو اس جان لیوا جرم سے اس کو باز رکھ سکے' ورنہ سچ تو یہ ہے کہ اگر اسے اتنا ایمان نصیب ہوتا جس سے اس کے دل میں یہ یقین پیدا ہوتا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ اور قضاء و قدر پر منحصر ہے' اور اگر اس سال وہ امتحان میں فیل ہو گیا ہے تو خدا نے چاہا تو آئندہ سال یا اگلی مرتبہ وہ ضرور کامیاب ہوگا' اور اگر دوڑ میں اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا' تو ہو سکتا ہے کہ اگلی بار وہ خود کامیاب ہو جائے' اور اگر اس پر بھاری قرض ہے اور ادائیگی کی صورت نظر نہیں آتی تو کیا ہوا' اللہ پر ایمان اور اس کی ذات واحد پر یقین اسے یاد دلائے گا کہ دنیا کی کوئی عدالت ایسے کسی نادار کے خلاف ڈگری نہیں دے سکے گی' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ (البقرہ : ۲۸۰)

"اور اگر قرض دار تنگ دست ہو تو فراخی حاصل ہونے تک اس کو مہلت دو"

پھر اس صورت میں قرض خواہ کو بھی صبر سے کام لینا چاہیے جب کہ قرض دار کا فرض ہے کہ وہ کمانے کی کوشش کرے تاکہ خود کفیل ہو اور اپنی اور اپنے بچوں کی کفالت کر سکے اور قرض کا بوجھ اپنی گردن سے اتار سکے' اور اگر کسی عزیز' قریبی یا رشتہ دار کی موت اس کے لیے خودکشی کی محرک بن رہی ہے تو اس کو اچھی سمجھ لینا چاہیے کہ ایک نہ ایک دن ہر کسی کو مرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (آل عمران : ۱۸۵)

"ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے"

پھر جس کی موت پر وہ خود مرنے جا رہا ہے اگر وہ ہفت اقلیم کا مالک تھا یا کسی ایک خطے کا نہیں بلکہ ایک دنیا کا حکمران تھا تب بھی اس کا مقام نبیوں اور رسولوں سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا نہ

گزشتہ سلاطین سے وہ بالاتر ہو گا' جب کہ افضل خلائق اور سب سے برگزیدہ پیغمبر کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَإِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ﴾ (آل عمران : ۱٤٤)

"اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے ایک رسول ہیں' ان کے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں' اگر ان کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھر جاؤ گے' اور جو الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھر جائے تو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کر سکے گا' اور اللہ شکر کرنے والوں کو بڑا ثواب دے گا۔"

نیز اس کو یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ شادی غمی اور دکھ سکھ کا دوسرا نام زندگی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

فلا خوف یدوم ولاسرور ولاباس علیك ولادخاء

"نہ غم کو دوام' نہ کوئی خوشی ہمیشہ رہے گی' نہ سدا تنگی رہے گی' نہ تم ہمیشہ آسودہ حال رہو گے۔

فَلَا تَجْزَعْ لِحَادِثَةِ اللَّيَالِيْ فَمَا لِحَوَادِثِ الدُّنْيَا بَقَاء

"لہذا شب و روز کے حوادث پر آنسو مت بہاؤ' اس لیے کہ دنیا کے حوادث بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے"

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

طُبِعَتْ عَلَى كَدْرٍ وانت ريلها صَفْوًا مِنَ الْاَقْذَاءِ وَالْاَكْدَارِ

"پراگندگی تمھاری سرشت میں داخل ہو چکی ہے اور تم ہو کہ آلودگی اور گندگی سے صفائی چاہتے ہو"

ایک مسلمان کی شان یہی ہے کہ وہ ہر بلا اور مصیبت پر صبر کرے' نعمت اور انعام پر خدا کا شکر ادا کرے' انہونی یا ناگہانی مصیبت پر رو دھو کر ہمت نہ ہارے اور نہ مال' اولاد' حسب نسب' اور کنبہ قبیلہ کی بڑائی یا فراوانی پر کبر و نخوت میں مبتلا ہو' اس لئے کہ حدیث شریف میں

ہے۔

((عَنْ اَبِیْ یَحْییٰ صُهَیْبِ بْنِ سِنَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ کُلَّهٗ لَهٗ خَیْرٌ وَلَیْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِیْنَ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّهٗ)) (مسلم)

"حضرت ابو یحییٰ کی صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کا کوئی کام خیر و برکت سے خالی نہیں' اور مومنوں کے علاوہ کسی اور کو یہ سعادت میسر بھی نہیں (مثال کے طور پر یہی کہ) اگر اسے کوئی مسرت نصیب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوتا ہے' یہ اس کے حق میں خیر کا باعث ہوتا ہے۔ اور اگر ناگہانی مضرت پہنچتی ہے تب بھی صبر کرتا ہے' یہ بھی اس کے حق میں خیر ہی ہوتا ہے۔"

نیز مصیبت پر صبر کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر : ۱۰)

"جو لوگ صبر کرنے والے ہیں' بلاشبہ ان کو ان کا ثواب بے حساب ملے گا"

﴿وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِیْنَ مِنْکُمْ وَالصَّابِرِیْنَ﴾ (محمد : ۱۰)

"اور ضرور ہم تمھاری آزمائش کریں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو معلوم کریں"

مختصر یہ کہ ہر قسم کی اذیتوں اور تکلیفوں سے نجات کے لیے خدا پر ایمان بہت بڑی آڑ اور زبردست رکاوٹ ہے' اور خودکشی جیسی بدترین اور گھناؤنی حرکت کا مرتکب کوئی ایسا ہی شخص ہی ہوگا جو ایمان کی دولت اور یقین کے سرمائے سے عاری ہوگا' یا اس کے اندر رائی کے برابر بھی عقل نہیں ہوگی۔

وعدے کے مطابق ذیل میں آیت بالا ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ﴾ اور بعض ان احادیث کی مختصر وضاحت درج کی جاتی ہے' جن کا تعلق خودکشی کے عنوان سے ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت سے صراحت کے ساتھ خودکشی کی ممانعت کا ثبوت

ملتا ہے[1] اس لیے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا:

((اِحْتَلَمْتُ فِیْ لَیْلَةٍ بَارِدَةٍ وَاَنَا فِیْ غَزْوَةِ السَّلَاسِلِ فَاشْفَقْتُ اِنِ اغْتَسَلْتُ اِنْ اُهْلِكَ فَتَیَمَّمْتُ فَصَلَّیْتُ بِاَصْحَابِیْ الصُّبْحَ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَاعَمْرُو! صَلَّیْتَ بِاَصْحَابِكَ وَاَنْتَ جُنُبٌ فَاَخْبَرْتُهُ الَّذِیْ مَنَعَنِیْ مِنَ الْاِغْتِسَالِ فَقُلْتُ اِنِّیْ سَمِعْتُ اللّٰهَ یَقُوْلُ وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا، فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَقُلْ شَیْئًا))

”غزوہ ذات السلاسل کے موقعہ پر ایک سرد رات کو مجھے احتلام ہو گیا، میں ڈرا کہ غسل کروں گا تو ہلاک نہ ہو جاؤں، چنانچہ میں نے تیمّم کیا اور اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز بھی پڑھا دی۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا عمر! (رضی اللہ عنہ) تم نے جنابت میں ہی ساتھیوں کو نماز بھی پڑھا دی؟ میں نے غسل سے جو رکاوٹ مجھے درپیش تھی آپ کے گوش گزار کر دی، اور یہ بھی عرض کر دیا کہ میں نے اللہ پاک کو سنا وہ فرماتا ہے، وَلَاتَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ.... الخ نبی کریم ﷺ نے جب یہ سنا تو ہنس پڑے اور پھر کچھ نہیں کہا۔

پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر بھی غور کرنا چاہئے کہ ﴿وَمَنْ یَّفْعَلْ ذَالِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا﴾[2] یعنی سورہ کے کے آغاز سے اس مقام تک جو موضوع درپیش ہے، اس کا، خاص طور پر خودکشی کا جس نے ارتکاب کیا ”فسوف نصلیه نارا“ ایسے شخص کو ہم جہنم رسید کریں گے اور دوزخ

---

[1] اور رہی وہ تفسیر جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جیسا کہ واحدی نے نقل کیا کہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو قتل نہ کرے، کیونکہ ہم مذہب ہونے کی وجہ سے تم سب یک جان دو قالب ہو، تو یہ تفسیر ہماری بیان کردہ خودکشی کی بابت تفسیر کے منافی نہیں، اس لیے کہ جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا جب ہم سے ایک کا دوسرے کو مار ڈالنا حرام ٹھہرا تو کسی انسان کا اپنے آپ کو مار ڈالنا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔

[2] اس وعید کے اندر سرکشی اور ظلم کی قید اس لیے عائد کی تا کہ بھول چوک، غلطی اور نادانی کی صورتیں الگ ہو جائیں کہ ان وجوہ کی بنا پر وہ معذور ہوگا۔

اس کے لیے بدترین ٹھکانا ہو گا' اس سب کے بعد بھی کوئی مومن اگر اس قسم کی گھناؤنی حرکت کا ارتکاب کرے تو اس کی پھٹکار کے لیے تنہا یہی ایک آیت کافی ہے-

نیز ایسی احادیث بھی بکثرت وارد ہیں جن میں خودکشی کی بابت وعید آئی ہے- اس سلسلے کی چند روایتیں ذیل میں درج ہیں-

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيْهَا خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسَّى سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسَمُّهُ فِيْ يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا' وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهُ فِيْ يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا))

"جو شخص کسی پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گرتا رہے گا' اور جو شخص زہر پی کر خودکشی کرے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں زہر پیتا رہے گا' اور جس نے لوہے کے کسی ہتھیار سے خودکشی کی ہو گی' وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسی ہتھیار کو اپنے پیٹ میں بھونکتا رہے گا اور کبھی بھی اس کو رہائی نصیب نہیں ہو گی-"

(بخاری' مسلم' ترمذی- قدرے تقدیم و تاخیر کے ساتھ نسائی)

امام ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

((وَمَنْ حَسَا سَمًّا فَسَمُّهُ فِيْ يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ))

"اور جس شخص نے زہر پی کر خودکشی کی ہو گی' اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہو گا اور دوزخ کی آگ میں وہ اس کو پیتا رہے گا-"

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلَّذِيْ يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِيْ يَطْعَنُ نَفْسَهُ يَطْعَنُ نَفْسَهُ فِي النَّارِ وَالَّذِيْ يَقْتَحِمُ يَقْتَحِمُ فِي النَّارِ)) (بخاری)

"جس شخص نے اپنا گلہ گھونٹ کر خودکشی کی وہ آتش دوزخ میں بھی اپنا گلہ گھونٹتا رہے

گا- جس نے (چھرا وغیرہ) بھونک کر خودکشی کی' دوزخ کی آگ میں بھی وہ اس کو بھونکتا رہے گا' جو کوئی اوپر سے گرا ہو گا' وہ جہنم میں بھی اسی طرح گرتا رہے گا-"

(۳) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے' فرماتے ہیں کہ اسی مسجد میں حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جتنی حدیثیں ہم سے ذکر کیں' ہم نے ان میں سے ایک کو بھی فراموش نہیں کیا- نہ ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق کسی افترا پردازی سے کام لیا- بہرکیف انھوں نے فرمایا:

((كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ اللّٰهُ بَدَرَ عَبْدِيْ بِنَفْسِهِ فَحَرَمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))

"ایک شخص کے کوئی زخم آیا' اس نے خودکشی کر لی' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میرے بندے نے خودکشی کے لیے جلدی کی' لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی-"

(۴) ایک اور روایت میں ہے:

((كَانَ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جَرْحٌ فَجَزِعَ فَاَخَذَ سِكِّيْنًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ اللّٰهُ بَادَرَ فِيَّ بِنَفْسِهِ .... الخ)) (بخاری مسلم)

"گزشتہ اقوام میں ایک شخص تھا' اسے کوئی زخم آیا' وہ بہت چیخا چلایا- آخر اس نے ایک چھری لے کر اس سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا' لیکن خون نہیں رکا' یہاں تک کہ وہ مر گیا- اللہ تعالیٰ نے فرمایا پہلے اس نے ہی خودکشی کے لیے جلدی کی-"

آخرالذکر کے الفاظ یہ ہیں:

((اِنَّ رَجُلًا كَانَ فَمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خَرَجَتْ بِوَجْهِهِ قُرْحَةٌ فَلَمَّا آذَتْهُ اِنْتَزَعَ سَهْمًا عَنْ كِنَانَتِهِ فَنَكَاهَا فَلَمْ يَرْقَأُ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ' قَالَ رَبُّكُمْ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))

"گزشتہ اقوام سے کسی آدمی کے چہرے میں ایک پھوڑا نکل آیا' جب اس کو تکلیف ہوئی تو اس نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر پھوڑے کو توڑ دیا' لیکن خون نہیں رکا اور وہ شخص مر گیا' تمھارے پروردگار نے فرمایا میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے-"

(۵) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

((إِنَّ رَجُلًا كَانَتْ بِهِ جِرَاحَةٌ فَأَتَى قَرْنًا لَهُ فَأَخَذَ مِشْقَصًا فَذَبَحَ بِهِ نَفْسَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

"ایک شخص کو کوئی زخم آیا۔ اس نے اپنا ایک ترکش لیا اور اس میں چوڑے پیکان کا ایک تیر نکالا اور اس سے اپنے آپ کو ذبح کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔"

اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

(۶) حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے انھیں یہ خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے بیعت کی تھی اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ ذَبَحَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

"جو شخص دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی جھوٹی قسم کھائے گا وہ ایسا ہی ہو گا جس طرح اس نے کہا (یعنی اسلام سے خارج ہو کر اسی مذہب میں داخل ہو جائے گا جس کی اس نے قسم کھائی) اور جس شخص نے کسی چیز سے خودکشی کی، قیامت کے دن اسی چیز سے اس کو عذاب دیا جائے گا، اور جس چیز کا آدمی مالک نہ ہو اس کی نذر لازم نہیں ہے، اور مومن پر لعنت ملامت کرنا ایسا ہے جیسے اس کو مار ڈالنا، اور جس نے کسی مومن پر کفر کا الزام دھرا وہ ایسا ہو گا جیسے اس کو قتل کیا، اور جس نے کسی چیز سے اپنے آپ کو ذبح کر دیا، قیامت کے دن اسی چیز سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔"

چھبیسواں کبیرہ گناہ

قتل کرنا' اور اس سے بھی زیادہ بدترین گناہ نسل کشی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

﴿اَیُّ الذَّنْبِ اَکْبَرُ عِنْدَاللّٰہِ؟ قَالَ اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰہِ نِدًّا وَھُوَ خَلَقَكَ. قَالَ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ اَنْ یُطْعِمَ مَعَكَ. قَالَ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ اَنْ تَزَانِیَ حَلِیْلَةَ جَارِكَ. فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ تَصْدِیْقًا وَالَّذِیْنَ لَایَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا آخَرَ وَلَایَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَایَزْنُوْنَ' وَمَنْ یَّفْعَلْ ذَالِكَ یَلْقَ اَثَامًا﴾ (الفرقان : ٦٨)

"سب سے بڑا گناہ خدا کے نزدیک کون سا ہے؟ فرمایا تو کسی کو خدا کا ہم سر ٹھہرائے' حالانکہ اس نے تجھ کو پیدا کیا ہے- عرض کیا اس کے بعد کون سا؟ فرمایا اولاد کو اس خیال سے قتل کر دینا کہ وہ تیرے کھانے میں شریک ہو جائے گی- عرض کیا اس کے بعد کون سا؟ فرمایا ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا- حضور کے اسی فرمان کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی—والذین یدعون مع اللّٰہ"

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خود رسول اللہ ﷺ سے مذکورہ سوال کیا تھا ان دونوں روایتوں کو مسلم نے نقل کیا-

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ یقیناً زمانہ جاہلیت کے ماحول سے واقف تھے- آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس سماج میں مشرکانہ عقائد انتہا درجے

کی بداخلاقی اور غلط رسم و رواج کو عروج حاصل ہے' یہاں قدم قدم پر بندہ اللہ سے دور اور شیطان سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ ایسے نازک دور میں یہ اللہ کا بے پایاں احسان تھا کہ اس نے انھیں اسلام سے مشرف کیا' نبی ﷺ کی اتباع کی انھیں توفیق بخشی یہی وجہ تھی کہ تمام صحابہ دین حنیف کو سیکھنے' سمجھنے کی زبردست آرزو رکھتے تھے اور قوانین الٰہی کی بصیرت کے حصول اور تحقیق و جستجو کے لیے بے چین رہا کرتے تھے۔

چنانچہ یہی عظیم المرتبت صحابی رسول اللہ ﷺ سے اکثر استفسار کیا کرتے تھے' من جملہ ان سوالوں کے ایک سوال یہ بھی ہوتا تھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد تین باتوں پر مشتمل تھا۔

پہلی بات یہ کہ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ--- "ند" ضد اور مثل کو کہتے ہیں' یعنی تم کسی کو اللہ کا مشابہ اور اس کا ایسا ہم سر مت ٹھہراؤ جس کی پوری یا جزوی طور پر بندگی کی جائے یہ سب سے بھاری گناہ ہے' کیونکہ آخر باری تعالیٰ ہی کی وہ ذات ہے جس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا اور بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ پھر بندگی کا اصل حق دار وہ ہو گا یا کوئی اور؟ آخر وہی تو ہے جس نے پانی کے ناپاک قطرے سے تمھیں پیدا کیا ہے ایک محفوظ جگہ رکھ کر تمھاری نگہداشت کی' پھر تمھیں مختلف منزلوں سے اس طرح گزارا کہ بالآخر ایک دن تم نے اس دنیا میں آکر آنکھیں کھولیں۔ اس وقت تم ننھے منے بچے تھے۔ تم میں معمولی سمجھ بھی نہیں تھی' نہ کچھ کر سکتے تھے۔ اسی ذات واحد نے تمھارے ماں باپ کے دلوں میں شفقت اور محبت ڈالی اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے تمھاری بہتر پرورش کی' ہر ہر خدمت انجام دی اور تمھیں اچھی تربیت دی۔ پھر رفتہ رفتہ اللہ نے ایک حالت سے دوسری حالت میں تمھیں اس طرح منتقل کیا کہ تم نے کامل انسان کا روپ پایا۔ ایڑی چوٹی تک اس نے تمہیں ان گنت نعمتوں سے نوازا۔ سماعت' بصارت' فہم و فراست' علم و معرفت' قدرت و صلاحیت اور مال و دولت غرض لامتناہی اور بے شمار نعمتوں سے تمھیں سر سے پیر تک ڈھانک دیا۔

چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ (ابراهيم: ٣٤)

"اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہ سکو گے۔ بلاشبہ انسان بڑا ظالم اور ناشکرا

ہے۔"

پھر چاروں طرف سے ان نعمتوں اور رعنائیوں کے اندر گھرے ہونے کے باوجود تمھیں یہ زیب نہ دے گا کہ خدا کی کسی بھی مخلوق، کسی بت، یا کسی ولی، یا نبی کی طرف رخ کرو۔ ان کی جانب متوجہ ہو کر ان سے نفع یا نقصان طلب کرو، بیماری سے شفایابی، کسی ضرورت سے حاجت بر آری، یا کوئی ایسی مراد ان سے مانگو جسے اللہ کے سوا کوئی پوری نہ کر سکے۔۔ اس میں شک نہیں کہ عقل سلیم اور فطرت مستقیم یہی فیصلہ صادر کرتی ہے کہ اپنے محسن کے احسانات کا شکر ادا کرنا چاہیے، اور منعم حقیقی یعنی ذات باری کے احسانات کی سچی شکر گزاری یہ ہے کہ کامل اسی کی بندگی کی جائے اور سارے اعمال خالص اسی کے لیے کیے جائیں۔ آخر یہ بھی کیسی عجیب ستم ظریفی ہو گی کہ تم پر احسان زید کرے اور شکر بکر اور خالد کا ادا کرو، جنھوں نے ذرہ برابر بھی تم پر احسان نہیں کیا کیا کوئی عقل سلیم اس قسم کے کسی اقدام کو کبھی درست قرار دے گی؟

شرک بدترین اور بھیانک جرم ہے۔ اس کا یہی ایک ثبوت کافی ہے کہ اللہ رب العزت نے یہ کہہ کر شرک کرنے والوں کو ڈرایا دھمکایا کہ

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ (المائدہ: ۷۲)

"بلاشبہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا، اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ (النساء: ٤٨)

"بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور ہاں اس کے سوا جس کو چاہے بخش دے۔"

صحیح حدیث شریف میں ہے:

((اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قُلْنَا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَلْاِشْرَاكُ

بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ' وَكَرَّرَهُ ثَلَاثًا حَتّٰى قَالَ بَعْضُ الصَّحَابَةِ لَيْتَهُ سَكَتَ))

''کیا میں تمھیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' اور جھوٹی گواہی دینا۔ اس کو آپ نے تین بار اس طرح دہرایا کہ بعض صحابہ کہنے لگے کاش آپ خاموش ہو جاتے (تو اچھا ہوتا)

شرک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو پکارا جائے اور اس کی بندگی کے ساتھ ساتھ غیروں کی بھی بندگی اور پرستش کی جائے۔ عبادت ایک جامع لفظ ہے جس کے اندر کامل طور پر وہ اعمال اور اقوال شامل ہیں جو صرف اللہ رب العزت کے لیے مخصوص اور پسندیدہ ہیں' جیسے نماز' روزہ' حج' نذر' قسم' فریاد' خوف و خشیت' توجہ اور انابت اور قربانی اور وہ تمام اعمال جو عبادت کے نام سے مشہور ہیں۔ عبادت اور بندگی کے ان کاموں کی بابت بندوں کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ انھیں صرف اللہ کے لیے کریں اور ان کی انجام دہی میں اللہ کے ساتھ کسی پیر فقیر ولی بزرگ شجر حجر غار یا استھان ہی نہیں بلکہ کسی مقرب فرشتے یا رسول کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں۔

عقل و فہم کی رو سے شرک کی اس قیامت خیز تباہی اور قباحت کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ (الزمر : ٦٥)

''اور تمھاری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں' یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ تم نے شرک کیا تو تمھارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔''

واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاے کرام شرک تو رہا درکنار' معمولی گناہوں سے بھی یکسر مبرا اور پاک صاف ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ پہلے پہل خطاب پیغمبر علیہ السلام سے ہوا' جب کہ اصل مخاطب ساری امت اور تمام انسان ہیں۔

شرک کی دو قسمیں ہیں:

(۱) شرک اصغر (۲) شرک اکبر

(۱) شرک اصغر کے ارتکاب سے اگرچہ انسان ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا مگر اس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے جیسے ریاکاری اور غیر اللہ کی قسمیں کھانا وغیرہ بشرطیکہ جیسی اللہ کی تعظیم مقصود ہے' غیر اللہ کی ایسی تعظیم مقصود نہ ہو۔ اسی طرح واو شرکیہ کے ساتھ اس قسم کا جملہ کہنا کہ ماشاء اللہ وماشاء فلاں (جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے) تو یہ بھی شرک ہے۔

(۲) اس کے بالمقابل شرک اکبر کے ارتکاب کی صورت میں بندہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مشرکین کی صف میں جا پہنچتا ہے اور یہ ایسے کام ہیں جیسے غیر اللہ کے لیے نمازیں پڑھنا' خالص بندگی کی نیت سے خانہ کعبہ کی طرح کسی استھان کے پھیرے لگانا اور پیر' پیغمبر یا کسی بھی مخلوق کے لیے نذریں ماننا۔ یہ اور اس قسم کے کاموں کا شمار شرک اکبر میں ہوتا ہے' جن کا مرتکب ملت اسلامیہ کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی واضح رہے کہ اس نوع کی حرکتوں کی بابت جب تک کھل کر شرک اکبر ہونے کا ثبوت نہ میسر آ جائے' ایسے شخص کو فوری طور پر کافر نہیں کہا جائے گا۔ یہ اس لیے کہ لوگوں میں جہالت عام ہو چکی ہے۔ دوسری طرف مسلم معاشرے میں مفید شرعی علوم کا سلسلہ روز بروز ماند پڑتا جا رہا ہے' خاص طور پر علم توحید سے واقفیت کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہے اور علم کے کچھ مدعی روزمرہ شرک کی دلدل میں ڈوبتے جا رہے ہیں اور انھوں نے یہ وتیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے بجائے نبی' ولی یا پیروں فقیروں کے چکر میں پڑ کر ان کی پرستش اور بندگی کیے جا رہے ہیں اس پر طرہ یہ کہ اس جہالت کی حوصلہ افزائی بعض ایسے پڑھے لکھے جاہل کر رہے ہیں جنھوں نے صالحین کی محبت اور اولیاء اللہ کی عقیدت پر فریب لبادہ اوڑھ رکھا ہے (اے اللہ اپنے بندوں کو بس تو ہی سیدھی راہ دکھا)

علمائے کرام کی بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت اور اس کی توحید کو بندوں میں عام کریں' ان کی وحدت کے گن گائیں اور شرک کی اعلانیہ مذمت کریں۔ اس کی گندگی کو ثابت کریں' بدعات اور ہر نئے رسم و رواج سے لوگوں کو آگاہ کریں' اور اگر لوگوں نے ایسا نہیں کیا تو اس ارشاد باری کے مطابق ان کا شمار بھی ان لوگوں میں ہو گا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَابَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ اُولٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ، اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرہ : ۱۶۰)

"جو لوگ ان کی کھلی نشانیوں اور ہدایت کی باتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں چھپاتے ہیں' باوجودیکہ ہم نے لوگوں کو سمجھانے کے لیے ان باتوں کو کتاب میں صاف صاف بیان کر دیا ہے' تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت بھیجتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں' مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کی اصلاح کر لی اور احکام حق کو صاف صاف بیان کر دیا تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہوں' اور میں بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔"

دوسری بات یہ کہ آپ نے فرمایا "اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ اَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ" اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے بعد قتل کرنا بدترین گناہ ہے۔ ناحق قتل کے خلاف قرآن حکیم میں کتنی آیتیں وارد ہیں' جن میں جہنم کے شدید عذاب سے بھی صاف صاف ڈرایا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَايَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ يَلْقَ اَثَامًا، يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا﴾ (الفرقان : ۶۸)

"اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہیں پکارتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے' مگر حق پر اور جو بدکاری نہیں کرتے' اور جو ایسے کام کرے گا تو سخت سزا پائے گا' قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور اس عذاب میں ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا۔"

"يَلْقَ اَثَامًا" کی تفسیر میں چند اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ جہنم کی کوئی وادی کا نام ہے' بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ آثام سزاؤں کو کہا جاتا ہے۔ ایک باہوش قاری دوسرے فقروں پر نہیں اسی ایک فقرے يَلْقَ اَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ کو سنے گا تو اسے محسوس ہوگا کہ یہ کتنی بڑی وعید ہے جس سے صاحب ایمان مسلمان کا پہلو لرز اٹھتا ہے' پرہیز گاروں کے دل

ہی نہیں' پتھروں کے دل بھی لرز اٹھتے ہیں' اور خوف و خشیت سے لبریز دل کانپ جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ (النساء: ۹۳)

"اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو گا اور اس کی لعنت پڑے گی اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

کس قدر تیز و تند اور سخت پھٹکار ہے ان مجرموں کے لیے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔ ان پر اللہ کا غضب نازل ہو گا' اس کی لعنت ان پر برستی ہو گی اور وہ اس کی رحمتوں سے دور اور اس کی شفقتوں سے مہجور ہوں گے۔ گوناگوں سزاؤں اور عذاب کے بعد کیا اب بھی کوئی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کے لیے اپنے قدموں کو جنبش دے گا۔ یا کسی ذمی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے درپے ہو گا۔

قرآن پاک کی ان آیات کی طرح قتل و خون ریزی سے خوف دلانے اور ڈرانے کے لیے بکثرت احادیث بھی موجود ہیں۔ ان میں سے چند احادیث قارئین کرام کے گوش گزار کی جاتی ہیں۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی کہ

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ))

"سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو"

ان میں ایک کسی کو ناحق مار ڈالنا ہے۔

(ا) حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ))

"ایک مسلمان کے ناحق قتل کے مقابلے میں ایک دنیا کو تباہ کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کہیں زیادہ آسان ہے۔"

اس روایت کو مسلم' نسائی اور ترمذی نے مرفوع اور موقوف دونوں طرح سے نقل کیا' البتہ موقوف کو ترجیح حاصل ہے۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس ارشاد کو نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:

((لَوْ اَنَّ اَهْلَ السَّمَاءِ وَ اَهْلَ الْاَرْضِ اِشْتَرَكُوا فِيْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَاَكَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ))

"اگر آسمان اور زمین والوں نے کسی مومن کو قتل کرنے میں مل جل کر حصہ لیا تو اللہ رب العزت منہ کے بل انھیں جہنم میں ڈالے گا۔"

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور اس کو حسن غریب کہا ہے۔

یہ اور اس مضمون کی متعدد احادیث سے ناحق قتل کی حرمت کا ثبوت ملتا ہے اور اس شرم ناک اور گھناؤنے جرم کے ارتکاب کی مذمت کا پتا چلتا ہے، اور جب کسی اجنبی کو مار ڈالنا اس قدر بھیانک اور کریہہ حرکت ٹھہری، یہاں تک کہ شرک، کے بعد سب سے بدتر گناہ اسی کو ٹھہرایا گیا تو سوچنا چاہئے کہ باپ کا اپنی اولاد کو قتل کرنا کتنا مہلک اور شرم ناک جرم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوعیت کی بعض جاہلی رسموں، مثلاً دختر کشی اور نسلی منصوبہ بندی کی کھل کر مذمت فرمائی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِيْنَ﴾ (الانعام : ۱۴۰)

"یقیناً وہ لوگ تباہ ہوئے جنھوں نے اپنی اولاد کو جہالت سے قتل کیا اور اللہ پر افترا کرکے اس کی عطا کی ہوئی روزی کو حرام ٹھہرایا۔ بلاشبہ وہ گمراہ ہوئے اور سیدھے راستے پر نہیں آئے۔"

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ﴾ (الانعام : ۱۵۱)

"کہو کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمھارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں (وہ یہ) کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، کیونکہ تم کو اور ان کو ہم روزی دیتے ہیں۔"

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا﴾ (بنی اسرائیل: ۳۱)

"اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ بے شک اولاد کا قتل کرنا (بڑا) بھاری گناہ ہے"

زمانہ جاہلیت کے بعض افراد اس لیے بھی اپنی بیٹی کو زندہ درگور کر دیتے تھے کہ کہیں آگے چل کر جنگوں میں انھیں باندیاں اور کنیزیں نہ بنایا جائے' جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کی پیشانی داغدار ہو جائے' اور کچھ لوگ محض فقر و فاقہ کے ڈر سے بھی نسل کشی کا ارتکاب کرتے تھے جس کی بات اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (التکویر: ۸)

"اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور پر قتل کی گئی"

حد درجہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ جاہلیت کی یہ رسم آج خاندانی بہبود اور منصوبہ بندی کے پر فریب نعروں کے ساتھ پھر سے سر اٹھائے ہوئے ہے' چنانچہ آج بڑے دعوے سے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ میاں بیوی 'ہم دو' ہمارے دو' پر عمل کریں اور دو یا تین سے زائد بچے پیدا نہ ہونے دیں' نہ حمل کی نوبت آنے دیں' اسی کے ساتھ ساتھ ایک دوسری سکیم یہ بھی چلائی جاتی ہے' جس کو پیدائش کے درمیان وقفہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس وقفے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو بچوں کے درمیان کم از کم تین' چار یا پانچ سال کا لازمی فرق رکھا جائے۔ اس وقفے کی توجیہہ منصوبہ بند خاندان اس طرح کرتے ہیں کہ بار بار کی زچگی سے بیوی بیمار پڑ جاتی ہے لہٰذا جلد جلد حاملہ ہونا اس کے بس کا روگ نہیں' یا وہ بچوں کی تربیت اور ان کی نگہداشت پر قدرت نہیں رکھتی۔ اس حد تک کی اجازت پر اتفاق ہے۔

منصوبہ بندی کی بعض وجوہ حکومتی یا انفرادی سطح سے تعلق رکھتی ہیں ---- ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حکومتی سطح کی وجوہ یہ ہیں کہ حکومتوں کو یہ خدشہ لاحق ہوتا ہے کہ آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے اور پیداوار نہیں بڑھتی' اس لیے وہ خاندانی منصوبہ بندی یا عائلی تنظیم اور بہبودی کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ انھیں یہ فکر بھی ہوتی ہے کہ دس برسوں کے اندر اندر ہر طرف

فاقہ کشی اور قحط سالی کا دور دورہ ہوگا اور دنیا کی اکثر آبادی اس کی لپیٹ میں آ جائے گی نیز یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ ایک طویل عرصے کے بعد وہ وقت بھی آئے گا جب گنجان آبادی کی وجہ سے انسانوں کو زمین پر پیر رکھنے کے لیے بھی جگہ نہیں مل سکے گی- حالانکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ حقائق ان تمام تر قیاس آرائیوں اور تخمینوں کو جھٹلا رہے ہیں- درحقیقت یہ غلط پروپیگنڈا سب سے پہلے ایک انگریز دانش ور مولتس نے ۱۷۹۸ء میں کیا' جس کو آج کم و بیش دو سو سال ہو رہے ہیں اور اصل واقعہ اس پروپیگنڈے کو جھٹلا رہا ہے' چنانچہ دیکھا جا سکتا ہے کہ دنیا ایسی کسی آفت کا شکار نہیں' اور غذائی اجناس اور عام پیداوار پہلے سے کہیں زیادہ مقدار میں دستیاب ہیں- اس شعبے سے متعلق اعداد و شمار کے ماہرین نے یہ بھی اندازہ کیا ہے کہ نسلی افزائش کی بہ نسبت زرعی پیداوار چار گناہ زیادہ ہے- درحقیقت یہ غلط نظریہ ایسے ذہنوں کی اپج ہے جن کا اللہ پر اور آخرت کے دن پر مطلق یقین نہیں ہے' جنھیں ہرگز یہ بھروسا نہیں کہ اللہ بندوں کا روزی رساں اور ان کا کفیل ہے' وہی اس روئے زمین کا خالق اور سارے انسانوں کا پالنہار ہے- ان کی روزی' روٹی' ان کی صلاح و فلاح اور ان کی موت و حیات کا ضامن ہے- اور یہ وہ حقائق ہیں جہاں ظن اور تخمینے کو رسائی نہیں' نہ وہاں قیاس آرائی اور توہم کا کوئی گزر ہے-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَامِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾ (ھود: ٦)

"اور جو جان دار دنیا میں ہیں سب کا رزق اللہ کے ذمے ہے' ان کا مستقل ٹھکانا' عارضی مقام' دونوں وہی جانتا ہے- یہ سب کچھ کتاب مبین میں ہے"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے-

﴿إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ يُرْسِلُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ يُكْتَبُ رِزْقُهُ وَأَجَلُهُ وَعَمَلُهُ وَشَقِيٌّ أَوْسَعِيْدٌ﴾ (بخاری و مسلم)

"ہر انسان اپنی پیدائش کے چالیس دن ماں کے رحم میں نطفے کی شکل میں گزارتا ہے' پھر وہ جمے ہوئے خون اور گوشت کے لوتھڑے کی شکل اختیار کرتا ہے' اسی حالت میں فرشتہ اس کے پاس آکر اس کے اندر روح پھونکتا ہے اور اس کے بارے میں چار چیزوں کا اندراج کرتا ہے- روزی' موت' اس کی ساری کارگزاری اور یہ کہ اس کا شمار خوش نصیبوں میں ہوگا یا بدبختوں میں ہوگا-"

انفرادی سطح پر اسلام نے دو طرح سے اس رجحان کا علاج کیا ہے-

اول یہ کہ نسل کشی سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے' چنانچہ اوپر مذکور باری تعالیٰ کے ارشاد سے اس فعل بد کی مذمت پہلے گزری کہ

﴿قَدْخَسِرَالَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (الانعام : ۱٤۰)

"جو لوگ اپنی (مادہ) اولاد کو جہالت اور بے وقوفی سے قتل کر ڈالتے ہیں- یہ بڑے ٹوٹے میں ہیں"

﴿وَلَاتَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ' نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل : ۳۱)

"اور اپنی اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل مت کرو ہم ہی تو ان کو اور تم کو رزق دیتے ہیں ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے-"

دوسرے ابتدا ہی سے ایسی تدبیروں سے منع کیا' جن سے امتناع حمل ہوتا ہے- جیسا کہ عزل کے عنوان کے تحت مذکور ہے- چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے- فرماتے ہیں:

((غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غَزْوَةَ بَنِيْ الْمُصْطَلِقِ فَبَيْنَا كَرَائِمُ الْعَرَبِ فَطَالَتْ عَلَيْهِمَا الْعُزْبَةُ وَرَغِبْنَا فِي الْفِدَاءِ فَاَرَدْنَا اَنْ نَسْتَمْتِعَ وَنَعْزِلَ فَقُلْنَا نَفْعَلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ اَظْهُرِنَا لَانَسْاَلُهُ فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَاعَلَيْكُمْ اَلَّا تَفْعَلُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ خَلْقَ نَسَمَةٍ هِيَ كَائِنَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَتَكُوْنُ))

"ہم رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب غزوہ بنو مصطلق پر گئے اور عرب کی شریف عورتوں

کو قیدی بنایا- عورتوں سے علیحدگی کو مدت دراز ہو گئی تھی' لیکن ان (باندیوں) کی قیمت کی بھی ہم کو خواہش تھی- ہم ان سے لذت یاب ہونا چاہتے تھے' مگر عزل کرتے تھے' چنانچہ ہم یہ کرتے تھے رسول اللہ ﷺ ہم میں موجود تھے- ہم نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اگر ایسا نہیں کرو گے' تب بھی کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ جس روح کا پیدا ہونا قیامت تک اللہ نے مقرر کر دیا ہے' وہ ضرور پیدا ہو گی-"

ایک روایت میں ہے تا قیامت جن کی خلقت ہونے والی ہے' اللہ تعالیٰ نے ان سب کو قلم بند کر لیا ہے- ایک اور روایت میں ہے تم ضرور ایسا کرتے ہو' تم ضرور ایسا کرتے ہو' تم ضرور ایسا کرتے ہو' مگر جو روح قیامت تک پیدا ہونے والی ہے' وہ تو ضرور پیدا ہو کر رہے گی- ایک اور روایت میں ہے اگر تم ایسا نہ کرو گے تو کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ یہ تو حکم الٰہی ہے- ابو محمد رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر تم ایسا نہیں کرو گے' یہ لفظ قریب قریب نہی ہے- حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں' بخدا لگتا ہے اللہ نے جیسے تنبیہ کر دی ہے-

حضرت جدامہ بنت وہیب (حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہما کی بہن) فرماتی ہیں-

((حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ اُنَاسٍ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ فَنَظَرْتُ فِي الرُّوْمِ وَ فَارِسَ فَاِذَا هُمْ يُغِيْلُوْنَ اَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ شَيْئًا فَسَاَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ ذَاكَ الْوَاْدُ الْخَفِيّ))

"میں کچھ آدمیوں کے ساتھ خدمت گرامی میں حاضر ہوئی" رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے' میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ دودھ پلانے کے زمانے میں عورتوں سے قربت کرنے سے منع کر دوں' مگر پھر میں نے دیکھا کہ روم اور فارس والے حالت رضاعت میں عورتوں سے قربت کرتے ہیں اور ان کو کچھ ضرر نہیں ہوتا (اس لیے منع نہیں کیا) اس کے بعد لوگوں نے حضور ﷺ سے عزل کے متعلق دریافت کیا- فرمایا یہ تو در پردہ زندہ در گور کرنا ہے-"

عبید اللہ مقری سے جو روایت مروی ہے' اس میں یہ اضافہ بھی ہے- وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ-

ان احادیث سے ہمیں عزل کی ممانعت کا پتا چلتا ہے' کیونکہ اس کا مقصد امتناع حمل

ہے' اور عزل اس کے بے مقصد ہے اس لیے کہ اللہ نے جو لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا- ایک حدیث شریف میں ہے کہ تا قیامت جس قدر روحیں ہونے والی ہیں' وہ پیدا ہو کر رہیں گی- پھر تمام منی سے بچہ نہیں پیدا ہوتا' بلکہ ایک چھوٹے مہین قطرے سے اس کی خلقت ہوتی ہے' جس کے اندر ہارمون موجود ہوتا ہے' اور اگر کوئی یوں کہے کہ عزل کی اباحت میں حدیثیں وارد ہیں جیسے مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں ہے کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن اتر رہا تھا-

حضرت سفیان رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز سے ممانعت مقصود ہوتی تو قرآن پاک ہمیں ضرور منع کر دیتا- تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری بیان کردہ مسلم کی روایت اور جدامہ کی روایت ان دونوں روایتوں سے تحریم کا ثبوت ملتا ہے' اور پہلے سے اباحت تھی' لہٰذا اب یہ تحریم اس اباحت کو منسوخ کر دے گی-

اگر نسخ نہ بھی ہوا تو ایک دوسرے پہلو سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلم کی حدیث سے ممانعت نکلتی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اباحت --- اور ممانعت' اباحت پر مقدم ہے- اس لحاظ سے ہم نے جو عرض کیا وہی درست ثابت ہوا-

رہے علمائے کرام تو اباحت' کراہت اور تحریم کی بارے میں ان کے مختلف اقوال ہیں-

صائب کا قول یہی ہے کہ یہ فعل حرام ہے' سوائے اس کے کہ زوجہ یا آقا کی اجازت حاصل ہو' یہی امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک ہے-

❋ ❋ ❋

ستائیسواں کبیرہ گناہ

زناکاری' اور بدترین زناکاری اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا ہے

جملہ اقوام کا اس پر اتفاق ہے کہ زناکاری حرام ہے اور کوئی دستور اس کو جائز تصور نہیں کرتا- قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات کی رو سے اس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَاتَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا﴾ (الاسراء: ۳۲)

"اور زنا کے نزدیک بھی نہ جایا کرو' کیونکہ یہ بے حیائی ہے اور بہت برا طریق ہے-"

مردان باخدا کی صفات کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ وَلَايَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَايَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا﴾ (الفرقان: ۶۸،۶۹)

"اور وہ لوگ ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہیں پکارتے اور جس جان کے مارنے سے خدا نے منع کیا ہے' اس کو ناحق نہیں مارتے اور نہ زنا کرتے ہیں' اور جو کوئی یہ کام کرے گا وہ اپنے گناہ کی سزا بھگتے گا' قیامت کے روز اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ کے لیے ذلیل و خوار رہے گا-

مذکورہ بالا آیت تمام فواحش کو شامل ہے جن میں زناکاری سر فہرست ہے-

چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَلَاتَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ﴾ (الانعام: ۱۵۱)

"اور ظاہر و باطن بے حیائی کے قریب نہ جاؤ-"

نیز بہت سی احادیث سے اس کی حرمت ثابت ہے اور اس شرم ناک جرم کے ارتکاب پر وعیدیں آئی ہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((لَایَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَھُوَمُوْمِنٌ))

"زناکار جب زنا کرتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا زَنَی الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِیْمَانُ فَكَانَ عَلَیْهِ كَالظُّلَّةِ فَاِذَا اَقْلَعَ رَجَعَ اِلَیْهِ الْاِیْمَانُ))

"آدمی جب زنا کرتا ہے تو اس کے اندر سے ایمان نکل کر اس کے اوپر سائبان کی طرح تن جاتا ہے' پھر جب باز آتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔"

اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا۔ الفاظ ابوداؤد کے ہیں' نیز ترمذی' بیہقی اور حاکم نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ ان کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

"جو شخص زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے اندر سے ایمان کو اس طرح کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے قمیض کو اتار پھینکتا ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((اِذَا ظَهَرَ الزِّنَا اَوِالرِّبَا فِیْ قَرْیَةٍ فَقَدْ اَحَلُّوا بِاَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ))

"جب کسی بستی میں زناکاری اور سود خوری کا ظہور ہوتا ہے تو بستی والے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب حلال کر لیتے ہیں۔"

اس روایت کو حاکم نے نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

جرم جتنا بڑا ہے اس کی سزا بھی اتنی ہی سخت ہے۔ اسی لیے زناکار مرد اور عورت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں کوڑے مارنے کی سزا تجویز کی ہے۔

﴿اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَ لَاتَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (النور: ۲)

"زانی اور زانیہ ہر ایک کو سو درے مارو اور اللہ کا حکم جاری کرنے میں تم ان پر کسی

طرح کا ترس مت کھاؤ اگر تمھارا اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر رہے۔“

یہ سزا اس وقت نافذ ہوگی جب کہ مرد جرم کا اعتراف کرے گا یا چار گواہوں کے ذریعے زنا کی فرد جرم اس پر عائد ہوگی اور اگر زنا کار محصن ہے تو اس کا خون مباح ہوگا۔ محصن وہ ہے جس نے درست طریقے سے شرعی نکاح کیا اور اپنی بیوی سے دخول کیا ہو ایسے شادی شدہ مرد سے اگر زنا سرزد ہو جائے تو اس کی پاداش میں اس کو سنگ سار کر دیا جائے گا۔ یہی حکم شادی شدہ عورت کا ہے اس لیے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خُذُوا عَنِّیْ خُذُوا عَنِّیْ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَ نَفْیُ سَنَةٍ وَالثَّیِّبُ بِالثَّیِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ))

”مجھ سے (سیکھ) لو' مجھ سے (سیکھ) لو' اللہ نے ان کے لیے ایک راہ نکالی ہے۔ کنوارا کنواری کے ساتھ (زنا کرے تو) سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی اور شادی شدہ کے ساتھ (زنا کرے تو) سو کوڑے اور سنگ سار کر دینا۔“

اس روایت کو بخاری اور نسائی کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے نقل کیا اور رسول اللہ ﷺ نے غامدیہ نامی ایک عورت اور ایک مرد ماعز بن مالک اسلمی (رضی اللہ عنہ) کو سنگسار کیا۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کسی ایسی ہی چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں جس سے بہت سے نقصانات اور مفاسد کے پھوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور عام انسان اور پورا معاشرہ جس سے بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ زناکاری بھی انہی چیزوں میں سے ہے۔ اس کی بعض مضرتیں ذیل میں درج ہیں۔

(۱) اس کی ایک خرابی یہ ہے کہ اس سے دشمنی اور بغض پیدا ہوتا ہے اور انجام کار اس کی وجہ سے قتل اور خون ریزی کے واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں کیونکہ اکثر آسمانی مذاہب اور بیشتر انسانی دستور اس کو حرام اور ننگ و عار کا باعث ٹھہراتے ہیں اور لوگوں اس کے نتیجے میں ایسی غیرت پیدا ہوتی ہے کہ اگر ان کی بیٹی' ان کی بہن یا ان کی بیوی نے زنا کیا تو یہ اس کو تہہ تیغ کر دیتے ہیں اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ قتل کے نتیجے میں قتل ہوتا ہے۔

(۲) نسب ضائع ہو جاتا ہے' کیونکہ جو بچہ حرامی پیدا ہوتا ہے' اس کے شرعی باپ' بھائی' چچا یا چچازاد بھائی کوئی بھی نہیں ہوتے۔ اس طرح نسب ضائع ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں کنبہ قبیلہ اور خاندان قائم نہیں ہوتا اور باہم تعارف کا مقصد حاصل نہیں ہوتا' جو اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ کا مقصود ہے کہ:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (الحجرات:۱۳)

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم سب لوگوں کو مختلف قومیں اور قبائل اس لیے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لیا کرو' اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو بڑا پرہیزگار ہے۔ خدا جانتا ہے اور خبردار ہے۔"

(۳) زنا کے عادی لوگ شادی سے کتراتے ہیں اور اسی سے اپنا کام چلاتے ہیں' اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے اولاد نہیں ہوتی جس سے ان کا نام ان کے بعد بھی باقی رہے۔ اس طرح نسل کے تحفظ کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) زنا کے سبب آدمی تنگ دستی اور فاقہ مستی کے بندھن میں گرفتار ہو جاتا ہے کیونکہ زانی کو بس ایک ہی فکر ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کی چہیتی خوش رہے اور اس کو خوش رکھنے کے لیے وہ اپنا امال پانی کی طرح بہا دیتا ہے اور پھر ایسا وقت بھی آتا ہے جب اس کے دام محبت میں گرفتار ہو کر محنت' مشقت اور ہر قسم کے روزگار سے دست کش ہو جاتا ہے۔

(۵) زنا کی بدولت زناکار مرد اور عورت کئی قسم کے خطرناک امراض کا شکار ہو جاتے ہیں' ان میں بعض امراض پوشید اور حد درجہ اذیت ناک ہوتے ہیں' جیسے زہری' سیلان' پھوڑا' سستی لاغری اور ولادت کے وقت دشواری۔ نسل اور خاندان کے لیے یہ امراض بے حد خطرناک ہوتے ہیں' اور نسلی افزائش' تندرستی اور قوموں کے فطری ارتقا کی راہ میں ان کی وجہ سے بڑی رکاوٹیں اور زبردست مصیبتیں آتی ہیں۔

اگر زناکاری میں دوسری کوئی خرابی نہ ہو تو یہی اس کی ایک خرابی کیا کم ہے کہ اس کی وجہ سے ایسی چھپی ہوئی مہلک ترین بیماریاں پھیلتی رہتی ہیں جن سے دنیا کے شفا خانے

بھرے پڑے ہیں' اور ان کی بدولت بے شمار بچے موت کے گھاٹ اترتے ہیں' چنانچہ بہبودئ اطفال کے مراکز پر آنے والی حاملہ خواتین کے سروے کے نتیجے میں جو اعداد و شمار فراہم ہوئے ہیں' ان سے پتا چلتا ہے کہ ۳۹۳ میں سے ۱۳۰ حاملہ خواتین ایسی ہوتی ہیں جن میں سے ہر ایک کے اندر کے جراثیم ہوتے ہیں' اور یہ خطہ ان علاقوں میں شمار ہوتا ہے جنھیں پوری شدومد سے پیش کیا جاتا ہے- (الاسلام والرسول مصنفہ مؤلف کتاب)

اور جب زناکاری حرام ہے اور اس کا شمار کبیرہ گناہوں اور ایسی بے حیائیوں میں ہوتا ہے جنھیں عقل سلیم اور فطرت مستقیم گوارا نہیں کرتی اور ان میں ایسے گناہ بھی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر گزشتہ احادیث میں کیا گیا ہے تو سوچنا چاہئے کہ ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا بدترین اور بھاری گناہ ہے اور انتہائی جرم ہے-

باہمی ہمدردی اور حسن سلوک کی بنا پر ایک پڑوسی کا دوسرے پڑوسی پر حق ہوتا ہے' چنانچہ ایک سے زائد آیات میں اللہ نے اس کی تاکید فرمائی ہے اور احادیث مقدسہ میں بھی اس لیے کسی پڑوسی کی غیر حاضری میں اس کے اہل و عیال کے ساتھ بجائے اس کے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے' ان کی خبر گیری اور ان کا چھوٹا موٹا کام کیا جائے' الٹا ان کے ساتھ گندی اور شرم ناک حرکت کی جائے- ظاہر ہے اس سے بڑی بے حیائی اور کیا ہوگی- یہی وجہ ہے کہ اس فعل بد کا گناہ بھی بہت زیادہ ہے اور اس ضمن میں متعدد احادیث وارد ہیں جن میں سے چند ذیل میں پیش کی جاتی ہیں-

(۱) حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

((مَا تَقُولُونَ فِي الزِّنَا ؟ قَالُوا حَرَامٌ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُولُهُ فَهُوَ حَرَامٌ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَصْحَابِهِ لَاَنْ يَزْنِيَ الرَّجُلُ بِعَشْرِ نِسْوَةٍ اَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ اَنْ يَزْنِيَ بِامْرَاَةِ جَارِهِ))

"زنا کی بابت تم کیا کہتے ہو؟ صحابہ نے کہا حرام ہے- اللہ رب العزت اور اس کے رسول نے اس کو حرام قرار دیا ہے' اس لیے تا قیامت یہ فعل حرام رہے گا- رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام سے فرمایا کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے تو یہ

گناہ اس گناہ سے فروتر ہوگا کہ پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے-"

اس روایت کو امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا' اس کے رواۃ ثقہ ہیں- نیز طبرانی نے کبیر اور اوسط میں اس کو نقل کیا-

(۲) حضرت عبداللہ عمرو رضی اللہ عنہما سے منقول ہے' اس کو مرفوع کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

((مَثَلُ الَّذِیْ یَجْلِسُ عَلٰی فِرَاشِ الْمُغِیْبَةِ مَثَلُ الَّذِیْ یَنْهَشُهُ اَسْوَدُ مِنْ اَسَاوِدِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ))

"شوہر کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی کے بستر بیٹھنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے قیامت کے دن کوئی سانپ ڈس رہا ہو-"

طبرانی نے اس کو نقل کیا- اس کے راوی ثقہ ہیں-

شہوت اور طاقت میں ڈوبا ہوا جوان آدمی یقیناً بہک سکتا ہے اور شیطان اسے بہکا کر معصیت کے جال میں پھنسا سکتا ہے- لیکن سن رسیدہ بوڑھا جس نے قبر میں پیر لٹکا لیا ہو' اگر بہک جائے تو اس سے زیادہ بری بات اور کیا ہوگی؟

هب الشبيبة تبدی عذر صاحبها ما بال شيبك يستهويه شيطان

(بالفرض جوان آدمی بہک جائے تو اس کے پاس جوانی کا عذر ہے' لیکن بوڑھے کو اگر شیطان بہکا دے تو اسکے پاس بھلا کیا عذر ہوگا)

جاں بلب بوڑھا جسے صبح و شام موت کا کھٹکا لگا ہو' اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے توبہ کرے' اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے' مرنے سے پہلے جتنے گناہ کیے اس پر نادم ہو اور اس دن کے لیے نیک اعمال ساتھ لے جائے جب کسی شخص کو اس کی اولاد اور اس کا مال کچھ بھی کام نہیں دے گا' سوائے اس شخص کے جو اپنے رب کے حضور سلامتی والا دل لے کر جائے گا-

معمر اور سن رسیدہ آدمی کا یہی فرض ہے جو اوپر مذکور ہوا' لیکن اگر اس نے اپنے فرض منصبی کو چھوڑ دیا' غضب الٰہی کے درپے ہو' اوچھی اور غلیظ عادتوں میں پڑا رہا گناہوں کی دلدل میں ڈوبتا رہا تو اس کی یہ حرکت جوانوں کی بدعادتوں سے زیادہ شرمناک اور بدتر ہوگی'

جن کی جوانی ہی دیوانی ہوتی ہے۔ مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَايُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَايُزَكِّيهِمْ وَلَايَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ' شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ))

"قیامت کے دن تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ نہ تو بات کرے گا' نہ انھیں پاک کرے گا اور نہ ان پر نظر کرم فرمائے گا' اور انھیں دردناک عذاب ہو گا۔ وہ بوڑھا زانی' جھوٹا حکمران اور اکڑنے والا نادار۔"

اس روایت کو طبرانی نے اوسط میں نقل کیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

((لَايَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَى الشَّيْخِ الزَّانِيْ وَلَاالْعَجُوْزُ الزَّانِيَةِ))

"قیامت کے دن بوڑھے زانی اور زناکار بڑھیا کی طرف اللہ تعالیٰ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَرْبَعَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ الْبَيَّاعُ الْحَلَّافِ وَالْفَقِيْرُ الْمُخْتَالُ وَالشَّيْخُ الزَّانِي وَالْإِمَامُ الْجَائِرِ))

"چار قسم کے آدمیوں سے اللہ تعالیٰ سخت نفرت کرتا ہے' جھوٹی قسم کھا کھا کر تجارت کرنے والا' حیلہ گر بھکاری' بوڑھا زانی اور ظالم حکمران۔"

(اس روایت کو نسائی نے بیان کیا اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا)

❋ ❋ ❋
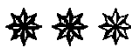
اٹھائیسواں کبیرہ گناہ

اغلام بازی

اغلام بازی مہلک ترین گناہ کبیرہ ہے' اس سے زیادہ فحش' اہانت انگیز اور گھناؤنی حرکت شاید ہی کوئی اور ہو- گزشتہ امتوں اور مذاہب میں اسے حرام قرار دیا گیا ہے- عقل سلیم اور فطرت مستقیم میں اس شرم ناک' حیاسوز اور غیر فطری عمل سے حد درجہ نفرت کرتی ہے- آسمانی دستور اور انسانی شعور بھی اسے حرام ٹھہراتا ہے-

لواطت اور اغلام بازی اخلاقی قدروں سے بغاوت ہے- اس کمینہ حرکت سے مہلک امراض پیدا ہوتے ہیں' اس کی پستی اور گراوٹ کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ مویشی' پالتو جانور اور جنگل کے درندے بھی اس کے قریب تک نہیں پھٹکتے-

پیغمبر علیہ السلام کی زبان سے اس کا ارتکاب کرنے والے پر لعنت آئی ہے- دونوں جہاں کے پروردگار کی رحمت سے ایسا شخص دور ہوگا- دنیا والوں کی نظر میں بھی وہ ذلیل و خوار ہوگا- یہ عملِ قبیح فقر و ناداری اور مال کی تباہی و بربادی کا موجب ہوگا- خیر و برکت اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتی- ایسا شخص خانما برباد ہوگا' اس لیے کہ جسے اللہ نے مردانگی سے نوازا' اسے کیا ایسی معصیت اور پستی زیب دے گی؟ کیا اسلام کا دعویٰ کرنے والا اس کو پسند کرے گا کہ شرم و حیا اور عفت اور پاک دامنی کو پس پشت ڈال دے- مردانہ سرشت اور بلند انسانی قدروں کو پامال کر ڈالے' اور حلال اور پاکیزہ عورتوں کو نظر انداز کر کے اپنی جنس کے مردوں سے اختلاط کرے کاش اگر وہ اپنے گرد و پیش چلنے پھرنے والے مویشی اور چوپایوں پر بھی نظر ڈالے تو اسے محسوس ہوگا کہ کوئی نر جانور کسی دوسرے نر کے ساتھ ہرگز جفتی نہیں کرتا کتنی عجیب بات ہے کہ بندر اور گدھے بھی ایسی حرکت نہیں کرتے- پھر ایک انسان اور وہ بھی مرد کے لیے یہ کیونکر زیب دے گا کہ وہ ایسی گھناؤنی حرکت کرے جب کہ حضرت انسان

اشرف خلائق اور افضل بشر ہے۔

شرک اور ناحق قتل کے بعد اغلام بازی سب سے بدترین معصیت اور قبیح حرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَاتَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ﴾ (الانعام : ۲۷)

"اور ظاہر باطن بے حیائی کے قریب بھی نہ جاؤ۔"

صحیحین میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے:

((لَا اَحَدٌ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ، وَلَا اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ اَرْسَلَ الرُّسُلَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ))

"کوئی بھی اللہ پاک سے زیادہ غیرت والا نہیں' اسی لیے اس نے کھلی اور چھپی ہر قسم کی بے حیائیوں کو حرام فرمایا' اور معافی مانگنا جتنا اس کو پسند ہے کسی کو نہیں' اسی لیے اس نے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا جو بشارت دینے اور ڈرانے والے ہیں۔"

چوں کہ اغلام بازی سے پیدا ہونے والی خرابی معاشرے کے بگاڑ کی بدترین صورت ہے اس لیے دنیا اور آخرت میں اس کی سزا بھی نہایت عبرت ناک ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق' علی بن ابی طالب' خالد بن الولید' عبداللہ بن عباس اور ان کے علاوہ متعدد صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور ائمہ عظام نے اس کی سزا زنا کاری سے بھی زیادہ سخت بتائی ہے یہی وجہ ہے کہ لوطی شادی شدہ ہو یا کنوارا بہر صورت اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهِ))

"اگر تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے کسی کو پاؤ تو اوپر والے اور نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔"

اس روایت کو ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ اور بیہقی نے نقل کیا۔

قوم لوط سے پہلے دنیا کی کسی قوم سے یہ گناہ کبیرہ سرزد نہیں ہوا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جس طرح کی عبرت ناک سزا اس قوم کو دی' کسی کو نہیں دی۔ طرح طرح سے انھیں

ہلاک کیاان کی بستیوں کو الٹ پلٹ دیا' انھیں زمین کے اندر دھنسادیا اور آسمان سے ان پر پتھروں کی بارش برسائی اور ان پر عذاب اتارا جو اس سے پہلے کسی پر نازل نہیں ہوا کیوں کہ ان کا جرم سخت وحشت ناک تھا' اور اس کا ارتکاب جب بھی ہوتا ہے' زمین کا چپہ چپہ کانپ اٹھتا ہے- فرشتے زمین و آسمان کی حدود سے بھی دور نکل جاتے ہیں کہ کہیں دنیا والوں پر عذاب آئے اور وہ بھی اس کی لپیٹ میں نہ آجائیں' زمین الگ اپنے پروردگار کے حضور فریاد کرتی ہے اور پہاڑ لرز اٹھتے ہیں۔

مفعول (نیچے والے) سے کی گئی بد فعلی کے بدلے میں اسے قتل کر دیا جانا اس کے حق میں بہتر ہوگا' کیوں کہ اس کے ساتھ بد فعلی کا عمل اس کے حق میں سم قاتل تھا' جس کے بعد گویا اس کی اخلاقی موت ہو چکی- اب اگر اس کو قتل کر دیا گیا تو وہ مظلوم اور شہید ہوگا' جس کا نفع اس کو آخرت میں ملے گا-

قوم لوط پر جب عذاب الٰہی نازل ہوا اور دنیا اور آخرت میں ان پر دردناک عتاب مسلط ہوا تو اللہ تعالیٰ نے من و عن اس کو بیان فرمایا اس میں شک نہیں کہ یہ حد درجہ اندوہناک عذاب تھا اور اس امت محمدیہ کے لیے بھی اس میں قدم قدم پر عبرت اور نصیحت کا دفتر کھلا ہے' تاکہ وہ اس فاسق و فاجر قوم کی روش نہ اپنائیں' ورنہ دنیا اور آخرت میں عذاب الٰہی سے نجات کی راہیں ان کے لیے مسدود ہوں گی- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيْءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ، وَ جَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَاقَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَاتُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ. قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَالَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ، قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ، قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلَايَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَكَ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ﴾ (هود: ۷۷-۸۱)

"اور جب ہمارے فرستادہ لوط کے پاس آئے تو ان کا آنا اسے برا معلوم ہوا' اور جی میں

گھبرایا کہا کہ یہ بڑی مصیبت کا دن ہے' اور اس کی قوم کے لوگ اس کے (گھر کی) طرف بھاگے ہوئے گئے' اور وہ اس سے پہلے بدکاریاں کیا کرتے تھے۔ لوط نے ان سے کہا: اے بھائیو! یہ میری بیٹیاں موجود ہیں' جو تمھارے لیے پاک ہیں' لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور مہمانوں کے بارے میں مجھے شرمندہ نہ کرو' کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں۔ وہ بولے تو جانتا ہے' ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی مطلب نہیں' اور جو ہمارا ارادہ ہے' وہ بھی تجھے معلوم ہے' لوط نے کہا ہائے کاش کہ آج مجھ کو اتنی قوت ہوتی یا کسی زبردست حمایتی کی پناہ میں ہوتا' فرشتوں نے کہا۔ اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے ایلچی ہیں۔ یہ ہرگز تیرے پاس تک نہ پہنچ سکیں گے تو اپنے کنبے کو لے کر رات کو کسی وقت نکل جا اور کوئی تم میں سے پھر کر نہ دیکھے مگر تیری بیوی (ضرور دیکھے گی) اس پر وہی عذاب آنے والا ہے جو ان پر آنے کو ہے۔ ان کے عذاب کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے۔ کیا صبح قریب نہیں ہے۔"

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کی آمد کی خبر دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم لوط کی تباہی کی پیشگی خبر دی۔ چنانچہ فرشتے ان کے پاس سے چل کر لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ ان کی شباہت' خوبرو اور حسین نوجوان لڑکوں کی سی ہے' اور یہ درحقیقت اللہ کی طرف سے ایک آزمائش تھی' وہ حکمت والا اور حجت قائم کرنے والا ہے۔ لوط علیہ السلام ان امرد نوجوانوں کو دیکھتے ہیں تو ان کا انجام آپ کی نظروں کے سامنے آجاتا ہے' اور اس کی وجہ سے آپ دل گیر ہو جاتے ہیں۔ آپ کو ڈر ہوتا ہے کہ اگر وہ خود ہی آگے بڑھ کر ان کی میزبانی نہیں کریں گے تو یہ لڑکے قوم کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔ پھر نتیجہ معلوم۔ چنانچہ لوط علیہ السلام بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں۔

"هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ"

"یہ بڑی مصیبت کا دن ہے"

وہ جانتے ہیں کہ اب تنہا انھیں دفاع کرنا ہوگا اور یہ ان کے بس کا روگ نہیں۔ ابھی انھیں یہ علم نہیں ہوتا کہ وہ لڑکے نہیں فرشتے ہیں۔ مہمانوں کی آمد کا علم بھی ان کے گھر والوں کو ہے۔ باہر والوں کو اس کی بھنک بھی نہیں لگی ہے' لیکن پھر ان کی اہلیہ نکلتی ہیں اور قوم کو

اطلاع دیتی ہیں- خبر ہوتے ہی وہ لوگ دوڑ پڑتے ہیں- یُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ (اور ان کے گھر کی طرف بھاگ آتے ہیں) ان نوجوانوں کو دیکھ کر خوشی سے لپکے آتے ہیں' وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ (اور وہ اس سے پہلے بدکاریاں کیا کرتے تھے) ان کی یہ سرشت رہی یہاں تک کہ عذاب الٰہی نے انھیں آلیا- قَالَ يٰقَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ (لوط نے ان کے سرگروہوں سے کہا اے بھائیو یہ میری بیٹیاں موجود ہیں جو تمھارے لیے پاک ہیں) آپ نے ان کی بیویوں کی طرف اشارہ کیا' کیونکہ امت کے حق میں نبی کی حیثیت باپ کی سی ہوتی ہے' اس لیے آپ نے انھیں ایسی چیز کی ہدایت فرمائی جو دنیا اور آخرت میں ان کے لیے نفع بخش ہو-

حضرت مجاہد کہتے ہیں وہ آپ کی بیٹیاں ہرگز نہیں تھیں' بلکہ امت کی بیٹیاں تھیں- ابن جریر کہتے ہیں آپ نے انھیں عورتوں سے شرعی نکاح کا حکم فرمایا' یہ نہیں کہ یوں ہی بدکاری کرنے لگ جاؤ- فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِيْ فِيْ ضَيْفِيْ (لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور مہمانوں کے بارے میں مجھے خفیف نہ کیا کرو) یعنی میرے حکم کی تعمیل کرو اور اپنی بیویوں پر ہی اکتفا کرو- الیس منکم رجل رشید (کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں ہے) جس کے اندر بھلائی ہو اور جو میرے حکم کی تعمیل کرے اور جس سے میں روکوں اس سے باز آجائے قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ (بولے تو جانتا ہے ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں اور جو ہمارا ارادہ ہے وہ بھی تجھے معلوم ہے) یعنی ہمیں چھوکروں سے مطلب ہے اور یہ تم جانتے ہی ہو- قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَا اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ. (انھوں نے کہا ہائے کاش آج مجھ کو اتنی قوت ہوتی یا کسی زبردست حمایتی کی پناہ میں ہوتا- فرشتوں نے کہا اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے ایلچی ہیں- یہ ہرگز تیرے پاس تک نہیں پہنچ سکیں گے- تو اپنے کنبے کو لے کر رات کو کسی وقت نکل جا اور کوئی تم میں سے پھر کر نہ دیکھے' مگر تیری بیوی (ضرور دیکھے گی) کیونکہ اس پر بھی وہی مصیبت آنے والی ہے جو ان پر آنے والی ہے- ان کے عذاب کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے (لوط نے کہا اس

سے بھی جلدی' تو فرشتوں نے کہا) کیا صبح قریب نہیں؟

جب لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ کہہ کر دھمکانا چاہا کہ کاش آج مجھ کو اتنی قوت ہوتی تو میں خود تمہیں سزا دیتا اور اپنی طرف سے اور اپنے کنبے کی طرف سے تمھارا احساب بے باک کر دیتا- اس وقت فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اطلاع دی کہ وہ ان کے پروردگار کے ایلچی ہیں اور یہ کہ آپ کی قوم ہرگز آپ تک پہنچ نہ سکے گی- چنانچہ فرمایا قَالُوا يَالُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلَايَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ یعنی جب تم سنو کہ ان پر آسمانی عذاب نازل ہوا اور ہولناک آوازیں سنو تو خوف زدہ نہ ہونا' ہاں تمھاری بیوی اس سے متاثر ہو گی اور جو عذاب انھیں پہنچے گا' وہی اس کو بھی پہنچ کر رہے- ادھر لوط علیہ السلام کی قوم دروازے پر کھڑی تھی لوط علیہم السلام انھیں دفع کرنے اور مہمانوں کے ساتھ شرم ناک حرکت سے باز رکھنے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے' لیکن قوم باز نہیں آرہی تھی' الٹے آپ کو دھمکیاں دے رہی تھی- اسی اثنا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام باہر آتے ہیں اور اپنے بازوؤں کو ان کے منہ پر دے مارتے ہیں- فوراً ان کی آنکھیں پھوٹ جاتی ہیں- وہ لوٹنے کے لیے پلٹتے ہیں' لیکن انھیں راستہ بھائی نہیں دیتا ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ (القمر:۳۷)

"اور اس کو اس کے مہمانوں کی نگہداشت سے پھسلانا چاہا تاکہ ان کے ساتھ من مانی کارروائی کریں' پھر ہم نے ان کو اندھا کر دیا اور کہا اب میرے عذاب اور ڈر کا مزہ پاؤ-"

پھر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی قوم کی ہلاکت اور تباہی کی بشارت سنائی اور فرمایا:

﴿اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ﴾ (هود : ۸۱)

"ان کے عذاب کے لیے صبح کا وقت ہے کیا صبح قریب نہیں ہے-"

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی فوراً تعمیل کی اور راتوں رات گھر والوں کو لے کر نکل پڑے' صرف اہلیہ کو نہیں لیا- گھر والوں کو تاکید کر دی کہ ان میں سے کوئی بھی قوم پر

نازل ہونے والے عذاب کو پلٹ کر نہ دیکھے- فلما جاء امرنا (جب ان کی ہلاکت کے بارے میں ہمارا حکم آ پہنچا) یعنی طلوع آفتاب کے وقت جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (اس بستی کے اوپر کی جانب کو ہم نے پست کردیا) یعنی انھیں زیروزبر کردیا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ مَنْضُودٍ (اور اس پر کنکروں کی پتھریاں جو خدا کے یہاں مقرر تھیں برسائیں' یعنی مٹی کی پتھر جیسی سخت ٹھیکریاں گرائیں منفود (تہ بجہہ) یعنی تہہ بہ تہہ ہو کر گر رہی تھیں مسومتہ (خدا کے یہاں مقرر) نشان زدہ- آسمان سے ہر پتھر پر نام لکھا ہوتا تھا اور وہ ٹھیک اسی پر گرتا جس پر اس کا نام کندہ ہوتا تھا-

مفسرین کہتے ہیں کہ یہ پتھر بستی والوں اور ان کے گردو پیش کے دیہاتیوں پر یکساں برستے رہے' یہاں تک کہ نشان زدہ آدمی اگر کہیں کھڑا بات کر رہا ہوتا اور آسمان سے اس کے نام کا پتھر گرتا تو وہ ٹھیک اسی کے سر پر پڑتا- لوگ ارد گرد کھڑے کے کھڑے رہ جاتے- ادھر نامزد آدمی گر کر تباہ ہو جاتا-

مجاہد کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے لوط علیہ السلام کی قوم کو اوپر اٹھالیا- ان کے ساتھ ان کے مویشیوں اور ان کے کل مال و اسباب کو بھی اتنا اوپر اٹھایا کہ ان کے کتوں کی آوازوں کو فرشتوں نے آسمان پر سنا- پھر انھیں اس طرح زمین پر پٹخ دیا کہ ان کے محل' ان کے مویشی اور شجر و حجر سب کچھ تہس نہس ہوگئے- آپ نے ان سب کو اپنے پروں میں سمیٹ لیا اور انھیں لپیٹ کر آسمان دنیا تک بلند کیا' یہاں تک کہ آسمان کے فرشتوں نے انسانوں اور ان کے کتوں کی آوازیں سنیں- پھر انھوں نے زمین کو الٹ کر اس طرح ملیامیٹ کیا کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر ہو گیا اور ان پر کنکریوں اور ٹھیکریوں کی بارش برسادی-

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ قوم لوط کی بستیاں پانچ دیہاتوں پر مشتمل تھیں-

(۱) بسدوم یہ آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑی تھی-

(۲) صعبہ

(۳) صعود

(۴) غمرہ

(۵) دوحاء

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اوپر اٹھایا اور وہاں سے انھیں نیچے اس طرح الٹ دیا کہ وہ اور ان کے اطراف کی ساری بستیاں زیروزبر ہو کر تباہ ہوئیں' اور تمام جان دار موت کے گھاٹ اتر گئے- اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے- وَالْمُؤتَفِكَةَ اهوى (اور قوم لوط کی الٹی ہوئی بستیوں کو گرادیا) پھر اللہ نے ان پر کنکروں کی پتھریاں برسائیں اور باری تعالیٰ کے اس ارشاد وَمَاهِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ کا مفہوم یہ ہے کہ پتھروں کی یہ سزا جو ان کی زیادتی کا ٹھیک ٹھیک بدلہ تھی' ان ظالموں سے کچھ دور نہیں- اس آیت پر رک کر سوچنا چاہئے کہ قوم لوط کی زیادتیوں پر اللہ نے جو عذاب نازل کیا از روئے انصاف وہ اسی کے مستحق تھے' اور یہ آیت جن کے کانوں میں پڑ رہی ہے انھیں بھی بخوبی جان لینا چاہئے کہ اللہ نے قوم لوط پر جو عذاب نازل کیا اس قوم سے پہلے کسی پر نازل نہیں کیا- اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے چند معصیتوں پر لعنت فرمائی ان میں آپ نے اس برائی کو مکرر ذکر فرمایا جس میں لوط علیہ السلام کی قوم مبتلا تھی-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِاللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَتُخُوْمَ الاَرْضَ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ كَمَّهُ اَعْمَى مِنَ السَّبِيْلِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّ وَالِدَيْهِ وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ قَالَهَا ثَلاَثًا' مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ))

"اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا ہو' جس نے زمین کی سرحدوں کو بدل دیا- اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے کسی اندھے کو راہ سے بے راہ کیا' اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اپنے والدین کو گالی دی' اس پر اللہ کی لعنت ہو جو کسی دوسرے غلاموں کا والی ہوا' اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے قوم لوط کا عمل کیا- اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو- اس (آخری) فقرے کو آپ نے تین بار دہرایا-"

اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں بیان کیا- بیہقی نے اس کو نقل کیا- امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اس روایت کا آخری فقرہ مکرر منقول ہے اور یہ معلوم ہے کہ کسی ایک حدیث میں زانی کے اوپر تین مرتبہ اس طرح لعنت وارد نہیں جیسی حدیث بالا میں مذکور ہے-

حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو کوئی ذیل کی ان دونوں آیتوں پر غور کرے گا۔

﴿وَلَاتَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (الاسراء)

"اور زنا کے نزدیک بھی نہ جایا کرو' کیونکہ یہ بے حیائی ہے اور بہت برا طریق ہے۔"

اور لواطت کی بابت اس آیت میں

﴿اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَاسَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِيْنَ﴾ (الاعراف: ۸۰)

"کیا تم ایسی بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو جو تم سے پہلے دنیا کے کسی باشندے نے نہیں کی۔"

دونوں برائیوں کے درمیان فرق واضح طور پر نظر آجائے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زناکاری کو فحش کاری سے تعبیر فرمایا اور اس کو فحش ترین عمل بتایا' پھر لواطت کی وضاحت میں بھی یہی لفظ استعمال فرمایا' جس سے یہ ثابت ہوا کہ فحاشی کی تمام شکلیں لواطت کے اندر آجاتی ہیں' اور تشریح اور وضاحت کا یہ بھی ایک طریقہ ہے' جیسے کہا جاتا ہے: "آدمی تو زید ہے' اور زید کیا خوب آدمی ہے۔"

غرض مذکورہ ہر دونوں آیتوں سے اسی امر کی وضاحت مقصود ہے کہ ایسی بدعات کا ارتکاب کیوں کرتے ہو' جسے ہر کوئی فحش تصور کرتا ہے۔ بلکہ ایسا فحش تصور کرتا ہے جس کا نام زبان پر لانا بھی برا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا نام ذہن میں آتے ہی براہ راست اسی کا تصور ہوتا ہے' کوئی اور تصور ذہن میں نہیں آتا۔ اور تعبیر کا یہی وہ انداز ہے جس کا نمونہ ہمیں اس آیت میں ملتا ہے' جس میں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے کہا تھا۔

﴿وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِىْ فَعَلْتَ﴾ (الشعراء: ۱۹)

"اور تو وہ کام بھی کیا ہوا ہے' جسے تو جانتا ہے۔"

یعنی ایسا برا کام کیا جسے سبھی جانتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی فحش کاری کو پوری شدت کے ساتھ نمایاں کرنے کے لیے انھیں آگاہ فرمایا کہ تم سے پہلے دنیا میں کسی نے ایسی حرکت کبھی نہیں کی۔

﴿مَاسَبَقَكُمْ بِهَامِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِيْنَ﴾ (الاعراف: ۸۰)

"جو تم سے پہلے دنیا کے کسی باشندے نے نہیں کی۔"

مزید تاکید اور شدت پیدا کرنے کے لیے ان کے سامنے اس بدعادت کا نام بھی ظاہر کر دیا' حالانکہ پاکیزہ نفوس کو اس کے نام سے بھی گھن آتی ہے 'کانوں کو سن کر اس سے نفرت ہوتی ہے اور ذوق سلیم کو اس کے تصور سے گھن آتی ہے یہ عادت بد اغلام بازی ہے جیسے عورتوں سے کی جانے والی حرکت زناکاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاءِ﴾ (الاعراف: ۸۱)

"تم عورتوں کو چھوڑ لڑکوں سے شہوت رانی کرتے ہو۔"

انھوں نے عورتوں سے جو بے اعتنائی برتی اس پر انھیں سخت ڈانٹ پلائی۔ حالانکہ لواطت بھی شہوت کا نتیجہ ہے لیکن اس شہوت میں وہ میلان نہیں ہوتا جو کسی عورت کی طرف ہوتا ہے۔ اور لذت کا حصول فطری حاجت بر آری' الفت و محبت کا پایا جانا' باہم انس و ہمدردی اور توالد و تناسل کا تحفظ' سب اسی عورتوں کی طرف میلان کا نتیجہ ہے' اور یہی چیزیں انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا طرہ امتیاز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اغلام بازی کو حدود سے تجاوز اور انحراف قرار دیتے ہوئے باری تعالیٰ نے فرمایا:

﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ (الاعراف : ۸۱)

"بلکہ تم بڑے بے ہودہ ہو"

غور کرنا چاہئے کہ آیا زناکاری کی بھی اتنی یا اس کے قریب قریب مذمت کی گئی ہے جتنی مذمت اغلام بازی کی کی گئی ہے۔ نیز مزید تاکید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبَائِثَ﴾ (الانبیاء: ۷۴)

"اور اس بستی سے جہاں کے رہنے والے خباثت کرتے تھے 'ہم نے اس کو بچالیا"

پھر اس سے بھی زیادہ مذمت کرتے ہوئے انھیں دو خطاب دیے جن میں سے ہر ایک حد درجہ برائی کو ظاہر کرتا ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسِقِيْنَ﴾ (الانبیاء : ۷۴)

"وہ لوگ بہت بڑے بدکار تھے"

خود ان کے پیغمبر کی زبان سے انھیں فسادی قرار دیا گیا۔

﴿رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (العنکبوت : ۳۰)

"اے پروردگار فساد برپا کرنے والی قوم کے خلاف میری مدد فرما۔"

فرشتوں نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خطاب کیا تو انھیں ظالم کہا۔

﴿اِنَّا مُهْلِكُوْا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ﴾ (عنکبوت : ۳)

"ہم اس کی بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں کیونکہ اس کے رہنے والے ظالم ہیں۔"

اس قوم کے برے انجام پر غور کرنا چاہیے جنھیں ایسی عبرت ناک سزائیں دی گئیں۔ خود پروردگار عالم نے ان کی شدید مذمت فرمائی' اور جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بارے میں فرشتوں سے بحث کی اور فرشتوں نے انھیں بتایا کہ عن قریب یہ قوم ہلاک ہونے والی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم کو یہ بھی کہہ دیا گیا کہ

﴿يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ﴾ (الھود: ۷۶)

"اے ابراہیم! اس خیال کو چھوڑ دے' تیرے رب کا قطعی حکم آچکا ہے' یعنی ان پر اٹل عذاب آنے والا ہے۔ (الجواب الکافی)

اغلام بازی سے ممانعت بہت سی احادیث سے بھی ثابت ہے' اور وہ حدیث پہلے گزر چکی جس میں اغلام بازی کے لیے شدید عذاب کی وعید آئی ہے۔ یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور اس میں لوطی کے لیے بار بار لعنت آئی ہے۔ اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَرْبَعَةٌ يُصْبِحُوْنَ فِيْ غَضَبِ اللّٰهِ وَيُمْسُوْنَ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ' قُلْتُ مَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ الْمُتَشَبِّهُوْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتُ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَالَّذِيْ يَأْتِي الْبَهِيْمَةَ وَالَّذِيْ يَأْتِي الرِّجَالَ)) (طبرانی بیهقی)

"چار آدمیوں کی صبح غضب الٰہی کے سائے میں ہوتی ہے اور ان کی شامیں بھی اس کی ناراضی میں گزرتی ہیں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ وہ مرد ہیں جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں[1]' اور

---

[1] مسلمانوں کی کافروں سے مشابہت کی وبا ان دنوں عام ہو چکی ہے پیغمبر علیہ السلام کا یہ بھی معجزہ ہے کہ آپ نے بہت پہلے اس کی پیشین گوئی فرمائی لتتبعن سنن من کان قبلکم ..... اپنے سے پہلے قوموں کی

وہ عورتیں ہیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں' اور وہ آدمی ہے جو چوپائے سے جفتی کرتا ہے اور وہ اغلام باز ہے جو مردوں سے لواطت کرتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اَخْوَفَ مَااَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ مِنْ عَمَلِ قَوْمِ لُوْطٍ))

"مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ لواطت کی عادت کا ڈر ہے"

ابن ماجہ ترمذی نے اس کو حدیث حسن غریب کہا ہے۔ حاکم نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ اِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ وَلَا ظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ اِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ وَلَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكٰوةَ اِلَّا حَبَسَ عَنْهُمُ الْمَطَرَ))

"جو قوم عہد کا پاس نہیں کرتی' ان کے درمیان قتل و خون ریزی کے واقعات رونما ہو جاتے ہیں اور جس قوم میں فحش کاری آجاتی ہے اللہ تعالیٰ ان پر موت مسلط کر دیتا ہے' اور جو قوم زکوۃ نہیں دیتی اللہ تعالیٰ انھیں بارش سے محروم کر دیتا ہے۔"

اس روایت کو حاکم نے نقل کیا ہے اور اسے مسلم کی شرط کے مطابق بتایا ہے۔

گذشتہ سے پیوستہ

تم ضرور بالضرور پیروی کرو گے اسی طرح کثرت کے ساتھ مردوں نے بھی عورتوں کی مشابہت بڑی تیزی سے اختیار کر رکھی ہے اور جن فلموں کے ذریعے عورتوں سے مردوں کی مشابہت کی ہر شہر میں تشہیر ہوتی ہے. آج ان کی بڑی بڑی قیمت لگائی جاتی ہے اور ان عریاں اور حرام فلموں کا رواج بڑی تیزی سے ہوتا جارہا ہے حیرت ہے کہ لوگ نہایت خوشی سے ان فلموں کو دیکھتے ہیں' لیکن مشابہت اختیار کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے جو ممانعت فرمائی ہے اس کی پروا نہیں کرتے' نہ اس کو حرام سمجھتے ہیں' بلکہ اس کو بے ضرر' مباح اور جائز تفریح تصور کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں کتنے نوجوان دوشیزاؤں کے لباس میں نکلتے ہیں۔ دوشیزائیں مردوں کا لباس زیب تن کرتی ہیں' اور اب تو یہ عادت عام ہوتی جارہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد و عورت کی تمیز اٹھتی جارہی ہے' بالخصوص اگر لڑکا امرد ہو تو امتیاز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے' کیونکہ اس کی شکل و صورت اور پوشاک عام لڑکیوں جیسی ہوتی ہے۔

✲ ✲ ✲
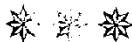
انتیسواں کبیرہ گناہ

نشہ آور چیزوں کا استعمال

جیسے شراب' گانجہ' افیون' کوکین' ہیروئن اور بھنگ یہ سب بدترین اور مہلک نشہ آور چیزیں ہیں- ان کے علاوہ تمام نشہ آور چیزیں اس میں داخل ہیں' جن کے استعمال سے انسان اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے-

"خمر" ہر نشہ آور چیز کو کہتے ہیں' اسی لیے اس کے تحت مذکورہ بالا چیزیں شامل ہیں' اور وہ تمام چیزیں بھی جن کا ہم نے ذکر نہیں کیا- اسی کی ضمن میں وہ نشہ بھی آتا ہے جو عہد نبوی اور عہد صحابہ میں پایا جاتا تھا' اور وہ چیزیں بھی انہی میں داخل ہیں جن کی ایجاد بعد میں ہوئی' جیسے املی' گیہوں' سیب اور پیاز کے عرق کی شراب' اور وہسکی' شیمپین اور بیئر وغیرہ جو عہد جدید کی ایجاد ہیں-

بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج عالم اسلام میں بھی شراب نوشی اور نشہ آور چیزوں کا استعمال بڑھتا جارہا ہے- یہ وبا تمام تر یورپین قوموں اور مشرقی ملکوں کے دہریوں کے باہم اختلاط کا نتیجہ ہے- مزید افسوس یہ کہ نام نہاد مسلم حکام بھی انھیں شہ دیتے ہیں- یہ حکام بندگان خدا پر خدا کے احکام نافذ نہیں کرتے' شرعی حدود' زنا کی سزائیں اور کتاب وسنت کے قوانین کے اجرا اور ان کے نفاذ کی طرف ان کی ہرگز توجہ نہیں- اس کے بجائے مغربی ملکوں کے دستور کی تائید کرتے ہیں' جن سے نشہ آور چیزوں کے استعمال کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور فحش کاری جوئے بازی' سٹہ' سود خوری اور ہر قسم کی بے حیائی کو بڑھاوا ملتا ہے- بلاشبہ حکومت اور اقتدار کا دبدبہ انسان کے لیے برائی سے رکاوٹ کا باعث بنتا ہے- اگر ایمان اور حکومت کی رکاوٹ انسان کے سامنے نہ رہے تو وہ لامحالہ بے خوف ہو جائے گا اور ہلاکتوں میں جاپڑے گا' فحش اور بے حیائی کا ارتکاب کرے گا' چنانچہ شراب اور نشے کو حرام سمجھنا تو درکنار رہا وہ الٹا ان کے استعمال کے درپے ہوگا' جب کہ یہ تمام چیزیں انسانی

صحت، عقل و خرد، دھن دولت، عزت و آبرو اور تمام انسانی قدروں اور پورے سماج کے لیے ہلاکت کا سبب بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب و سنت نے پوری شدت سے ان کو حرام قرار دیا اور مختلف مسلکی اور گروہی اختلاف کے باوجود تمام مسلمانوں کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ اس حقیقت کو جان بوجھ کر جو کوئی استعمال کرے گا اس کے کافر ہونے کا فتویٰ اور اس پر حد جاری کیے جانے کا اعلان کیا ہے۔

ذیل میں ہم کتاب و سنت سے ایسی چند دلیلیں پیش کریں گے جن کی روشنی میں اس کی مضرت واضح ہوگی۔ ممکن ہے یہ دلیلیں ان لوگوں کے لیے رکاوٹ کا باعث ہوں جو فریب نفس کا شکار ہو کر شراب کی نجاست میں غرق ہیں۔ اس کے نشے کے عادی ہو کر جانوروں سے بدتر زندگی گزارتے ہیں اور شیطان بھی انھیں اس بدتر زندگی گزارنے کے لیے اکساتا ہے۔

کتاب و سنت اور اجماع سے شراب کی حرمت کی دلیلیں:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ، إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ (المائدہ: ۹۱)

''مسلمانو! شراب خوری اور جوئے بازی، بت پرستی اور تیروں (سے تقسیم کا طریقہ) پلیدی اور شیطانی کام ہیں، لہٰذا تم ان سے بچتے رہو تاکہ تمھارا بھلا ہو۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب خوری اور قمار بازی کی وجہ سے تم میں باہمی عداوت اور بغض ڈالے اور یاد الٰہی اور نماز سے تم کو غافل کردے، تو کیا (اس دشمن کے فریب سے اطلاع پاکر بھی) تم باز نہ آؤ گے؟''

سورہ مائدہ کی یہ آیتیں شراب اور جوئے کی حرمت کا صاف صاف اعلان کرتی ہیں اور کم و بیش چودہ طریقوں سے حرمت کی تاکید کرتی ہیں۔ چند ایک کی وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے۔

اول: شراب اور جوئے کو اللہ نے رجس قرار دیا ہے اور لفظ رجس انتہا درجے کی خباثت اور قباحت کو کہتے ہیں- یہی وجہ ہے کہ بتوں کو رجس کہا جاتا ہے اور خباثت کے یہ بدترین معنی ہیں اور بیشتر آیات سے یہ امر واضح ہے کہ اللہ نے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیا ہے-

دوم: ان دونوں کا ذکر آیت کی ابتدا میں "احصر اور استثنا" کے اسلوب کے مطابق کیا گیا ہے اور اہل زبان جانتے ہیں کہ یہ مبالغہ کا انتہائی طریقہ ہے' جس سے ان کی مذمت کا اندازہ ہوتا ہے- گویا آیت کا مفادیہ ہے کہ شراب اور جوا اس درجے کی رجس اور پلیدی ہے' جس میں کسی خیر اور خوبی کا شائبہ تک نہیں پایا جا سکتا-

سوم: شراب اور جوئے کا ذکر بت پرستی اور تیروں سے تقسیم کاری کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے جب کہ آخرالذکر دونوں کام کھلم کھلا بت پرستی اور شرک کے دائرے میں آتے ہیں- یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس کے ذیل میں اس روایت کو ذکر کیا کہ:

((مُدْمِنُ الْخَمْرِ كَعَابِدِ وَثَنٍ)) (ابن ماجه)

"عادی شرابی' بت پرست کے حکم میں ہے"

چہارم: قرآن پاک نے اس کو شیطانی عمل قرار دیا ہے' اس لیے کہ شراب سے شر اور سرکشی کا ظہور ہوتا ہے- اور یہ امر واضح ہے کہ شیطانی عمل کوئی بھی ہو' غضب الٰہی کا باعث بنتا ہے-

پنجم: ترک کے حکم کو اجتناب کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ ممانعت کا یہ بلیغ استعمال ہے کیوں کہ یہ لفظ بتاتا ہے کہ ترک کے ساتھ بالکلیہ دوری اور پرہیز بھی اختیار کیا جائے-

اور یہ حقیقت ہے کہ قرآن پاک نے اجتناب کے لفظ کا استعمال شرک اور طاغوت پرستی سے بچنے کے مواقع پر کیا ہے' جو شرک' بت پرستی' سرکشی کی تمام صورتوں' جملہ کبائر اور جھوٹی باتوں سے گریز کو شامل ہے اور یہ بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ (الحج : ۳۰)

"لہٰذا تم شرک کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات کہنے سے بالکل ہٹے رہو' اور غیر اللہ کی (پوجا) سے بچو۔"

﴿وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل : ٣٦)

"اور غیر اللہ (کی پرستش) سے بچو۔"

﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَعْبُدُوهَا﴾ (الزمر : ١٧)

"اور جو لوگ غیر اللہ کے پوجنے سے پرہیز کرتے ہیں۔"

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ﴾ (النجم : ٣٢)

"جو لوگ بڑے بڑے گناہ کے کاموں سے اور فحش امور سے بچتے رہتے ہیں' مگر جھوٹی جھوٹی لغزشیں ان سے ہو جاتی ہیں۔"

ششم: شرابیوں میں ایک دوسرے کے ساتھ نفرت' عداوت اور بغض و حسد پیدا ہوتا ہے۔ کبھی معمولی چھیڑ چھاڑ اور جھگڑے سے بڑی لڑائی' مار کٹائی اور قتل و غارت گری کی نوبت آجاتی ہے۔"

ہفتم: شراب ذکر الٰہی اور نماز سے روکتی ہے' کیوں کہ شراب پی کر آدمی مدہوش ہو جاتا ہے۔ نماز کا وقت آکر گزر بھی جاتا ہے' لیکن اسے احساس تک نہیں ہوتا' اور اگر کچھ سدھ بدھ بھی ہوتی ہے تو نماز ادا کرنے کی اس کے اندر سکت نہیں ہوتی' اور کبھی مے خواروں کی مجلس میں مے نوشی کا شغل اس طرح جاری ہوتا ہے کہ نماز کا ذرہ بھر احساس بھی انھیں نہیں ہوتا۔

سنت نبوی:

اس مضمون کی روایتیں کثرت سے منقول ہیں اور تواتر کو پہنچتی ہیں۔ ان روایتوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک قسم کی روایتیں وہ ہیں جو شراب کے سکر اور حرام ہونے کی صراحت کرتی ہیں۔

(۲) دوسری وہ ہیں جن میں شراب پینے والے پر وعید اور سخت ڈانٹ ڈپٹ آئی ہے' مثلاً ایسا شخص ملعون ہوگا' اس کا ایمان سلب یا معدوم ہوگا۔

ذیل میں اس قسم کی چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

قسم اول کی حدیثیں :

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٍ وَ کُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ))

"ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔"

اس روایت کو احمد' ابو داؤد' طیالسی' مسلم اور اہل سنن نے نقل کیا۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا وَ حَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَثَمَنَهَا وَ حَرَّمَ الْخِنْزِيْرَ وَ ثَمَنَهُ))

"اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت کو حرام کیا ہے' مردار اور اس کی قیمت اور خنزیر اور اس کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے۔"

اس روایت کو ابو داؤد وغیرہ نے نقل کیا۔

قسم دوم کی حدیثیں :

اس قبیل کی چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَايَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِيْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ وَلَايَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرِبُهَا وَهُوَمُؤْمِنٌ))

"کوئی شخص بحالت ایمان زنا میں مشغول نہیں ہوتا' کوئی شخص بحالت ایمان شراب خوری میں مشغول نہیں ہوتا۔"

اس روایت کو بخاری' مسلم' ابو داؤد' ترمذی اور نسائی نے نقل کیا۔

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَبَائِعَهَا وَعَاصِرَهَا

وَمُعْتَصِرَهَا وَ حَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ))

"اللہ تعالیٰ نے شراب' اس کے پینے والے پلانے والے' بیچنے والے' خریدنے والے' اس کو نچوڑنے والے' نچوڑ کر (برتنوں وغیرہ میں) رکھنے والے' اسے اٹھانے والے اور جس کے پاس اٹھا کر لے جایا جائے' ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔"

اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا۔ الفاظ انہی کے ہیں۔ ابن ماجہ نے اتنا اضافہ کیا" واکل ثمنها "(اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت فرمائی)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ زَنٰى اَوْشَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْهُ الْاِيْمَانَ كَمَا يَخْلَعُ الْاِنْسَانُ الْقَمِيْصَ مِنْ رَاْسِهِ))

"جو کوئی زنا کرتا ہے' یا شراب پیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے اندر سے ایمان کو اس طرح نکال لیتا ہے جس طرح آدمی قمیض کو اپنے سر سے اتار لیتا ہے۔"

اس روایت کو حاکم نے نقل کیا۔

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَايَشْرَبُ الْخَمْرَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمَ الْآخِرِ فَلَايَجْلِسُ عَلٰى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ))

"جو کوئی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے' اسے چاہئے کہ شراب نہ پیے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے' اسے چاہئے اس دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہے۔" (اس روایت کو طبرانی نے نقل کیا)

(۷) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَايَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ))

"تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے' عادی شرابی' قطع رحمی کرنے والا' اور جادو کو سچ ماننے والا۔"

اور جو کوئی عادی شرابی رہا' اور اسی حال میں مرا اللہ تعالیٰ اسے "نہر غوطہ" سے پلائے گا۔ کسی نے عرض کیا: "نہر غوطہ" کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ زانی عورتوں کی شرم گاہوں سے یہ نہر

نکلی ہو گی'جس کی بدبو سے دوزخیوں کو بھی نفرت ہو گی'اور انھیں سخت اذیت پہنچے گی-

اس روایت کو احمد'ابو یعلی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے-حاکم نے بھی اس کو نقل کیا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے-

یہ حدیثیں ہمارے پیارے نبی ﷺ سے مروی ہیں جنھیں اللہ نے سارے جہان والوں کے لیے پیکر رافت ورحمت اور شفقت کا نمونہ بنا کر بھیجا چنانچہ ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ (التوبة : ۱۲۸)

"تمھارے پاس تم ہی میں سے رسول آئے ہیں'ان پر تمھاری تکلیف گراں گزرتی ہے'تمھاری بھلائی کے وہ حریص ہیں اور ایمان داروں کے حال پر نہایت درجہ شفیق اور مہربان ہیں-"

ان احادیث مقدسہ میں پوری صراحت کے ساتھ بغیر کسی شک و شبہ کے وارد ہے کہ شراب خواہ کسی قسم کی ہو'حرام ہے-خواہ وہ انگور کی ہو یا کھجور'جو جواری'شہد'کشمش'پیاز یا کسی بھی چیز کی ہو'اس کا پینا'اس کا استعمال کرنا'اسے نچوڑنا'نچوڑ کر رکھنا'یہاں تک کہ شرابیوں کی ہم نشینی اختیار کرنا بھی حرام ہے'اور یہ ایسا کبیرہ گناہ ہے جو سخت ہلاکت خیز ہے کیوں کہ کبیرہ گناہ وہ ہوتا ہے جس کے ارتکاب پر حد لازم آئے'کسی قسم کی لعنت'ملامت یا زبردست وعید آئے ---- اور اس میں شک نہیں کہ یہ تمام چیزیں شراب میں بہ یک وقت طور پر پائی جاتی ہیں-

جہاں تک حد کا تعلق ہے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے شراب پینے والے پر حد جاری کی-اسی طرح خلفائے راشدین نے بھی ان پر حد جاری فرمائی ہے-

رہی لعنت'تو نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا))

"شراب اور اس کے پینے والے پر اللہ کی لعنت ہو"

وعید کے متعلق بھی ارشاد نبویؐ ہے کہ

((لَايَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَايَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا

وَهُوَ مُؤْمِنٌ))

"زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا ہے۔"

نیز آپ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ......))

"تین آدمی وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام قرار دیا ہے' (ان میں ایک عادی شرابی ہے......"

اس پر اجماع کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

شراب اور جملہ مسکرات کے حرام ہونے کی حکمت:

شراب انسانی جسم اور عقل و شعور کے لیے حد درجہ مضر ہے۔ اسی طرح دین ہو یا دنیا ہر جگہ اس کا نقصان عام ہے۔ ذیل میں ایسی چند مضرتیں پیش خدمت ہیں۔

وہ مضر اثرات جو جسمانی صحت پر پڑتے ہیں' جس سے انسانی تندرستی تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔

معدہ اور اس کے زیر اثر اشتہا برباد ہو جاتی ہے' جسمانی ساخت بگڑ جاتی ہے' زبان سے چکھنے کا احساس جاتا رہتا ہے' اور حلق میں جلن اور سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی جگر بڑھ کر پھیل جاتا ہے' اور جسم میں فاضل چربی زیادہ پیدا ہوتی ہے' جس سے کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ خون میں آمیزش ہونے کی وجہ سے اس کا دوران مشکل ہو جاتا ہے۔ کبھی اچانک دوران خون رک جاتا ہے' شریان میں انجماد پیدا ہو جاتا ہے اور شرابی ناگہانی موت سے دوچار ہو جاتا ہے۔

○ —— عمل تنفس کا پورا نظام شراب سے بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ نرخرہ سخت اور بھدہ ہو جاتا اور سانس کی نالی پھول جاتی ہے' جس کے نتیجے میں ہچکی اور کھانسی کا پیہم عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ پھیپھڑوں کی سوجن یعنی سل جیسا مہلک عارضہ جوانی ہی میں لاحق ہو جاتا ہے اور انسان بیخ دین سے اکھڑ جاتا ہے۔

○ ــــ اعصابی نظام پر اس کے اثرات کے نتیجے میں جنون (پاگل پن) کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور نسل برباد ہو جاتی ہے۔

○ ــــ انسانی عقل پر شراب کے اثرات کو ہر کوئی تسلیم کرتا ہے شراب کا نشہ باقی رہنے کی حالت تک ہی شعور اور ادراک متاثر نہیں ہوتا بلکہ نشہ اتر جانے کے بعد بھی دماغ کی فکری صلاحیت متاثر ہوتی ہے اور بالآخر آدمی پاگل بھی ہو جاتا ہے۔

○ ــــ دھن دولت پر شراب کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس بری لت کی وجہ سے روپیہ پانی کی طرح بہہ جاتا ہے اور شرابی آگے چل کر پائی پائی کو ترس جاتا ہے۔

○ ــــ سماجی زندگی پر شراب کا اثر یہ پڑتا ہے کہ اس کی وجہ سے آپس میں لڑائی جھگڑا ہوتا ہے' نشہ باز آپس میں ایک دوسرے سے الجھ پڑتے ہیں اور جو بھی ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے' اس کے معمولی اکسانے پر وہ مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں' اور پھر ان کے درمیان اس زور کی ٹھن جاتی ہے کہ آپس میں دشمنی اور عداوت پیدا ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا اسباب شراب کے حرام ہونے کی اصل بنیاد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ مائدہ میں صراحت کے ساتھ ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ (المائدہ : ۹۱)

''شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب خوری اور قماری بازی کی وجہ سے تم میں باہم عداوت اور بغض ڈال دے۔''

شراب کے نتیجے میں راز فاش ہوتا ہے اور انسان عام انسانوں کی نگاہوں میں کمینہ اور ذلیل ثابت ہوتا ہے' نیز شراب نوشی کے ایک جرم سے ان گنت جرائم جڑ پکڑے جاتے ہیں جو شرابی کے اندر جاتے ہیں اور شرابی ڈھیٹ ہو کر ان جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ خصوصاً زناکاری اور خون ریزی اس کے لیے معمولی کھیل ہوتا ہے۔

شراب' اس کی اقسام اور جملہ نشہ آور اشیا کی بابت کتاب و سنت' اجماع امت اور اطبا کے اقوال ذکر کیے جانے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمباکو اور سگریٹ نوشی کا بھی کچھ ذکر ہو جائے' یہ وبا بھی مشرق و مغرب میں پوری شدت سے پھیل چکی ہے۔

علم طب کے ماہرین اور اس سے واقف افراد نے گزشتہ کئی برسوں سے اس مہلک وبا کی بابت بکثرت مواد تیار کیا ہے اور اس موضوع پر وہ مسلسل لکھتے آ رہے ہیں' شراب اور جملہ مسکرات پر لکھی گئی کتابوں کے مطالعہ سے یہ حقیقت آپ پر واضح ہو جائے گی۔

تمباکو نوشی کا مرض جس نے شہروں اور دیہاتوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور ہر چھوٹا بڑا اس کا گرویدہ اور شیدائی ہے' ہجرت نبوی کے ٹھیک ایک ہزار سال کے بعد رونما ہوا ہے' ابتدا میں جب اس کا ظہور ہوا تو بہت سے اہل علم بھی اس کی حقیقت سے نا آشنا تھے کہ آیا وہ مسکر ہے یا اس سے فتور پیدا ہوتا ہے؟ صحت اس سے بنتی ہے یا بگڑتی ہے؟

یہی وجہ ہے کہ علما کے درمیان اس کے بارے میں اختلاف ہے- کوئی اس کو حرام ٹھہراتا ہے کوئی مکروہ بتاتا ہے اور کوئی صرف مضر قرار دیتا ہے- کوئی کہتا ہے کہ جسے اس کی وجہ سے ضرر پہنچتا ہو' اس کے لیے حرام ہے اور جسے کوئی ضرر نہ پہنچے اس حرام نہیں۔

لیکن جو شخص فکر و بصیرت سے کام لے گا' شرابیوں کے حالات پر گہری نظر رکھے گا اسلاف اور معاصر علما کے اقوال کو مد نظر رکھے گا اور عہد جدید کے اطبا اور معالجین کی تحقیقات اس کے پیش نظر ہوں گی' اس خطرناک ترین چیز کی حقیقت عیاں ہو جائے گی اور وہ بخوبی جان لے گا کہ اس کا استعمال اگرچہ کسی طرح ہو' حرام ہے- خواہ اسے حقے کی صورت میں استعمال کیا جائے' خواہ سگریٹ میں پیا جائے' رگڑ کر اسے استعمال کیا جائے یا منہ میں رکھ کر اسے چبایا اور تھوک دیا جائے- اور یہ اس لیے کہ کبھی اس کے اندر نشہ پیدا ہوتا ہے اور کبھی اس کی وجہ سے فتور اور اعضا شکنی کا عارضہ لاحق ہوتا ہے' جس سے بدن کو مسرت ہوتی ہے- اس کے علاوہ بھی مختلف قسم کی مضرتوں سے' اس لت میں پڑنے والا دوچار ہوتا ہے' جیسا کہ آئندہ سطور میں اس کی تفصیل آئے گی' یہاں چند ایسی وجوہ ذکر کی جاتی ہیں' جن میں سے ہر ایک کی رو سے تمباکو اور سگریٹ نوشی کی حرمت کا حکم اخذ کیا جا سکتا ہے۔

۱--- طبع سلیم کے نزدیک اس کا شمار خبیث چیزوں میں ہوتا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے وصف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الاعراف : ۱۵۷)

"اور (پیغمبر) پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال قرار دیں گے اور خبیث ترین چیزوں کو

حرام ٹھہرائیں گے۔"

تمباکو : اس کے کڑوے' کسیلے اور بدبودار ہونے کی وجہ سے خبیث قرار پاتا ہے۔

۲--- اس خبیث چیز کو خریدنے کے لیے روپیہ صرف کرنا' تبذیر اور فضول خرچی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَاتُبَذِّرْ تَبْذِيرًا' اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ (الاسراء: ٢٦، ٢٧)

"اور فضول خرچی مت کیا کرو' کچھ شک نہیں کہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے ساتھی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بالکل ناشکرا ہے۔"

بے جا خرچ وہ ہوتا ہے جو اللہ کی اطاعت کے علاوہ دیگر امور میں خرچ ہو۔ جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا' غور کرنا چاہئے کہ آیا تمباکو پر خرچ کرنے کی صورت میں کوئی اطاعت یا منفعت پائی جاتی ہے اور اگر بالفرض اس میں کوئی نفع ہو تو اس کے نقصانات اس کے نفع سے کہیں زیادہ ہیں' اور جس چیز کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہو وہ حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف متعدد اوصاف کے تحت کی ہے جن میں ایک وصف فضول خرچی نہ کرنا بھی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذَالِكَ قَوَامًا﴾ (الفرقان: ٦٧)

"اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی میں اڑاتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں بلکہ ان کی روش اس کے بین بین ہوتی ہے۔"

۳--- جو شخص پہلی مرتبہ تمباکو استعمال کرتا ہے' یا ایک مدت تک استعمال کرنے کے بعد چھوڑ دیتا ہے اور اس کو پیتا ہے' تو اسے نشہ طاری ہوتا ہے۔ اس کی حرمت کا یہی ثبوت کافی ہے۔ حرمت کے لیے یہ قطعی ضروری نہیں کہ ہر کسی کو اس سے نشہ آئے' خصوصاً عادی افراد کو اس سے نشہ ہو' پھر بطریق تواتر شہرت سے اس کا نشہ آور ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ اس کے عادی اکثر لوگ ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ کوئی آگ میں گر کر جل جاتا ہے' کوئی دریا برد ہو کر ہلاک ہوتا ہے' کوئی کنویں میں گر کر موت کے گھاٹ اترتا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں

جن کا انکار کوئی ناواقف ہی کرے گا۔

۴--- علاوہ ازیں اس کی وجہ سے جسم میں فتور اور مستی آتی ہے۔ پہلے ایسی حدیثیں گزریں جن سے ہر مسکر کے حرام ہونے کی صراحت وارد ہے۔ نیز حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

((النَّهْيُ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَ مُفْتِرٍ))

"ہر نشہ لانے اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے ممانعت کی"

۵--- اس کی بدبو سے ان لوگوں کو بے حد اذیت ہوتی ہے جو اس کو استعمال نہیں کرتے' مسجدوں اور عام مجمعوں میں بالخصوص اس اذیت کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔

علاوہ ازیں کراما کاتبین اور برگزیدہ فرشتوں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ چنانچہ حضرات شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع نقل کیا ہے کہ جس نے پیاز یا لہسن کھایا وہ ہم سے علیحدہ ہو جائے اور ہماری مسجد سے بھی دور ہو جائے۔ یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ تمباکو کی بدبو پیاز کی بدبو سے کم نہیں ہوتی۔

۶--- مستند اطبا اور ماہر معالجین کی تحقیق کی رو سے تمباکو نوشی صحت کے لیے بے حد مضر ہے اور جو چیز بھی اس قبیل کی ہوگی وہ بالاتفاق حرام ہوگی۔ تمباکو سے جسم کو لاحق ہونے والے بعض مضر اثرات حسب ذیل ہیں۔

○ --- اس کی وجہ سے فساد قلب کا عارضہ لاحق ہوتا ہے۔

○ --- اعضا میں ضعف اور اضمحلال طاری ہوتا ہے۔

○ --- جلد کی رنگت بدل کر پیلی پڑ جاتی ہے' بالخصوص دانتوں پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے۔

○ --- یہ بلغم اور کھانسی لاتا ہے۔

○ --- سینے کی بیماریاں پیدا کرتا ہے' جن سے شفایابی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

○ --- قوت باہ میں کمی پیدا ہوتی ہے۔

○ --- پھیپھڑے کی سل' دل کے امراض اور مرض قلب کی وجہ سے اکثر موت کے حادثے پیش آتے ہیں۔

○ --- زبان کی قوت ذائقہ متاثر ہوتی ہے۔ ہضم مشکل اور اشتہا کم سے کم ہوتی جاتی

ہے۔

○ —— خون میں پائے جانے والے ذرے ختم ہو جاتے ہیں' دل متاثر ہوتا ہے اور اس کی دھڑکن کا نظام روز بروز مختل ہوتا جاتا ہے۔

قارئین کی مزید معلومات کے لیے اس کی مضرت کا اس سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے' جیسا کہ طب جدید سے واقف لوگوں نے لکھا ہے کہ پھیپھڑوں کا کینسر بھی تمباکو نوشی کی وجہ سے رونما ہوتا ہے۔

رسالہ "سائنس کی دنیا" جلد نمبر ا شمارہ نمبر ۹ میں ہے۔

اب وہ وقت آچکا ہے جب عوام کو تمباکو نوشی اور اس کے مضر اثرات سے واقفیت حاصل کرنا ازحد ضروری ہو جاتا ہے۔ عوام کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس ردی مادے سے موت واقع ہو جاتی ہے اور بڑے پیمانے پر دوسری تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں' نیز اس بری لت کی مضرتوں کو زیادہ بڑے پیمانے پر عوام کے اندر مشتہر کرانے کی بھی سخت ضرورت ہے تاکہ بڑے مہذب اور ہوشیار بننے والے نوجوان اپنے بچاؤ کی تدبیر کر سکیں۔

اس سلسلے کی تمام اطلاعات بہرحال حیرت انگیز ہیں' لیکن سب سے زیادہ تعجب خیز وہ حصہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بے حد مہلک اور اذیت ناک امراض کا سبب تمباکو یا سگریٹ نوشی ہے۔

یہ قاتل امراض وہ ہیں جو سگریٹ نوشی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بعض چوٹی کے امراض کی شکل میں رونما ہوتے ہیں' جیسے دل کے امراض جو فقرالدم کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں' اور کچھ وہ بیماریاں جو اسی لت کی وجہ سے خون کی شریانوں میں پیدا ہوتی ہیں' اور پھیپھڑے کا کینسر خاص طور پر سگریٹ نوشی کا لازمی نتیجہ ہے۔ پہلے تو بیماری شاذونادر پائی جاتی تھی۔ لیکن اس صدی کی آخری دہائی میں بڑی شدت سے یہ مرض پھیلا۔ پہلے مرد اور بعد میں عورتیں اس میں مبتلا ہوئیں۔ اس صدی کے ابتدائی ساٹھ سالوں میں پھیپھڑے کے کینسر کے نتیجے میں بکثرت اموات واقع ہوئیں' جتنی اس سے پہلے کی دہائیوں میں نہیں ہوئیں۔ (تلخیص)

قات:

شراب اور جوئے کے نقصانات کی طرح کے مضر اثرات بھی جسم پر قریب قریب

یکساں ہوتے ہیں۔

(۱) مال ضائع ہوتا ہے (۲) وقت برباد ہوتا ہے (۳) اس کا استعمال صحت کے خلاف سنگین جرم ہے۔ (۴) نماز اور دیگر اہم فرائض سے غفلت رونما ہوتی ہے۔ (۵) اس کا عادی اولاد کو بھوکا چھوڑ کر قات کی خرید کو ترجیح دیتا ہے۔ (۶) نماز اور جماعتوں میں حاضری میں سستی کرتا ہے۔ (۷) دانت اور داڑھی کھوکھلی ہو کر گر جاتی ہیں۔ (۸) بواسیر کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے (۹) اشتہا کم ہو جاتی ہے۔ (۱۰) ودی خارج ہوتی ہے۔ (۱۱) ریڑھ کی ہڈی تباہ ہو جاتی ہے۔ (۱۲) منی کمزور ہو جاتی ہے (۱۳) دبلا پن اور لاغری آجاتی ہے (۱۴) دائمی قبض پیدا ہوتا ہے (۱۵) گردے کی بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔

جو لوگ قات کا استعمال کرتے ہیں اِن کی اولاد عموما لاغر، منحنی، پست قد، مختصر قامت، خون کی کمی اور مختلف امراض خبیثہ کا شکار رہا کرتی ہیں۔ (تلخیص اصلاح المجتمع)

اور اگر اس کے نتیجے میں اسراف، فضول خرچی اور صحت کی تباہی عمل میں آئے، تب بھی قات کی مذمت اور اس کی حرمت کے لیے اتنا ہی بہت ہے جب کہ بہتوں سے ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ اس کے استعمال سے اعضا شکنی ہوتی ہے اور اعصاب میں فتور آتا ہے، اور اگر یہ صحیح ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کا استعمال حرام ہوگا۔ اس لیے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث پہلے گزری کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے ممانعت فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں بعض علما سے یہ بھی سنا جاتا ہے کہ بھنگ کے نتیجے میں جو مضرتیں لاحق ہوتی ہیں، بعینہ وہی سب مضرتیں قات سے بھی پیدا ہوتی ہیں ---- واللہ اعلم۔

مذکورہ بالا تحریر کے علاوہ مناسب ہوگا کہ قات کے سلسلے میں ہم ڈاکٹر احمد حجر کی تحقیق اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کریں۔ ان کی تحقیق کا مکمل متن ذیل میں درج ہے۔

قات کا شمار ان پودوں میں ہوتا ہے جس کا اثر اس کے چبانے والے کے بدن میں اور اس کی عقل پر پوری شدت سے پڑتا ہے اور بہت برا اثر پڑتا ہے۔ خوش قسمتی سے قات چبانے کا رواج دنیا میں اتنا نہیں جتنا تمباکو اور سگریٹ نوشی کا ہے۔ پھر بھی تمباکو نوشی کے نقصانات سے قات کا نقصان کسی صورت کم نہیں ہے، البتہ قات پر مکمل تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے اس کے مضر اثرات پوری طرح واضح نہیں ہو سکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی بدن پر اس کی

مضرتوں سے کم لوگ آگاہ ہیں' لیکن اتنا تو مشہور ہے کہ قات کے نتیجے میں۔

- ○ —— معدے میں سوزش ہو جاتی ہے۔
- ○ —— السر یعنی معدے میں زخم پیدا ہو جاتا ہے۔
- ○ —— شدید قبض ہو جاتا ہے۔
- ○ —— جگر میں جلن ہونے لگتی ہے۔
- ○ —— دل کی دھڑکن کا نظام درست نہیں رہتا۔
- ○ —— خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔
- ○ —— اشتہا کم ہو جاتی ہے' یعنی بھوک ختم ہو جاتی ہے' جس کی وجہ سے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔
- ○ —— ذیابیطس یعنی پیشاب میں شکر آنے لگتی ہے یا اس کی مناسب مقدار میں خلل آجاتا ہے۔
- ○ —— پیشاب رک جاتا ہے۔
- ○ —— دودھ پلانے والی کا دودھ گھٹ جاتا ہے۔
- ○ —— بے خوابی کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔
- ○ —— جنون اور دیوانگی کا سا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔

(ڈاکٹر حجر احمد حجر)

صدر شعبہ امراض قلب رمیلہ ہاسپٹل دوحہ

شراب' نشہ آور اشیا اور تمباکو نوشی کے نقصانات کی اس تفصیل میں ممکن ہے ان لوگوں کے لیے بڑی حد تک عبرت کا سامان ہو جو کچھ عقل و فہم رکھتے ہیں اور کسی بات کو بگوش ہوش سنتے ہیں' انھیں ان کا سرکش نفس ان غلط چیزوں کے استعمال پر اکساتا ہے' حالانکہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا یہ ساری چیزیں انسانی جسم' اس کی تندرستی' اس کی دولت' اس کے دین و مذہب' حسب و نسب اور عقل و شعور غرض سب کے لیے سم قاتل اور سخت ہلاکت کا باعث ہیں۔

❋ ❋ ❋

تیسواں کبیرہ گناہ

قمار یعنی جوا بازی

خواہ جوا مستقل کھیلا جائے یا کسی کھیل جیسے نرد یا شطرنج میں شرط لگا کر کھیلا جائے' قمار (میسر) ہے یعنی جوا بازی جس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے- کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر شراب کے ساتھ کیا ہے- ارشاد ہے:

﴿يَا اَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (المائدہ : ۹۰)

"مسلمانو! شراب خوری' جوئے بازی' بت پرستی اور (تیروں سے) تقسیم کا طریقہ۔ پلیدی اور شیطانی کام ہیں' لہٰذا ان سے بچتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ-"

نیز آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھانے کا شمار بھی اسی میں ہوتا ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَاتَاْكُلُوا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرہ : ۱۸۸)

"اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقوں سے مت کھاؤ-"

جوئے بازی کا معاملہ اس حدیث کے ضمن میں بھی آتا ہے' جس میں آپؐ نے فرمایا:

((اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ))

"کچھ لوگ ناحق دوسرے کا مال ہڑپ کرتے ہیں' ان کے لیے دوزخ ہے-"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ نُقَامِرُكَ فَلْيَتَصَدَّقْ))

"جو کوئی اپنے ساتھی سے کہے آؤ ہم جوا کھیلیں اسے چاہئے کہ صدقہ کرے-"

جب محض اتنا کہہ دینے سے کفارہ لازم آتا ہے اور صدقہ ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو کر گزرنے کی سزا آخر کیا ہو گی-

الغرض جوا کھیلنا بہت سے نقصانات کی وجہ سے حرام ہے۔ اس کی چند مضرتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) جوا شیطانی حرکت ہے' جیسا کہ مذکورہ آیت میں پہلے گزرا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ شیطان کے ہتھکنڈوں سے دور رہے' کیونکہ شیطان معصیت کو سجا کر پیش کرتا ہے۔

(۲) جوئے کی وجہ سے جوئے بازوں میں بغض و عداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

(۳) جوئے میں جیتنے والے کی طرف سے ہارنے والے کے دل میں نفرت بیٹھ جاتی ہے کیونکہ ہارنے والے کا کل یا کچھ مال بالکل چھن جاتا ہے اور متعدد مرتبہ جوا کھیلنے سے یا ایک بار کھیلنے سے اس کا ہاتھ خالی ہو جاتا ہے' اور یہ فطرت کے عین مطابق ہے کہ جس کا مال چھن جائے وہ اپنے دل میں پوشیدہ دشمنی رکھتا ہے اور اس کو نقصان پہنچانے کے لیے خفیہ طریقے سے منصوبے بناتا اور اس سے مال چھننے کی سازش کرتا ہے۔

(۴) جوا غریبی لاتا ہے' اس بری حرکت کی بدولت کتنے گھر ویران ہوئے' کتنے دولت مند نان جویں کے محتاج ہوئے اور معاشرے میں ان کی حیثیت ختم ہو گئی اور کوئی قیمت ان کی نہ رہی۔

(۵) اس کا وبال ہارے ہوئے جواری پر ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کی بیوی بچے اور اس کا پورا کنبہ اس سے متاثر ہوتا ہے' کیونکہ جواری ان کے لیے اخراجات اور نگہداشت وغیرہ سے قاصر ہو جاتا ہے۔

(۶) یہ لعنت ذکر الٰہی کی راہ میں بالعموم رکاوٹ بنتی ہے' کیونکہ جواری کا قیمتی وقت جوئے کی نذر ہو جاتا ہے' اس کے ذہن میں اس کا شیطانی چکر چلتا رہتا ہے' اور وہ سدا اس ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے کہ اب کون سا داؤ کھیلا جائے' مال کہاں سے آئے گا' اسے کون سی چال چلنی ہو گی تاکہ اسے مات نہ کھانی پڑے ---- بھلا اس گورکھ دھندے میں اسے خدا کی یاد کا موقعہ کہاں یا تھ آئے گا؟

(۷) جوئے بازی ذکر الٰہی کی طرح بالخصوص نماز سے بھی روکتی ہے' کیونکہ جس وقت وہ بازی جیتنے کی دھن میں ہوتا ہے نماز کا وقت آ کر گزر جاتا ہے اور اسے اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ شیخ محمد رشید رضا مصری کی تفسیر المنار میں ہے کہ شراب اور جوا جو اللہ کی یاد اور نماز

سے روکتے ہیں تو یہ ان کی سب سے بڑی سماجی خرابی ہے' کیونکہ شراب کا ہر نشہ اور جوئے کی ایک ایک بازی شرابی اور کھلاڑی کے لیے راستے کا روڑا ثابت ہوتی ہے' اور یہ رکاوٹ آدمی کو اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے حالاں کہ اس کی یاد دین کی روح ہے۔

اسی طرح یہ دونوں چیزیں نماز سے روک دیتی ہیں جو دین کا ستون ہے۔ بھلا نشے میں بدمست اس مدہوش کو اتنی عقل کہاں ہو گی کہ وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کی نشانیوں پر غور کرے' اس کے ناموں اور صفتوں سے اسے یاد رکھے اور اٹھ کر نماز پڑھے اور اس کی پابندی کرے' وہی نماز جو خدا کی یاد کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ساتھ ہی مزید پابند ہو کر کچھ اور نیک کام انجام دے اور اگر بدمست اسی حالت میں اپنے رب کو یاد کرے اور نماز بھی پڑھنے کی کوشش کرے تو بھی درست نہیں ہو گا۔

رہا جوئے باز تو اپنے پورے تن و توش اور ہوش کے ساتھ اس کا ذہن جوئے کی بازیوں میں محو ہو گا کہ بازی کیسے جیتے اور ہار سے کیسے بچے' اس لیے اس کے دل کے کسی گوشے میں ایسی کوئی جگہ کہاں ہو گی جہاں سے وہ اللہ کو یاد کرے گا' نماز کے اوقات کی فکر کرے گا اور اس کی پابندی کی کوشش کرے گا۔ نیز یہ بھی واقعہ ہے کہ جوا جتنا دل و دماغ پر چھایا ہوتا ہے اور ماسوا اسے اس کو غافل رکھتا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز غافل نہیں رکھتی ہو گی' بلکہ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ جواری کے گھر میں آگ لگ گئی' اس کے گھر والوں پر آفتیں آئیں' اس کے بیوی بچے چیختے چلاتے اور فریاد کرتے رہے' لیکن یہ ان کی مدد اور فریاد کو نہیں پہنچا' الٹے بازی میں لگا رہا آگ سے فائر بریگیڈ کا عملہ نمٹتا رہا' مصیبت زدگان کی خبر گیری رفاہی اداروں اور ڈاکٹروں نے سنبھال لی اور ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگی' گزشتہ زمانے اور دور حاضر کے جوئے بازوں کے ایسے قصے ہم آئے دن سنتے رہتے ہیں۔

(۸) جوا کمائی کی تمام راہوں کو مسدود کر کے ایک جوئے کا راستہ کھلا رکھتا ہے۔ اگر جیتا تو کسی مشقت اور تھکن کے بغیر دھن دولت پا کر ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پھر اسے کاشت کاری یا دکان داری کی حاجت نہیں ہوتی' اور اگر ہار گیا تو وہ مفلس اور قلاش ہو جاتا ہے' اس کے پاس ایک دھیلہ نہیں ہوتا اور رنج و الم سے اس کا سینہ چھلنی ہو جاتا ہے' ایسے میں بھلا کمانے اور کچھ حاصل کرنے کی اسے کہاں سے فکر لاحق ہو گی۔

(۹) جوئے باز بالعموم قرض لینے اور اپنی جان جلانے پر مجبور ہوتا ہے' اور قرض خواہ اس سے نفع کا طالب ہوتا ہے' خواہ یہ نفع سود جیسے حرام طریقے سے کیوں نہ ہو' پھر جوئے باز سود کی لعنت میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے' چوری چکاری میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے اور چوری کر کے اپنی کسر پوری کرنے کی فکر میں سرگرداں ہوتا ہے۔

(۱۰) جوا ناگہانی غریبی لاتا ہے اور جواری کبھی مالدار بھی ہو جاتا ہے کبھی اس لت میں مبتلا آدمی خودکشی بھی کر لیتا ہے اور دنیا اور آخرت میں ناکام و نامراد ہو جاتا ہے۔ کبھی جوے باز اپنے سے جیتنے والے کو قتل کر بیٹھتا ہے اور کبھی خود پاگل اور دیوانہ بن جاتا ہے۔

غرض عقل سلیم بھی شاید ہے کہ شراب اور جوا حرام ہے' کیونکہ دونوں کی مضرت بے پایاں ہے اور اگر شریعت سے ان کی حرمت ثابت نہ ہوتی تب بھی عقل کی رو سے ان کا حرام ہونا یقینی ہوتا۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

لِكُلِّ نَقِيْصَةٍ فِي النَّارِ عار   وَشَرُّ مَعَائِبِ الْمَرْءِ الْقِمَارُ

ہر بری کوتاہی دوزخ میں شرم کا باعث ہوگی اور انسان کا بدترین عیب جوئے بازی ہے۔

هُوَالدَّاءُ الَّذِيْ لَا بَرَاَ مِنْهُ   وَلَيْسَ لِذَنْبِ صَاحِبِهِ اِغْتِفَارُ

یہ ایسی بیماری ہے جس سے گلو خلاصی نہیں اور نہ اس جرم کے مجرم کو معافی حاصل ہوگی۔

تُشَادُ لَهُ الْمَنَازِل شَاهِقَاتٌ   وَفِيْ تَشِيدِ سَاحَتِهَا الدَّمَارُ

اس کے جلو میں اونچی حویلیاں بنتی ہیں' جن کی جڑ میں ویرانی کا راج ہوتا ہے۔

قَصِيْبُ النَّازِلِيْنَ بِهَا سَهادٌ   وَ اِفْلَاسٌ فَيأْس فَانْتَحار

جو اس گھاٹ پر اترتا ہے اول بے خوابی کا شکار ہوتا ہے' پھر افلاس' مایوسی اور آخر میں خودکشی اس کا انجام ہوتا ہے۔

***

اکتیسواں کبیرہ گناہ

چوری

چور دوسروں پر ہی نہیں‘ سب سے پہلے اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے‘ اور وہ اس طرح کہ اس مصیبت میں وہ خود کو ہلاک کر ڈالتا ہے‘ اس لیے کہ دوسرے کا مال ناحق لے لیتا ہے‘ دوسرا ظلم اپنے آپ پر یہ کرتا ہے کہ چوری کا عادی ہو کر کسی حلال روزی کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتا‘ دست کاری‘ کاشت کاری یا کسی قسم کے اور کام سے وابستہ نہیں ہوتا‘ جب کہ دین اسلام کسب حلال کا حکم دیتا ہے‘ حرکت و عمل اور روزی کے حصول کے لیے تگ و دو کی حوصلہ افزائی کرتا ہے‘ اور ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ہاتھ پاؤں ہلانے والا شخص بے کار بیٹھ رہے‘ دوسروں پر بوجھ بنا رہے اور اسی کی آس لگائے رکھے کہ کہیں سے کچھ ملتا رہے۔

چور دوسروں پر زیادتی یہ کرتا ہے کہ ان کا مال چھین لیتا ہے‘ جس کے حصول میں انھوں نے مشقت اٹھائی‘ خشکی‘ تری میں بھاگے دوڑے اور رات دن ایک کیا‘ محض اس لیے اتنی ساری مشقت اٹھائی کہ ان کا اور ان کے اہل و عیال کی گزر اوقات ہوتی رہے۔

لوگوں کے دلوں میں چور کی ہیبت بیٹھ جاتی ہے۔ صبح شام دھن دولت کی حفاظت کی فکر انھیں لگی رہتی ہے اور اپنی جان کا کھٹکا الگ لاحق رہتا ہے۔ کیونکہ چور کبھی طاقت استعمال کرتا ہے اور کبھی ہتھیار اٹھا لیتا ہے‘ کبھی یہ دیکھ کر کہ مزاحمت ہوگی سختی اور درشتی سے کام لیتا ہے‘ جس کے نتیجے میں انار کی بدامنی اور فتنہ و فساد کا دور دورہ ہوتا ہے۔ رعیت اور حکومت کا الگ ناک میں دم ہوتا ہے اور انھیں چوکیداری اور پہریداری پر ساری توانائی صرف کرنی پڑتی ہے‘ اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ اس سلسلے میں کتنی جان کاہی‘ جگر سوزی اور مال و دولت کی بربادی لازم آتی ہے۔

چور سماج کا عضو معطل بن جاتا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ جب کوئی عضو ناکارہ ہوتا ہے تو معالج اس کے آپریشن کا مشورہ دیتا ہے تاکہ زہر باقی حصہ بدن میں سرایت نہ کر جائے۔ یہی

وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چور کا ہاتھ کاٹ دینے کا فیصلہ صادر فرمایا تاکہ سماج کے اندر یہ زہر جڑ نہ پکڑ لے اور فتنہ پرور' دغاباز' چوری اور اٹھائی گیری کو پیشہ بنا کر غارت گری کا بازار نہ گرم کر دیں' خلق خدا خوف و دہشت اور گھبراہٹ میں نہ مبتلا رہے اور ان کا مال لوٹ مار اور ڈکیتی کی نذر نہ ہو جائے۔

اس میں شک نہیں کہ اس جرم کی اللہ نے جو سزا دی وہ اس مجرم کے لیے رہتی دنیا تک ایک داغ اور تاحیات اس کے گناہ کا چلتا پھرتا اشتہار ہوتا ہے۔ ہاتھ کاٹے جانے کی یہ سزا سونے کے پاؤ دینار یا اس کے مساوی مالیت چرانے پر عائد ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (المائدہ: ۳۸)

"چور مرد ہو یا عورت ان کے داہنے ہاتھ ان کے اعمال کے بدلے میں کاٹ دیا کرو۔ یہ سزا خدا کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔"

ابن شہاب کہتے ہیں کہ لوگوں کا مال چرانے پر اللہ تعالیٰ نے قطع ید (ہاتھ کاٹنے) کی سزا نافذ فرمائی' اور چور سے بدلہ لینے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے اور یہ اس کی بڑی حکمت ہے کہ اس نے ایسی سزا جاری فرمائی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ڈھال چرانے پر ہاتھ کاٹ دینے کی سزا سنائی' جس کی قیمت تین درہم تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ پاؤ دینار یا اس سے زیادہ چوری کرنے پر ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِيمَا دُونَ ثَمَنِ الْمِجَنِّ قِيلَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَمَا ثَمَنُ الْمِجَنِّ؟ قَالَتْ رُبْعُ الدِّينَارِ))

"ڈھال سے کم مالیت کی چیز چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ ڈھال کی قیمت کیا ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا پاؤ دینار۔"

مسلم کے الفاظ جیسے ہی بلوغ المرام میں درج ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِقْطَعُوْا فِیْ رُبُعِ دِیْنَارٍ وَ لَاتَقْطَعُوْا فِیْمَا دُوْنَ ذَالِكَ كَانَ رُبُعُ الدِّیْنَارِ یَوْمَئِذٍ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ وَالدِّیْنَارُ اِثْنَا عَشَرَ دِرْهَمًا)) (بروایت احمد)

"پاؤ دینار پر ہاتھ کاٹو' اس سے کم پر مت کاٹو----ان دنوں پاؤ دینار تین درہم کا اور دینار بارہ درہم کا ہوتا تھا-" (بروایت احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ یَسْرُقُ الْبَیْضَةَ فَتُقْطَعُ یَدُهٗ وَیَسْرُقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ یَدُهٗ))

"چور پر اللہ کی لعنت ہو' بیضہ چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے' رسی چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے" (متفق علیہ بروایت مشکوۃ)

حضرت اعمش رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "بیضۃ" سے مراد لوہے کا خود ہوتا تھا اور رسی کی مالیت ان کی نظر میں تین درہم ہوتی تھی-

علاوہ ازیں اس کے معصیت ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کہ پوری شدومد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا کو قرآن پاک میں ذکر فرمایا- یہ وہی ہاتھ کاٹے جانے کی سزا تھی جیسا کہ پہلے گزرا اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چوری کرنے والے پر لعنت فرمائی اور لعنت' اللہ رب العزت کی رحمت سے دوری اور مہجوری کو کہتے ہیں-

غور کرنا چاہئے کہ جو شخص چوری کا عادی ہے' لوگوں کا مال ناحق چھین لینے کے درپے ہے' اس کی صلاح و فلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے؟ یہی نہیں' بلکہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے- چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:

"کوئی شخص بحالت ایمان زنا میں مشغول نہیں ہوتا' کوئی شخص بحالت ایمان چوری میں مشغول نہیں ہوتا' اور بعد کو عرض توبہ کا حق باقی رہتا ہے-"

اس فاجر کو چاہئے کہ اگر وہ اللہ کی رحمت اور اپنے گناہوں کی مغفرت کا طالب ہو تو جن لوگوں کا مال اس نے چوری کیا ہے' انھیں پورا پورا مال لوٹا دے اور پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ ایسی ظالمانہ حرکت نہیں کرے گا' ورنہ اس کا ٹھکانا دوزخ ہو گا----اور اگر (دوزخ) اس کا مقدر ہے تو اس میں شک نہیں کہ دوزخ بدترین ٹھکانا ہے- اور نیک توفیق بھی صرف اللہ کی طرف سے ہے-

بتیسواں کبیرہ گناہ

ایمان دار اور پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا یَعْمَلُوْنَ یَوْمَئِذٍ یُوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ﴾ (النور: ۲۳ - ۲۵)

"جو لوگ پاک دامن' بے خبر' ایمان دار عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں تو دنیا اور آخرت میں ان پر خدا کی لعنت ہے اور ان کو بہت بڑا عذاب ہو گا جس روز خود ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے کاموں کی خبر دیں گے' اس روز اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا بدلہ ان کو پورا پورا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی کسی خفا کے بغیر حق تھا۔"

نیز فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءِ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِیْنَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (النور: ٤، ٥)

"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں' پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان مفسدوں کو اسی اسی درے رسید کرو اور آئندہ کو کبھی بھی ان کی شہادت قبول نہ کرنا کیونکہ یہ لوگ بدکار ہیں' مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کریں اور نیکوکاری اختیار

کریں تو اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

علما کا اس پر اجماع ہے کہ مذکورہ آیت میں "رمی" سے مراد زنا کی تہمت ہے اور یہ لواطت کی تہمت بھی ہو سکتی ہے جیسے کسی خاتون کو یوں کہا جائے اے زناکارا ے کسی (زانیہ) یا کسی مرد کو اے زانی یا مفعول (نیچے والا) کہا جائے اور جو یہ قرآن پاک میں محصنات کا لفظ وارد ہے اس کے معنی "اِلّا نفس المحصنات" (پاک دامن نفوس) کے ہیں جو مردوں عورتوں سب کو شامل ہے، اور احصان سے مراد آزاد، بالغ، عاقل اور ایسا عفت شعار ہے جس پر کسی الزام کے تحت کوئی حد نہ لاگو ہوئی ہو۔"

اور اگر کسی نے کسی مسلمان آزاد، عاقل، بالغ اور لواطت اور زنا سے محفوظ آدمی پر تہمت لگائی اور اپنے دعوے پر چار گواہ پیش نہیں کیے تو اس جھوٹے دعوے دار کو اسی (۸۰) دُرے مارے جائیں گے، اس دنیا کی مادی سزا اس کے لیے یہی ہے۔ رہی معنوی سزا تو وہ یہ ہو گی کہ اس کی گواہی مردود ہو گی اور ریکارڈ میں اس کا نام فاسق درج ہو گا۔ اب اگر کوئی باشعور آدمی تہمت کی بابت مذکورہ دونوں سزاؤں پر غور کرے گا تو اسے بخوبی معلوم ہو گا کہ کسی مسلمان پر تہمت دھرنا مہلک گناہ کبیرہ ہے، نیز اس کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو پہلے گزری اور آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ مزید وضاحت درج کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تہمت دھرنے والے پر اسی کوڑوں کی سزا کا حکم فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱) زنا کی تہمت دھرنے والا قریب قریب زنا کی حرکت کرنے والا ہے، کیونکہ زناکار کی سزا سو کوڑے ہیں جب کہ تہمت دھرنے والے کو اسی کوڑے مارے جاتے ہیں۔

(۲) اس کی گواہی کبھی بھی قابل قبول نہیں ہو گی۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا نام فاسقوں کی فہرست میں درج ہو گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے یہاں فاسق شمار ہو گا وہ کامیابی اور سعادت نہیں پائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ﴾ (السجدہ: ۱۸)

"کیا پھر پکے ایمان دار بدکاروں کی طرح ہو جائیں گے یہ کبھی برابر نہ ہوں گے-"

(۴) ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (النور : ۲۳)

"دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی گئی"

لعنت سے مراد اللہ کی رحمت سے دور اور مہجور ہونے کے ہیں اور بعینہ یہی حالت ابلیس کی ہے جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (ص:۷۸)

"اور میری طرف سے قیامت تک تجھ پر لعنت ہے"

(۵) تہمت دھرنے والا زبردست عذاب کا مستحق ہو گا-

(۶) قیامت کے دن جملہ خلائق کے سامنے اللہ تعالیٰ کی اس پر ڈانٹ پھٹکار ہو گی جس کی صورت یہ ہو گی کہ اس کی زبان' اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اس کے خلاف گواہی دیں گے کہ دنیا میں رہ کر وہ ہلاکت اور معصیت کا کون سا کام کیا کرتا تھا' تا آنکہ وہ پاک دامن' سادہ لوح مسلم خواتین پر تہمت دھرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا-

(۷) اعضا کی اس دوٹوک گواہی کے بعد اللہ تعالیٰ اپنا ٹھیک ٹھیک فیصلہ صادر کرے گا اور حکم ہو گا کہ اس شخص کو دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائے' تب کہیں اس نانہجار کو پتا چلے گا کہ کسی شک وشبہ کے بغیر اللہ ہی حق اور انصاف پر ہے اور وہ ہر ایک کے عمل کی اس کے لحاظ سے سزائیں دیتا ہے' جس نے اچھا کیا' اسے اچھا بدلہ ملا جس نے برا کیا' اسے برا بدلہ ملا---- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾

(الزلزال : ۸)

"تو جس شخص نے ذرہ برابر بھی اچھا کام کیا ہو گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برا کام کیا ہو گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا-"

تہمت دھرنے اور الزام لگانے کا انجام کتنا برا ہے' یہی وجہ ہے کہ صحیح حدیث شریف میں بڑی شدت سے اس سے بچنے کی تلقین آئی ہے- چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قِیْلَ مَاھُنَّ؟ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّی یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ))

"سات ہلاکت انگیز چیزوں سے پرہیز کرو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون سی ہیں؟ فرمایا شرک کرنا' جادو کرنا' جس کا قتل کرنا جائز نہ ہو اس کو ناحق مار ڈالنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' جہاد کے دن پیٹھ پھیرنا' پاک دامن بھولی بھالی ایمان دار عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔"

نیز صحیحین میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهُ بِالزِّنَا اُقِیْمَ عَلَیْهِ الْحَدُّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا اَنْ یَكُوْنَ كَمَا قَالَ))

"جس نے اپنے زر خرید غلام پر زنا کی تہمت لگائی (اور ثابت نہ کر سکا) اس پر قیامت کے دن حد جاری ہو گی (اگر الزام درست نکلا تو) نہیں۔"

افسوس اکثر جاہل آج بھی ایسی فحش باتوں میں پڑے ہیں جن پر دنیا اور آخرت میں سزائیں مقرر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا یَتَبَیَّنُ فِیْهَا یَزِلُّ بِهَا فِی النَّارِ اَبْعَدَ مَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ یَامُعَاذُ وَهَلْ یَكُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ))

"بندہ کبھی کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے اور سوچتا نہیں جس سے دوزخ کے اندر اتنی دور تک اتر تا چلا جاتا ہے جتنی مسافت مشرق سے مغرب تک ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم جو منہ سے کہتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہو گا؟ آپ نے فرمایا تمھاری ماں تم پر روئے معاذ' جو لوگ جہنم میں منہ کے بل گرائے جائیں گے' کیا وہ اپنی زبان کی کٹی ہوئی کھیتی نہیں ہوں

گے۔"

نیز ایک اور حدیث میں ہے:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ))

"جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو' اسے چاہئے کہ کوئی اچھی بات کہے ورنہ چپ رہے۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ (ق : ۱۸)

"ہر انسان جو لفظ بولتا ہے اس کے پاس نگران حال مستعد ہوتا ہے۔"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مَاالنَّجَاةُ قَالَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَيَسَعَكَ بَيْتَكَ وَابكِ عَلَى خَطِيْئَتِكَ وَ اِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيِّ))

"اے اللہ کے رسول ﷺ نجات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اپنی زبان روک رکھو' اپنی سرگرمی اپنے گھر تک محدود رکھو' اپنی غلطیوں پر رویا کرو اور اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ ہوگا جس کا دل سخت ہوگا۔"

نیز فرمایا:

((اِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ الْفَاحِشُ الْبَذِيَّ الَّذِيْ يَتَكَلَّمُ بِالْفُحْشِ وَ رَدِيُ الْكَلَامِ))

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین آدمی وہ ہوگا جو فحش اور بے ہودہ بکنے والا ہے اور زبان سے فحش کلامی اور لغویات نکالتا ہے۔"

ہم سب کو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہماری اپنی زبان کے شر اور کلام کے بدانجام سے محفوظ رکھے۔ بلاشبہ وہ بڑی بخششوں اور بزرگی والا ہے۔

(تلخیص کتاب الکبائر للذہبی)

❋ ❋ ❋
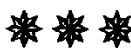
تینتیسواں کبیرہ گناہ

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْكَبَائِرُ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِينُ الْغَمُوْسِ))[1]

"(گناہ) کبیرہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا اور جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔"

ایک روایت میں ہے کہ:

((اِنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مَاالْكَبَائِرُ؟ قَالَ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ قَالَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ الْيَمِينُ الْغَمُوْسِ قُلْتُ وَ مَا الْيَمِينُ الْغَمُوْسِ؟ قَالَ الَّذِىْ يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَعْنِى بِيَمِيْنٍ هُوَ فِيْهَا كَاذِبٌ))

"ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ (گناہ) کبیرہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ اس نے کہا اور کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا انھوں نے عرض کیا جھوٹی قسم کون سی ہے؟ فرمایا جس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہتھیا لیا جائے یعنی جھوٹی قسم کھا کر مال ہڑپ کر لیا جائے۔"

(اس روایت کو بخاری' ترمذی اور نسائی نے بیان کیا)

---

[1] غَمُوْسِ: غین پر زبر (غوطہ دینے والی) اسے غموس اس لیے کہتے ہیں کہ ایسی قسم کھانے والا دنیا میں گناہوں میں اور آخرت میں جہنم میں عذاب میں غوطہ کھائے گا۔

مذکورہ حدیث تین کبیرہ گناہوں پر مشتمل ہے-

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا-

(۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا-

(۳) جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا-

شرک کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے-

یمین غموس جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا مہلک ترین گناہ کبیرہ ہے-اس کو غموس اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ قسم اپنے کھانے والے کو جہنم میں غوطے کھلاتی ہے' اور کیوں نہ ہو ایسا شخص اس خدائے بزرگ و برتر کے سامنے مجرمانہ جسارت کرتا ہے جس کے حضور میں اکڑی ہوئی گردنیں خم ہو جاتی ہیں' پوری کائنات جس کے در پر سجدہ ریز ہوتی ہے' جہاں سرکش اپنی سرکشی فراموش کر جاتے ہیں' لیکن اس جھوٹے کا برا ہو جو جھوٹ کی قسم کھا کر نوع انسانی کے ایک فرد یا اپنے اسلامی بھائی کی رقم اینٹھ لیتا ہے' اس کا یہی قصور کیا کم ہے کہ اس نے اللہ رب العزت کی عظمت اور کبریائی کی کوئی پروا نہیں کی-دوسرے کا مال ناحق چھین کر خود اپنے آپ پر ظلم کیا- تیسرے جس کا مال چھینا اس پر بھی ظلم کیا- یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کو یمین غموس فرمایا-

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانے کی بابت بہت سی احادیث وارد ہیں-احادیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ اس طرح قسم کھا کر مرد مومن کا مال ہڑپ کیا جاتا ہے-

ذیل میں ایسی چند حدیثیں درج ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ عَلٰی مَالِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. قَالَ عَبْدُاللّٰهِ ثُمَّ قَرَأَعَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِاللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا...))

”کسی مسلمان کا مال ناحق (ہڑپ کرنے) کے لیے جس کسی نے جھوٹی قسم کھائی اللہ سے اس کا سامنا اس حال میں ہو گا کہ باری تعالیٰ اس پر غضب ناک ہو گا- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' پھر اسی کے مصداق رسول اللہ ﷺ نے قرآن پاک

کی یہ آیت تلاوت فرمائی 'جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قول و قرار اور قسموں کو بیچ کر حقیر سی چیز خریدتے ہیں.....''

اسی کے ہم معنی ایک دوسری روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ پھر اشعث بن قیس کندی ہمارے پاس آئے اور کہا: ابو عبدالرحمٰن نے تم سے کون سی حدیث بیان کی ہے؟ ہم نے عرض کیا فلاں فلاں حدیث انھوں نے کہا ابو عبدالرحمٰن نے سچ کہا۔ دراصل میرے اور ایک دوسرے شخص کے درمیان ایک کنویں کی بابت جھگڑا تھا۔ ہم نے اپنا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے مجھ سے پوچھا کیا تیرے پاس کوئی گواہ ہے (میں نے عرض کیا جی نہیں) آپ نے (یہودی سے) فرمایا تو قسم کھالے۔ میں نے عرض کیا آپ اسے قسم کھانے کے لیے فرمائیں گے تو یہ قسم کھالے گا اور کوئی پروا نہیں کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کوئی الزامی قسم کھائی اور جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہتھیا لیا وہ گنہگار ہوگا اور اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا کہ باری تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِاللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً اُولٰئِكَ لَاخَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ﴾ (آل عمران : ۷۷)

اس روایت کو بخاری مسلم ابوداوٗد ترمذی اور ابن ماجہ نے بہ اختصار نقل کیا ہے۔

پوری آیت اس طرح ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِاللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً اُولٰئِكَ لَاخَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَ لَايُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَايُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (ال عمران : ۷۷)

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قول و قرار اور قسموں کو بیچ کر حقیر سی قیمت خریدتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں نہ اللہ تعالیٰ ان سے بات کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر کرے گا' نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔''

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیا کی حقیر سی رقم اور معمولی قیمت پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اللہ کے قول و قرار اور قسموں کو بیچ کر وہی حقیر سی قیمت وصول کرتے ہیں' آخرت کی نعمتوں اور وہاں کے اجر میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ نہ اللہ تعالیٰ ان سے خوشنودی کے ساتھ ہم کلام ہو گا' نہ قیامت کے دن ان پر شفقت کی نظر ڈالے گا نہ ان کے دلوں کو پاک و صاف رکھے گا' نہ ان پر خیر و برکت نازل فرمائے گا اور نہ ان کی تعریف اور ستائش کرے گا' بلکہ انھیں سخت ترین عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔

(۲) حضرت حارث بن برصاء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے حج کے موقعہ پر دونوں جمروں کے درمیان ارشاد فرمایا:

((مَنِ اقْتَطَعَ مَالَ اَخِيْهِ بِيَمِيْنٍ فَاجِرَةٍ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ لِيَبْلُغْ شَاهِدُكُمْ غَائِبَكُمْ– مَرَّتَيْنِ اَوْثَلَاثًا))

"جس نے جھوٹی قسم کھا کر کسی (مومن) بھائی کا مال ہڑپ کر لیا' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے' تم میں جو موجود ہیں وہ ان لوگوں کو بتا دیں جو موجود نہیں۔ یہ آپؐ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔"

اس روایت کو امام احمد اور حاکم نے نقل کیا۔ آخر الذکر نے اس کی تصحیح کی۔ الفاظ انہی کے ہیں اور روایت مکمل ہے۔

(۳) حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنِهِ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ قَالُوا وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِنْ اَرَاكٍ))

"جس نے اپنی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا حق مار لیا' اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ واجب فرمائے گا اور جنت اس پر حرام کر دے گا۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اگرچہ وہ کوئی معمولی چیز ہو؟ آپ نے فرمایا (ہاں) اگرچہ وہ پیلو کی کوئی شاخ کیوں نہ ہو۔"

اس روایت کو مسلم' نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا۔

ان لوگوں کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض ہے جن کے ایمان میں کمزوری آ گئی' جن کی دین داری میں فرق آ گیا جنھوں نے اپنی دنیا کی معمولی پونجی کے عوض آخرت کو بیچ ڈالا اور حلال و حرام کی کسی تمیز کے بغیر دنیا کے ٹکڑوں پر پل پڑے' اللہ اور اس کے رسول کے حقوق کا کوئی پاس و لحاظ نہیں کیا۔ نہ مسلمانوں کے مال و دولت کا کوئی خیال کیا اور اس دن کو فراموش کر گئے اور اس کے عذاب پر بھی غور و فکر نہیں کیا جس کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَاتَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ فَيَقُوْلُ هَاۗؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْۗـــًٔا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتَابِيَهْ وَلَمْ اَدْرِ مَاحِسَابِيَهْ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ مَا اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطَانِيَهْ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ اِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾ (الحاقة : ۱۸ ، ۳۲)

"اس روز تم سب پیش کیے جاؤ گے' تمھاری کوئی حرکت چھپی نہیں رہے گی۔ پھر جس کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہے گا میرے ساتھیو آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو' میں پہلے ہی اپنے حق میں اچھا گمان کرتا تھا کہ مجھے میرا حساب میرے کاموں کا ملے گا' چنانچہ یہ پسندیدہ عیش میں رہے گا' وہ بڑی عالی شان بہشت میں رہے گا' جس کے پھل نیچے کو جھکے ہوئے ہوں گے' ان کو اجازت ہوگی خوب خوش گوار کھاؤ پیو بعوض اس کے جو تم نے پہلے زمانے میں اچھے اعمال یہاں بھیجے (ان کی بہ نسبت جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہے گا ہائے افسوس! مجھے یہ اعمال نامہ نہ ملا ہوتا' اور میں اپنا حساب نہ جانتا۔ اے کاش پہلے موت میرا فیصلہ کر دیتی۔ میرے مال نے مجھے کچھ فائدہ نہ دیا' میرا زور بھی سب جاتا رہا (فرشتوں کو) حکم ہوگا اس کو پکڑو اور گلے میں طوق ڈالو' پھر اس کو جہنم میں داخل کرو' پھر ستر ہاتھ کی زنجیر میں اس کو جکڑ کر دوزخ میں ڈالو' کیونکہ یہ اللہ عظیم پر یقین نہیں رکھتا تھا۔"

ان غافل انسانوں کی خدمت میں ہم مذکورہ آیات اور احادیث پیش کرتے ہیں جن سے پہاڑوں کا دل دہل جائے اور لوہے کا جگر پانی ہو جائے۔ پھر بھلا ان لوگوں کا دل کیوں نہ پگھلے گا جو صاحب ایمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور جنھیں اللہ کے وعدوں اور اس کی وعیدوں پر کامل یقین ہے۔ کاش ہمارے یہ بھائی اپنی حرکتوں سے باز آئیں اور معمولی ٹکڑوں کی خاطر جھوٹی قسمیں نہ کھائیں جن سے چند روزہ دنیا کی اس زندگی میں فائدہ اٹھائیں گے۔ پھر اسے چھوڑ کر دوسری دنیا کو سدھاریں گے اور ان کے بعد ان کے وارث موج کریں گے' لیکن اللہ کے سامنے جواب دہی خود انھیں کرنی ہوگی اور یہ وہ دن ہو گا جب مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے' ہاں اسی شخص کو نفع ہو گا جو خدا تعالیٰ کے حضور میں سلامتی والا دل لائے گا' اس روز ظالم سے کہا جائے گا' کھڑا رہ' تجھ پر فیصلے کا نفاذ ہو گا اور مظلوم سے کہا جائے گا ٹھہر جا اور اپنا حصہ وصول کر۔

اے شوخ چشم تو اللہ کے سامنے دیدہ دلیری کرتا ہے۔ جانتا بھی ہے کہ کس کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے تو اسی اللہ کے نام کی قسمیں کھاتا ہے۔ جس نے ناپاک قطرے سے تجھے پیدا کیا۔ پھر ایک محفوظ مقام پر اسے رکھا۔ کیا اس کے نام کو تو جھوٹ استعمال کرتا ہے جس نے تجھے عدم سے وجود بخشا' تجھے کان' آنکھ اور دل دیا۔ صحت' دولت' علم' مرتبہ اور اولاد سے نوازا۔ کیا تو اس کو پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو ایک طرف ڈالے اور اس کے بجائے اس کے عظیم نام کی جھوٹی قسمیں کھائے اور گناہ مول لے۔

ان آیتوں اور حدیثوں پر غور کر' شاید تیری آنکھیں کھل جائیں اور تو باز آجائے اور عدالت میں اپنے حریف کے سامنے کنبہ اور خاندان کے اندھے مفاد کی خاطر جھوٹی قسمیں نہ کھانے لگے۔

بہرکیف پہلی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ایک کبیرہ گناہ ہے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے اللہ کا نام لے کر جھوٹی قسم کھائی خدا کے سامنے وہ اس حال میں جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہو گا۔

تیسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ اور چوتھی

حدیث اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ اللہ نے اس شخص کے لیے دوزخ واجب فرمائی ہے اور جنت کو اس پر حرام قرار دیا ہے۔
آیت شریفہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ﴾ (آل عمران : ۷۷)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قول و قرار اور قسموں کو بیچ کر حقیر سی قیمت خریدتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔"

جنت کی کوئی راحت انھیں نصیب نہیں ہوگی' اللہ تعالیٰ ان پر نظر کرم نہیں فرمائے گا' شفقت اور مہربانی سے ان پر توجہ نہیں کرے گا اور انھیں پاک نہیں کرے گا' نہ ان کی تعریف کرے گا بلکہ انھیں دردناک عذاب ہوگا۔

زبردست وعید اور سخت پھٹکار پر مبنی یہ آیتیں اور حدیثیں جن کی رو سے قسم کھانے والے پر جنت حرام ہوتی ہے اور جہنم ناگزیر ہوتی ہے' انھیں سن کر کیا کسی اسلام کا دم بھرنے والے کو یہ جسارت ہوگی کہ کسی قسم کا حیلہ بہانہ تراش کر کے جھوٹی قسمیں کھانے کی کوشش کرے اور عدالتوں میں قاضیوں کے سامنے جھوٹ کہہ کر اور غلط سلط دعویٰ کر کے اپنے مسلمان بھائی کا مال حرام طریقے سے ہڑپ کرنے کی کوشش کرے' ہرگز نہیں! بلکہ مذکورہ آیات اور روایات پڑھ کر اور انھیں سن کر ہر مومن کا دل کانپ اٹھتا اور نرم پڑ جاتا ہے۔

تنبیہ:

جھوٹی قسم کھا کر جس طرح کسی مومن مسلمان بھائی ہی نہیں بلکہ ذمی یا معاہد کا مال ہڑپ کیا جاتا ہے' اسی طرح اس کے تحت وہ قسم بھی آئے گی جس کے ذریعے قسم کھانے والا اپنی بات' اپنی اطلاع یا اپنے وعدے کو سچا ثابت کرنے کے درپے ہو' لیکن مال ہڑپ کرنا نہ چاہتا ہو۔ یہ اسی لیے کہ زیادہ قسمیں کھانا بھی گنہگار اور ناقابل اعتبار ہونے کی علامت ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ﴾ (القلم : ۱۰)

”قسمیں کھانے والے ذلیل کی بات مت مانو“

کیونکہ زیادہ قسمیں وہی کھاتا ہے جس کی نظروں میں دین اور ایمان کی کوئی قیمت نہیں' جسے اللہ رب العزت کی عظمت اور اس کی کبریائی کا کوئی احساس نہیں ہوتا' وہ زیادہ سے زیادہ قسمیں کھا کر مخاطب کو قائل کرنے کی فکر میں رہتا ہے حالانکہ قسم اسی صورت میں مشروع ہے جب کسی بات کے ثبوت کی ضرورت ہو اور بات بھی سچ ہو' جھوٹ نہ ہو' پھر تصدیق کے لیے بھی ایک بار قسم کھانا کافی ہے۔ یہ نہیں کہ بار بار قسمیں کھائی جائیں' ورنہ دیکھا جاتا ہے کہ اکثر دروغ گو اور جھوٹا آدمی ہی زیادہ قسمیں کھاتا ہے' کیونکہ وہ خود کو تو جھوٹا سمجھتا ہی ہے اس لیے چاہتا ہے کہ جتنی جھوٹی قسمیں کھائے گا لوگ اسے سچا سمجھیں گے' لیکن جھوٹی قسموں کا انجام نہیں دیکھا کہ اس کا عذاب کتنا دردناک ہے۔

قسم میں تین قسمیں ہیں:

(۱) یمین لغو:

اس قسم پر گناہ یا کفارہ کچھ نہیں ہے۔ گفتگو کے دوران کسی قصد و ارادے کے بغیر بے ساختہ قسم کھانا یمین لغو کہلاتا ہے' جیسے خدا کی قسم میں نے ایسا کہا' اللہ کی قسم تم اسے پی لو۔ بہ خدا ایسا نہیں ہوا۔ وغیرہ۔

یہ قسم غیر اختیاری ہوتی ہے۔ اس پر کوئی گرفت نہ ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (البقرہ : ۲۲۵)

”بلا مقصد قسمیں کھانے پر خدا تم کو نہیں پکڑے گا۔ ہاں دل سے جو قسمیں تم نے کھائیں ہیں ان پر مواخذہ کرے گا اور خدا بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

(۲) یمین غموس:

(جھوٹی قسم) اس کی تفصیل پہلے گزر چکی۔

(۳) یمین معلقہ:

یہ وہ قسم ہے جس کا تعلق مستقبل میں کسی کام سے ہو' جیسے اللہ کی قسم میں زید سے بات

چیت نہیں کروں گا' اللہ کی قسم فلاں کے گھر نہیں جاؤں گا' یا اپنی بیوی سے کہے بخدا تو زید یا عمر کے گھر مت جانا' وغیرہ ایسی قسمیں جن کا تعلق آئندہ آنے والے زمانے سے ہو۔

مذکورہ بالا قسمیں کھانے والے کو چاہئے کہ وہ غور کرے' اگر قسم برقرار رہنے کے بجائے اسے توڑ دینا بہتر محسوس ہو تو قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے مثلاً اگر یہ قسم کھائی تھی کہ اپنے فلاں بھائی یا اپنے باپ سے بات نہیں کرے گا یا فلاں دو جھگڑا کرنے والوں کے درمیان مصالحت نہیں کرائے گا' وغیرہ۔ تو اس کو چاہئے کہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دے اور اس حالت کو برقرار نہ رکھے' کیونکہ صحیح حدیث شریف میں وارد ہے۔

((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهُ فَلْيَأْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهِ))

"جس نے کوئی قسم کھائی' پھر اس سے بہتر کوئی چیز دیکھی تو اسے چاہئے کہ اس بہتر کام کو کر لے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔"

اور بعض روایتوں میں وارد ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دے' بنابریں ہر دو صورتیں جائز ہوں گی۔ خواہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کر دے یا بعد میں کفارہ دے۔ قسم کا کفارہ باری تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق یہ ہے:

﴿فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ أَهْلِيْكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَالِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا أَيْمَانَكُمْ﴾ (المائدہ: ۸۹)

"تو اس کے کفارے میں دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا جو عموماً تم اپنے عیال کو کھلاتے ہو کھلا دو' یا ان کو لباس پہناؤ' یا غلام آزاد کرو' اور جس کو یہ کچھ میسر نہ ہو تو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے' جب تم قسم کھا کر اس کے خلاف کرو اور اپنے قسموں کی خوب حفاظت کرو۔"

اطعام: یعنی ہر مسکین کو دوپہر اور شام پیٹ بھر کھانا کھلایا جائے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ ہر فقیر کو ایک مد غلہ دیا جائے۔ لیکن ان دنوں ایک مد غلہ کافی نہیں' اس لیے دو مد دینا چاہئے۔ رہی پوشاک تو بطور پوشاک ایک قمیض یا کپڑا دیا جائے۔ اس میں ٹوپی

ستاس نہیں ہو گی۔

نیز اس بات پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ بعض شوہر اپنی بیوی کے بارے میں بات بات پر طلاق کی قسم کھا لیتے ہیں۔ یہ قسم کھانا اسلام کی نگاہ میں بدعت ہے کیونکہ شریعت کی رو سے اللہ کی قسم کھانی چاہئے یا اس کے کسی اسم، کسی صفت یا قرآن پاک کی قسم کھانی چاہئے۔ ان کے علاوہ کسی اور نام کی قسم نہیں کھانی چاہئے، نہ ایسی کوئی قسم منعقد ہو گی۔

علما اور ماہرین کا اس بارے میں بھی اختلاف ہے۔ اکثر کی رائے ہے کہ طلاق کی قسم کی صورت میں اگر اس کی قسم ٹوٹ گئی تو طلاق واقع ہو گی، جیسے اگر کہا تھا کہ اگر تو نکل کر اپنے والوں کے گھر گئی تو تجھے طلاق۔ اس صورت میں اگر وہ گھر سے نکلے گی تو ان کے نزدیک اس پر طلاق واقع ہو گی۔ البتہ سہو یا جبر و اکراہ کی صورت میں طلاق نہیں ہو گی---- بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اسے اپنی قسم کا کفارہ دینا ہو گا۔ پھر ایک مسلمان کی یہ شان نہیں ہونی چاہئے کہ ایسی عورت سے صحبت کرے، جو حرمت اور اباحت کے بین بین ہو، جب کہ اکثر تحریم کے قائل ہیں کیونکہ ان کی رائے میں اس قسم کا اقدام وہی کرے گا جسے اپنے دین کی کوئی پروا نہیں ہو گی، ورنہ آخر اللہ کی قسم چھوڑ کر طلاق کی قسم کھانے کی کون سی مجبوری اسے درپیش تھی۔

✻ ✻ ✻

چونتیسواں کبیرہ گناہ

حرام مال کھانا

تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حرام مال کھانا مہلک ترین گناہ کبیرہ ہے۔ حرام کھانے کا مطلب یہ ہے کہ غیر شرعی طریقے پر کسی کا مال ہڑپ کیا جائے' خواہ اس حرام خوری کی شکل کوئی بھی ہو۔ حرام کھایا جائے' پہنا جائے' یا کسی کو دیا جائے۔ بہر صورت کتاب و سنت' اجماع امت اور عقل کی رو سے یہ فعل حرام ہو گا۔

کتاب اللہ کی رو سے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرہ: ۱۸۸)

"اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ۔"

یعنی کوئی ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی جھوٹی قسمیں کھا کر کوئی اپنے کسی مسلمان بھائی کا مال ہڑپ نہ کرے۔ شیخ ابن حجر نے زواجر میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' کسی انسان سے بلا عوض کوئی چیز لینا باطل کہلاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے جو کچھ کہا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کوئی روایت ہو۔ اور جو قول ہم نے پیش کیا وہ زیادہ وسعت والا اور عام ہے کیونکہ ناحق کسی چیز کا لینا بھی باطل کھانے میں داخل ہے' نیز اکل بالباطل کی دو قسم کا ہے۔

پہلی صورت یہ کہ ظلم و تشدد کر کے کھایا جائے' جیسے غصب کرے' امانت کے مال میں خیانت کرے' ساجھے دار کو دھوکا دے' خرید و فروخت میں فریب کاری' دغا بازی اور دسیسہ کاری سے کام لے عاریتاً لی ہوئی چیز کا انکار کر دے' رشوت' سود' زانیہ کی کمائی' چوری' نوحہ گری' سحر' جیوتش' تصویر سازی' چنگی یا کسی آزاد کو بیچ کر اس کی قیمت کھا جائے۔ جھوٹی گواہی دے اور اس کا معاوضہ لے کر اسے چٹ کر جائے یا یتیم کا مال وغیرہ کھا لے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کھیل یا مذاق میں کسی کا مال ہتھیا لے چنانچہ جوئے بازی یا لہو ولعب میں رقمیں ہتھیانا اسی قبیل سے ہے۔

رہا سنت سے اس کا ثبوت' تو اس میں شک نہیں کہ غصب' ظلم' خیانت' رشوت اور سود وغیرہ کے بارے میں جس قدر آیتیں اور روایتیں ان کی حرمت میں' وارد ہیں ان سے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غیروں کا مال کھانا یا اسے ہتھیا لینا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی خوشی سے دے تو مضائقہ نہیں۔

چنانچہ بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

((إِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

"کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق دخل اندازی کرتے ہیں' ایسے لوگ قیامت کے دن دوزخ میں ہوں گے۔"

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کے بارے میں فرمایا:

((الرَّجُلُ يُطِيْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لَهَا؟))

"ایک شخص طویل سفر کر کے آتا ہے' پراگندہ بال اور غبار آلود ہو کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے۔ اے پروردگار' اے پروردگار' حالانکہ اس کا کھانا حرام' اس کا پینا حرام' اس کی ساری غذا حرام' پھر بھلا اس کی دعا کیسے قبول ہو گی؟"

ایک صحیح حدیث میں ہے:

((إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَ أَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا))

"تمہارا خون' تمہارا مال' تمہاری آبرو' تم پر حرام ہیں جیسے تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینے اور تمہاری اس بستی میں حرام ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

((اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا

اَنَسُ اَطِبْ كَسْبَكَ تُجِبْ دَعْوَتُكَ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَرْفَعُ اللُّقْمَةَ مِنَ الْحَرَامِ اِلٰى فِيْهِ فَلاَ يُسْتَجَابُ لَهُ دَعْوَةُ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا))

"اللہ سے دعا کیجئے کہ میں مستجاب الدعوات بن جاؤں- آپ نے فرمایا انس اپنی کمائی حلال رکھو' تمھاری دعائیں قبول ہوں گی جب کوئی آدمی حرام کا لقمہ اٹھاتا ہے تو اس کی چالیس دن کی دعائیں قبول نہیں کی جاتی ہیں-"

اس روایت کو منذری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ذکر کیا' البتہ مستجاب الدعوات ہونے کی درخواست کرنے والے حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں' نیز طبرانی نے اس کو نقل کیا-

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ حدیث حسن صحیح غریب ہے-

((سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ قَالَ الْفَمُ وَالْفَرْجُ وَ سُئِلَ عَنْ اَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ قَالَ تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ))

"رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا سب سے زیادہ کون سی چیز لوگوں کو جہنم میں داخل کرے گی آپ نے فرمایا منہ اور شرم گاہ- اور سب سے زیادہ جنت میں کون سی چیز داخل کرے گی؟ اس کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا خوف خدا اور نیک اخلاق-"

نیز ترمذی اس کے راوی ہیں اور انھوں نے اس کی تصحیح کی کہ

((لَنْ تَزُوْلَ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْاَلَ عَنْ اَرْبَعٍ عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَا اَنْفَقَهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ فِيْهِ))

"قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک کہ چار باتوں کا وہ جواب نہ دے لے- اپنی عمر کے بارے میں کہ کہاں اس کو برباد کیا؟ اپنی جوانی کی بابت کہ کہاں اس کو صرف کیا؟ اپنے مال سے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا؟"

ترمذی نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ -

انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ وَدَمٌ نَبَتَا عَلَى سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ))

"وہ گوشت اور خون دونوں جنت میں نہیں جائیں گے جو حرام طور پر پروان پائے' ان کا قرار واقعی ٹھکانا دوزخ ہے۔"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا جو اپنا زر کتابت ادا کرتا تھا' کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے عقد کتابت کی تھی۔ یہ غلام اپنے خراج کی رقم روزانہ ادا کرنے کے لیے آتا تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ روزانہ ہی اس سے پوچھتے کہ یہ رقم اس نے کہاں سے حاصل کی؟ اگر مناسب طریقے سے حاصل کی ہوتی تو آپ اسے کھا لیتے ورنہ نہیں کھاتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک رات وہی غلام کچھ کھانا لے کر آیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس دن روزہ سے تھے۔ آپ اس سے پوچھنا بھول گئے اور ایک لقمہ لے کر کھالیا۔ جب یاد آیا تو اس سے پوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے لایا؟ اس نے کہا زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں کو میں نے یوں ہی غیب کی اوٹ پٹانگ باتیں بتادی تھیں۔ کیونکہ مجھے ٹھیک سے ایسا کوئی پتا نہیں تھا۔ دراصل میں نے انھیں دھوکا دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا افوہ تو نے مجھے مار ڈالا۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈالا اور قے کرنے کی پوری کوشش کی۔ لیکن کچھ نہیں نکلا۔ کسی نے کہا پانی پی لیں تو شاید نکل جائے۔ آپ نے پانی طلب کیا اور پانی پی پی کر قے کرنے لگے' یہاں تک کہ جتنا پیٹ میں تھا سارا قے کر دیا[1] ایک شخص نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ ایک لقمے کی خاطر آپ نے اتنی تکلیف اٹھائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر یہ لقمہ میری آخری سانس کے ساتھ باہر نکلتا تب بھی میں اس کو نکال کر ہی دم لیتا' کیونکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے۔

((كُلُّ جَسَدٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ))

---

[1] اس روایت کو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا۔ لیکن اس میں یہ اضافہ نہیں کہ آپ نے پانی پی کر قے فرمائی۔

"جو بدن (کا حصہ) حرام پر پرورش پایا ہو گا دوزخ کی آگ اس کے لیے کہیں زیادہ مناسب ہو گی۔"

میں ڈرا کہ کہیں اس ایک لقمے سے میرے جسم کا کوئی حصہ پروان پائے (اور اس کی وجہ سے مجھے دوزخ میں جانا پڑے)

اس میں شک نہیں کہ تقویٰ' دین داری اور خدا کا خوف ایسا ہی ہوتا ہے۔ انسان کے تقوے کی معراج یہی ہے کہ شبہے کی وجہ سے ایسے مال سے بھی پرہیز کرے جس میں شبہ نہ ہو' اور اگر ہم اصحاب رسول (ﷺ) تابعین کرام اور ائمہ عظام (رحمہم اللہ) کی سیرت کے چیدہ چیدہ واقعات ہی پڑھیں تو ہمیں ان کے تقوے اور پرہیز گاری کے عجیب و غریب واقعات ملیں گے اور پتا چلے گا کہ یہ نفوس قدسیہ کتاب و سنت کے احکام کو اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر کتنی سختی سے نافذ کرتے تھے' تب کہیں دوسروں پر ان کا نفاذ کرتے تھے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے' عام الرمادہ کے دنوں میں (جب شدت کا قحط تھا) آپ گوشت اور چربی کو ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے اور رعایا اور اپنے درمیان کوئی فرق نہیں رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ جو حال عام رعایا کا ہو گا وہی عمر (رضی اللہ عنہ) کا ہو گا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کی جلد اور چہرے پر سیاہی آگئی تھی۔

ذیل میں اسی قسم کا ایک واقعہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا درج کیا جاتا ہے۔ اہل مناقب نے آپ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ آپ کپڑے فروخت کرتے تھے۔ اتفاق سے کپڑے کے ایک تھان میں کہیں کہیں چھید پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے شریک کار سے کہا کہ ان کپڑوں کو فروخت کرتے وقت خریدار کو بتا دینا کہ اس میں فلاں فلاں عیب ہے۔ اس کے بعد اتفاق سے امام صاحب کہیں چلے گئے اور دکان پر کوئی گاہک آیا۔ دوکان پر بیٹھنے والے نے اس کو دس ہزار درہم کا کپڑا فروخت کیا۔ لیکن اس تھان کا عیب گاہک کو نہیں بتا سکا۔ جب امام صاحب آئے اور اس کی بابت پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اتنے مالیت کا کپڑا فروخت کیا۔ گاہک نے کپڑوں کو دیکھا' لیکن میں نے اس عیب کے بارے میں اس سے کچھ نہیں کہا۔ امام صاحب نے یہ سنا تو محض اس ڈر سے کہ حرام ان کے استعمال میں نہ آجائے' انھوں نے وہ سارا روپیہ خدا کی راہ میں خیرات کر دیا۔

امام نووی رحمتہ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ شام کے میوے آپ کبھی نہیں کھاتے تھے اور یہ آپ کے زہد اور پرہیز گاری کی معراج کہنا چاہیے کیونکہ اس خطے کی بکثرت زمینیں اور املاک اوقاف میں گڈمڈ ہو کر رہ گئی تھیں اور ان کے مالک یا منتظمین نے ان کی بابت کوئی وضاحت نہیں کی تھی- پرہیز گاری اور تقویٰ اور خشیت اسی کا نام ہے' اور یہی وجہ تھی کہ یہ اسلاف صالحین سر آمد ...گار ہوئے' انھیں عظمت و رفعت اور عزت و سعادت نصیب ہوئی-ایک آج کا زمانہ دیکھئے کہ اب حلال اور حرام کی تمیز اٹھ چکی ہے' عام ذہنیت یہ بن چکی ہے کہ کسی طرح مال ان کی مٹھی میں آ جائے' خواہ حلال طریقے سے آئے یا حرام طریقے سے-

بعض لوگوں نے تو دولت کی حرص اور مال جمع کرنے کی خاطر "اس بازار" کا رخ بھی کر لیا ہے-وہ گانے بجانے اور ناچنے والیوں اور بازاری عورت کو بلا کر شہر شہر اسٹیج سجاتے ہیں اور اس طرح دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹنے کی ناپاک اور شرم ناک حرکت کرتے ہیں- اس کے علاوہ سودی لین دین اور زکوۃ چوری ان کے یہاں عام ہے-ایک طرف ان کی نکمی حرکتوں کو دیکھا جائے اور دوسری طرف باری تعالیٰ کے اس ارشاد پر نظر رکھی جائے' جس میں اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَالَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾

(الفرقان : ۲۷)

"اس روز ظالم اپنا ہاتھ کاٹے گا (اور افسوس سے) کہے گا کہ کاش میں رسول کے ساتھ (دین کا راستہ) اختیار کرتا-"

ان لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کا راستہ نہیں اپنایا' اس کے بجائے ذلیل شیطان کا راستہ اختیار کیا اور ہوی و ہوس کے پیچھے اندھے ہو کر چل پڑے- فَإِلَى اللهِ الْمُشْتَكَى-

***

پینتیسواں کبیرہ گناہ

سود خوری

سود کھانا اور سود کا لین دین کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ﴾ (البقرہ : ۲۷۶)

”جو لوگ سود کھاتے ہیں' وہ (قبروں سے) ایسے اٹھیں گے جیسے بھوت نے جھو کر انھیں مخبوط الحواس بنا رکھا ہو۔ ان کی یہ (گت) اس لیے ہو گی کہ وہ کہا کرتے تھے کہ تجارت اور سود ایک سے ہیں' حالانکہ اللہ نے تجارت کو جائز کیا ہے اور سود کو حرام۔ چنانچہ جس کے پاس ہدایت خداوندی پہنچ گئی اور وہ اس سے باز رہا تو جو کچھ اسے پہلے وصول ہوا' اسی کا ہے اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے' اور جو لوگ پھر کریں گے تو یہی لوگ آگ کے لائق ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ سود کو ہمیشہ گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور خدا کو ناشکرے بدکار کسی طرح نہیں بھاتے۔“

اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے سود خور کو دوزخ کی وعید سنائی ہے اور اگر انھوں نے اس پر اصرار کیا اور توبہ نہ کی تو ان کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ

اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ : ۲۷۹)

”مسلمانو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور بقایا سود کا چھوڑ دو' اگر تم مومن ہو- پھر اگر ایسا نہ کرو گے (اور سود لیتے رہو گے) تو اللہ اور رسول سے لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ' اور اگر باز آؤ تو تمھارے اصل مال تم کو مل جائیں گے' نہ ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہو گا-“

سود کھانے والا' کھلانے والا' اس کا لکھنے والا اور اس کی گواہی دینے والا' اگر جان بوجھ کر یہ سب کر رہے ہوں تو ان پر پیغمبر اسلام ﷺ کی زبان سے قیامت کے دن لعنت ہو گی' اور جس بستی میں سود خوری اور زناکاری کے جرائم نمودار ہوں گے اس بستی والوں میں غربت ناداری اور دباؤں کا زور ہو گا' حکام ان پر ظلم و ستم ڈھائیں گے' مال و دولت برباد ہو گی' برکتیں اٹھ جائیں گی اور یہ تمام اثرات مادی آنکھوں سے دیکھے اور محسوس کیے جائیں گے' اور کیوں نہ ہوں- اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے:

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾

(البقرہ:۲۷۶)

”اللہ سود کو ہمیشہ گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور خدا کو ناشکرے بدکار کسی طرح نہیں بھاتے-“

نیز اس لیے بھی اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول (ﷺ) نے محتاجوں کو خیرات دینے کا حکم فرمایا ہے' ان کی طرف دست تعاون دراز کرنے' مصیبت زدہ انسانوں کی مدد کرنے اور تنگ دستوں کو قرض دینے کا حکم فرمایا ہے- جب کہ سود خوری' صدقہ اور خیرات کے یکسر برعکس ہے- صدقہ دینا نیکی اور بھلائی ہے- اس کے اندر عفو و درگزر' پاکی' صفائی' ہمدردی اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور ضمانت کے جذبات کارفرما ہوتے ہیں' جب کہ سود خوری سے حرص و ہوس' بخل' خود غرضی' انانیت اور لالچ کے جراثیم پروان پاتے ہیں- انسانی شرافت اور اسلامی اخلاق پامال ہوتے ہیں- انسان خدا کے غیظ و غضب' اس کے جوش انتقام اور اللہ و رسول کے خلاف اعلان جنگ کی زد میں آتا ہے- اس کے علاوہ اس بدترین لعنت میں وہ مفاسد اور معاشی اور اخلاقی برائیاں پائی جاتی ہیں جو باشعور انسانوں اور دنیا کی کسی بھی قوم پر مخفی نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ نے تمام مذاہب اور آسمانی دستوروں میں اس کو ابتدائی

سے حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ (النساء: ۱۶۱)

"اور بہت سے لوگوں کو سود لینے کی وجہ سے حالانکہ اس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور لوگوں کا مال (حرام طریقے سے) کھانے کی وجہ سے (ہم نے ان پر بہت سی پاک چیزیں جو حلال تھیں حرام کر دیں) اور ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

سود کی بابت ان آیات کی تفسیر میں سید قطب شہید رحمتہ اللہ علیہ نے نہایت خوب صورت گفتگو کی ہے اور نہایت دل پذیر بحث فرمائی ہے لہٰذا اس عنوان کے تحت ہم ان کی عبارت کا خلاصہ ذیل میں پیش کرتے ہیں اور بطور خاص ہمارا روئے سخن خدا کے ان بندوں کی طرف ہے جو اسلام کا دم بھرتے ہیں۔ اسلام کے ان بنیادی حقائق اور نقوش سے انھیں معلوم ہو گا کہ اسلام سودی نظام اور اس قسم کے کاروبار کا کتنی شدت سے مخالف ہے۔

پہلی حقیقت: سودی کاروبار انسانی سماج کے لیے زبردست خطرہ اور کٹھن آزمائش ہے۔ اس کے مضر اثرات ایمان و اخلاق اور زندگی کے نہ صرف تصور پر مترتب نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ ناسور سماج کی پوری زندگی اور اقتصادی اور عملی سرگرمیوں میں فاسد مواد پیدا کرتا ہے۔ سود خوری وہ بدترین عمل ہے جس سے آدمیت' انسانی شرافت اور اس کے اخلاق سب کچھ پامال ہو جاتے ہیں۔ اوپر ملمع سا چڑھا ہوا ضرور نظر آتا ہے' لیکن اندر سے انسانی قدریں اور ان کی ساخت پر داخت سب کچھ سوخت ہو جاتی ہے' اور نہیں کہا جا سکتا کہ ریت کے تودوں پر قائم ہونے والا اور ظاہری چمک دمک رکھنے والا یہ نظام کب اور کہاں جا کر زمین بوس ہو جائے۔

دوسری حقیقت: سودی لین دین سے فرد اور جماعت کا ضمیر اور اس کی روش سب کچھ مردہ ہو جاتا ہے۔ اخلاق الگ بگڑتے ہیں اور معاشرے میں بھائی سے بھائی کٹ کر رہ جاتا ہے' باہمی تعاون اور حمایت کا جذبہ پامال ہو جاتا ہے' حرص و آز' لالچ اور خود غرضی سی اسپرٹ غالب آ جاتی ہے جس سے معاشرے کی دیواریں ہل جاتی ہیں موجودہ ترقی یافتہ زمانے میں

سرمایہ کاری کا پہلا زور دار داعیہ نشوونما اور افزائش کے بدترین روپ میں سامنے آتا ہے' کیونکہ سود کی شرح پر لیے گئے قرض سے ترقی اور بڑھوتری کی امیدیں باندھی جاتی ہیں' لیکن ہوتا یہ ہے کہ قرض لینے والے کو کچھ معمولی سا نفع حاصل ہوتا ہے' پھر سود کی شرح میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے' اور اس قسم کے قرضوں اور ان سے منفعت کے حصول کی راہیں گندی فلموں' عریاں صحافت' رقص گاہوں لہو و لعب کے اڈوں بھانت بھانت کے پیشوں اور ان راہوں سے ہو کر گزرتی ہیں جہاں حاصل کچھ نہیں ہوتا لیکن اعلیٰ قدریں اور عظیم اخلاق سب کچھ پاش پاش ہو کر رہ جاتے ہیں۔

سودی شرح پر حاصل کیے گئے قرضوں سے بنیادی مقصود انسانی فلاح اور بہبود کے منصوبوں کی بحالی یا ان کی بجا آوری ہرگز نہیں ہوتی۔ ان قرضوں کا مقصد صرف ایک ہوتا ہے اور وہ یہ کہ خواہ کسی طرح ہو' نفع ملتا رہے' چاہے اس کی خاطر کوئی گھٹیا یا ناجائز پیشہ ہی کیوں نہ اپنانا پڑے۔ آپ کہیں بھی چل پھر کر دیکھیں اس کا مشاہدہ آپ کو ہر جگہ ہو گا' اور اس کی وجہ بھی کوئی اور نہیں' یہی سودی لین دین اور اس کا طریق کار ہو گی۔

تیسری حقیقت: جو بالخصوص اسلامی عقیدت پر یقین رکھنے والے شخص کے لیے نہایت اہم ہے' وہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں ایک امکانی تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز حرام قرار دی ہے جس سے انسانی زندگی کو نہ کوئی سہارا ملتا ہے' نہ وہ کوئی پیش قدمی کرتی ہے۔ جیسے یہ تصور بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہاں کوئی بری چیز ہو' لیکن زندگی کی استواری اور اس کی ترقی کے لیے سردست اس کی ضرورت ہے۔ پھر باری تعالیٰ اس پوری کائنات کا پروردگار ہے اور انسان کو اس نے اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا اور اس کی نشوونما اور ترقی کا اس کو حکم دیا ہے' وہی اس کا فیصلہ کرتا ہے اور وہی اس کی توفیق دیتا ہے' لہٰذا ممکن ہے ایک مسلمان کے خیال میں یہ ہو کہ اللہ نے جس کو حرام قرار دیا ہے' اس سے انسانی زندگی کو کوئی سہارا نہیں ملتا' نہ اس سے کوئی ترقی حاصل ہو سکتی ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی بری چیز ہو' لیکن زندگی کی بقا اور اس کی ترقی کے لیے وہ ناگزیر ہو' تو اگر ایسا کوئی تصور ذہنوں میں پیدا ہوتا ہو تو اس میں شک نہیں کہ وہ بدترین تصور ہو گا اور نہایت مذموم گمراہ کن اور غلط تصور ہو گا جس نے کئی نسلوں کو تباہ کیا اور وہ بدترین تصور یہی ہے کہ سود خوری سے معاشی اور آبادی ترقیاتی

منصوبوں میں مدد ملتی ہے اور سودی لین دین ایک فطری نظام ہے۔ ستم ظریفی یہ کہ اس فاسد اور پر فریب تصور کو عام رہن سہن اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں بڑی چالاکی سے پھیلایا گیا۔

اور مغرب سے مشرق تک اس کی ہوا باندھنے کی کوشش کی گئی اور جدید دنیا اور نئی انسانی زندگی کو اسی کاروباری بنیادوں پر استوار کیا گیا اور سرمایہ کاری کے مراکز اور سودی لین دین کرنے والوں کو اس کے لیے اچھی طرح استعمال کیا گیا۔ اور دوسری اساس جس پر یہ فاسد تصور قائم ہوا وہ ایسی سنگین صورت حال ہے جو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی جب کہ اس کی دوسری بنیاد ذہنی کجروی اور اس وہم کا شکار ہونے لیکن اس کا تدارک نہ کرنے کا نتیجہ ہے' جس کو سودی کاروبار کرنے والے مختلف حیلوں بہانوں اور توجیہہ و تاویل کے ذریعے کم سمجھنے والوں میں پھیلاتے رہتے ہیں چونکہ دنیا کی بڑی طاقتیں اور اس کے ذرائع ابلاغ پر وہ چھائے ہوئے ہیں' اس لیے اپنے ان نظریات کا خوب خوب پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

چوتھی حقیقت: یہ جو کہا جاتا ہے کہ آج کل کا زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ سودی کاروباری نظام کے علاوہ کسی اور نظام پر عالمی معیشت کا ڈھانچا کھڑا نہیں ہو سکتا' یہ بدترین جھوٹ اور محض خرافات ہے' کیونکہ محکمہ جاتی طور پر سودی کاروبار کی بقا کے لیے جن ذرائع کو استعمال کیا جاتا ہے ان کو خاص طور سے اہمیت دی گئی ہے' حالانکہ یہ بھی واقعہ ہے کہ اگر نیت درست رہی اور انسانوں خصوصاً ملت اسلامیہ نے تہیہ کر لیا کہ وہ سودی کاروبار کرنے والی دنیا کی بڑی بڑی پارٹیوں اور ان کے سرغنوں سے اپنی آزادی کو چھڑائیں گے' اپنے لیے نیکی' بھلائی' خیر و برکت کے حصول اور اخلاقی صفائی اور سماجی پاکیزگی کا ارادہ اور اس کے لیے کوشش کریں گے تو ان کے سامنے صحت مند اور صالح معاشرے کی راہیں کھلیں گی' اور یہ وہی شاہراہ ہوگی جس کو اللہ نے تمام انسانوں کے لیے پسند فرمایا' جس کا قرار واقعی نفاذ ہو سکتا ہے' اس کے سائے میں زندگی پروان چڑھ سکتی ہے اور اس نظام کی زیر سرپرستی اور اس کے زیر سایہ ترقی کے مدارج پر تیزی سے گامزن ہو سکتی ہے۔ کاش انسان اس کو سمجھتا۔

یہاں یہ بتا دینا بھی مناسب ہوگا کہ وہ سود جس کا کھانے والا گنہگار ہے' جس کا لین دین کرنے والا فاسق ہے' اس کی شہادت مردود ہے۔ اور آخرت میں اس کے لیے سخت وعید

آئی ہے' جیسا کہ آیات وروایات میں وارد ہے۔ یہ سود "ربوا الفضل" اور "ربوا النسیہ" دونوں کو شامل ہے۔

ربوا الفضل کی صورت یہ ہے مثلاً سو روپے دیئے جائیں اور لینے کے وقت ایک سو بیس روپے لیے جائیں۔ اسی طرح سونا اور ان تمام اجناس میں کیا جائے' جن میں سود جاری کیا جاتا ہے اسی طرح سونے کی سونے کے ساتھ' چاندی کی چاندی کے ساتھ' گیہوں کی گیہوں اور چاول کی چاول کے ساتھ۔ خرید و فروخت میں ایسا ہی کیا جائے' نیز یہ بھی سود ہے کہ مذکورہ اشیا میں سے کسی چیز کی ادائیگی فوری کی جائے' لیکن اس کا عوض ایک مدت کے بعد وصول کیا جائے۔ یہ اس لیے سود ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ایک جنس کی سودی چیزوں کی خرید و فروخت برابر برابر اس طرح کی جائے کہ دونوں کا تناسب برابر ہو' کوئی کم یا زیادہ نہ ہو اور دونوں پر قبضہ بھی فوری طور پر ہو' ان میں سے کوئی شرط اگر نہیں پائی گئی تو ربوا ہو گا۔

"ربوالنسیہ" کی صورت یہ ہے کہ قرض خواہ یا ادھار سودا کرنے والا معینہ مدت کے لیے ادھار لے' پھر جب مقررہ وقت آئے اور مقروض ادائیگی سے قاصر رہے تو دونوں باہم رضامند ہو کر یہ طے کر لیں کہ قرض دار کچھ بڑھا کر قرض ادا کرے گا اور جتنی مدت زیادہ ہو گی اسی قدر ادائیگی کی رقم بڑھتی جائے گی۔

یہی وہ سود ہے جس کا زمانہ جاہلیت میں رواج تھا۔ قرآن پاک نے نہایت سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اس کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ سود کی دونوں قسموں کا مرتکب یکساں طور پر فاسق' گنہگار اور سابقہ جرائم کا مرتکب ہو گا۔ البتہ "ربالنسیہ" کا گناہ بھاری ہو گا اور اس کا جرم بھی زیادہ سخت ہو گا' اور سود کا یہی طریقہ آج دنیا بھر کی بینکوں میں رائج ہے۔

اب مسلمان موجودہ زمانے کے بینکنگ کاروباری سے بری حد تک آگاہ ہو چکے ہیں ہے اور یہ جان گئے ہیں کہ اس سسٹم کو یہودیوں نے سب سے پہلے شروع کیا اور اس کے نتیجے میں از اول تا آخر سود کا رواج ہوا۔ یہودیوں اور صیہونیوں کی سازش یہ ہے کہ عام لوگوں کے ہاتھوں سے سرمایہ کی گردش کو روک کر چند ہاتھوں میں اس کو سمیٹ دیا جائے اور یہ وہ لوگ

ہوں جو بڑی بڑی کمپنیوں ان کے حصص کے اور بڑے بڑے بینکوں کے مالک ہیں- ان کے مالک بھی زیادہ تر یہودی ہیں جو غیر اسرائیلیوں سے سود کھانا مباح سمجھتے ہیں- علماے کرام کی کوششوں سے عام مسلمانوں میں اس بیداری اور آگاہی کا نتیجہ ہے کہ مختلف ملکوں اور شہروں میں ایسے اسلامی بینک قائم کیے جارہے ہیں' جہاں سود کا لین دین مطلق نہیں ہوتا- بلکہ ان کا لین دین' تمام تر خرید و فروخت' شرکت' قرض اور دیگر ایسے ذرائع سے ہوتا ہے جو شریعت میں جائز ہیں اور جن سے ہر قسم کی منفعت اور فائدہ ہوتا ہے-

ان اصلاح پسند علما اور عام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ مزید توفیق دے اور انھیں ایسی بیداری سے نوازے کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے دین و ایمان' اپنی آزادی اور اپنے مال و اسباب کے غاصبوں اور ان کی دست و برد سے محفوظ رہ سکیں اور ان جاہلوں کے جھوٹ کا پردہ فاش ہو جائے جو شریعت اسلامیہ سے نابلد ہیں' اور اس کے سہل اور آسان دستور اور اصولوں کو نہیں جانتے' اس کے برعکس یہ سمجھ رہے ہیں کہ موجودہ زمانے میں سودی نظام کے بغیر کوئی اقتصادی نظام پنپ نہیں سکتا' خواہ یہ اقتصادی نظام آسمانی دستور کیوں نہ ہو- (نعوذ باللہ)

چھتیسواں کبیرہ گناہ

یتیم کا مال کھانا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾[1] (النساء : ۱۰)

"جو لوگ یتیموں کا مال بیجا طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔"

اور صحیح حدیث میں ہے:

﴿اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قِيْلَ مَاهُنَّ؟ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلاَّ بِالْحَقِّ وَ اَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالَ الْيَتِيْمِ﴾

"سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچو۔ عرض کیا گیا وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' جادو کرنا' جس شخص کا قتل کرنا جائز نہ ہو اس کو ناحق مار ڈالنا' سود کھانا' اور یتیم کا مال کھانا۔"

---

[1] حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت بنو غطفان کے ایک شخص کی بابت نازل ہوئی جب اسے اپنے ایک یتیم بھتیجے کے مال کی سرپرستی حاصل ہوئی تو وہ اسے ہڑپ کر گیا' جس پر مذکورہ شدید وعید نازل ہوئی۔ اس سے دل لرز جاتے ہیں اور قلب مومن تڑپ اٹھتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا﴾

"وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں"

علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ لوگ یا تو سچ مچ آگ کھائیں گے اور اللہ تعالیٰ یتیموں کے مال و دولت کو آگ کی شکل میں بدل دے گا یا یہ معنی ہوں گے کہ یتیموں کی دولت کھانے کے سبب وہ دوزخ کی آگ کھائیں گے جیسا کہ قاعدہ ہے کہ سبب کہہ بمعنی مسبب مراد لیا جاتا ہے کیونکہ یتیم کا مال کھانا دوزخ کی آگ کھانے کا سبب ہے۔

مذکورہ بالا مضمون کی آیت اور حدیث سے کسی شک و شبہ کے بغیر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یتیم کا مال کھانا یا اس کو برباد کرنا نہایت سخت کبیرہ گناہ ہے' جس کا مرتکب جہنم رسید ہو گا اور جہنم بدترین ٹھکانا ہے- یہ اس لیے کہ ایک مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ یتیموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے' ان پر شفقت اور مہربانی کرے' ان کے ساتھ کلام کرنے اور بات چیت میں نرم روی اختیار کرے' بالخصوص اگر ان کے مال کی سرپرستی اور نگہداشت کے لیے مقرر ہو تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے' قاضی کی طرف سے ان کا ولی یا وصی مقرر ہو تو ان کی دولت کی افزائش اور ان میں اضافے کی کوشش کرے' نہ یہ کہ کھا پی کر اسے تلف کر دے- پھر یتیموں کے ساتھ احسان اور مہربانی کا کس شدت سے اللہ نے حکم فرمایا اور اس کی تاکید فرمائی کہ حسن نیت اور اچھے طریقے کے ساتھ ان کے مال کے قریب جایا جائے' ورنہ ان کے قریب بھی نہ پھٹکا جائے- چنانچہ حسن سلوک کی بابت ارشاد ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ (النساء: ٣٦)

"اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہو' اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ' اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں' اور مسکینوں نزدیک والے اور دور والے پڑوسیوں سے اور ساتھ والوں سے اور مسافروں سے احسان کیا کرو-"

اور حسن تصرف کی بابت ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ﴾ (الاسراء:٣٦)

"اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ لیکن جو طریقہ یتیم کے حق میں بہتر اور مفید ہو وہ اختیار کرو جب تک کہ وہ اپنی جوانی کی حد کو پہنچ جائے-"

وہ لوگ کتنے ظالم ہیں اور دوزخ کی آگ میں کتنی دیدہ دلیری کے ساتھ گھسنے کے در پے ہیں جو یتیم کا مال کھاتے ہیں-

افسوس ہے یہ ظالم ایمان سے کورے ہو کر غضب الٰہی کی زد میں ہیں اور ان کم سن یتیموں کا مال کھاتے ہیں جن کا اللہ کے سوا کوئی حامی نہیں- چاہیے تو یہ تھا کہ وہ یتیم کے مال

میں اضافہ کرتے' ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے' اپنا مال ان پر خرچ کرتے' ان کا مال کھانے سے گریز کرتے' لیکن اس کے بجائے وہ خود ان کا مال ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے ماں باپ کے ترکے سے انھیں محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا آنکہ جب وہ سن رسیدہ ہو جاتے ہیں تو ان کے پاس والدین کا چھوڑا ہوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ان کا ہاتھ خالی ہوتا ہے' نیز عقل کی رو سے بھی اس قماش کے لوگ مردانگی' دلیری اور شرافت سے یکسر تہی تصور کیے جائیں گے' کیونکہ وہ ایسی رذیل حرکت کرتے ہیں اور ایسوں کا مال ہڑپ کرنے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں جو اپنا اور اپنے مال کا دفاع تک نہیں کر سکتے۔

یتیموں کا مال ہڑپ کرنے پر بطور وعید بہت سی احادیث بھی وارد ہیں۔ ذیل میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) معراج کی حدیث میں وارد ہے' جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:

((فَاِذَا اَنَا بِرِجَالٍ قَدْ وُكِّلَ بِهِمْ رِجَالٌ يَفُكُّوْنَ لِحَاهُمْ وَآخَرُوْنَ يَجِيْئُوْنَ بِالصُّخُوْرِ مِنَ النَّارِ فَيَقْذِفُوْنَهَا فِيْ اَفْوَاهِهِمْ فَتَخْرُجُ مِنْ اَدْبَارِهِمْ فَقُلْتُ يَاجِبْرَئِيْلُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ؟ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا))

"اچانک میرے سامنے ایسے کچھ آدمی تھے جن کے اوپر کچھ لوگ مسلط تھے' وہ ان لوگوں کے جبڑے پکڑ کر چیرتے تھے' اور دوسرے آگ کی چٹانیں ان کے جبڑوں میں ٹھونسی جاتی تھیں۔ پتھر کی یہ چٹانیں ان کے پاخانے کے مقام سے باہر نکل جاتی تھیں۔ میں نے پوچھا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھایا کرتے تھے۔ اب وہ اپنے پیٹ میں آگ کھائیں گے۔"

(۲) حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا اور اس کی تصحیح بھی کی ہے کہ:

((اَرْبَعٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَايُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَايُذِيْقَهُمْ نَعِيْمَهَا مُدْمِنُ خَمْرٍ وَآكِلُ الرِّبَا وَآكِلُ مَالِ الْيَتِيْمِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَالْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ))

"چار آدمیوں کی بابت اللہ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ہرگز ہرگز انھیں جنت

میں داخل نہیں کرے گا' نہ وہاں کی راحتوں کا انھیں مزہ چکھائے گا' عادی شرابی 'سود خور' یتیم کا مال ناحق کھانے والا' اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔"

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُحْسَنُ اِلَيْهِ وَ شَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُسَاءُ اِلَيْهِ)) (ابن ماجه)

"مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے' اور مسلمانوں کا بدترین گھر وہ ہے جہاں کسی یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔"

(۴) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا))

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپ نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کے درمیان اشارہ فرمایا اور دونوں کو کشادہ فرمایا۔"

(اس روایت کو بخاری' ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا)

سینتیسواں کبیرہ گناہ

مزدور کو مزدوری نہ دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كُنْتُ خَصْمُهُ خَصَمْتُهُ رَجُلٌ اُعْطِيَ بِيْ ثُمَّ غَدَرَ وَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ اَجْرَهُ))

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا دشمن رہوں گا اور جس کا میں دشمن ہوں گا---- میں اس پر غالب آؤں گا وہ شخص جس نے مجھ سے عہد کیا پھر بے وفائی کی اور وہ شخص جو کسی آزاد آدمی کو بیچ ڈالے اور اس کی قیمت کھا جائے اور ایک وہ شخص جو کسی مزدور کو اجرت پر لگائے پھر اس سے پورا کام لے کر مزدوری نہ دے۔"

اس روایت کو بخاری' ابن ماجہ اور ان کے علاوہ بعض نے نقل کیا۔

مختلف کاموں کو اجرت پر کرانے کا عام رواج ہے جیسے عمارت تعمیر کرانا' کپڑے سلوانا' کھیتی باڑی کرانا وغیرہ۔ لیکن ایک مشکل یہ ہے کہ کام پورا ہونے کے بعد جب مزدوری دینے کا وقت آتا ہے اور مزدور مالک سے مزدوری طلب کرتا ہے تو بعض مالک ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں اور آج نہیں کل' یا اس ماہ نہیں اگلے ماہ کے وعدے پر مزدوروں کو ٹرخاتے رہتے ہیں' حالانکہ وہ چاہیں تو وقت پر مزدوری دے سکتے ہیں۔

کبھی بعض مالکان ایسے ہتھکنڈے اختیار کرتے ہیں کہ مزدوری سرے سے دینی نہ پڑے یا کچھ حصہ ہڑپ کر لیا جائے' ایسے موقع پر طرح طرح کا دعوی کیا جاتا ہے' جیسے یہ بہانہ کیا جاتا ہے کہ مزدور نے کام پورا نہیں کیا' یا ٹھیک طرح سے کام نہیں کیا' حالانکہ ایسا نہیں

ہوتا' بلکہ مزدور پورا کام کر لیتا ہے اور مالک کی خواہش کے عین مطابق کرتا ہے۔ لیکن ایسی غلط حرکت اسی لیے کی جاتی ہے تاکہ مزدور کا حق مار لے' یا کچھ مزدوری ہڑپ کر لے اور وہ دل برداشتہ ہو کر عدالت میں نالش کرے' اور جب کوئی ایسا معاملہ عدالت میں جاتا ہے تو مزدور کو وکیل لگانا اور اس کی فیس دینی پڑتی ہے۔ پھر عدالت میں مسلسل تاریخیں پڑتی ہیں اور ایک عرصے تک مقدمہ چلتا ہے۔ مقدمہ کی طوالت اور انصاف کے گراں ہونے کی وجہ سے یوں بھی ہوتا ہے کہ مزدور اپنے حق سے دست بردار ہو جاتا ہے' یا کچھ حصہ چھوڑ کر قدر قلیل پر راضی ہو جاتا ہے' اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے واقعات میں مالک کا اجرت نہ دینا یا اس کے لیے ٹال مٹول کرنا سخت ظالمانہ فعل ہے۔ اور ایک حدیث قدسی میں خود اللہ تعالیٰ نے ظلم کو اپنے آپ حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

((یَاعِبَادِیْ اِنِّی حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُهُ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلاَ تَظَالَمُوْا))

”میرے بندو میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور تمھارے درمیان آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کو حرام ٹھہرایا ہے' اس لیے ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔“

ظلم کی حرمت سے متعلق بہت سی آیات و روایات پہلے گزریں۔ نیز جن کبیرہ گناہوں کی تفصیل پہلے مذکور ہوئی ان میں بھی اس مفہوم کی آیتیں اور روایتیں گزر چکی ہیں۔ اور ابھی اوپر گزرا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن میں ایک وہ آدمی جو کسی مزدور کو اجرت پر لگائے' اور اسے مزدوری نہ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہے۔ اور جس کا دشمن اللہ تعالیٰ ہوگا وہ شخص بھلا کیونکر نجات پائے گا۔ الغرض مقدرت کے باوجود مزدور کو مزدوری نہ دینا زبردست گناہ کبیرہ ہے اور یہی وعید کیا کم ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس کا دشمن ہوگا اور جس کا دشمن اللہ تعالیٰ ہوگا وہ دردناک عذاب سے کیونکر رہائی پائے گا۔

اور جس طرح مزدور کو مزدوری نہ دینا گناہ کبیرہ ہے' اسی طرح مال دار کا حق کی ادائیگی میں دیر کرنا ظلم ہے' جیسا کہ امام بخاری و مسلم اور دیگر چار محدثین (ابوداود' نسائی' ترمذی' ابن ماجہ) نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَطْلُ الْغَنِیِّ[1] ظُلْمٌ وَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُکُمْ عَلٰی مَلِیْئٍ فَلْیَتْبَعْ))

"دولت مند آدمی کا ٹال مٹول کرنا بے جا ہے اگر تم میں سے کسی کا قرض کسی مال دار شخص پر منتقل کیا جائے تو قرض خواہ پر لازم ہے کہ اس (تحویل قرض) کو مان لے۔"

اور ایسا بارہا ہوتا ہے ---- کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے قرض لیتا ہے یا رقم ادھار لیتا ہے اور ادائیگی کا وقت آتا ہے تو ٹال مٹول کرتا ہے۔ کبھی مکر جاتا ہے' کبھی قرض کے ایک حصے کا انکار کرتا ہے اور کبھی آج کل پر ٹالتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ بیچارہ قرض خواہ اپنے حق سے دست بردار ہو جاتا ہے' یا کچھ حصہ اسے چھوڑنا پڑتا ہے' یا وصولی کے لیے معاملہ عدالت میں قاضی کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ اس قسم کی ٹال مٹول اور تاخیر قرض خواہ کو اذیت پہنچانے کے لیے ہوتی ہے' حالانکہ بسا اوقات قرض خواہ کی کل جمع پونجی وہی قرم ہوتی ہے جس اس نے مقروض

---

[1] "مَطْلُ الْغَنِیِّ" میں فعل کی نسبت فاعل کی طرف کی گئی ہے' یعنی قرض خواہ کی طلب پر مال دار کا حق کی ادائیگی میں دیر کرنا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ فعل کی نسبت مفعول کی طرف ہے' یعنی مال دار قرض خواہ کی طلب پر قرض دار کا ادائے حق میں دیر کرنا ظلم ہے۔ لہٰذا غریب قرض خواہ کی طلب پر تاخیر کرنا بدرجہ اولی ظلم ہوگا "اذا اتبع" فعل مجہول ہے "ملئی" یہ لفظ "ملء" سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں "ملئو الرجل" آدمی طول ہوا۔ فلیتبع یہ بھی پہلے فعل کی طرح مجہول ہے۔ یعنی جب قرض کو حوالے کیا جائے تو وہ اس کے ذمہ ہو جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

یہ روایت اس کی دلیل ہے کہ مال دار کا مزدوری ادا کرنے میں دیر کرنا حرام ہے۔ دیر کرنا' ٹال مٹول کرنا اور جس قدر جلد ادائیگی ہو سکے کسی عذر کے بغیر اس میں زیادہ دیر کرنا زیادتی ہوگی۔ اور مصدر کو فاعل کی جانب مضاف کئے جانے کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ مال دار پر جب قرض کی ادائیگی ثابت ہو جائے اور وہ عاجز نہ ہو تو اس کا دیر کرنا حرام ہوگا۔ دوسری عبارت کی تقدیر کی صورت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ قرض کی ادائیگی واجب ہوگی خواہ قرض خواہ مالدار کیوں نہ ہو' یعنی مال دار ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ حق کی ادائیگی میں تاخیر کی جائے اور جب مال دار قرض خواہ کے بارے میں یہ حکم ہے تو تنگ دست قرض خواہ کا یہ حق بدرجہ اولی جلد ادا کرنا ہوگا۔ نیز مذکورہ حکم سے حوالہ وجوب ثابت ہوتا ہے جب کہ جمہور نے اس کو استحباب پر محمول کیا ہے۔

کے حوالے کیا تھا' یا یہ ہوتا ہے کہ مزدور اپنا پچھلا قرض بے باق کرنا چاہتا ہے' یا غلہ یا اپنے اہل و عیال کی ضروریات کا بندوست کرنا چاہتا ہے۔

اور دام بڑھا کر مزدوری سے کچھ زیادہ روپیہ قرض لینے پر مجبور ہوتا ہے۔ کبھی قرض خواہ (یا مزدور) پردیسی ہوتا ہے اور مقروض یا مالک کے شہر میں زیادہ دنوں ٹھہر نہیں سکتا' لہٰذا ان صورتوں میں بیجا ٹال مٹول ظلم و زیادتی ہوگی' اور ظالموں کے حق میں اللہ نے زبردست وعیدیں نازل کی ہیں' جیسا کہ آیات شریفہ اور احادیث مقدسہ کے مطالعہ سے اس کا بخوبی علم ہوتا ہے۔

نیز ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے کہ

((لَیُّ[1] الْوَاجِدِ یَحِلُّ[2] عِرْضَهُ وَ عَقُوْبَتَهُ))

"مقدرت والے کی ٹال مٹول سے اس کی آبرو حلال ہوتی ہے اور اس کی سزا جائز ہوتی ہے۔"

❋ ❋ ❋

---

[1] لَیّ الواجد یعنی وہ شخص جو ادائیگی کی قدرت رکھنے کے باوجود ٹال مٹول کرتا ہو ایسے شخص کی عزت و آبرو حلال ہوتی ہے۔

[2] "اس کی آبرو حلال اور اسے سزا دینا جائز ہے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ٹال مٹول کرنے والے کے نام سے مشہور ہوگا' لوگوں میں بدمعاملہ کہلائے گا۔ مظلوم کو اس ظالم کے خلاف اس کے مظالم بیان کرنے کی اجازت ہے۔ ٹال مٹول کی وجہ سے ضرب شدید یا قیدوبند کی سزا اس کے لیے لازمی ہے۔

اڑتیسواں کبیرہ گناہ

ورثہ کو ستانا

وارثین کا ترکہ ذکر کرنے کے بعد باری تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصَى بِهَا اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذَالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾(النساء: ١٢-١٤)

"بعد وصیت کی ہوئی کے اور بعد ادائے قرض کے' جس سے کسی کا نقصان نہ کیا ہو اللہ کا یہی حکم ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا بڑے حلم والا ہے- یہ حدود خداوندی ہیں جو لوگ خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلیں گے خدا ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا' جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی' وہ ہمیشہ کے لیے ان میں رہیں گے اور یہی بڑی بھاری کامیابی ہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا' اور حدود خداوندی سے آگے بڑھے گا اللہ اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا' جہاں اس کو ہمیشہ رہنا ہو گا اور اسے ذلت کا عذاب ہو گا-"

یہ حقیقت ہے جس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ اللہ نے مورث کی پائی پائی سے وارث کا حق ٹھہرایا ہے اور اس کا مقررہ حصہ بیان کر دیا ہے- اصحاب فروض اور عصبات کا ترکہ خود تقسیم کیا' پیغمبر یا کسی اور کو یہ ذمہ داری نہیں سونپی- اس سے وراثت کے مسائل اور اس کی تقسیم پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ اور نگہداشت کا پتا چلتا ہے- نیز اس میں جو حکمت پوشیدہ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں- ان میں سے چند حکمتیں ذیل میں درج ہیں-

(۱) قرابت داری اور فطری تعلقات کی استواری اور مضبوطی-

(۲) وارثین کی ضروریات کی بحالی بالخصوص کم سن اور معذور ورثہ کی کفالت-

(۳) دولت کی تقسیم اور اس کی گردش جواب تک مرنے والوں کی ملکیت تک محدود تھی۔
(۴) غربت کا ازالہ یا کم از کم اس میں تخفیف اور سوشلزم اور کمیونزم کی کمین گاہوں کا سدباب۔

ان حکمتوں اور وجوہات کی بنا پر ہر مسلمان بالخصوص ارباب اقتدار کا فرض ہے کہ وہ اللہ کے ان فیصلوں کو من وعن نافذ کریں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

اس کا ارشاد ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ (النساء : ۷)

''جو کچھ ماں باپ اور قریبی چھوڑ جاتے ہیں اس میں لڑکوں کا حصہ ہوتا ہے اور ماں باپ اور قریبیوں کے چھوڑے ہوئے مال میں لڑکیوں کا بھی حصہ ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ یہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے حصے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ (النساء : ۱۱)

''خدا تم کو اولاد کے حصوں کی بابت حکم فرماتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے' پھر اگر اس (میت) کی لڑکیاں دو یا زیادہ ہوں تو ان سب کے لیے دو تہائی چھوڑے ہوئے مال میں سے ہے اور اگر ایک ہے تو اس کا نصف ترکہ ملے گا' اور اس میت کے ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ترکے میں سے دیا جائے گا بشرطیکہ میت کی اولاد بھی ہو' اور اگر اس کی اولاد نہیں ہے اور ماں باپ ہی اس کے وارث ہیں تو ماں کا ثلث ہے' اور اگر میت کے چند بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے (یہ سب حصے) بعد

ادائے وصیت کے ہیں جو میت کر کے مرے اور بعد ادائے قرض کے۔ تم نہیں جانتے کہ تمھارے باپ اور بیٹوں میں سے کون تم کو زیادہ نفع پہنچا سکتا ہے۔ یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر ہیں۔ بے شک اللہ بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔"

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیٹوں' بیٹیوں' ماں باپ اور بھائیوں کا ترکہ بیان فرمایا جیسے اس کے بعد کی آیت نمبر ۱۲ میں میاں بیوی کا ترکہ ذکر کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بیان فرمایا کہ اگر کسی کے اصول و فروع نہ ہوں' لیکن ماں شریک بھائی ہوں تو یہ بھائی ثلث میں شریک ہوں گے' کیونکہ یہ شخص اصطلاحاً کلالہ کہلاتا ہے' اور حضرت ابو بکر' حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود اور بہت سے صحابہ سے منقول ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا مسلک ہے کہ کلالہ وہ شخص ہوتا ہے جس کے اولاد اور والد نہ ہوں۔ اسی سورہ کی آیت ۱۷۶ میں ایک بہن' دو بہنوں اور سگے بھائی اور ان کی بہنوں کا ترکہ ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ كَانُوٓا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾

(النساء: ۱۷٦)

"اور اگر (اس کلالہ کی کئی) بہنیں' بھائی مرد اور عورت وارث ہوں تو مرد کو عورت سے دگنا حصہ ملے گا۔"

نیز سنت مقدسہ کی رو سے پوتیوں دادیوں اور بھائیوں کے علاوہ تمام عصبات کا ترکہ مذکور ہے۔ رہا دادا اور بھائیوں کا ترکہ تو اس کا ثبوت اصحاب کرام (رضی اللہ عنہم) کے اجتہاد سے ملتا ہے جیسا کہ اس فن کی کتابوں میں اس کی تفصیل درج ہے۔ آیت نمبر ۱۱ کے ختم پر "فریضة من اللّٰه" وارد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وراثت کی مذکورہ تفصیل محکم فریضہ اور خدا کا اٹل فیصلہ ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا" اس کی حکمت کا ادنی کرشمہ یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اس کے حسب موقعہ جگہ دیتا ہے' جو جیسا مستحق ہوتا ہے اسے اس کا پورا پورا حق عطا فرماتا ہے۔ آیت نمبر ۱۲ کے اختتام پر یہ الفاظ ہیں مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ اسی طرح آیت نمبر ۱۷۶ کے ختم پر یہ فرمایا يبين الله لكم ان تضلوا یعنی مذکورہ احکام کو اللہ نے تم پر فرض فرمایا۔ اس کی حدود تمھارے لیے مقرر فرمائیں' اور دستور کی اس طرح وضاحت کر دی جس کے بعد تمہیں گمراہ نہیں ہونا چاہیے۔

اوپر جن آیات کی تفصیل اور تشریح گزری اور جن میں جملہ وارثین کا ترکہ بیان ہوا' ان آیات اور ان کے اختتامی کلمات پر غور کیجئے جیسے یہ ارشاد کہ فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ- غَيْرَ مُضَارٍ- وَصِيَّةً مِنَ اللّٰهِ--- يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا أَنْ سے بخوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وراثت کی تقسیم پر اللہ تعالیٰ کی کس درجہ خصوصی نظر ہے اور یہ صرف اس لیے ہے تاکہ بندے اس اہم فرض میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتیں- اور طاقت ور وارث کمزور وارث کا کل یا کچھ حصہ ہڑپ کرنے کی شرم ناک کوشش نہ کر بیٹھے- نیز ہمارے مسلم قارئین کو ان سطروں کے ذریعے خوب سمجھ لینا چاہئے کہ جو کوئی وراثت کے مسائل میں کمی بیشی کرے یا کسی قسم کے حیلے یا تدبیر سے حکم خداوندی کو اس ہوشیاری سے مسخ کرنا چاہے کہ بظاہر ان حیلوں سے حکم الٰہی نافذ کیا جائے' لیکن اندر سے اس کے ذریعے اس حکم میں تبدیلی کی سازش کی جائے اور جملہ وارثین یا کسی ایک وارث پر کھلم کھلا زیادتی کی جائے تو اس کی یہ حرکت کبیرہ گناہ تصور کی جائے گی-

بنابریں ذیل میں ایسے چند حیلے بیان کیے جاتے ہیں- ان مثالوں کے ذریعے ہمارا مدعا واضح ہوگا اور قارئین' بخوبی جان لیں گے کہ ان ہتھکنڈوں کے ذریعے ورثہ کو کل یا کچھ ترکے سے کیونکر محروم کیا جاتا ہے-

۱--- اس قسم کا ایک حیلہ یہ ہے کہ حیلہ باز جھوٹ موٹ اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس مال کی اتنی مقدار فلاں اجنبی یا فلاں وارث کی ہے' فلاں جائیداد' فلاں زمین---- گھر یا کھجور کا فلاں درخت فلاں شخص کا ہے وغیرہ- اور اپنے دعوے دار' اپنے اس دعوے پر گواہ لے آتا ہے' یا دستاویز پیش کر دیتا ہے' حالانکہ یہ بالکل سفید جھوٹ ہوتا ہے' اور وہ یہ ڈھونگ وہ محض اس لیے کرتا ہے تاکہ ورثہ تھوڑے یا زیادہ حصے سے محروم رہیں اور سارا بھلا اس اجنبی کا ہو جائے' یا کسی ایک وارث کا نفع ہو اور دوسرے ورثہ محروم رہیں یا ان کا حصہ کم ہو جائے-

۲--- اپنا مال کسی غیر وارث پر وقف کر دے اور وارثین کو محروم کر دے یا کسی وارث پر وقف کر دے اور باقی ماندہ وارثین کو محروم کر دے-

۳--- اپنا مال کسی ایک وارث کی نذر کر دے' یا کسی اجنبی کو دے' دے یا اولاد میں سے کسی کو دوسروں سے زائد حصہ دے دے' یا اس کے گھر کھجور کا درخت یا دوکان کی بابت اس کے کسی

وارث جیسے اولاد' اہلیہ' یا اجنبی سے خرید وفروخت کا اعتراف کرے' یا تہائی سے زیادہ یا تہائی کی وصیت کرے' لیکن اللہ کے لیے نہیں بلکہ محض ورثہ کو تکلیف پہنچانے کے لئے۔

۴--- یا اس قسم کا جھوٹا اقرار کرے کہ اس کا جس قدر قرض فلاں پر تھا وہ وصول ہوا یا اپنی مرضی کے کسی شخص کے ہاتھ کوئی چیز اونے پونے فروخت کردے مثلاً سو (۱۰۰) کی چیزیں چالیس میں دے ڈالے' یا سو کا مال دو سو میں خرید لے' اور یہ تمام حرکتیں ورثہ کو محروم کرنے یا ان کا حصہ کم کرنے کی خاطر کرے۔ اس میں شک نہیں کہ تمام اقدام حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول نے ورثہ کا جو حق مقرر کیا ہے ان صورتوں میں ان کی صریح خلاف ورزی پائی جاتی ہے اور ورثہ پر ظلم کیا جاتا ہے' اور ایسا کرتے ہوئے نہ احکام خداوندی اور حدود الٰہی کی رعایت کی جاتی ہے' نہ وارثین کی نہ اپنی اولاد اور قرابت داروں کا کوئی خیال کیا جاتا ہے۔ پھر جو کوئی اس قسم کی حرکت کرتا ہے اس کارروائی سے اسے کوئی نفع بھی حاصل نہیں ہو گا۔ مثلاً نذر ماننے' ہبہ کرنے' وقف یا اقرار کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ کیونکہ سب کاموں کا دارومدار نیت پر ہے' جیسا کہ صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَانَوَى﴾ (بخاری)

"اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر کسی کو وہی کچھ ملے گا جس کی وہ نیت کرتا ہے۔"

پھر ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ کمزور ایمان والے اور غیر متشرع افراد اس قسم کی حرکت کیا کرتے ہیں' کبھی چہیتی بیوی کے دباؤ میں آکر اسے کچھ دے دیتے ہیں' یا ہبہ کر دیتے ہیں' یا کچھ دھن دولت اس کے نام کر دیتے ہیں' کبھی بعض بیٹوں یا بعض رشتہ داروں کے اکسانے پر انھیں دیتے دلاتے ہیں' اور یہ نہیں جانتے کہ ان کے اس الٹے سیدھے اقدام سے اللہ اور اس کا رسول ناراض ہو گا اور جملہ وارثین یا کسی ایک وارث کے حق میں یہ حرکت صریح ظلم ہو گی۔

دین و مذہب کے خلاف اسی قسم کی غلط حرکتوں کا نتیجہ ہے کہ آج امت کے اندر ورثہ اور قرابت داروں میں بغض و عداوت کا بازار گرم ہے اور ہر شخص ایک دوسرے کو کاٹنے کے لیے دوڑتا ہے۔ کیونکہ ایک وارث اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ اس کے مورث نے اسے محروم رکھا یا ظلم و زیادتی کر کے اس کے حق کو کم کر دیا۔ پھر کینہ کپٹ اور بغض و حسد کی

یہ آگ برسوں بھڑکتی ہے' اور نفرت کے یہ جراثیم ایک نسل سے دوسری نسل میں سرایت کرتے جاتے ہیں- اور یہ حقیقت ہے کہ یہ تمام حرکتیں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی کھلی ہوئی خلاف ورزی ہیں جب کہ اللہ اور رسول ایک دوسرے کے ساتھ میل' محبت' رحم دلی اور اتحاد و اتفاق سے پیش آنے کا حکم دیتے ہیں' اور جھگڑے اور منافقت سے پرہیز کی تلقین کرتے ہیں' اور جو مورث اس قسم کا اقدام کرتا ہے جس کا خود اسے کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے- چنانچہ اس کے لیے دعائے مغفرت اور عفو و درگزر کی دعا کے بجائے ورثہ کے منہ سے اس کے لیے لعنت ملامت اور بددعائیں نکلتی ہیں-

مندرجہ بالا حرکتیں کس درجہ ظالمانہ اور شرم ناک ہیں- اس کی وضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شریعت نے ہر شخص کو تہائی مال میں وصیت کی اجازت دی ہے' جس کی صورت یہ ہے کہ مرنے والا اپنے تہائی مال میں ایسا تصرف کرے جس کا نفع اسے مرنے کے بعد حاصل ہوتا رہے- یہ اجازت تہائی مال تک برقرار رہے' اس سے زیادہ کی نہیں تاکہ ورثہ کے حقوق کی رعایت ہو سکے' اور اگر ورثہ از خود زیادہ کی اجازت دیں تو تہائی سے زیادہ میں وصیت بھی درست ہوگی' لہٰذا جب شریعت نے یہ رخصت دے رکھی ہے تو سوچنا چاہیے کہ اس شخص کا انجام کیا ہوگا جو اپنے وارث کو کل ترکہ سے محروم کرنے کے لیے کوشاں ہو یا کچھ مال سے محروم کرنا چاہے اور اس کے لیے شیطانی ہتھکنڈے استعمال کرے-

مزید حیرت انگیز امر یہ ہے کہ اس قسم کی حرکت وہ لوگ کر رہے ہیں جو اسلام کا دم بھرتے ہیں' اور دوسری طرف یہ فعل ایسی نازک گھڑی میں انجام دیتے ہیں جب ان کی زندگی کی شام ڈھل رہی ہوتی ہے' ان پر کوئی سخت مرض کا حملہ ہوتا ہے اور وہ دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کرنے اور خدا کے حضور میں پیش ہونے کے لیے پابہ رکاب ہوتے ہیں ہم نہیں سمجھتے کہ یہ ظالم کس طرح خدا کے سامنے پیش ہوں گے' جب کہ ان مظالم کی دلدل میں وہ ناک تک ڈوبے ہوں گے' اور یہ ظلم و زیادتی ان کی بے ایمانی کا ڈھنڈورہ پیٹتی ہوگی- ان کی شفقت پدری' قرابت داری' ہمدردی اور ان کی انسانیت نوازی کا ماتم کرتی ہوگی- کیا انھیں یہ نہیں معلوم کہ ابتدا میں جو آیت ہم نے پیش کی ہے' اس کے اندر کس قدر وعید اور تنبیہ موجود ہے- اس آیت کے بعض اجزا یہ ہیں-

﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ- غَيْرَ مُضَارٍّ- وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ---- وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْاِضْرَارُ فِي الْوَصِيَّةِ مِنَ الْكَبَائِرِ))

"وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔"

اس روایت کو دار قطنی نے نقل کیا اور ابن حاتم نے اس کے موقوف ہونے پر صاد کیا ہے۔

نیز امام احمد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ الْخَيْرِ سَبْعِيْنَ سَنَةً وَاِذَا اَوْصٰى جَارَ فِيْ وَصِيَّةٍ فَيُخْتَمُ لَهٗ بِشَرِّ عَمَلِهٖ فَيَدْخُلُ النَّارِ وَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الشَّرِّ سَبْعِيْنَ سَنَةً فَيَعْدِلُ فِيْ وَصِيَّتِهٖ فَيُخْتَمُ لَهٗ بِخَيْرِ عَمَلِهٖ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِقْرَؤُوْا اِنْ شِئْتُمْ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ---- عَذَابٌ مُّهِيْنٌ))

"کوئی آدمی ستر سال تک نیک عمل پر کاربند ہو رہتا ہے' لیکن (آخری دم) وصیت کرتے ہوئے وہ ناانصافی سے کام لیتا ہے اور انجام کار اس کا خاتمہ برے اعمال پر ہوتا ہے اور اسے جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے' اور کوئی آدمی ستر سال تک بداعمالی میں مبتلا رہتا ہے' لیکن ناگاہ وصیت (کے موقعہ پر) انصاف سے کام لیتا ہے اور اس کا انجام نیک عمل پر ہوتا ہے اور اس کو جنت میں بھیج دیا جاتا ہے---- سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم چاہو تو یہ آیت شریف پڑھ لو تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ---- عَذَابٌ مُّهِيْنٌ"

آخر مذکورہ شخص کا انجام برائی پر کیوں ہوا؟ اور کیوں اسے جہنم میں جانا پڑا؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس نے وصیت میں جو زیادتی کی اس کا اثر ورثہ کے ساتھ ظلم کی شکل میں برآمد ہوا' اور ظلم کی یہی فرد جرم خود اس کے خلاف بھی پڑی' کیونکہ تہائی مال کے علاوہ جتنی زیادہ کی وصیت وہ

کرے گا ورثہ کو اس سے تکلیف پہنچے گی اور اس کا یہ فعل شرعاً ممنوع ہو گا اس لیے کہ یہ حرام ہے اور اس کو باطل قرار دیا جائے گا' خواہ یہ وصیت بیع وشرا کی صورت میں ہو یا وقف وہبہ اور نذر کی صورت میں ہو۔ وغیرہ۔

تنبیہ:

پہلے گزرا کہ بعض ورثہ کو بعض پر فوقیت دینا حرام ہے کیونکہ اس صورت میں جس کو ہیچ سمجھا جائے گا اس کا دل جلے گا اور اس کے نتیجے میں عداوت' دشمنی اور ورثہ میں ایک دوسرے کے درمیان بغض وحسد پھیلے گا' یا بعض قرابت دار دوسرے سے خار کھائیں گے اور دشمنی مول لیں گے۔ البتہ ایک صورت مستثنیٰ کی جا سکتی ہے' وہ یہ کہ کسی کے بیٹے یا بیٹیاں ہوں اور کوئی بیٹا یا بیٹی اعانت کی محتاج ہو' مثلاً وہ عیال دار ہو اور اس کی آمدنی ناکافی ہو' یا کسی مرض کی وجہ سے وہ کمائی نہ کر سکتا ہو' یا طالب علم ہو اور پڑھنے لکھنے کی مشغولیت اسے کمانے کی مہلت نہ دیتی ہو' یا وہ چھوٹا ہو اور عمر میں بڑے کو پڑھنے اور ازدواجی زندگی بسر کرنے کا موقعہ نصیب ہو' اور اس کا باپ اس کی مدد کرنا چاہتا ہو جب کہ چھوٹے کو آئندہ اعانت کی ضرورت لاحق ہو گی' تو ایسی صورت میں اس بیٹے یا بیٹی کو ترجیح دی جا سکتی ہے اور باقی ماندہ ورثہ کی بہ نسبت انھیں فوقیت دی جا سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی بہتر یہی ہے کہ جملہ وارثین کو اکٹھا کیا جائے اور ترجیح یا فوقیت کی علت انھیں سمجھا دی جائے تاکہ انھیں غلط فہمی نہ ہو' اور وہ بخوشی اس کی اجازت دے دیں۔

اختتامیہ:

جیسا کہ شیخین اور دیگر محدثین نے فرمایا کہ وصیت کی فکر کرنا بھی سنت موکدہ ہے۔ چنانچہ وارد ہے:

((مَاحَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوْصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ ثَلَاثَ لَيَالِيْ اِلَّا وَ وَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ- قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَامَضَتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا وَعِنْدِيْ وَصِيَّةٌ مَكْتُوْبَةٌ))

”جس آدمی کے پاس کوئی چیز ہو اور وہ اس کی وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جب تک وصیت نامہ لکھ کر اپنے پاس نہ رکھ لے دو راتیں بھی اس پر نہ گزریں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ تین راتیں نہ گزریں کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے ایک رات بھی گزرنے نہ پائی کہ میں نے اپنا وصیت نامہ اپنے پاس رکھا۔“

نیک توفیق صرف اللہ کی طرف سے ہے

❋ ❋ ❋

انتالیسواں کبیرہ گناہ

سودا سلف میں دھوکا دہی

اس میں کسی کو کلام نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کے درمیان اخوت اور بھائی چارگی کو استوار کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾(الحجرات : ١٠)

"بلاشبہ سب ایمان دار بھائی ہیں لہٰذا تم لوگ اپنے بھائیوں میں اصلاح کر دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اخوت اور بھائی چارگی کا تقاضا یہ ہے کہ آپس میں اتحاد و اتفاق' تعاون' ہمدردی اور میل ملاقات پائی جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث میں مروی ہے:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمّٰى وَالسَّهَرِ))

"ایمان والوں کا آپس میں میل' محبت' شفقت اور ہمدردی کے ساتھ رہنا ایسا ہے جیسے ایک جسم ہوتا ہے۔ اگر اس جسم کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو پورے جسم کے لیے بخار اور شب بیداری کا باعث ہو جاتا ہے۔"

غور کریں تو معلوم ہو گا کہ سابقہ آیت میں جس اسلامی بھائی اور اخوت کا ذکر ہے یہ حدیث اس کی بہترین تفسیر ہے اور اس کی روشنی میں ایک مسلمان کا اپنے بھائی مسلمان پر یہ فرض ہوتا ہے کہ اگر وہ خلاف شرع کوئی اقدام کرے یا اس کے اخلاق شریعت کے خلاف ہوں تو وہ اپنے بھائی کو ٹوکے اور مناسب طریقے سے اس کی تنبیہ کرے کیونکہ حضرت ابو تمیم داری رضی اللہ عنہ سے منقول ایک حدیث میں وارد ہے:

((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ وَ کَرَّرَہٗ ثَلَاثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَ لِرَسُوْلِہٖ وَلِکِتَابِہٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ))

"دین غم خواری اور ہمدردی کا نام ہے- آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ فرمائے- ہم نے عرض کیا غم خواری کس کے لئے؟ فرمایا اللہ کے لیے اس کے رسول کے لیے' اس کی کتاب کے لیے ائمہ مسلمین کے لیے اور عام مسلمانوں کے لئے-"

جب ایمانی اخوت کا لازمی تقاضہ ہے کہ دلوں میں میل و محبت اور ہمدردی کے جذبات ہوں تو اب یہ حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ لین دین' سودا سلف' شادی بیاہ یا کسی کام میں دھوکا دہی کبیرہ گناہوں میں سے ہے اس لیے کہ

(۱) کتاب و سنت سے اسلامی بھائی چارگی اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہونا ثابت ہوتا ہے اور دھوکا باز اس گناہ کا مرتکب ہو کر کتاب و سنت کی صریح خلاف ورزی کرتا ہے-

(۲) مسلمان کو دھوکا دینا اور اس کا مال ناحق کھانا حرام ہے اور غیروں کا مال کسی شرعی جواز کے بغیر ہتھیا لینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے' یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنے مسلمان بھائی کا مال حلال سمجھا یا ذمی یا معاہدہ کیے ہوئے شخص کا مال لینا درست سمجھا- حالانکہ شرعاً اس کا کوئی جواز نہیں تو ایسا کرنا کفر ہوگا-

(۳) دھوکا دہی ایک قسم کا ظلم ہے' اور جملہ مذاہب میں ظلم کرنا حرام ہے- نیز تمام دانش ور اس کی قباحت کے قائل ہیں' اور دنیا کا ہر قانون اسے حرام اور معیوب سمجھتا ہے- اور اگر اس سلسلے میں کوئی صریح نص وارد نہ ہو تب بھی مذکورہ سطور سے یہ حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے کہ دھوکا دہی مہلک ترین کبیرہ گناہ ہے- لیکن اس کے باوجود بکثرت صحیح' حسن' مرسل اور ضعیف روایتیں اس کی حرمت میں وارد ہیں- چنانچہ ذیل میں ہم چند احادیث اس لیے پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کے دلوں میں مزید علم اور یقین پیدا ہو' انھیں ایمانی طاقت نصیب ہو' اس گندی خصلت سے وہ اجتناب کریں اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لیے مینارہ نور ثابت ہوں' بالخصوص تاجر' کاریگر' ملازم پیشہ اور دوسرے اہل حرفت کو بھی بیدار رہنا چاہیئے اور کاروباری بددیانتی سے احتراز کرتے ہوئے خرید و فروخت اور لین دین میں صفائی

اختیار کرنی چاہئے۔اس مضمون کی حدیثیں ذیل میں درج ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ[1] فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّنَا[2] فَلَيْسَ مِنَّا)) (مسلم)

"جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا' وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔"

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر اناج کے ایک ڈھیر پر ہوا۔ جب آپ نے ڈھیر کے اندر دست مبارک داخل کیا تو انگلیاں گیلی ہو گئیں۔ آپ نے اناج والے سے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا اے اللہ کے رسول ﷺ رات میں بارش ہوئی جس سے یہ گیلا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تم نے اندر کے اناج کو اوپر کیوں نہ کر دیا تاکہ لوگ دیکھ لیتے۔جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

اس روایت کو مسلم' ابن ماجہ اور ترمذی نے نقل کیا۔ان کے الفاظ یہ ہیں "من غش فلیس منا" جب کہ امام ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِرَجُلٍ يَبِيْعُ طَعَامًا فَسَاَلَهُ كَيْفَ يَبِيْعُ؟ فَاَخْبَرَهُ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنْ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْهِ فَاِذَا هُوَ مَبْلُوْلٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ))

"رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک شخص پر ہوا۔ وہ اناج بیچ رہا تھا۔ آپ نے اس سے

---

[1] ((مَنْ حَارَبَنَا وَمَشٰى عِنْدَنَا فَلَيْسَ عَلٰى طَرِيْقَتِنَا وَمِلَّتِنَا))

"جس نے ہم سے جنگ کی اور ہمارے خلاف سرگرمی کی وہ نہ ہمارے طریقے پر رہا نہ ہماری ملت میں اس کا شمار ہوگا۔"

ہتھیار اٹھانے سے مراد جنگ کرنا ہے' کیونکہ یہ مرعوب کرنے کی ایک صورت ہے۔پہریداری کے لیے ہاتھ اٹھانا چنداں مقصود نہیں۔

[2] ((غشنا فلیس منا)) نصح کی ضد ہے۔یہ لفظ غشش سے ماخوذ ہے' یعنی گدلا پانی' اس لیے کامل مسلمان کی خصوصیت یہ ہے کہ دیگر مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ پاؤں سے محفوظ رہیں اور وہ دھوکا دہی اور فریب کاری سے محترز رہیں۔

دریافت کیا تم کیسے فروخت کرتے ہو؟ دوکان دار نے آپ کو بتایا- اسی دوران آپ پر من جانب اللہ وحی آئی- آپ اپنا ہاتھ اندر داخل کریں (جب آپ نے اندر ہاتھ ڈالا) تو معلوم ہوا کہ اندر سے اناج گیلا ہے- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے دھوکا دیا-"

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَرَاٰى طَعَامًا مُصبرًا فَاَدْخَلَ يَدَهُ فَاَخْرَجَ طَعَامًا رَطْبًا قَدْ اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ فَقَالَ لِصَاحِبِهَا مَاحَمَلَكَ عَلٰى هٰذَا؟ قَالَ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنَّهُ لَطَعَامٌ وَاحِدٌ قَالَ اَفَلَا عَزَلْتَ الرَّطْبَ عَلٰى حِدَتِهِ وَالْيَابِسَ عَلٰى حَدَتِهِ' فَتَبَايَعُوْنَ مَاتَعْرِفُوْنَ- مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا))

"رسول اللہ ﷺ کا ہم پر گزر ہوا- آپ نے خشک اناج کا ڈھیر لگا ہوا دیکھا- جب اس کے اندر ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اندر سے بارش کے سبب اناج گیلا نکلا- آپ نے غلہ والے سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا- یہ سارا غلہ ایک ہی ہے- آپ نے فرمایا پھر تم نے گیلا اناج الگ اور خشک اناج الگ کیوں نہ کر لیا تاکہ دیکھ بھال کر' لین دین ہو سکے (یاد رکھو) جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں-

اس حدیث کو طبرانی نے الاوسط میں عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے-

(۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا وَالْمَكْرُ[1] وَالْخِدَاعُ فِى النَّارِ))

---

[1] مکر: کسی کو اس کے مقصد سے کسی تدبیر کے ذریعے باز رکھنا "مکر" کہلاتا ہے "مکر" کی دو قسم ہے- قابل تعریف مکر (تدبیر) یعنی کسی کے لیے حسن تدبیر کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ قابل مذمت "مکر" یعنی کسی کے لیے بری تدبیر کرنا- ارشاد خداوندی ہے وَلَايَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ اِلَّا بِاَهْلِهِ- مذکورہ بالا حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مکاری اور فریب دہی وغیرہ کرنے والے کو جہنم رسید کرتی ہے' کیونکہ اس مکاری میں مسلمانوں کی جان' مال' عزت و آبرو کو ضرر لاحق ہوتا ہے-

"جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں اور مکاری اور دھوکا دہی کرنے والا دوزخ میں جائے گا۔"

اس روایت کو طبرانی نے کبیر اور صغیر میں جید سند کے ساتھ نقل کیا۔ نیز ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں درج کیا۔ ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو اپنی مراسیل میں حسن سے باختصار مرسل نقل کیا ہے اور کہا

((الْمَكْرُ وَالْخَدِيعَةُ وَالْخِيَانَةُ فِي النَّارِ))

"مکاری دھوکہ دہی اور خیانت (کرنے والا) دوزخی ہے۔"

(۵) حضرت قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

((مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ يَبِيعُ طَعَامًا فَقَالَ يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ اَسْفَلُ هَذَا اَعْلَاهُ؟ فَقَالَ نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَنْ غَشَّ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ))

"رسول اللہ ﷺ کا ایک شخص پر گزر ہوا۔ وہ اناج بیچ رہا تھا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا۔ غلہ والے! کیا اندر اور باہر کا اناج ایک جیسا ہے؟ اس نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے ارشاد فرمایا جس نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا' وہ ان میں سے نہیں۔"

اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من غشنا فليس منا))

"جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں"

اس روایت کو بزار نے جید سند کے ساتھ ذکر کیا۔

علامہ حافظ منذری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' حدیث کا مذکورہ متن صحابہ کی ایک جماعت سے منقول ہے' جس کے نام حسب ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت انس بن مالک' حضرت براء بن عازب' حضرت حذیفہ یمانی' حضرت ابوموسیٰ اشعری' حضرت ابوبردہ بن تیار اور دیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ نیز اس سے پہلے حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر' حضرت ابوہریرہ اور حضرت

قیس بن ابو غرزہ کی روایتیں گزر چکی ہیں۔

(۷) حضرت ابو سباع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے واثلہ بن اسقع کے گھر سے ایک اونٹنی خریدی۔ جب میں اونٹنی کو لے کر نکلا تو وہ تہہ گھسیٹتے ہوئے میرے پیچھے پیچھے نکلے' اور کہا اونٹنی کو تم نے خریدا ہے' میں نے عرض کیا ہاں۔ کیا تمھیں بتایا گیا کہ یہ کیسی ہے۔ میں نے کہا کیسی ہے؟ انھوں نے کہا یہ موٹی تازی ہے اور بظاہر صحت مند ہے۔ انھوں نے کہا تم اس پر سفر کرو گے یا گوشت کی نیت سے خریدتے ہو؟ میں نے کہا میں نے حج کے لیے اس کو خریدا ہے۔ انھوں نے کہا تو اس کو واپس کر دو۔ اونٹنی والے نے کہا میں نے اس ارادے سے اس کو فروخت نہیں کیا۔ خدا تمھارا بھلا کرے تم تو میرا معاملہ بگاڑ دو گے۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ يَبِيْعُ شَيْئًا اِلَّا بَيَّنَ مَا فِيْهِ وَلَا يَحِلُّ لِمَنْ عَلِمَ ذٰلِكَ اِلَّا بَيَّنَهُ))

"جو کوئی کچھ فروخت کرے' اُسے بتادینا چاہیے کہ وہ کیسی ہے اور جسے علم ہو اس کے لیے (چھپانا) حلال نہیں۔ اس کو صراحت کر دینی چاہیے۔"

اس روایت کو حاکم اور بیہقی نے نقل کیا۔ حاکم نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ اور ابن ماجہ نے اس کو نقل کیا اور قصے کو ذکر کیا' البتہ انھوں نے اس روایت کو یوں بیان کیا کہ

((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُبَيِّنْهُ لَمْ يَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللّٰهِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنُهُ))

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرماتے تھے جس نے کوئی عیب دار چیز بیچی اور اس کو واضح نہیں کیا۔ وہ مسلسل غضب الٰہی کی زد میں رہے گا اور فرشتے برابر اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

یہی متن حضرت ابو موسیٰ کی حدیث میں بھی منقول ہے۔

(۸) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ اس کو رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اِذَا بَاعَ مِنْ اَخِيْهِ بَيْعًا فِيْهِ عَيْبٌ لَا يُبَيِّنُهُ))

"مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ کوئی عیب والی چیز فروخت کرے اور اس کی وضاحت نہ کرے۔"

اس روایت کو احمد' ابن ماجہ اور طبرانی نے کبیر میں نقل کیا۔ نیز حاکم نے بھی اسے بیان کیا اور کہا کہ یہ شیخین کی شرط کے مطابق ہے۔ نیز امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک یہ روایت حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے انھوں نے اس کو مرفوع نہیں کیا۔

اس مضمون کی روایتیں سن لینے کے بعد اب دھوکا دہی کی بعض شکلوں کو بھی دیکھتے چلیں تاکہ ان سے بچا جا سکے۔ دھوکا باز طرح طرح کے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم سب سے پہلے تاجر پیشہ لوگوں کی دسیسہ کاری ذکر کریں گے۔

بعض تاجر اچھے مال کے ساتھ ردی مال مخلوط کر کے فروخت کرتے ہیں' جیسے اچھے غلے کے ساتھ گھن لگا ہوا غلہ ملا دیتے ہیں' یا اچھے برے مال کو گڈمڈ کر دیتے ہیں' چنانچہ زعفران کے ساتھ ایسی بالیاں ملا دی جاتی ہیں جو زعفران کی طرح نظر آتی ہیں۔ خوشبودار گلاب پانی کے ساتھ نقلی گلاب ملا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض عطار دھوکا دہی کرتے ہیں اور عود کے خالص روغن کے ساتھ ملاوٹی روغن ڈال دیتے ہیں' یا کوئی سادہ تیل اس کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں' جس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ تاجروں کی طرح صراف بھی اسی قسم کی حرکت کرتے ہیں اور سونے کے ساتھ تانبہ آمیز کر کے اس کا کوئی زیور ڈھال لیتے ہیں' یا چاندی کے ساتھ تانبہ یا کوئی اور دھات وغیرہ ملا دیتے ہیں۔

قصہ کوتاہ بہت سے تاجر' صراف' عطر فروش' کھالیں تیار کرنے والے' بڑھئی اور مختلف صنعت و حرفت سے وابستہ لوگوں میں ملاوٹ اور جعل سازی کا مرض ایک وبا کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ لہٰذا اس قسم کی ظلم و فریب کا ارتکاب کرنے والوں کو خدا سے ڈرنا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ وہ مکر و فریب کے ان ہتھکنڈوں کے ذریعے کب تک غریب مسلمان بھائیوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی کھاتے رہیں گے۔ انھیں یہ بھی جان لینا چاہئے کہ یہ گناہ کبیرہ اور حد درجہ گھناؤنی حرکت ہے۔ اس طرح وہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں اور مطلق احساس نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے ایک ایک حال کی خبر ہے۔ وہ ان کے گھات میں ہے' لیکن یہ ظالم ان کی گرفت اور ان کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔ جب کہ اللہ

تعالیٰ آنکھ کی چوری اور دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے' ڈھکی چھپی کوئی چیز اس کے سامنے اوجھل نہیں' جو پیدا کرنے والا ہے وہ سب جانتا ہے- اور اگر لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے والے دھوکا باز اور فریبی جان لیں کہ اس فعل بد کی سزا کتاب و سنت میں کیا وارد ہے تو ممکن ہے وہ اپنی اس عادت سے باز آجائیں' اور یہی ایک سزا ان کے لیے کافی ہو جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ حرام کا ایک لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس کی بدولت چالیس سال کی مقبول عبادت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے- اور جس کسی کے بدن میں حرام مال کی وجہ سے جتنا گوشت بنے گا' دوزخ کی آگ اس کی زیادہ حق دار ہو گی- اور اس مضمون کی ایک روایت نہیں بلکہ کی بکثرت احادیث وارد ہیں- چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے اندر امانت نہیں' اس کے اندر دین نہیں- اللہ تعالیٰ اس چیز سے اعلیٰ و ارفع ہے کہ کسی ایسے شخص کا کوئی عمل یا اس کی نماز قبول کرے جس کے تن کا کپڑا حرام کا ہو- جس نے کوئی کپڑا دس درہم کا خریدا اور اس میں سے ایک درہم حرام تھا تو تاحیات اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں کرے گا- اللہ تعالیٰ جسے چاہے دنیا اس کے حوالے کر دیتا ہے- لیکن دین صرف اس کو عطا کرتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے- چنانچہ اس نے جس کو دین سے نوازا وہ اس کو محبوب ہوتا ہے- اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہ رہے- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اس کی ایذا رسانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دھوکا دینا اور ظلم و زیادتی کرنا- قیامت کے دن بندے کے دونوں پیر اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے' جب تک کہ ان چار امور کی بابت اس سے جواب طلب نہ کر لیا جائے-

(۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ کہاں اس کو استعمال کیا (۲) اس کی جوانی کی بابت کہ کن چیزوں میں اس کو بوسیدہ کیا (۳) اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں اس کو خرچ کیا (۴) اپنے علم کے بارے میں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا-

نیک توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے

❊ ❊ ❊

چالیسواں کبیرہ گناہ

ناپ' تول اور پیمائش میں کمی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَاَوْفُوْا الْكَيْلَ[1] اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ[2] الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (الاسراء : ۳۵)

"اور جب تم ناپ تول کرنے لگو تو پورا دیا کرو اور (جب وزن کر کے دینے لگو تو) سیدھے ترازو سے وزن کیا کرو۔ یہ بہت خوب ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ وَ اَقِيْمُوْا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوْا الْمِيْزَانَ﴾ (الرحمن : ۷، ۹)

"(اسی طرح) خدا نے آسمان کو بلند کیا اور میزان (قانون انصاف) بنایا تاکہ انصاف کرنے میں بے اعتدالی نہ کرو تم انصاف کے ساتھ وزن اور ناپ پورا کیا کرو اور (ناپ) تول کم نہ کیا کرو۔"

یہ حقیقت ہے کہ ایک دوسرے پر رحم دلی اور ہمدردی اسلامی اخوت کا فریضہ اور اس کا اہم تقاضا ہے اور اسلامی بھائی چارگی ہی نہیں' انسانی اخوت بھی اس کا تقاضا کرتی ہے' اور جب سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا' ہر انسان کو دوسرے کے ساتھ مل کر رہنا' لین دین کرنا اور

---

[1] کمی مت کرو اور نہ لوگوں کو کم تول کر دو۔

[2] قسطاس بروزن قرطاس۔ نیز قاف پر پیش بھی مذکور ہے۔ مستقیم یعنی کسی انحراف کے بغیر سیدھا راستہ۔ یہ روش تمھاری دنیوی اور اخروی زندگی کے لیے بہتر ہوگی۔ اسی لیے ارشاد ہے "واحسن تاویلا" یعنی آخرت کے انجام سے بہتر ہوگا۔

حسن سلوک کرنا ان کے لیے ضروری قرار دیا۔ ایک مومن ہی نہیں بلکہ شریف انسان کا بھی تقاضا ہے کہ لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں مخلص رہے' ان کے ساتھ دھوکا فریب اور ان کے حقوق میں کمی نہ کرے' اور ناپ تول اور بیع میں کمی نہ کرے' اس لیے کہ یہ مہلک گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی مشرک قوم اپنے شرک کے علاوہ لوگوں کے ساتھ ناپ تول میں کمی کی مرتکب بھی تھی' جس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ نے انھیں تیز آواز میں مبتلا کیا اور انھیں زمین میں دھنسا دینے کی سزا دی۔ یہ اس لیے کہ یہ جرم تمام آسمانی مذاہب میں بدترین گناہ ہے اور انسانی قوانین بھی اس کے شدید مخالف ہیں۔ خود عقل سلیم اور طبع مستقیم اس کو پسند نہیں کرتی جس طرح توحید کا عقیدہ انسانوں کا فطری عقیدہ ہے' اسی طرح ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے گریز کرنا اور اس کو عیب جاننا بھی فطرت کا منشا اور اس کا تقاضا ہے۔ چنانچہ ذیل میں چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں جو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے بارے میں سورہ اعراف اور سورہ ہود میں وارد ہیں۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ قَدْجَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوْا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوْا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ وَلَاتَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَاذْكُرُوْآ اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ﴾ (اعراف: ۸۵ - ۸۶)

"اور شہر مدین والوں کی طرف ہم نے انہی میں سے شعیب کو رسول بنا کر بھیجا۔ اس نے کہا بھائیو اللہ ہی کی عبادت کرو' اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں' تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس واضح دلیل آچکی ہے' لہٰذا تم ناپ تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو اور انتظام درست ہونے کے بعد ملک میں فساد نہ پھیلاؤ' اگر تم کو خدا پر ایمان ہے تو یہ کام تمھارے لیے اچھا ہے'

اور سڑکوں پر ڈرانے دھمکانے کو اور ایمان داروں کو اللہ کی راہ سے روکنے کو اور اس میں بے ہودہ کجی نکالنے کو' نہ بیٹھا کرو' اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے- پھر خدا نے تم کو بڑھا دیا اور اس پر غور کرو کہ مفسدوں کا انجام کیسا ہوا-"

نیز فرمایا:

﴿وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخَاسِرُوْنَ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوا فِيْ دَارِهِمْ جَاثِمِيْنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِيْنَ﴾ (الاعراف : ۹۰ - ۹۲)

"اور اس کی قوم میں کے سرگروہوں نے جو کافر تھے' کہا کہ اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو تم ایک سخت زیاں کار ہو گے (اور وہ انھیں باتوں میں تھے کہ ایک سخت زلزلہ ان پر آیا جس کی وجہ سے وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا (ایسے ہو گئے) گویا اس بستی میں کبھی بسے ہی نہیں تھے حقیقت میں جنھوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی وہی زیاں کار ہوئے-"

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْ اَرٰكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ﴾ (هود : ۸٤ - ۸٦)

"اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا- انھوں نے کہا بھائیو اللہ ہی کی عبادت کرو' اس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو- میں تم کو اچھی آسودگی میں دیکھتا ہوں اور تمھارے حال پر مجھے عام عذاب کے دن کا خوف ہے اور اے میرے بھائیو ناپ اور تول انصاف سے پورا کیا کرو اور لوگوں کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد نہ پھیلاتے پھرو- اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا

تمھارے لیے بہتر ہے' اگر تم مانو اور (اگر تم نہ مانو تو) میں تم پر نگہبان نہیں ہوں[1]۔"

اور جب حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی سرکشی بڑھتی گئی انھوں نے اپنے نبی کے حکموں کی تعمیل نہیں کی اور اپنے نبی کی اس تنبیہ کو جھٹلا دیا کہ ان پر عذاب آئے گا' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں صاف صاف کہہ دیا تھا:

((وَيَا قَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْ))

"یعنی مجھ سے تمھارا بغض وحسد تمہیں میری دشمنی پر مجبور نہ کر دے۔"

أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلَ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِنْكُمْ بِبَعِيدٍ غرض جب قوم نے کفر اور بگاڑ پر اصرار کیا' ناپ تول میں کمی کی اور قتل وخوں ریزی اور ڈکیتی جیسے مزید جرم کیے تو اللہ نے ان کو ایسی سخت سزائیں دیں جن کا ذکر متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے پیش فرمایا ہے۔ چنانچہ سورہ ہود میں ہے:

﴿وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا أَلَا بُعْدًا لِمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ﴾ (هود: ٩٤ - ٩٦)

"اور جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے شعیب کو اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے' محض اپنی مہربانی سے ان کو نجات دی اور ظالموں کو سخت آواز نے آپکڑا۔ چنانچہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے گویا اس بستی میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ (لوگو) سن رکھو کہ مدین والوں کو ہلاکت ہوئی جیسی ثمودیوں کو ہلاکت ہوئی تھی۔"

نیز یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء صالحین اور ان لوگوں کے واقعات بیان فرمائے' جن کا اللہ نے اکرام کیا اور کچھ واقعات ان قوموں کے بیان فرمائے جنھوں نے اللہ کے

---

[1] ابن جریر کہتے ہیں یعنی ناپ تول پورا پورا دینے کے بعد جو نفع تمہیں بچ رہے' وہ تمھارے لیے لوگوں کا مال ناحق لینے سے بہتر ہے۔ نیز انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ آپ کہہ دیجئے کہ خبیث اور طیب ہر دو برابر نہیں ہو سکتے' خواہ تمہیں خبیث کی کثرت حیرت میں کیوں نہ ڈال دے۔

ساتھ شریک ٹھہرایا' لیکن انھیں میں بعض وہ قومیں بھی تھیں جنھوں نے شرک کے علاوہ دوسرے بھیانک جرائم کا بھی ارتکاب کیا' جیسے حضرت شعیب اور حضرت لوط (علیہم السلام) کی قومیں جنھوں نے ناپ تول میں کمی کی اور رہزنی کا سنگین جرم کیا' ان کے بالمقابل جن قوموں کا اللہ نے اکرام کیا اور جن کا شمار صالحین میں ہوتا ہے' ان میں اصحاب کہف' ذوالقرنین' حضرت مریم' حضرت خضر اور ان کے علاوہ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جنھیں رسالت کا منصب حاصل ہوا' جیسے حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت ایوب اور حضرت یونس علیہم السلام وغیرہ۔

یہ واقعات ہمارے سامنے صرف اسی لیے پیش کیے گئے کہ ہم عبرت اور نصیحت حاصل کریں' اور جنھیں اللہ نے حکم عدولی پر سزائیں دیں' ان کی زندگی سے سبق سیکھیں' اسی کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کو ہم سب سے پہلے شرک سے ڈرائیں اور ان بدترین جرائم سے پرہیز کی انھیں تلقین کریں جو مختلف مذاہب اور انسانی عقلوں کے سراسر خلاف ہیں' اور جو شرم و حیا اور عدل و مساوات کے منافی ہیں۔

ہم نہیں جانتے کہ ان میں سے کیا کچھ ان سے بھی پہلی قوموں نے کیا' اس لیے کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے خاص اسباب کا نہیں۔ بنابریں ملت اسلامیہ میں سے جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا یا حرام فعل کا ارتکاب کیا' اگر انھوں نے توبہ نہیں کی تو انھیں اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتنا ہوگا' اور اگر تم یہ جاننا چاہو کہ گزشتہ قوموں کو اللہ نے کیسی دردناک سزائیں دیں اور حضرت نوح' حضرت شعیب علیہما السلام کی قوموں اور فرعون کے ماننے والوں پر کیسے عذاب نازل ہوئے تو اس کے لیے قرآن پاک کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ ناپ تول میں کمی پر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو کس قدر وعید سے آگاہ کیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (المطففين: ١ - ٦)

''ان کم دینے والوں کے لیے افسوس ہے جو لوگوں سے لیتے وقت پورا پورا لیتے ہیں اور جب ناپ یا وزن سے دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں' کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ وہ ایک

بڑے دن میں اٹھائے جائیں گے' جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔"

حضرت سدی کہتے ہیں کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں ابوجہیمہ نامی ایک ایسا شخص بھی تھا جس کے پاس دو پیمانے تھے۔ ایک سے لیتا تھا اور دوسرے سے دیتا تھا تب یہ آیت نازل ہوئی (وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ) ان پر افسوس ہے جو لوگوں سے لیتے وقت پورا پورا بلکہ (داؤ چلے تو) زیادہ بھی وصول کرتے ہیں' اور ناپ و تول میں کمی بیشی کرتے ہیں۔ آیت میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا (اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ) یعنی اپنا حق پورا یا کچھ زیادہ وصول کرتے ہیں (وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ) لیکن جب اپنا مال ناپ یا وزن سے دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں (اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ) کیا یہ لوگ جو اس حرکت کا ارتکاب کرتے ہیں جانتے ہیں (اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ) کہ وہ ایک بڑے دن میں اٹھائے جائیں گے۔ یہ دن نہایت عظیم اور ہولناک ہو گا (يوم يقوم الناس لرب العلمين) جس دن یہ لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اور اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے کہ ان کے تن پر کپڑا نہیں ہو گا۔ ان کی ختنہ نہیں ہوئی ہو گی اور اسی حال میں ان کا حشر ہو گا۔ ان میں سے بعض اشراف ہوں گے جو بجلی جیسی تیزی سے (پل صراط سے) گزر جائیں گے۔ بعض پیدل گزریں گے۔ کچھ منہ کے بل گرتے پڑتے جائیں گے' بعض اٹھتے' لرزتے کانپتے اور لڑکھڑاتے ہوئے چلیں گے' اور کچھ منہ کے بل گھسٹ کر چلیں گے' اور ان کی یہ ہیئت کذائی ان کے اعمال کی بدولت ہو گی' یہاں تک کہ وہ رب کے حضور حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے اور جیسا ان کا عمل ہو گا اس کے مطابق انھیں نیکی اور بدی کی جزا ملے گی۔ نیکی کا بدلہ نیک ملے گا' اور جس قدر برائی انھوں نے کی ہو گی اس کا بدلہ انھیں برا ملے گا۔

امام ابن ماجہ اس کے راوی ہیں۔ الفاظ انہی کے ہیں اور بزار' بیہقی اور حاکم نے بھی اسی کے مطابق روایت نقل کی اور کہا کہ یہ روایت امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے

پاس تشریف لائے اور فرمایا اے مہاجرین کی جماعت! پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان پر پڑ گئے (تو تمھارا حشر بھی اس کے مطابق ہو گا) اس بات سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم اس میں پڑو۔ وہ خصلتیں یہ ہیں۔

(۱) جس قوم میں فحش کاری عام ہو گی' وہ کھلم کھلا بے حیائی کرے گی ان کے اندر طاعون اور ایسی وبائیں پھیلیں گی جو ان سے پہلے کبھی لوگوں میں نہیں پھیلی ہوں گی۔

(۲) اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی وہ قحط سالی اور سخت مشقت میں مبتلا ہوں گی اور حکام اس پر ستم کے پہاڑ توڑیں گے۔

(۳) اور جو قوم اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دے گی' وہ بارش کے قطروں سے محروم رہے گی' اور اگر ان کے مویشی نہ ہوتے تو ان پر آسمان سے ایک قطرہ بھی نہیں پڑتا۔

(۴) اور جو قوم اللہ اور اس کے رسول سے کیا ہوا عہد توڑ دے گی' اللہ تعالیٰ ان پر غیروں میں سے ایسے دشمن مسلط فرمائے گا جو ان کا سب کچھ چھین لیں گے۔

(۵) اور جس قوم کے ائمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کریں گے اور اس کے نازل کردہ احکام کی تعمیل نہیں کریں گے' اللہ تعالیٰ ان کے اندر شدید باہمی جھگڑے اور لڑائیاں پیدا کر دیں گا۔

میرے عزیز مسلمان بھائیو! تم نے کلام پاک میں سورہ اعراف اور سورہ ہود کی آیتیں پڑھیں اور یہ جان لیا کہ پچھلی قوموں پر کیا گزری۔ تم نے ویل للمطففین کی تلاوت کی' یا دوسروں سے اس کو سنا اور اس کے شان نزول کو سمجھا اور یہ جان لیا کہ "ویل" شدید عذاب کو کہتے ہیں' یا یہ جہنم کی کسی وادی کا نام ہے' جس کی خاصیت یہ ہے کہ دنیا کے پہاڑ اس کے اندر ڈھکیل دیے جائیں تو تپش کی وجہ سے وہ پگھل جائیں گے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اسی وادی سے مشرکین کو خوف دلاتے ہوئے فرمایا:

﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾

(حم السجدہ : ٦ - ٧)

"ان مشرکین کے لیے افسوس ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے"

اسی طرح دوسری جگہ نماز پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾

(الماعون: ٤ - ٥)

"ان نمازیوں کے لیے افسوس ہے جو اپنی نماز (کی شان اور حیثیت) سے کوتاہی کرتے ہیں۔"

جب علمایہود نے تورات میں تحریف کی اور نبی آخر الزمان ﷺ کے اوصاف کو چھپالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بابت ارشاد فرمایا:

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾ (البقرہ: ۷۹)

"افسوس ہے ان کو جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں' کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض میں کسی قدر مال حاصل کریں' تو افسوس ہے ان کے حال پر' ان کے لکھنے کی وجہ سے اور افسوس ہے ان پر ان کی کمائی سے۔"

ان آیات شریفہ سے صاف پتا چلتا ہے کہ قرآن کریم کی ان آیات میں لفظ "ویل" کافروں اور مشرکوں کے لیے ہی اور ان لوگوں کے لیے استعمال کیا گیا جو مہلک گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بھی ویل کے لفظ سے وعید سنائی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہوا **ویل للمطففین** کم دینے والوں کے لیے افسوس ہے۔ یہ اسی لیے کہ کم دینے والا خریدار کو کم ناپ دے کر اس کے اوپر ظلم کرتا ہے یا بیچنے والا کم ناپ کر اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ لہٰذا ناپ تول اور پیمائش میں کمی کرنا جہاں حرام ہے اور اس کا شمار لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے والوں میں ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ عمل حد درجہ گھٹیا' ذلیل' بددیانتی' بے مروتی' ناشکری اور اسلامی اور انسانی بھائی چارگی کے یکسر منافی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ مذکورہ بالا کوئی ایک بد خصلت بندۂ مومن کی اصلاح اور تنبیہ کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ ان میں سے ہر خرابی سے اس کو احتراز کی تلقین کی جائے۔ پھر قرآن کریم کا نزول انبیا بالخصوص نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت' سنت کی تدوین اور اس کی اشاعت کا مقصد ہی انسانوں کی رہنمائی اور ان کی سعادت کی ضمانت کے لیے ہے' لہٰذا

جب قرآن کریم افسوس' ہلاکت اور عذاب سے آگاہ کرتا ہے اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو خدا کے حضور کھڑے ہونے سے ڈراتا ہے' جس کی بابت انھیں شک ہے(اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ)اس لیے ہر مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن پاک اور احادیث مقدسہ سے عبرت اور نصیحت سیکھے اور ایسی بد عادتوں سے گریز اور پرہیز کرے جو ایمان اور اسلام کے شدید منافی ہیں---- نیک توفیق بس اللہ رب العزت کی طرف سے ہے۔

❋ ❋ ❋

اکتالیسواں کبیرہ گناہ

ظلم وستم

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ اس کو رسول اللہ ﷺ سے اور آپ اس کو اپنے پروردگار سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((يَاعِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالِمُوْا)) (مسلم' ترمذی' ابن ماجه)

"اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور تم میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ بھی ظلم وزیادتی کو حرام کر رکھا ہے' اس لیے (دیکھو) ایک دوسرے پر ہرگز ظلم مت کرنا۔"

عدل وانصاف' کسی چیز کو اس کی جگہ رکھنے کا نام ہے' جب کہ اس کے برعکس کسی چیز کو اس کی جگہ نہ رکھنا ظلم ہے' اس لیے سب سے زیادہ اور بنیادی عدل اللہ کو ایک ماننا اور قصد وارادے کے ساتھ صرف اسی کی بندگی کرنا ہے۔ اس کے بالمقابل بدترین ظلم خدائے عظیم کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔ سات ہلاکت خیز چیزوں پر گفتگو کے دوران ہم نے شرک پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

ظلم وزیادتی ہر کسی سے سرزد ہو سکتی ہے۔ اس کا انحصار حاکم' بادشاہ' یا امیر پر موقوف نہیں' نہ اس کا دارومدار کسی صاحب ولایت پر ہے جیسے قاضی اور منصف وغیرہ۔ رہا امیر اور سلطان کا ظلم تو وہ یہ ہے کہ یہ افراد حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ نہ کریں۔ زمین پر دنیا والوں کا قانون نافذ کریں' دنیا پیدا کرنے والے کے قانون کو ایک طرف ڈال دیں' کمزور کو طاقت ور سے انصاف نہ دلا سکیں' الٹے کمزوروں کو دبانے والوں سے رشتہ جوڑیں۔ ان کی مدد کریں اور ان کی اولاد' ان کے ہم نشینوں اور ان کے ندیموں سے قریب رہیں۔

وزیر کا ظلم وستم یہ ہے کہ رعایا پر کیے ہوئے مظالم کی شکایت سلطان تک نہ پہنچائے

اور جو امور اس کے سپرد کیے گئے ہیں حق اور انصاف کے ساتھ ان کو ادا نہ کرے۔

قاضی کا ظلم یہ ہے کہ حق کے مطابق فیصلے نہ کرے' یا حق داروں یا حق کے دوستوں کے بجائے غیروں کی امداد اور اعانت کرے یا فیصلے کے لیے رشوت طلب کرے' یا کمزوروں کے بجائے طاقت والوں کی مدد کرے۔

شوہر کا اپنی بیوی پر ظلم یہ ہے کہ دستور کے مطابق اس کے ساتھ برتاؤ نہ کرے' اللہ نے جن حقوق کو اس پر واجب کیا ہے' ان کی رعایت نہ کرے' مثلاً نان نفقہ اور پوشش نہ دے۔ ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں ان کے درمیان انصاف نہ کرے وغیرہ۔

بیوی کا شوہر پر ظلم یہ ہے کہ وہ اس کے حقوق ادا نہ کرے' اس کے احکام سے سرتابی کرے۔

اولاد کا ماں باپ پر ظلم یہ ہے کہ وہ ان کی نافرمانی کریں' ان کا حق ادا نہ کریں' انھیں جھڑک دیں' ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئیں اور اس وقت بھی ان کے ساتھ زیادتی کریں جب کہ وہ دونوں ان کے حقوق پورے کریں۔

پڑوسی کا پڑوسی پر ظلم یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہ آئے' بلکہ گفتار یا کردار سے اس کو اذیت پہنچائے ---- صحیح حدیث شریف میں ہے:

((مَنْ كَانَ يُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ))

"جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے' اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے۔"

اس کے بالمقابل ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کی شکلیں یہ ہیں: ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو گالیاں دے' اسے اذیت اور تکلیف پہنچائے' اس کی زمین چھین لے' اس کا مال چوری کرلے' اس کے بقایا روپے دینے سے انکار کرے' اس کے خلاف جھوٹی گواہی دے' اس کی غیبت کرے' چغلی کھائے' اس کا حق ادا نہ کرے' یا اس میں ٹال مٹول سے کام لے۔ اور اگر ہم ہر ہر فرد کا ظلم الگ الگ گنوائیں تو ممکن ہے دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں' بنابریں ان چند مظالم پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یہ مظالم وہ ہیں جو حکام' قاضی صاحبان' میاں بیوی' اولاد اور دوسرے لوگوں سے سرزد ہوتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ ظلم وزیادتی تمام آسمانی اور انسانی قوانین کی رو سے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس قدر پیغمبر مبعوث فرمائے اور جتنی کتابیں نازل کیں' ان سب کا مقصد لوگوں کے درمیان عدل ومساوات کا قیام ہے اور اس سے بھی بلند ترین مقصد توحید باری تعالیٰ کا اثبات ہے اور ان لوگوں کو بیخ کنی ہے جو بندوں کے درمیان ظلم کرتے ہیں اور اپنے ماتحوں کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں متعدد ایسی آیتیں ہیں جو ظلم سے روکتی ہیں اور ظلم کرنے والوں کو دردناک عذاب کی بشارت دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَاتَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُؤُوْسِهِمْ لَايَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَالَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَاللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ﴾ (ابراهيم: ٤٢ - ٤٧)

"اور تو ظالموں کے اعمال سے خدا کو ہرگز غافل مت جان' وہ ان کو اس دن تک مہلت دیتا ہے جس میں ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی' سر کو اوپر کی طرف اٹھائے ہوئے بھاگے چلے جائیں گے' ان کی نظر ان کی طرف نہ پھرے گی' اور ان کے دل ہر طرف سے خالی ہوں گے' لہٰذا تم لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن عذاب الٰہی ان پر آئے گا تو ظالم کہیں گے' اے ہمارے مولا تو ہم کو تھوڑی سی مہلت دے تاکہ ہم تیری دعوت قبول کریں اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں۔ کیا تم پہلے قسمیں نہ کھا چکے تھے کہ تم کو دنیا چھوڑنا ہی نہیں' اور جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیے تھے' تم ان کے مکانوں میں رہ چکے تھے اور جو کچھ ہم نے ان سے کیا تھا وہ بھی تمھیں معلوم ہو چکا تھا' اور ہم نے تمھارے سمجھانے کو کئی تمثیلات بھی

بیان کی تھیں- اور وہ سب قسم کی چالیں چل چکے تھے اور ان کی سب چالیں اللہ کی نظر میں تھیں- ان کی چالیں ایسی نہ تھیں کہ پہاڑ ان سے ٹل جاتے' لہٰذا تم اللہ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا مت سمجھو- اللہ تو بڑا زبردست بدلہ لینے والا ہے-"

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اُولٰٓئِکَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّھِمْ وَیَقُوْلُ الْاَشْھَادُ ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ﴾ (ھود:۱۸)

"جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھیں ان سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے- یہ لوگ خدا کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا تھا- تو سنو ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے-"

﴿لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْتُخْفُوْہُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا﴾ (النساء: ۱۴۸ - ۱۴۹)

"بری بات کا اظہار کرنا اللہ کو پسند نہیں' ہاں جس پر ظلم ہوا ہو (کیونکہ) خدا تو سنتا اور جانتا ہے- اگر ظاہر طور پر یا چھپ کر نیکی کرو یا برائی معاف کرو تو (اللہ بھی تمھارے گناہ معاف کر دے گا' اس لیے کہ) خدا بڑا معاف کرنے والا بڑی قدرت والا ہے-"

﴿وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ اِنَّہٗ لَایُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَاعَلَیْھِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (الشوری : ۴۰-۴۳)

"اور برائی کا بدلہ برائی جتنا ہے' جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا' جو اپنی مظلومی کے بعد بدلہ لیں تو ان لوگوں پر الزام نہیں ہو گا' البتہ الزام ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں انہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب

ہے۔جو کوئی صبر کرے اور بخش دے تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔"

﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ وَتَرٰهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَالَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَالَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾ (الشوری: ۴۴-۴۷)

"اور جس کو خدا گمراہ کر دے اس کے لیے اس کے بعد کوئی بھی مددگار نہیں' اور ظالم جب عذاب کو دیکھیں گے تو تو ان کو دیکھے گا کہ وہ کہتے ہوں گے کیا (اس عذاب سے نکل کر دنیا کی طرف) لوٹنے کی کوئی راہ ہے' اور جب دوزخ کے سامنے پیش کیے جائیں گے تو تو ان کو ذلت میں خوف زدہ دیکھے گا' دو نیچی نگاہ سے دیکھیں گے (ان کے مقابلے میں) جو لوگ ایمان دار ہوں گے وہ زور سے کہیں گے کہ خسارے والے بدنصیب وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو آج قیامت کے دن خسارہ میں ڈالا۔ تو سنو یہ ظالم لوگ ضرور دائمی عذاب میں پھنسیں گے (اس روز) اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہ ہوگا جو ان کی مدد کرے اور جس کو خدا ہی گمراہ کر دے اس کے لیے بہتری کی کوئی صورت نہیں۔ اپنے رب کی تعلیم کو مانو' اس سے پہلے کہ قیامت کا دن آئے جو خدا کی طرف سے ہٹنے والا نہیں۔ اس روز تمھارے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی اور نہ تمھاری حالت کو کوئی برا سمجھنے والا ہو گا۔"

علاوہ ازیں ظلم و ستم پر تنبیہ کے لیے بکثرت احادیث بھی وارد ہیں۔ ان میں سے چند احادیث یہ ہیں۔

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ

اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى اَنْ سَفَكُوْا دِمَائَهُمْ وَ اسْتَحَلُّوْا مَحَارِبَهُمْ)) (مسلم)

"ظلم سے بچو' کیونکہ قیامت کے دن ظلم ظلمات اور اندھیری ہو گا- اور شح[1] سے بچو کیونکہ شح نے ان کو ہلاک کر دیا جو تم سے پہلے گزرے- یہ وہی چیز تھی جس نے انھیں خوں ریزی اور ہتک حرمت پر آمادہ کیا-"

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَاتَظْلِمُوْا فَتَدَاعُوْا فَلاَ يُسْتَجَابُ لَكُمْ وَتَسْتَسْقُوْا فَلاَ تَسْقُوْا وَتَسْتَنْصَرُوْا فَلَا تُنْصَرُوْا)) (طبرانی)

"ظلم مت کرو ورنہ (تمھارا یہ حال ہو گا کہ) دعائیں کرو گے لیکن تمھاری دعائیں قبول نہ ہوں گی' بارش کی دعائیں مانگو گے لیکن تم پر بارش نہیں برسے گی- مدد مانگو گے لیکن تمھاری مدد نہیں کی جائے گی-"

(۳) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِيْ لَنْ تَنَالُهُمَا شَفَاعَتِيْ اِمَامٌ ظَلُوْمٌ غَشُوْمٌ وَكُلُّ غَالٍ مَارِقٍ))

"میری امت کے دو قسم (کے لوگوں) کو میری سفارش نہیں پہنچے گی' ظالم غاصب امام کو اور اس شخص کو جو غلو کرنے والا ہے اور ملحد ہے-"

اس روایت کو طبرانی نے کبیر میں نقل کیا- اس کے تمام رجال ثقہ ہیں-

(۴) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يُمْلِيْ لِلظَّالِمِ فَاِذَا اَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَأَ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهُ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ)) (بخاری' مسلم' ترمذی)

"اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے' لیکن جب اسے گرفت میں لیتا ہے تو پھر نہیں

---

[1] شح یعنی حقوق اللہ میں کوتاہی کرنا' زکوۃ نہ دینا' قرض کی ادائیگی میں کوتاہی برتنا اور خیرات نہ دینا-

چھوڑتا- پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی- تیرے رب کی گرفت کا حال یہی ہے 'جب وہ بستی والوں کو پکڑ لیتا ہے اور وہ ظالم ہوتے ہیں تو اس کی گرفت نہایت دردناک اور سخت ہوتی ہے-"

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِوَضٍ أَوْ مِنْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ مِنْ قَبْلِ أَنْ لَا يَكُوْنَ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أَخَذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ)) (بخاری' ترمذی)

"جس شخص نے اپنے بھائی کی آبرو یا اور کسی چیز کے متعلق ظلم کیا ہو' اس کو چاہیے کہ آج اس سے معاف کرالے' قبل اس کے کہ دینار اور درہم (کچھ کام) نہ دیں گے -کیونکہ (قیامت کے دن) اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس سے بقدر اس کے ظلم کے لے لیا جائے گا- اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں لے کر اس پر لادی جائیں گی-"

نیز اس کی ابتدا میں یہ بھی وارد ہے-

((رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا كَانَتْ لَهُ عِنْدَ أَخِيهِ مَظْلَمَةٌ فِيْ عِوَضٍ أَوْ مَالٍ....))

"اس بندے پر اللہ تعالیٰ رحم کرے جس نے اپنے بھائی کی آبرو یا مال کے متعلق ظلم کیا ہو....."

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَادِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِيْ مَنْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِيْ وَقَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطِيْ هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يَقْضِيْ مَاعَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ))

"تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انھوں نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ ہے جس کے

پاس درہم اور کوئی پونجی نہ ہو آپ نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن (بہت ساری) نمازیں' روزے اور زکوۃ لے کر آئے گا۔ لیکن وہ اس حال میں (بھی) آئے گا کہ اس کو گالی دی ہوگی' اس کا مال کھایا ہوگا' اس کا خون بہایا ہوگا' اسے مارا پیٹا گیا ہوگا' جس کے نتیجے میں اس کی کچھ نیکیاں فلاں کو اور کچھ نیکیاں فلاں کو دی جائیں گی۔ پھر بھی اگر اس کے ذمے کچھ دینا باقی رہ جائے گا اور اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کا گناہ لے کر اس کے سر تھوپ دیا جائے گا اور اس شخص کو دوزخ میں ڈھکیل دیا جائے گا۔"

اس روایت کو امام مسلم اور ترمذی رحمہما اللہ نے نقل کیا۔

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَاتُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِي لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ))

"تین (افراد) کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں۔ روزے دار کی دعا جب تک کہ وہ افطار نہ کرے' امام عادل کی' مظلوم کی (بد) دعا۔ اس دعا کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے۔ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور پروردگار عالم فرماتا ہے میری عزت کی قسم ایک عرصے کے بعد سہی لیکن میں تیری مدد ضرور کروں گا۔"

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے ایک حدیث میں اس کو نقل کیا ہے۔ امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا اور اس کو حسن کہا ہے۔ نیز امام ابن ماجہ' ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يَقُوْلُ اللّٰهُ اِشْتَدَّ غَضَبِيْ عَلٰى مَنْ ظَلَمَ مَنْ لَايَجِدُ لَهٗ نَاصِرًا غَيْرِيْ))

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اس شخص پر میرا غصہ بے حد تیز ہو جاتا ہے جو کسی ایسے شخص پر ظلم کرتا ہے جو میرے علاوہ کسی اور کو اپنا حامی اور مددگار نہیں قرار دیتا۔"

اس روایت کو طبرانی نے صغیر اور اوسط میں نقل کیا۔

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَایَظْلِمُهُ وَلَایَخْذُلُهُ وَلَا یَحْقِرُهُ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِهِ بِحَسْبِ امْرِیٍٔ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَعِرْضُهُ وَمَالُهُ))

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' اس پر ظلم نہ کرے' اس کو بے مدد نہ چھوڑے اور اس کو ذلیل نہ کرے (حضور ﷺ نے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) تقویٰ اس جگہ ہوتا ہے' تقویٰ اس جگہ ہوتا ہے۔ آدمی کے لیے یہی شر کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے۔ مسلمان کی ہر چیز خون' آبرو اور مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔"

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الزواجر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کہا میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ کاندھے سے کٹا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرو' اور کسی پر ہرگز ظلم نہ کرو۔ میں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا میرے بھائی تیرا کیا قصہ ہے؟ اس شخص نے جواب دیا بھائی میرا قصہ عجیب و غریب ہے۔ دراصل میں ظلم کرنے والوں کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے میں نے ایک مچھیرے کو دیکھا جس نے کافی بڑی مچھلی پکڑ رکھی تھی۔ مچھلی مجھے پسند آئی۔ میں اس کے پاس پہنچا اور کہا مجھے یہ مچھلی دے دو' اس نے جواب دیا میں یہ مچھلی تمھیں نہیں دوں گا۔ کیونکہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے مجھے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا ہے۔ میں نے اسے مارا پیٹا اور اس سے زبردستی سے مچھلی چھین لی اور اپنی راہ لی۔ جس وقت میں مچھلی کو اٹھائے جا رہا تھا' اچانک مچھلی نے میرے انگوٹھے میں زور سے کاٹ لیا---- میں مچھلی لے کر گھر آیا اور اسے ایک طرف ڈال دیا۔ اب میرے انگوٹھے میں ٹیس اور درد اٹھا اور اتنی تکلیف ہونے لگی کہ اس کی شدت سے میری نیند اڑ گئی۔ پھر میرا پورا ہاتھ سوج گیا۔ جب صبح ہوئی تو میں طبیب کے پاس آیا اور اس سے درد کی شکایت کی۔ طبیب نے کہا یہ انگوٹھا سڑنا شروع ہو گیا ہے' لہٰذا بہتر ہے کہ اس

کو کٹوا دو' ورنہ پورا ہاتھ سڑ جائے گا- میں نے انگوٹھا کاٹ کر نکلوا دیا' لیکن اس کے بعد سڑاند ہاتھ میں شروع ہوئی' اور درد کی شدت سے میں سخت بے چین ہو گیا اور سو نہ سکا- لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ہتھیلی کاٹ کر نکلوا دو- میں نے ایسا ہی کیا' اب درد بڑھ کر پہنچوں تک پہنچ گئی- میرا چین اور نیند سب اڑ گئی اور میں درد کی شدت سے رونے اور فریاد کرنے لگا- ایک شخص نے مشورہ دیا کہ کہنی سے ہاتھ الگ کر دو- میں نے ایسا ہی کیا لیکن اب درد مونڈھے تک پہنچ گیا اور سڑاند وہاں تک پہنچ گئی- لوگوں نے کہا کہ اب تو پورا ہاتھ مونڈھے سے کٹوا دینا ہو گا ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی- اب لوگ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آخر یہ تکلیف تمھیں کیونکر شروع ہوئی- میں نے مچھلی کا قصہ انھیں سنایا- انھوں نے کہا اگر تم ابتدا میں مچھلی والے کے پاس جا کر اس سے معافی مانگتے' اسے کہہ سن کر راضی کر لیتے اور کسی صورت مچھلی کو اپنے لیے حلال کر لیتے تو تمھارا ہاتھ یوں کاٹا نہ جاتا' اس لیے اب بھی جاؤ اور اس کو ڈھونڈ کر اسے خوش کرو' ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی- اس شخص نے کہا میں نے یہ سنا تو مچھلی والے کو پورے شہر میں ڈھونڈنے لگا- آخر ایک جگہ اس کو پا لیا- میں اس کے پیروں پر گر پڑا اور انھیں چوم کر رو رو کر کہا کہ میرے آقا تمھیں اللہ کا واسطہ مجھے معاف کر دو- اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے بتایا میں وہ شخص ہوں جس نے تم سے مچھلی چھین لی تھی- پھر میں نے اس سے اپنی کہانی بیان کی' اور اسے اپنا ہاتھ دکھایا- وہ دیکھ کر رو پڑا اور کہا میرے بھائی میں نے اس مچھلی کو تمھارے لیے حلال کیا' کیوں کہ تمھارا حشر میں نے دیکھ لیا- میں نے اس سے کہا میرے آقا خدا کا واسطہ دے کر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جب میں نے تمھاری مچھلی چھینی تو تم نے مجھے کوئی بددعا دی تھی- اس شخص نے کہا ہاں میں نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ اے اللہ یہ اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ میں مجھ پر غالب آیا اور تو نے جو رزق مجھے دیا اس نے مجھ سے چھین لیا اور مجھ پر ظلم کیا' اس لیے تو میرے سامنے اس پر اپنے زور کا کرشمہ دکھا- میں نے اس سے کہا میرے مالک اللہ نے اپنا زور تمھیں دکھا دیا- اب میں اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ کسی ظالم کی مدد ہرگز نہیں کروں گا- نہ کبھی خود ظلم کروں گا- نہ ان کے دروازے پر کبھی جاؤں گا اور ان شاء اللہ جب تک زندہ رہوں گا اپنے وعدے پر قائم رہوں گا-

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

لا تظلمن اذا ماکنت مقتدرا فالظلم ترجع عقباه الی الندم

جب تمھیں اقتدار حاصل ہے کسی پر ہرگز ظلم نہ کرو' کیونکہ ظلم کا انجام ندامت اور شرمندگی ہے۔

تَنَامُ عَیْنَاكَ وَالمَظْلُوْمُ مُنْتَبِه یَدْعُوْا عَلَیْكَ وَعَیْنُ اللّٰهِ لَمْ تَنَم

تیری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور مظلوم جاگتا ہے اور تجھے بد دعائیں دیتا ہے' اور اللہ کی آنکھ کبھی نہیں سوتی۔

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

اذا ماالظلوم استوطأ الارض مرکبا ولج غلوا فی قبیح اکتسابه

جب ظالم سوار ہو کر دھرتی کا سینہ روندتا ہے اور بری کرتوت میں حد سے گزر جاتا ہے۔

فکله الی صرف الزمان فانه سیبدی له مالم یکن فی حسابه

تب تم اسے زمانے کی گردش کے حوالے کردو' کیونکہ زمانہ اس کے سامنے وہ چیز کھول کر رکھ دے گا جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگی۔

میرے مسلمان بھائی اور عزیز قاضی! ہم نے اوپر ایسی آیات وروایات درج کی ہیں جو ہر قسم کے ظلم وزیادتی کے خلاف آگاہ کرتی ہیں' نیز ہم ظالم اور سخت گیر حکام سے کہیں گے کہ وہ اس حقیقت کو فراموش نہ کریں کہ انھیں اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے' انھیں اس دن کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیے جب اگلے اور پچھلے تمام انسان ایک سرزمین پر کھڑے ہوں گے پھر ہر ایک کا نام لے کر انھیں پکارا جائے گا اور ان کا حساب کتاب ہوگا۔

﴿یَوْمَ لَا یَنفَعُ الظَّالِمِینَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾ (المومن: ۵۲)

"جس روز ظالموں کو ان کا عذر کچھ نفع نہیں دے گا اور ان پر خدا کی لعنت ہوگی اور ان کے لیے برا گھر ہوگا۔"

نیز باری تعالیٰ کے ان ارشادات پر غور کرنا چاہیے کہ

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظَّالِمُونَ﴾ (ابراهیم: ۵۲)

"اور تو ظالموں کے اعمال سے خدا کو ہرگز غافل مت جان (خدا کو ان سب کی خبر

ہے)"

﴿مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّ لَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ﴾ (المومن : ۱۸)

"اور وہ غم و غصے میں بھرے ہوں گے 'اس روز ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہو گا اور نہ کوئی سفارشی ہو گا جو ان کی تکلیف کو درست ہے دے۔"

اس دن کو بھی یاد کرو جب اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا۔

﴿وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ﴾ (الصفت : ۲٦)

"اور انھیں کھڑا کرو' ان کو پوچھا جائے گا تمھیں کیا ہوا کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے' بلکہ وہ اس وقت خدا کی نافرمانبرداری کا اظہار کریں گے۔"

خوب یاد رکھو اس روز تمھیں ایسے احکم الحاکمین کے دربار میں پیش ہونا ہے جو بڑا زبردست اور زور آور ہے۔ تمام فرشتے اس کے تابع فرمان اور حکم کے غلام ہوں گے اور انسانی اعضا خود اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (النور:۲٤)

"جس روز ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان پاؤں ان کے کاموں کی خبر دیں گے۔"

جہنم ان کا قید خانہ ہو گی' ظالم سوچ اس سے گلو خلاصی کے لیے کون سی دلیل تیرے کام آئے گی' اور بندوں پر مظالم کے خلاف تیرا ساتھ دے گی۔ آخر یہ وہی لوگ تھے جن کا مال تو نے لوٹا' ان کا خون بہایا' ان کے بچوں کو یتیم کیا' بے گناہ انسانوں کو ناحق قتل کیا' زرداروں کو نادار کیا اور غریبوں کو نان جویں کا محتاج بنایا' دوستوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا' باپ بیٹیوں کو نظروں سے الگ کیا' ماؤں کو ان کے لخت جگر سے علیحدہ کیا' خویش و اقارب کو سلاخوں کے پیچھے ڈالا اور انتہا یہ کہ خون ریزی' غارت گری اور یورش کا بازار گرم کیا۔ ان تمام الزامات کا جواب اپنی زبان سے کہاں تک دے سکے گا۔ روز حشر داور محشر کے سامنے کیونکر کوئی تدبیر کرے گا اور اس کی عظمت و شکوہ کے سامنے کس کی پناہ ڈھونڈے گا؟ جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ

لَاظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ (المومن:۱۷)

"اس روز حکومت کس کی ہوگی؟ اکیلے زبردست خدا کی ہوگی' اس روز ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس دن ظلم نہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔"

نادان حاکم! کیا تو سمجھتا ہے کہ اپنے جاہ و حشم اور جھوٹی حکومت کے بل پر اس کی بارگاہ میں سوال جواب کر لے گا؟ اپنی دولت اور ثروت کے زعم میں آکر دنیا کی طرح وہاں بھی کوئی وکیل کھڑا کر لے گا اور اپنا مقدمہ جیت لے گا؟ یا اپنی زور آوری اور خویش و اقارب کی قوت پر وہاں سے بھی بچ کر نکل جائے گا؟ کیا اپنی دانست میں تو یہ سمجھتا ہے کہ دعوی باطل اور مقدمہ خارج کرنے کے لیے وہاں بھی تو کوئی ہتھکنڈہ اختیار کر لے گا؟ یا کسی قسم کے لین دین اور رشوت کے ذریعے بچ جائے گا؟ نہیں خدا کی قسم تیری حیثیت وہاں ذرۂ بے مقدار سے کم ہو گی اور تیرا حال ابلیس سے بدتر ہوگا' اس لیے دنیا والوں کے مظالم کی تیرے سامنے پیشی سے پہلے تو اپنے آپ پر خود غور کر لے اور یہ یقین رکھ کہ اللہ کی قوت تیری قوت سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کی قدرت تیری قدرت سے بے اندازہ بڑھی ہوئی ہے اور وہ دن تجھ پر آکر رہے گا جب تجھے اپنے چھوٹے بڑے ہر عمل کا حساب دینا ہوگا۔ تیرا نامہ اعمال تیرے سامنے کھلے گا اور کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں ہوگی جس کا حساب کتاب تجھ سے نہیں لیا جائے گا۔

﴿وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ (الكهف : ٤٩)

"اور جو کچھ انھوں نے کیا ہوگا' سب اس میں موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔"

اس عنوان پر ہم اپنی گفتگو اس ارشاد باری پر ختم کرتے ہیں۔

﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ : ۲۸۰)

"اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف پھرو گے' پھر ہر ایک جان کو مزدوری اس کی پوری ملے گی اور ان کا کسی طرح سے نقصان نہ ہوگا۔"

❋ ❋ ❋

بیالیسواں اور تینتالیسواں کبیرہ گناہ

حق کے حصول یا کسی باطل کے دفعیہ کے لیے رشوت کا لین دین کرنا رشوت لینے اور دینے والے کے درمیان دوڑ دھوپ کرنا

حق کے حصول یا کسی باطل کے دفعیہ کے لیے یا کسی محکمہ سے منسلک ذمہ دار آفیسر سے اس کے شعبے سے تعلق رکھنے والا کوئی کام کرانے کے لیے رشوت کا لین دین کرنا بھی منجملہ کبیرہ گناہوں کے ہے۔

مزید افسوس ناک بات یہ ہے کہ ان دنوں اکثر شہروں میں رشوت عام ہو چکی ہے' بالخصوص حکومت کے ملازمین' وکلا اور جج صاحبان میں بیماری کی طرح رشوت پھیل چکی ہے اور نوبت یہاں تک آچکی ہے کہ دفتر کے بابو اور میز کے پیچھے بیٹھنے والے صاحب معمولی سے معمولی کام کے لیے رشوت لیتے ہیں' جیسے راہداری کا پروانہ دینے لائسنس نکالنے پرمٹ دینے یا کسی بھی دفتری کام کے لیے چائے پانی اور تحفہ تحائف کے نام پر رشوت لی اور دی جاتی ہے۔

بعض بدباطن قاضی زکوۃ وغیرہ کے ناموں سے رشوت لیتے ہیں۔ جن ناموں کو شیطانوں نے رکھ چھوڑا ہے' اور یہ محض احکام خداوندی اور شریعت الٰہیہ سے بے پروائی برتنے اور ابلیس اور نفس امارہ کی تابع داری کا نتیجہ ہے' ورنہ جس طرح سود خوری' زنا کاری اور شراب نوشی حرام ہے' ہر خاص وعام جانتا ہے کہ رشوت کا لین دین بھی اسی طرح حرام ہے۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ : ۱۸۸)

”اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھانا اور اس کو حکام تک نہ پہنچانا کہ ناحق لوگوں کے مال کا کچھ حصہ جان بوجھ کر کھا جاؤ۔“

علامہ شیخ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حاکم کو رشوت دینا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ مفہوم ظاہر آیت کی مراد سے قریب تر ہے' کیونکہ آیت کا بظاہر مفہوم یہی ہے کہ روپیہ دے کر حکام کی خاطر مدارات مت کرو' نہ انھیں رشوت اس لیے دو کہ وہ غیروں کا حق انھیں نہ دیں' بلکہ تمھیں دے دیں۔ نیز حسب ذیل صورتیں رشوت میں داخل ہیں۔

یتیموں کے مال کا نگران حاکم وقت کو اس لیے روپیہ دیتا ہے تاکہ اس کی نگرانی تادیر برقرار رہے۔ عدالتوں میں جھوٹی گواہی دینے کے لیے روپیہ لیتا ہے' کچھ لوگ ان حکام کو تحفہ تحائف بھیجتے ہیں جن کی عدالت میں مقدمہ زیر سماعت ہو' اس جج کے یہاں ڈالی بھیجی جاتی ہے' کسی منصب پر فائز ہونے سے پہلے جن حکام کو کوئی تحفہ نہیں دیا جاتا منصب پر فائز ہونے کے بعد ان کے یہاں تحفوں کا تانتا بندھا ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ کسی ماتحت کا اپنے سربراہ کو تحفہ دینا حرام ہے' نیز ایسی احادیث وارد ہیں جن میں رشوت کا لین دین کرنے والے اور ان کے درمیان بھاگ دوڑ کرنے والے پر لعنت وارد ہے----ذیل میں ہم ایسی چند روایتیں پیش کرتے ہیں جنھیں امام ذہبی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الکبائر میں ذکر کیا ہے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَعِنَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِي فِي الْحُكْمِ))

”فیصلہ دینے میں رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت ہے۔“

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِي))

”اللہ کے رسول ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔“[2]

---

[1] اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے نقل کیا ہے۔ البتہ انھوں نے اتنا اضافہ کیا ہے وَالرَّائش یعنی اَلَّذِی یَسْعٰی بَیْنَهُمَا اور ان کے درمیان بھاگ دوڑ کرنے والے پر (جسے عربی میں رائش کہا جاتا ہے)

[2] اس روایت کی تخریج امام ابوداود اور ترمذی رحمہما اللہ نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

رَاشِيْ رشوت دینے والے کو کہتے ہیں اور رشوت لینے والے کو مُرْتَشِيْ کہتے ہیں اور حدیث کی رو سے رشوت دینے والا اس وقت ملعون ہو گا جب وہ کسی مسلمان کو اذیت پہنچانا چاہے گا یا ایسا مال ہتھیا لینا چاہے گا جس کا وہ حق دار نہیں، لیکن اگر اپنا حق حاصل کرنے یا ظلم کو دفع کرنے کے لیے رشوت دی تو ایسا شخص لعنت میں داخل نہیں ہو گا۔ رہا حاکم تو اسے ہر حال میں رشوت لینا حرام ہے، خواہ رشوت لے کر کسی کا حق باطل کرے یا ظلم کا دفعیہ کرے۔

اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ رائش یعنی درمیان میں جو بھاگ دوڑ کرتا ہے، اس پر بھی لعنت ہے۔ البتہ یہ شخص اپنے قصد وارادے میں راشی کے تابع ہو گا۔ اگر اس کی نیت درست ہو گی تو اس پر لعنت نہیں پڑے گی ورنہ وہ اس کا مستحق ہو گا۔ اسی کے مطابق وہ روایت بھی ہے جس کو امام ابوداوُد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ شَفَعَ لِرَجُلٍ شَفَاعَةً فَاهْدٰى لَهُ عَلَيْهَا هَدِيَّةً فَقَدْ اَتٰى بَابًا كَبِيْرًا مِنْ اَبْوَابِ الرِّبَا))

"جس نے کسی شخص کے لیے کوئی سفارش کی اور اس سفارش (کے صلے) میں اسے کوئی تحفہ دیا گیا (اور لینے والے نے تحفہ قبول کر لیا) تو اس نے سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے (میں گھسنے) کا ارتکاب کیا۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ انھوں نے فرمایا:

((السُّحْتُ اَنْ تَطْلُبَ لِاَخِيْكَ الْحَاجَةَ فَتُقْضٰى فَيُهْدِى اِلَيْكَ هَدِيَّةً فَتَقْبَلُهَا مِنْهُ))

"سحت (حرام کمائی میں سے ایک) یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے لیے کوئی حاجت طلب کرو، پھر وہ ضرورت پوری کر دی جائے، اس کے صلے میں تمھارا وہ بھائی کوئی تحفہ پیش کرے اور تم اسے قبول کر لو۔"

حضرت مسروق سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک ظلم کی بابت ابن زیاد سے بات چیت کی جس کے نتیجے میں ابن زیاد نے جو کچھ ظلماً لیا تھا اس کو واپس کر دیا۔ جب حق دار کو اس کی چیز مل گئی تو اس نے آپ کی خدمت میں ایک غلام بھیجا جو آپ کی خدمت کر سکے۔ آپ نے اس

کے تحفے کو رد کر دیا اور قبول نہیں کیا اور فرمایا۔ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے:

((مَنْ رَدَّ عَنْ مُسْلِمٍ مَظْلَمَةً فَاَعْطَاهُ عَلٰى ذَالِكَ قَلِيْلاً اَوْكَثِيْرًا فَهُوَ سُحْتٌ، فَقَالَ الرَّجُلُ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ مَاكُنَّا نَظُنُّ اِنَّ السُّحْتَ اِلَّا الرِّشْوَةَ فِي الْحُكْمِ فَقَالَ ذَالِكَ كُفْرٌ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَنَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ وَ مَكْرٍ))

"جس شخص نے کسی مسلمان پر کیے گئے ظلم کو دفع کیا اور اس (کا حق اس) کو لوٹا دیا، پھر مظلوم نے اس کے صلے میں کم یا زیادہ کچھ بھی دے دیا تو وہ سحت ہو گا۔ اس شخص نے کہا ابو عبد الرحمٰن ہم تو سمجھتے تھے فیصلہ کرانے میں رشوت دینا ہی سحت ہے۔ انھوں نے فرمایا نہیں وہ تو کفر ہے 'نعوذ باللہ' اور ہم اللہ سے ہر بلا اور مصیبت کے مقابلے میں خیر اور عافیت کی دعا کرتے ہیں۔"

حضرت امام ابو عمرو اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ کی بابت منقول ہے کہ جن دنوں وہ بیروت میں رہائش پذیر تھے، آپ کے پاس ایک نصرانی آیا اور شکایت کی کہ بعلبک کے والی نے مجھ پر فلاں فلاں ظلم کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کو اس سلسلے میں کوئی خط لکھ دیں۔ یہ کہہ کر اس نے آپ کی خدمت میں شہد کا ایک مٹکا پیش کیا۔ امام صاحب موصوف نے جواب میں اس سے کہا تم مٹکا واپس لے جاؤ اور تم جو چاہتے ہو میں خط لکھ دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے والی کے نام ایک خط لکھا اور اس کے خراج میں تخفیف کے لیے کہا نصرانی نے مٹکا اٹھا لیا اور خط لے کر والی کے پاس پہنچا اور اس کے حوالے کیا۔ امام صاحب موصوف کی اس سفارش پر حاکم نے اس سے تیس(۳۰) درہم کی تخفیف کر دی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے زمرے میں ہمارا بھی حشر فرمائے۔

❋ ❋ ❋

چوالیسواں کبیرہ گناہ

جھوٹی گواہی دینا

یعنی شرعی یا غیر شرعی حاکم کے سامنے کسی ایسی چیز کی گواہی دینا جس کو وہ خود نہ جانتا ہو یا جس کی اسے تحقیق نہ ہو اور یوں بے تحقیق باطل اور جھوٹ باتیں منہ سے نکالتا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ جھوٹی گواہی دینا مہلک گناہ کبیرہ ہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے عظیم ترین کبیرہ گناہ شمار کیا ہے۔ چنانچہ شرک اور والدین کی نافرمانی والی روایت کے آخر میں آپ نے فرمایا تھا:

((وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ اَلاَ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ))

"جھوٹی گواہی دینا اور سنو جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا۔"

آج مسلم سماج میں جھوٹی گواہی دینے کا بازار گرم ہے۔ جھوٹی گواہی یا تو رشوت لے کر دی جاتی ہے اور جو کچھ کہلوایا جاتا ہے پورے دھڑلے سے کہہ دیا جاتا ہے' یا قرابت داری اور باہمی تعلقات کی وجہ سے اس قسم کی گواہی دی جاتی ہے' جیسے اپنے بھائی' چچازاد بھائی یا خاندان والے کی حمایت میں وہی کچھ کہہ دیا جاتا ہے جو ان کے موافق ہو' یا ان کی حمایت میں ان لوگوں کے خلاف جھوٹی گواہی دی جاتی ہے جن سے ان کا جھگڑا چل رہا ہو' یا جن کے خلاف گواہی دینا اس کے اپنے عزیزوں کے مفاد میں ہو' اور کبھی محض اس لیے کسی کی حمایت میں گواہی دی جاتی ہے کہ وہ کوئی مال دار اور اونچے مرتبے والا ہوتا ہے' یا اس کا تعلق والیان ریاست یا حکام سے ہے۔ یہ اور ان کے علاوہ وہ ایسے تمام بدترین مقاصد کے لیے گواہی دینا اسی زمرے میں شامل ہے جن کا مآل آخرت پر دنیا کو ترجیح دینا یا حق کے خلاف باطل کی حمایت کرنا ہوتا ہے۔

اور جیسا کہ قارئین نے مشاہدہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کی گواہی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے ہم پلہ قرار دیا ہے چنانچہ خزیم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے

منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا:

((صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ))(الحج: ۳۰)

"رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا جھوٹی گواہی اور اللہ کے ساتھ شرک کرنا برابر سرابر کر دیا گیا۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: پس تم شرک کی ناپاکی سے بچتے رہو اور جھوٹی گواہی کہنے سے بالکل ہٹے رہو' صرف خدا کے بندے ہو کر ایک طرف رہو۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔"

اس روایت[1] کو ترمذی' ابن ماجہ اور ابوداؤد نے نقل کیا رحمہم اللہ۔

اور جب یہ ظالمانہ شہادت اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے مترادف اور اس کے ہم پلہ ہے' اور یہ بات عیاں ہے کہ شرک نہایت درجہ ظالمانہ حرکت ہے جیسا کہ حضرت لقمان کی اپنی بیٹے کو وصیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِاِبْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمن: ۱۳)

"اور (ایک وقت وہ بھی تھا) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹا تو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ' اس لیے کہ (خدا کے ساتھ) شرک کرنا بڑا ظلم ہے۔"

اور شرک کرنے والے کا انجام بھی معلوم ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ

---

[1] اس روایت کو طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حسن سند کے ساتھ موقوفاً نقل کیا نیز یہ دونوں طریق سے صحیح ہے' خواہ اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف مرفوعاً نقل کیا جائے' خواہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر اس کو موقوف کیا جائے۔ بہر دو صورت اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ جھوٹی گواہی کا گناہ اس حدیث کی روشنی میں کتنا شدید ہے اور یہ فعل کس درجہ قبیح ہے۔

مِنْ اَنْصَارٍ﴾ (المائدہ : ۷۲)
"بے شک جو کوئی خدا کے ساتھ شریک بنائے گا خدا اس پر بہشت کو حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور ایسے ظالموں کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔"

تو ظلم پر مبنی یہ شہادت خدائے عظیم کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے مترادف ہوگی اور شرک حد درجہ ظالمانہ فعل ہے' مشرک خالص طریقے سے اپنے اس رب کی بندگی نہیں کرتا' جس نے اس کو عدم سے وجود بخشا کو اس طرح طرح کے انعامات سے نوازا' اس کے بجائے وہ اس کی بندگی کرتا ہے جو خود خدا کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں اور جو کسی عبادت اور بندگی کے مستحق نہیں ہیں اسی طرح جھوٹی گواہی دینے والا بجائے حق کی گواہی دینے کے باطل کی گواہی دیتا ہے اور فریق مخالف کے خلاف جزوی یا کلی طور پر ناحق کی شہادت دیتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جھوٹی گواہی دینے والا بھی بھاری ظلم کرنے والا متصور ہوگا' اس لیے کہ اول اس نے اپنے اوپر گناہ کیا اور عظیم گناہ کا مستوجب ہوا۔ پھر جس کے حق میں جھوٹی گواہی دی اس پر ظلم کیا کیونکہ اس کے لیے حق کے ساتھ گواہی نہیں دی اور جس کے حق میں جھوٹی گواہی دی اس پر بھی اس نے ظلم کیا اس لیے کہ کسی کے حق کے بغیر اس چیز کو لینا اس کے لیے ہرگز درست نہیں تھا۔ اس پر مستزاد قاضی اور حاکم کا ظلم یہ ہوگا کہ انھوں نے اس کی ناحق گواہی کی بنا پر باطل کا فیصلہ دیا اور یہ معلوم ہے کہ خود ظلم و ستم اور ظلم و ستم کرنے والے کے لیے کس حد تک وعید وارد ہے؟

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
((اِتَّقُوْا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَ هُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ))
"ظلم سے پرہیز کرو کیونکہ قیامت کے دن ظلم تاریکیاں بن جائے گا اور کنجوسی سے بھی اجتناب کرو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کر دیا' اسی کنجوسی نے انھیں خون ریزی کرنے اور محرمات کو حلال بنانے پر آمادہ کیا۔"

اس روایت کو مسلم اور ان کے علاوہ محدثین نے نقل کیا۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُوالْمُسْلِمِ لَایَظْلِمُهُ وَلَا یَخْذُلُهُ وَلَا یَحْقِرُهُ التَّقْوٰی هٰهُنَا التَّقْوٰی هٰهُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِهٖ بِحَسْبِ امْرِیٍٔ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَعِرْضُهٗ وَمَالُهٗ))

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے' نہ اس کو بے مدد چھوڑے' نہ اسے حقیر جانے (یہ کہہ کر) اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہاں تقویٰ ہے' یہاں تقویٰ ہے' کسی شخص کا یہی شر بہت ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون' اس کی عزت و آبرو اور اس کا مال۔ سب (ایک دوسرے پر) حرام ہے۔''

اس روایت کو بھی مسلم نے نقل کیا۔

غرض جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے' کیونکہ ایک جھوٹی گواہی کے اندر بہت سے مفاسد اور انگنت مظالم پنہاں ہیں۔

(۱) پہلے عرض کیا گیا ہے کہ جس نے جھوٹی گواہی دی اس نے خود اپنے حق میں ظلم کیا اور جس کے حق میں غلط سلط گواہی دی اور یہ گواہی جس کے خلاف پڑی ان سب پر ظلم کیا۔

(۲) اس نے بہت بڑا گناہ کیا۔

(۳) اور اس طرح گویا اس نے خدا کے سامنے مبارزت کی' کیونکہ آخر اللہ پاک نے جو پیغمبر بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں ان کا مقصد اور نصب العین یہی تھا کہ انصاف کا بول بالا ہو۔

لہٰذا اس مجرم کو اگر گواہی ہی دینی تھی تو حق اور انصاف کی گواہی دیتا اور اگر جانتا ہی نہ تھا تو سرے سے شہادت ہی نہ دیتا۔ لیکن اس کے بجائے اس نے ظلم و عناد پر مبنی گواہی دی اور اس کا سبب بنا کہ جس کے خلاف اس کی گواہی پڑی' اسے جرمانے کے طور پر اپنا مال' اپنا گھر' اپنی زمین یا اپنی اہلیہ سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اہلیہ سے اس لیے کہ اس کے خلاف طلاق کی جھوٹی گواہی دی گئی' یا ناحق خون بہانے کی گواہی گزاری گئی۔

(۴) اس کی بدولت حقوق کا ضیاع لازم آیا۔

(۵) عقلیں ماری گئیں۔

(۶) ظلم وجور پھیلانے والوں کے ہاتھ مضبوط ہوئے۔

(۷) امن و آشتی کی بنیادیں ڈھادی گئیں' اس لیے کہ گناہوں کے ارتکاب پر لوگ نڈر ہوئے اور انھیں سہارا ملا کہ سماج میں ایسا طبقہ موجود ہے جو سرکش اور مجرم ہے اور فسق و فجور میں غرق ہے اور جس نے دین و ایمان کا جوا اپنے کاندھے سے اتار پھینکا اور جھوٹی گواہی کے درپے ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی بدولت ان کا مال ناحق چھینا گیا' ناحق خون بہایا گیا اور اس گواہی کی پاداش میں ایسے فتنوں نے سر اٹھایا جن کی بنا پر جان' مال اور عزت و آبرو کو سر بازار رسوا کیا گیا اور جن کے خلاف گواہی دی گئی انھیں ہلاکت آفرینی اور کڑی دشواریوں سے گزرنا پڑا۔ ان کے گھر کھنڈر ہو کر ویران ہوئے' ان کا مال و متاع چھینا گیا اور سیم و زر کے باوجود وہ پائی پائی کو ترس گئے اور ان کے پاس کچھ بھی نہ رہا۔

بے شمار عورتیں طلاق پا کر اپنے خاوندوں سے علیحدہ ہوئیں اور انھیں دوسرے مردوں کے عقد میں جانا پڑا۔ ان کے بچوں کو ان سے ناحق چھین لیا گیا اور یہ سب اسی جھوٹی گواہی کا نتیجہ تھا اور یہی وہ مفاسد تھے جن کی بنا پر رسول اکرم ﷺ نے اس گناہ کو شرک کے برابر قرار دیا' اور آپ نے جتنی بار اس کو دہرایا اور جتنا غیظ و غضب کا اظہار اس گناہ کے ذکر پر کیا' کسی اور گناہ جیسے قتل و خونریزی اور زناکاری کے ذکر پر نہیں کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹی گواہی اور اس کا گناہ کتنا عظیم ہے۔ اس جرم اور اس کی سزا کی ہولناکی کے لیے وہ بیان بھی کافی ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَنْ تَزُوْلَ قَدَمُ شَاهِدِ الزُّوْرِ حَتّٰى يُوْجِبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ))

"جھوٹی گواہی دینے والے کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے جب تک جہنم اس کے لیے واجب نہیں کر دی جائے گی۔"

اس روایت کو ابن ماجہ اور حاکم نے نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ نیز طبرانی نے اس کو اوسط میں نقل کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

((إِنَّ الطَّيْرَ لَتَضْرِبُ بِمَنَاقِيْرِهَا وَتُحَرِّكُ أَذْنَابَهَا مِنْ هَوْلِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَا يَتَكَلَّمُ بِهِ شَاهِدُ الزُّوْرِ وَلَاتُفَارِقُ قَدَمَاهُ عَلَى الْأَرْضِ حَتّٰى يُقْذَفَ بِهِ فِي النَّارِ))

"قیامت کی ہولناکی اور جھوٹی گواہی دینے والے کی گواہی سے پرندوں کو بھی اتنی وحشت ہوتی ہے کہ مارے ڈر کے وہ اپنی چونچ زمین پر مارنے لگتے ہیں اور دموں کو ہلاتے ہیں۔ اور جھوٹی گواہی دینے والوں کے قدم زمین سے لگتے ہیں انھیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔"

اے جھوٹی گواہی دینے والے کیا تو نے باری تعالیٰ کے اس ارشاد کو نہیں سنا:

﴿فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ (الحج : ۳۰)

"پس تم شرک کی ناپاکی سے بچتے رہو اور جھوٹی بات کہنے سے بالکل ہٹے رہو۔"

نیز رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی تو نے نہیں سنا کہ:

((اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ اَلَا وَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ))

"سنو کیا میں تمھیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ نہ بتاؤں؟ یہ آپ نے تین بار فرمایا (پھر فرمایا) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' اور جھوٹی گواہی دینا۔ ہاں جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بات بولنا۔"

کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی نہیں سنا کہ آپ نے فرمایا:

جُعِلَ شَهَادَةُ الزُّوْرِ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ

"جھوٹی گواہی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر قرار دیا گیا۔"

غور کرو! تم مسلمان ہوتے ہوئے آخر کیسے جھوٹی گواہی دیتے ہو اور دونوں پر ظلم کرتے ہو' اس پر بھی جس کے خلاف تم نے گواہی دی' اور اس پر بھی جس کے حق میں تمھاری گواہی پڑی۔ تمھیں باری تعالیٰ کے اس ارشاد کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾ (ابراھیم : ۴۲)

"اور تو ظالموں کے اعمال سے خدا کو ہرگز غافل مت جان' وہ ان کو اس دن تک مہلت دیتا ہے جس دن ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔"

جب تم اللہ کے سامنے کھڑے ہو گے اور اس ظالمانہ گواہی کی بابت تم سے پوچھا جائے گا تو تم

کیا کہہ سکو گے؟ سوچو اللہ تعالیٰ کیا کہتا ہے:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَالِكَ مَاكُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذَالِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَّشَهِيْدٌ﴾ (ق : ١٨ - ٢١)

"انسان جو بھی لفظ بولتا ہے' اس کے پاس نگران حال مستعد ہوتا ہے' اور موت کی سختی واقعی شکل میں آئے گی۔ یہ وہ موت ہے جس سے تو بھاگتا تھا' اور صور میں پھونکا جائے گا' وہی دن ڈرانے کا ہوگا۔ اس روز ہر شخص آئے گا اور اس کے ساتھ ایک چلانے والا اور ایک گواہ ہوگا۔"

نیز فرمایا:

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهِ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾ (عبس : ٣٤ - ٣٧)

"جس روز ہر آدمی اپنے بھائی سے' اپنی ماں سے' اپنے باپ سے' اپنی بیوی سے' اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ہر آدمی کو اپنی فکر ہوگی جو اس کو دوسروں سے بے خبر کر دے گی۔"

نیز فرمایا:

﴿مَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ (المومن : ١٨)

اس روز ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا' جو ان کی تکلیف کو رفع کرائے۔"

✵ ✵ ✵

پینتالیسواں کبیرہ گناہ

والدین کی نافرمانی کرنا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا:

((اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا' اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ اَلَا وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَمَازَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهٗ سَكَتَ))

"رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا' والدین کی نافرمانی کرنا' جھوٹی گواہی دینا۔ اور سنو جھوٹ بولنا۔ آپ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے' اس فرمان کے ساتھ ہی سیدھے بیٹھ گئے اور دیر تک مکرر سہ کرر یہی فرماتے رہے۔ ہم نے اپنے دل میں کہا کہ آپ اگر خاموش ہو جاتے تو اچھا ہوتا۔"

اس روایت کو امام بخاری' امام مسلم اور امام ترمذی رحمہم اللہ نے نقل کیا۔

یہ حدیث تین کبیرہ گناہوں پر مشتمل ہے۔

۱--- اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔

۲--- ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

۳--- جھوٹی گواہی دینا۔

شرک کبیرہ گناہ ہے۔ اس کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح جھوٹی گواہی کی بابت تفصیل ابھی گزری ہے---- زیر نظر سطروں میں ہم والدین کی نافرمانی کی بابت کچھ عرض کریں گے۔

"والدین کے حقوق" کا مطلب تو یہ ہے کہ ان کے واجبات اور فرائض کو حسن و خوبی سے ادا کیا جائے' ان کے ساتھ نرمی برتی جائے اور ان کی تعظیم کی جائے ---- اور ان کی نافرمانی کا مطلب یہ ہے کہ انھیں چھوڑ دیا جائے اور ان دونوں کے ساتھ یا کسی ایک کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا جائے یا ان کے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی برتی جائے۔

بہر حال "عقوق" یا نافرمانی میں ہر وہ سلوک شامل ہے جس سے ماں باپ یا کسی ایک پر غصہ آ جائے' کتاب و سنت کی رو سے اس قسم کی حرکت زبردست کبیرہ گناہ ہے۔ صحیح احادیث میں اس عمل کو گناہ کبیرہ شمار کیا گیا ہے' جس کی پاداش میں آخرت کا عذاب تو ہو کر رہے گا لیکن دنیا میں بھی اس کا خمیازہ بھگتنا ہو گا۔ نیز ایسے شخص کی گواہی دنیا میں مردود ہو گی اور وہ فاسق کہلائے گا۔ اگر دنیا میں اس نے توبہ نہیں کی اور ماں باپ کو راضی نہیں کیا تو آخرت میں اسے آگ کا عذاب ہو گا' اور اگر اس سلسلے میں وارد ہونے والی آیتیں اور روایتیں نہ بھی ہوتیں تب بھی عقل و شعور کا یہی فیصلہ ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا مروت نہیں ہے۔ ذوق سلیم اور وجدان بھی یہی کہتا ہے اور انسانیت کا بھی تقاضا ہے کہ جن پاک نفوس نے بچپن میں اپنی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کیا' وہی اولاد ان کے بڑھاپے میں ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے اور انھیں اذیت پہنچائے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ٦٠)

"نیکی کا بدلہ تو نیکی ہی ہوتا ہے۔"

والدین کی شان میں فرمایا:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (النساء: ٣٦)

"اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہو' اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔"

پچھلی امتوں کو اس کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾

(البقرہ: ۸۳)

”اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے اس امر کا عہد لیا تھا کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔“

نیز ایک سے زائد آیتوں میں وارد ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنی چاہیے۔ ان کی حکم عدولی کرنا حرام ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ (الاسراء: ٢٣، ٢٤)

”تیرے پروردگار نے حکم دے رکھا ہے کہ میرے سوا کسی کی عبادت مت کرنا اور اپنے ماں باپ سے حسن سلوک کرنا' اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچیں تو تم ان کو اف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان کی عزت سے مخاطب کیا کرو اور محبت سے ان کے آگے جھک جایا کرو اور ان کے لیے دعا کرتے ہوئے کہو کہ پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے میری لڑکپن میں پرورش کی۔“

باری تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی سنو ---- فرماتا ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (النساء: ٣٦)

”اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہو' کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔“

غور کرو اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے حقوق کو کس طرح اپنے حقوق کے ساتھ جوڑا ہے۔ فرمایا:

﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ (لقمان: ١٤)

”میرے شکر گزار رہو اور اپنے والدین کے (شکر گزار رہو) میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے۔“

نیز ان کی شکر گزاری کو اپنی شکر گزاری کے ساتھ جوڑا اور اسی کی طرح اکثر آیات میں والدین کے حقوق کی ادائیگی کو اپنے حقوق کے ساتھ مربوط فرمایا' اور اس تمام تر ربط اور تعلق

سے اگر کسی چیز کا ثبوت ملتا ہے تو وہ یہ ہے کہ کسی انسان پر اس کے خالق و مالک کے حق یعنی اس کی بندگی کے بعد صرف والدین کا حق واجب ہوتا ہے۔ چنانچہ سورہ اسراء کی ان آیات پر غور کریں جن میں ارشاد ہے:

﴿وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيْرًا﴾ (الاسراء: ٢٣، ٢٤)

"تمھارے پروردگار نے حکم دے رکھا ہے کہ میرے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور اپنے ماں باپ سے حسن سلوک کرو' اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچیں تو تم ان کو اف تک نہ کہو' نہ ان کو جھڑکو ان کو عزت سے مخاطب کیا کرو اور محبت سے ان کے آگے جھک جایا کرو اور ان کے لیے دعا کرتے ہوئے کہو کہ پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے میرے لڑکپن میں میری پرورش کی۔"

آیات بالا میں **وقضی ربك** کے بلیغ لفظ سے حقوق والدین کی تاکید فرمائی اور حکم صادر فرمایا۔ پہلے اپنی بندگی کا حکم دے کر پھر ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی اور یہ بتایا کہ ماں باپ جب بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو ناطاقتی اور کمزوری کے سبب وہ تعاون اور اعانت کے خواہاں ہوتے ہیں' ایسے وقت نادان اولاد کبھی اپنے بوڑھے ماں باپ کو اف کہہ دیتی ہے' کبھی ان کی باتیں سن کر ناک بھوں چڑھاتی ہے۔ اس بدسلوکی' بدتمیزی اور اف تک کہنے سے منع کیا گیا ---- اور اگر "اُف" سے بھی معمولی لفظ ہوتا جس سے ممانعت اللہ تعالیٰ کو مقصود ہوتی تو اس سے بھی اللہ منع فرمادیتا۔

پھر "اُف" کہنے اور سخت سست کہنے سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی تاکید کی کہ **وقل لهما قولا كريما** یعنی ان سے نرمی اور ملائمت سے بات کہو' جیسے یوں کہو' جناب والد صاحب' اور جب وہ پکاریں تو یوں کہو "میں حاضر ہوں" یوں ہی ان کا احترام کرو۔ وہ بات کریں تو بیچ میں دخل نہ دو' ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو---- آگے چل کر

تواضع کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾

"اور محبت سے ان کے آگے جھک جلیا کرو"

پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ارشاد ہوا کہ ان کے حق میں دعائے خیر کرو اور کہو کہ

﴿رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾

"پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے میری لڑکپن میں پرورش کی-"

مذکورہ آیات کے بعد چند احادیث درج کی جاتی ہیں' جن میں ماں باپ کی نافرمانی کی مذمت وارد ہے-

(۱) حضرت مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور وہ اس کو رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعِ وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةُ السَّوَالِ وَإِضَاعَةُ الْمَالِ))

"اللہ تعالٰی نے تم پر اپنی ماؤں کی نافرمانی کرنا حرام کیا ہے اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اور جن کا تم پر حق ہے اس کو ادا نہ کرنا اور جو بات تمھیں ان سے طلب نہ کرنی چاہئے' اس کو طلب کرنا اور تمھیں نازیبا ہے کہ تم فضول قیل و قال کرو اور مسائل میں زیادہ سوال کرو اور مال کو ضائع کرو-"

اس روایت کو امام بخاری وغیرہ نے ذکر کیا-

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں- آپ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْمَنَّانُ عَطَاءَهُ وَثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ الْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ الدَّيُّوْثُ وَالرَّجْلَةُ))

"تین آدمی ایسے ہیں جن پر اللہ تعالٰی قیامت کے دن نظر بھی نہیں ڈالے گا- اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا' عادی شرابی' اور احسان کر کے اس کو جتلانے والا- اور تین آدمی جنت میں نہیں داخل ہوں گے' اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا'

دیوث (بھاڑ کھانے والا) اور (مرد نما) عورت۔"

اس روایت کو نسائی اور بزار نے نقل کیا۔ الفاظ انہی کے ہیں۔ دونوں کی اسناد جید ہے۔ نیز حاکم نے بھی اس کو نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے' نیز اس کے ابتدائی حصے کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ حَرَّمَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَ الْعَاقُّ وَالدَّيُّوْثُ الَّذِىْ يُقِرُّ الْخُبْثَ فِىْ اَهْلِهِ))

"تین آدمیوں پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے۔ عادی شرابی پر' ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے پر' اور دیوث پر جو اپنی بیوی کی بدکاری کی خبر رکھتا ہے (لیکن اس کو منع نہیں کرتا)"

اس روایت کو احمد نے ذکر کیا۔ الفاظ انہی کے ہیں' نیز امام نسائی' بزار اور حاکم نے بھی اس کو نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ، قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ))

"منجملہ کبیرہ گناہوں کے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا' کوئی اپنی ماں اور باپ کو گالی بھی دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ آدمی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے' وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔"

اس روایت کو امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمہم اللہ نے نقل کیا۔

❋ ❋ ❋

چھیالیسواں کبیرہ گناہ

والدین کو گالی دینا

والدین کی نافرمانی کی بدترین نوعیت یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے اور اس طرح خود اپنے ماں باپ کو گالی دلائے گالی کی طرح مار پیٹ، الزام تراشی اور غیبت کا بھی یہی حکم ہے۔ شیطان ان لوگوں کے لیے جال بچھاتا ہے، اسی لیے انھیں سوائے گالی گلوچ کے کسی چیز سے سکون اور چین نصیب نہیں ہوتا۔

اس قماش کی بدترین مخلوق آج ہمارے سماج میں دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ افسوس کہ ہماری زبان پر ہر بگڑی ہوئی صورت حال کے لیے گالی چڑھی ہوئی ہے۔ کاش سماج میں اس قسم کا جذبہ کارفرما ہوتا کہ کسی معمولی لغزش پر معذرت کی جاتی یا حقیر غلطی یا گناہ پر معقول عذر پیش کیا جاتا یا مناسب طریقے سے معافی مانگ لی جاتی۔ اور یہ کیونکر ہو گا جب کہ آج ہم اپنے بچوں کو ان کی کچی عمر سے مادر پدر کی گالی سکھاتے ہیں اور ان کی توتلی زبان سے گالی سن کر خوش ہوتے ہیں۔

نافرمانی اور سرکشی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بیٹا خود کو اپنے باپ کے ہم پلہ قرار دے چنانچہ عتبی نے اپنے ایک چھوٹے بچے سے کہا بیٹا اللہ نے میری بابت تمھیں جس بات کی تاکید کی ہے، اس کو مد نظر رکھو۔ اس نے جواب دیا ابا جان آپ بھی میری بابت اس بات کا خیال رکھیں جس کی تاکید اللہ نے آپ کو کی ہے۔ آپ بھی اس ہاتھ دیں اس ہاتھ لیں۔

بعض لڑکوں میں نافرنی کے جراثیم اس حد تک سرایت کر جاتے ہیں کہ انھیں اپنے باپ کی طرف خود کو منسوب کرنے میں شرم آتی ہے، بالخصوص جب وہ کسی قابل ذکر سوسائٹی میں متعارف ہوتے ہیں اور انھیں مالی فراغت نصیب ہوتی ہے دوسری طرف ان کے والدین نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور انھیں وافر دولت نصیب نہیں ہوئی۔

نافرمانی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بیٹا نادار والدین پر اخراجات میں تنگی کرے اور انھیں اس حد تک مجبور کرے کہ انھیں خرچ کی خاطر کورٹ میں فریاد درج کرنی پڑے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امیہ بن ابوانے اپنے بیٹے پر ناراضی کا اظہار کیا' کیونکہ کبر سنی اور بڑھاپا آنے پر بیٹے نے باپ کے اخراجات میں بخل سے کام لیا تھا انھوں نے کہا:

غذوتك مولودا وعلتك يامغا   تعد بما اجنى عليها وتنهل

جب تو شیر خوار تھا' میں نے تیری خورد و نوش کا اہتمام کیا۔ پھر جب تو جوان ہوا میں نے تیری کفالت کی 'لیکن آج میری لغزش پر توبیخ پا اور غضب ناک ہوتا ہے۔

اذ الیلة نابتك بالشجو لم ابت   لشكواك الا ساهرا التملك

جب کوئی رات دلی غم کے ساتھ تجھ پر کوئی آفت لے کر آتی تو تیری تکلیف پر میں بیدار رہ کر بستر پر کروٹیں بدلتا تھا۔

كاني انا المطروق دونك بالذى   طرقت به دونى فعينى تهمل

گویا جو مار تجھ پر پڑی وہ تجھ پر نہیں بلکہ مجھ پر پڑی' اس لیے میری آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔

تخاف الردى نفسى عليك وانني   لاعلم ان الموت حتم موجل

میری جان تجھ پر ہلاکتوں سے ڈرتی ہے اور میں جانتا ہوں کہ موت یقینی اور آنے والی ہے۔

فلما بلغت السن والغاية التى   اليها مدى ماكنت فيك اومل

جب میں اس عمر کو پہنچا اور ان کی حدوں تک میری رسائی ہوئی جس کی میں امید کرتا تھا۔

جعلت جزائى غلظة وفظاظة   كانك انت المنعم المتفضل

تو تو نے اس کا بدلہ درشتی اور سختی کی شکل میں دیا' گویا تو ہی میرا محسن اور مجھ پر فضیلت رکھنے والا ہے۔

فليتك اذلم ترع حق ابوتى   فعلت كما الجار للمجاور يفعل

کاش جب تو نے پدرانہ حق ادا نہیں کیا تو کم از کم اتنا ہی کیا ہوتا جتنا پڑوس کا رہنے والا کرتا ہے۔

والدین کے ساتھ نیکی کی فصل کا تتمہ

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں:

((سَألت رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ؟ قَالَ الصَّلَاةُ عَلٰی وَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ))

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا اللہ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔''

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ نے نقل کیا۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَجْزِی وَلَدٌ وَالِدَهُ اِلَّا اَنْ یَجِدَهُ مَمْلُوْکًا فَیَشْتَرِیَهُ فَیُعْتِقَهُ))

''کوئی بیٹا اپنے باپ کا بدلہ چکا نہیں سکتا' سوائے اس کے کہ بیٹا اپنے باپ کو بحالت غلامی پاکر اسے خرید لے اور آزاد کر دے۔''

اس روایت کو امام مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ

((جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَاذَنَهُ فِی الْجِهَادِ فَقَالَ اَحَیٌّ وَالِدَاكَ؟ فَقَالَ نَعَمْ. قَالَ فَفِیْهِمَا فَجَاهِدْ))

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی۔ آپ نے پوچھا کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا انہی میں تمھارا جہاد ہے۔''

اس روایت کو بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے نقل کیا۔

(۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُمَدَّ لَهُ فِيْ عُمْرِهِ وَ يُزَادَ فِيْ رِزْقِهِ فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ))

"جسے اپنی عمر میں درازی اور رزق میں فراخی سے خوشی ہوتی ہو' اسے چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔"

اس روایت کو امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا۔ نیز اس کے رواۃ صحاح ستہ میں قابل حجت ہیں' اور صحاح میں یہ روایت نیکیوں کے مختصر تذکرے کے تحت درج ہے۔

(۵) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهُ وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ))

"یہ حقیقت ہے کہ آدمی گناہ کا مرتکب ہو کر روزی تک سے محروم ہو جاتا ہے' دعائیں تقدیر میں رد و بدل کر دیتی ہیں اور نیکی کرنے سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔"

اس روایت کو ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا الفاظ ابن حبان کے ہیں نیز حاکم نے بھی قدرے تقدیم و تاخیر کے ساتھ اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

(۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے:

((اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى اَوَاهُمُ الْمَبِيْتُ اِلَى غَارٍ فَدَخَلُوْهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ فَقَالُوْا اِنَّهُ لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوْا اللّٰهَ لِصَالِحِ اَعْمَالِكُمْ قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ اَللّٰهُمَّ كَانَ لِيْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَ كُنْتُ لَا اَغْبِقُ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَلَا مَالًا فَنَاٰى بِيْ طَلَبُ شَجَرٍ يَوْمًا فَلَمْ اَرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا

فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ فَكَرِهْتُ اَنْ اَغْبِقَ قَبْلَهُمَا اَهْلًا اَوْمَالًا فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰی یَدِی اَنْتَظِرُ اِسْتِیْقَاظَهُمَا حَتّٰی بَرَقَ الْفَجْرُ فَاسْتَیْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِیْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ فَانْفَرَجَتْ شَیْئًا لَایَسْتَطِیْعُوْنَ الْخُرُوْجَ))

''تم میں سے پہلے زمانے کے تین آدمی جا رہے تھے' اتنے میں رات آگئی۔ سب ایک غار کے اندر رات میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اتنے میں غار کے دہانے پر پتھر کی ایک چٹان آکر گر گئی اور یہ لوگ غار میں بند ہو گئے۔ بالآخر انھوں نے آپس میں کہا دیکھو جو نیک اعمال تم نے خدا کے واسطے کیا ہو' اس کا واسطہ پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ دروازہ کھول دے گا' چنانچہ ایک شخص بولا الٰہی میرے والدین بہت بوڑھے تھے' میں شام کو جانوروں کا دودھ دوہ کر اپنے بال بچوں سے پہلے والدین کو دودھ پلایا کرتا تھا۔ ایک روز جنگل چونکہ دور تھا' اس لیے مجھے دیر ہو گئی۔ رات کو آیا تو والدین سو چکے تھے۔ حسب معمول میں دودھ دوہ کر دودھ کا پیالہ لے کر سرہانے کھڑا ہو گیا اور ان سے پہلے بچوں کو پلانا بھی ٹھیک نہ تھا۔ غرض اسی حال میں ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی۔ تب وہ بیدار ہوئے اور شام کا دودھ انھوں نے پیا۔ الٰہی اگر تیرے علم میں میرا یہ فعل محض تیری رضاجوئی کے لیے تھا تو ہمارے لیے کشائش پیدا فرما کہ ہم اس چٹان کی تنگی سے نجات پا جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے چٹان کو تھوڑا سا کھول دیا لیکن اب بھی وہ نکل نہیں سکتے تھے۔''

اوپر بیان کی گئی پہلی حدیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس سوال کے جواب میں کہ کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟

پہلے آپؐ نے نماز کا ذکر فرمایا' کیونکہ نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ یہی کفر اور اسلام کے درمیان علامت امتیاز ہے' اور حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہے کہ دین میں نماز کو ٹھیک وہی مقام حاصل ہے جو جسم کے اندر سر کو حاصل ہے۔ پھر آپؐ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو جہاد سے پیشتر ذکر فرمایا حالانکہ سبھی جانتے ہیں کہ جہاد کو کس قدر فضیلت اور

فوقیت حاصل ہے۔

بے شمار آیات وروایات میں اس کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ یہ ایک فضیلت بھی اس کے لیے کافی ہے کہ خدا کی راہ میں مرنے والا شہید ہوتا ہے اور شہدا کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (آل عمران : ١٦٩)

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں، تم ان کو مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ دراصل زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں۔"

اس کے باوجود حدیث شریف میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کو جہاد پر مقدم کیا گیا ہے اور تیسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر صراحت کی ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک جہاد پر مقدم ہے، کیونکہ جب آپؐ نے سائل سے دریافت کیا کہ کیا تمھارے والدین زندہ ہیں تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ تب آپؐ نے فرمایا تمھارا جہاد انھی کے ساتھ ہے۔[1]

دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے آگاہ کیا کہ کوئی اولاد اپنے ماں باپ کے حقوق کو کماحقہ ادا نہیں کر سکتی، خواہ ماں باپ کے ساتھ کیسی بھی نیکی یا بھلائی کا کام کیوں نہ انجام دے سوائے اس کے کہ باپ غلام رہا ہو اور اس کا بیٹا اسے خرید کر آزاد کر دے یہ صورت اس لیے مستثنیٰ ہے کہ بیٹے نے اپنے باپ کو غلامی کی تنگنائے سے آزادی کی کشادگی کی طرف نکلنے کا موقعہ دیا، اور یہ بات معروف ہے کہ جس نے کسی غلام کو آزاد کیا اس کے ہر عضو کے بدلے

---

[1] علما کہتے ہیں کہ جس صورت میں جہاد فرض کفایہ ہے مثلاً جب مسلمان پہل کریں تو اس صورت میں جہاد پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کو فوقیت حاصل ہوگی، اسی طرح مقروض پر لازم ہوگا کہ قرض خواہ کا حق پہلے ادا کرے اور اس سے کہا جائے گا کہ قرض کی ادائیگی پہلے کرو یا اس کے لیے کام کاج کرو اور سردست جہاد کے لیے مت جاؤ، کیونکہ اس حال میں قرض کی ادائیگی فرض عین ہے، جب کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر جہاد فرض عین ہو جائے مثلاً دشمن ہمارے ملک میں گھس آئے جیسے فلسطین میں آج ہم دیکھ رہے ہیں تو اس صورت میں جہاد میں جانا مقدم ہوگا اور ماں باپ اور قرض خواہ کے حقوق پر اس کو برتری حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کو جہنم سے رہائی عطا فرمائے گا' یہاں تک کہ شرم گاہ کے بدلے شرم گاہ کو رہائی نصیب ہو گی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

چوتھی حدیث میں عمر کی درازی اور رزق میں فراخی کے اسباب میں سے ان اسباب کا ذکر کیا۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنا' صلہ رحمی کرنا وغیرہ اور عمر میں درازی کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اوقات میں برکت عطا فرماتا ہے اور بندہ چھوٹی عمر میں بہت سارے ایسے اعمال کر لیتا ہے جو اچھے اچھے لوگ بڑی عمر میں نہیں کر پاتے۔

پانچویں حدیث میں ارشاد ہوا کہ تقدیر محض دعاؤں سے پلٹ جاتی ہے اور نیکیوں سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہی مفہوم چوتھی حدیث میں وارد ہے' نیز یہ امر ملحوظ رہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔ تقدیر مبرم' اس تقدیر کا کوئی علاج نہیں۔ دوسری تقدیر معلق ہے۔ یہی وہ تقدیر ہے جو دعاؤں اور صدقات و خیرات وغیرہ سے بدل سکتی ہے۔

چھٹی حدیث میں تین آدمیوں کا ذکر ہے۔ بارش سے بچنے کے لیے جب انھوں نے غار میں پناہ لی اور چٹان دروازے پر آ پڑی اور کوئی صورت نکلنے کی نہیں رہی' اس لیے کہ چٹان انتہائی بھاری تھی' نہ وہ خود سے اس کو ہٹا سکتے تھے' نہ چیخ پکار اور فریاد کر کے کسی کو بلا سکتے تھے۔ کیونکہ وہاں ان کی کوئی سننے والا نہیں تھا' اور وہ بستی سے کافی دور تھے تو ایسی صورت میں انھوں نے غور و فکر کیا۔ آخر انھیں یہ راستہ ملا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے نیک اعمال کا وسیلہ ڈھونڈیں۔ چنانچہ ان میں سے ہر شخص نے اپنے اس نیک عمل کے وسیلے سے اللہ سے دعا کی جسے پہلے اس نے کبھی کیا تھا۔ اتفاق سے ان میں سے ایک نے اپنے ماں باپ کے ساتھ ایک نیکی کی تھی' اس نے اسی کے وسیلے سے اللہ سے دعا کی اور چٹان تھوڑی سی سرک گئی۔ دوسرے شخص نے زناکاری سے گریز کیا تھا اور عورت سے حد درجہ قریب جا کر بھی اس کی عصمت کو تار تار نہیں کیا تھا۔ اس نے اس کے وسیلے سے دعا مانگی۔

تیسرے شخص نے اپنے مزدور کی اجرت کو نفع بخش کاروبار میں لگا کر اس کو بڑھایا تھا۔

ان تینوں کی ان دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے چٹان کو ہٹا دیا اور لوگ غار سے نکل گئے۔

اس حدیث کو بطور ثبوت اس لیے پیش کیا گیا کہ والدین کے ساتھ نیکی بلند ترین اعمال صالحہ میں سے ایک ہے' یہاں تک کہ جو شخص یہ نیکی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے گلوخلاصی

اور رہائی عطا فرماتا ہے اور کرب والم سے نجات دیتا ہے۔

مذکورہ بالا روایتوں سے ہمیں والدین کے ساتھ نیکی کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کو ان کے ساتھ کس درجہ حسن سلوک اور شفقت کرنا چاہئے۔ ان کے ساتھ اعزاز واکرام سے پیش آنا چاہئے اور دیگر فرائض کو بخوبی انجام دینا چاہئے۔ نیز ان تمام ضرورتوں کو پورا کرنا چاہئے جن کا بوڑھے ماں باپ تقاضا کریں' یا ان میں سے کسی ایک کو اس کی ضرورت لاحق ہو۔

یہ حقیقت ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی روایتیں بہت سی ہیں' سردست ہم نے جس قدر احادیث پیش کی ہیں' اشارے کے طور پر یہی کافی ہیں۔۔۔۔

نیک توفیق صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے

سینتالیسواں کبیرہ گناہ

رسول اللہ ﷺ یا آپ کی آل و اصحاب کی زندگی کی تصویر کشی کرنا (فلمانا)

اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمن یہودیوں اور بعض کینہ پرور عیسائیوں نے ان دنوں ایک چکر چلا رکھا ہے اور کچھ نام نہاد مسلمان محض دنیا کمانے کے لیے ان کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ ان سب نے درپردہ سازش کر کے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو فلمانے کی شرم ناک حرکت ایک عرصے سے شروع کر رکھی ہے۔ اس طرح کی فلموں نے اس سرے سے اس سرے تک پوری اسلامی دنیا اور مسلم حلقوں میں ایک تہلکہ مچا رکھا ہے اور اس بدبختانہ حرکت پر اسلامی دینیات کے ماہرین اور مسلم علما نے سخت احتجاج کیا ہے' اس لیے کہ یہ نہایت اوچھی حرکت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے مرتبے کے سراسر منافی اور منصب نبوت کے بالکل خلاف ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا منصب اور آپؐ کا مقام کسی پر مخفی نہیں۔ نیز یہ بھی ہر کوئی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی عظمت و توقیر اور آپ کے اعزاز و اکرام کی کس قدر تاکید فرمائی ہے۔ نیز آپ کی محبت و الفت اور اس راہ میں جان و مال اور عزت و آبرو سب کچھ قربان کر دینے کا حکم فرمایا ہے۔ پھر یہی نہیں کہ آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا ایک فریضہ ہے اور اس پر اکتفا کرنا ہمارے لیے کافی ہے' بلکہ اس سے بڑھ کر بھی ہم پر کچھ مزید ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام ابوالعباس ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ان کے دل' ان کی زبان اور ان کے اعضا و جوارح پر رسول اللہ ﷺ کی بابت مزید کچھ حقوق واجب فرمائے ہیں۔ ان حقوق

میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کے نبی مسلمانوں کے حقوق میں ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَ اَبْنَاءُ كُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾

(التوبة : ۲٤)

”تو کہہ دے کہ اگر تمھارے باپ ' بیٹے ' بھائی بند ' بیویاں اور کنبے برادری کے لوگ اور مال و اسباب جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے خسارے سے تمھیں ڈر لاحق ہے اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو ' یہ سب کچھ تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پسند ہوں تو صبر کرو جب تک خدا (تمھاری ہلاکت کے لیے) اپنا حکم بھیجے۔“

صحیحین میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ))

”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میری ذات اس کے نزدیک اس کی اولاد ' اس کے والد اور تمام لوگوں کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ نہ ہو۔“

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو آپ کی عظمت و توقیر کا حکم فرمایا:

﴿اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَنَذِيْرًا لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَاَصِيْلًا﴾ (الفتح : ۸)

”ہم نے تم کو گواہ بنا کر بھیجا ہے اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ' خوش خبری تا کہ تم لوگ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عظمت کرو اور اس کو صبح و شام پاکی سے یاد کرو۔“

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ تعزیر ایک جامع لفظ ہے اور یہ آپ کی نصرت آپ کی تائید اور

ان تمام چیزوں سے ممانعت کو شامل ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچتی ہو۔ اسی طرح توقیر بھی ایک جامع لفظ ہے جو سکینت' طمانیت اور اعزاز و اکرام کو شامل ہے اور جس کے تحت تکریم و تعظیم اور احترام کی وہ تمام صورتیں آ جاتی ہیں' جنھیں بروئے کار لانے پر عظمت و وقار کا کوئی پہلو مجروح نہیں ہونے پاتا۔

اعزاز و توقیر کی انہی صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ تاوقتیکہ اجازت نہ ہو رسول اللہ ﷺ کے سامنے گفتگو نہ کی جائے' آپ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کیا جائے' اور جس طرح ادمی دوسرے آدمی سے زور سے بات چیت کرتا ہے آپؐ کے ساتھ اس قسم کی نازیبا حرکت نہ کی جائے' قرآن پاک بڑی صراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ جو لوگ کاشانۂ نبوت تک پہنچ کر چیخ چیخ کر آپ کو پکارتے ہیں' وہ عقل سے کورے ہیں' کیونکہ وہ انتظار نہیں کرتے' بلکہ سمع خراشی کا گناہ کرتے ہیں۔ قرآن پاک اس امر کی نشان دہی بھی کرتا ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں عنقریب ان کے اعمال سوخت ہو جائیں گے' اور اعمال کا سوخت ہونا اس کا متقاضی ہے کہ یہ فعل کفر قرار پائے' اور کفر سے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔

قرآن پاک خبردار کرتا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر نیچی آواز میں گفتگو کرتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ پاک نے تقویٰ اور پرہیزگاری کی سان پر کسا اور آزمایا ہے' ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (الحجرات : ۲ - ۵)

''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کیا کرو' نہ ان کے سامنے ایسے زور سے بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے بولا کرتے ہو۔ کہیں تمھارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں' اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے

پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں' ان لوگوں کو خدا نے تقویٰ اور پرہیزگاری میں جانچ لیا ہے' ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ وہ لوگ جو (اے نبی) تیرے مکان کے باہر سے تجھے بلاتے ہیں' ان میں سے بہت سے بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تو خود ہی ان کے پاس آ نکلتا تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

نیز قرآن پاک یہ بھی بتاتا ہے کہ عام طور پر جن کاموں کی لوگوں میں اجازت ہے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ ان معاملات کو بے محابا انجام دے سکتے ہیں' لیکن رسول اللہ ﷺ کے امتیاز اور آپ کے خصوصی شرف کی بنا پر آپ کے ساتھ ان معاملات کو ہرگز نہیں انجام دے سکتے' مثلاً آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے کوئی امتی شادی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب : ۵۳)

"(تو تم کو چاہئے کہ) اللہ کے رسول کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا اور نہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرنا' بے شک یہ کام اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔"

غور کرنا چاہئے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا مقام یہ ہے اور آپ کی عظمت و توقیر عام امت پر اس درجہ فرض ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو فلمانا کیا آپ کے ساتھ کھلا ہوا استہزا اور آپ کی کھلی ہوئی توہین نہیں ہے' جب کہ دوسری طرف فلمانے والوں کی اکثریت لہو و لعب کی شیدائی' سنکی' جنونی' جھوٹی اور مکار ہوتی ہے' اور بسا اوقات یہ لوگ فلم بندی کرتے ہوئے کسی منظر کو تمسخر اور ہنسی مذاق کا نشانہ بناتے ہیں۔ یہ سب جو سراسر کفر اور زندیقی ہے' اور اگر انھوں نے توبہ نہیں کی تو ان کی سزا گردن زدنی اور قتل ہے۔ لہٰذا اس قسم کی فلم بندی کو صرف ناجائز اور حرام کہہ کر ٹالا نہیں جا سکتا' نہ اس کے مرتکب اور حامیوں کو لعنت ملامت کرنا اور جلاوطن کر دینا کافی ہوگا۔ بنابریں اس سے مقصود اگر تمسخر اور ٹھٹھول نہیں' تب بھی ایسی فلمیں بنانا گناہ کبیرہ ہے' اور اس کا شمار کفر میں ہوگا۔ اور جس طرح ان کو فلمانا گناہ ہے' اسی طرح ان فلموں میں شرکت کرنا اور ان کی تائید و حمایت کرنا اور ان کے ساتھ تعاون کرنا بھی

ناجائز ہے۔ اسی طرح خانہ کعبہ' مکہ معظمہ' رسول اللہ ﷺ کا مزار' مدینہ منورہ یا ایسے مقامات کی فلم بندی کرنا بھی جائز نہیں ہوگا' جس سے فلمانے والے کا مقصد مہبط وحی کو دکھلانا ہو۔ آپ کی جائے ولادت' آپ کے بچپن گزارنے کی جگہ' آپ کی جائے ہجرت' آپ کے مدفن کی نمائش ہو' اور جو کوئی اس قسم کی فلم بندی کرے گا یا ایسی فلمیں دیکھے گا اس میں اعانت کرے گا' خواہ فتویٰ وغیرہ دے کر اس میں تعاون اور حمایت کرے گا' یا اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کرے گا' از خود اس میں حصہ لے گا' یا زبانی ان کے ساتھ ہمدردی کرے گا' یا کسی قسم کی شرکت کرے گا' ایسا شخص رسالت مآب ﷺ کی زبان سے ملعون و مقہور ہوگا' اور اس لائق ہوگا کہ اسے اس کی بستی اور خویش و اقارب سے دور کہیں جلاوطن کر دیا جائے۔

فلم بندی کی حرمت کا ثبوت باری تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ﴾ (التوبة : ٦٥)

"اور اگر تو ان سے پوچھے (کہ تم واقعی ہنسی دل لگی کرتے تھے) تو وہ فوراً کہہ دیں گے کہ ہم تو یوں ہی باتیں اور مذاق کر رہے تھے' تو کہہ دو کہ کیا اللہ' اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ تم لوگ ہنسی دل لگی کرتے تھے۔"

ابن عربی مغافری کہتے ہیں: اس فعل بد کا مرتکب دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ جو کچھ کرے گا سنجیدگی سے کرے گا' یا ہنسی اور تمسخر کے ساتھ کرے گا' خواہ وہ جس طرح بھی کرے گا اس کا یہ عمل کفر ہوگا' کیونکہ تمسخر کے ساتھ کفر کے کلمات بکنا بھی کفر ہے' اور اس میں کسی امام کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سنت سے اس کی دلیل حکم بن ابی العاص اموی کا واقعہ ہے۔ علامہ ابن عبدالبر اندلسی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حکم رسول اللہ ﷺ کی حرکات و سکنات اور آپ کے بعض خصائل کی نقالی کیا کرتا تھا' یعنی وہ آپ کی نقلیں اتارا کرتا تھا' یہ شخص فتح مکہ کے وقت اسلام لایا اور اس کا شمار ان لوگوں میں سے تھا جن کی جانیں بخشی گئیں۔

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو مدینہ سے طائف جلاوطن فرما دیا تھا۔ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت تک یہ شخص اسی طرح جلاوطن رہا' لیکن چونکہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ سے اجازت حاصل کرلی تھی۔ اس لیے آپ نے اس کو واپس بلالیا۔

احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی۔ اس سلسلے میں ایک روایت ابن ابی خیثمہ وغیرہ کی ہے جو متعدد اسانید سے منقول ہے۔ وہ یہ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انھوں نے مروان بن حکم سے فرمایا تو گواہ رہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرے باپ پر لعنت فرمائی تھی۔ اس وقت تو اس کی صلب میں تھا۔

اس روایت کو نسائی اور ابن مردویہ وغیرہ نے نقل کیا۔ نیز اسماعیلی نے اس کو نقل کیا اور حافظ نے اس سے سکوت ظاہر کیا جو ان کے قاعدے کے مطابق صحیح ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تیرے باپ پر لعنت فرمائی ہے' اس روایت کو بزار نے نقل کیا اور تیمی نے اس کو حسن کہا ہے۔

حکم کی نقلیں اتارنے کا یہ قصہ ہو بہو اس مسئلے کے مشابہ ہے جو اب ہمیں درپیش ہے۔ چنانچہ فقہا اور علماے مناظرہ کہتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے کہ حکم' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح نقلیں اتارتا تھا تو یہ رسالت مآب ﷺ کی رسالت اور آپ کی ذات کے ساتھ کھلا ہوا مذاق اور تمسخر تھا' اور اگر صورت حال یہ تھی تو اس صورت میں حکم مرتد تھا اور جو کوئی رسول اللہ ﷺ اور آپ کی رسالت کا مذاق اڑائے وہ بالاجماع قتل کا مستوجب ہو گا' خواہ مذاق اڑانے والا مسلمان رہا ہو یا کوئی ذمی۔ چنانچہ جملہ مذاہب کے علما نے اس کی صراحت کی ہے اور اس موضوع پر امام ابوالعباس ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی عظیم المرتبت کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول تصنیف کی ہے۔

اور یا وہ یہ سب محض کھیل تماشے کے لیے کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے جو اس پر لعنت فرمائی اور محض جلاوطن کرنے پر اکتفا کیا' اس سے ثابت ہوتا ہے اس کی یہ حرکت کھلواڑ تھی' اسی لیے اس کو قتل نہیں کیا گیا' اور اسی صورت پر انحصار کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا جاسکتا ہے کہ آپ کی زندگی کو فلمانا لہو و لعب کے قبیل سے ہے' استہزا میں اس کا شمار نہیں

ہو گا۔

لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی رسالت کو فلمانا لہو ہے۔ اس قبیل کا لہونا جائز ہے' اور لہو کرنے والا' اس میں حاضری دینے والا اور اس کی تائید و حمایت کرنے والا ملعون ہے۔ لعنت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس شخص کو جلاوطن کر دیا جائے گا اور کسی ایسی بستی میں بھیجا جائے گا جہاں اس کا کوئی ہم دم اور دم ساز نہیں ہو گا' جیسے عہد نبوی میں حکم کو مدینہ منورہ سے جہاں اس کے اہل و عیال اور خاندان کے لوگ آباد تھے' جلاوطن کر کے طائف بھیج دیا گیا تھا۔ طائف میں یہ شخص عہد نبوی' حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے آخری زمانے اور خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی چند برسوں تک ملعون و مقہور اور عاجز وا جنبی ہو کر پڑا رہا۔

آل رسول کی زندگی کو فلمانا یا اسٹیج کرنا:

ہمارے پیغمبر ﷺ کے خاندان والوں کی زندگی کو فلمانا یا اسٹیج کرنا بھی سخت بے ادبی اور گستاخی ہے اور اس کا مرتکب لہو و لعب کی آلودگی' جنون کی گندگی اور ان پر افترا پردازی سے مبرا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ افترا پردازی خواہ زبانی ہو یا اشارے کنائے سے' یا حرکات و سکنات سے ہو' اور آپ کے اہل بیت کے کسی فرد سے ان کا حکم ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ (الاحزاب: ۳۳)

''اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سب سے گندگی دور کر دے اور تمھیں خوب پاک صاف کر دے۔''

اس آیت کی تفسیر میں تواتر کے ساتھ دسیوں صحابہ اور صحابیات (رضی اللہ عنہم) سے یہ صحیح روایت پہنچی اور سنت کی امہات الکتب میں انھیں درج کیا گیا' چنانچہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے امام ترمذی نے نقل کیا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز صحیح حاکم اور سنن بیہقی نے اس کو نقل کیا ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا:

((فِیْ بَیْتِیْ نَزَلَتْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَفِی الْبَیْتِ فَاطِمَۃٌ وَعَلِیٌّ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ فَجَلَّلَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِکِسَاءٍ کَانَ عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا))

''آنحضرت ﷺ پر یہ آیت (اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اہل بیت تم سب سے گندگی دور کردے اور تمہیں خوب پاک وصاف کردے) ہمارے ہی گھر میں نازل ہوئی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ زہرا' حضرت علی' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان کو کملی اڑھادی اور فرمایا الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں' تو ان سے نجاست کو دور کردے اور ان کو خوب پاک وصاف کردے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اہل بیت سے محبت کرنا رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا ہے اور ان کا ادب اور احترام کرنا خود آپ کا احترام کرنا ہے۔ لیکن جو لوگ نام نہاد سیرت کے نام سے فلمیں بناتے ہیں یا کسی اہل بیت کی سیرت کو اسٹیج کرتے ہیں' وہ سراسر استہزا اور مذاق کا ارتکاب کرتے ہیں' بلکہ ایسے لوگ سرکش اور ٹھٹھول کرنے والے ہیں۔ اور جو گوشمالی اور زجر وتوبیخ سرکشوں اور مجرموں کی کی جانی چاہیے' یہ نادان بھی بجا طور پر اس کے مستحق ہیں۔[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کو اسٹیج کرنا:

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو اسٹیج کرنا نری جہالت' دیوانگی اور ان کے ساتھ کھلواڑ کرنا اور ان کی محبت اور احترام سے اعراض کرنا ہے۔ جو لوگ ان کی زندگی کو فلماتے ہیں وہ ان کی طرف زبانی اور عملی طور پر جھوٹ کو منسوب کرتے ہیں اور اس خوشنودی کی خلعت کو چاک کرنا چاہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کو مرحمت فرمایا اور اس کی تاکید فرمائی کہ بعد والے ان کے لیے رضائے الٰہی کی دعا کریں۔ یہ نہیں کہ ان کی زندگی کے ساتھ کھیل کریں یا ان کے ساتھ کسی قسم کی گستاخی سے پیش آئیں۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] نوٹ: ان دنوں شیعہ اہل بیت کی جس طرح نقل کرتے ہیں اور یزید اور ابن زیاد کے مظالم اور اہل بیت کی مظلومیت کی جس طرح صورت گری کرتے ہیں' ان کی یہ حرکت بدعت' حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

فرماتا ہے:

﴿وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا﴾ (التوبة : ۱۰۰)

"سب سے اول سبقت کرنے والے (یعنی) مہاجرین اور انصار اور جو ان کی نیک روش کے تابع ہوئے' خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی' اور اللہ نے ان کے لیے بہشت تیار کیے ہیں جن کے تلے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

نیز فرمایا:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ اُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَايَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَالَّذِيْنَ جَاءُو مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَاتَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلاًّ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر : ۸ - ۱۰)

"دیکھو ان فقرا و مہاجرین کو جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے' وہ اللہ کا فضل اور خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور رسول کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں' اور وہ بھی جنھوں نے ان (مہاجرین کے) پہنچنے سے پہلے (مدینہ منورہ میں) دار الایمان بنایا' جو لوگ ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں' وہ لوگ ان سے دلی محبت کرتے ہیں' اور جو کچھ خدا کی طرف سے ملا ہے اپنے دلوں میں اس مال کی حاجت نہیں پاتے' اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں' چاہے ان کو سخت حاجت ہو' اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچ جائیں' وہی نجات یاب ہوں گے' اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں' (جو دعا میں) کہتے ہوں گے' اے ہمارے

پروردگار ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان دار گزرے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان داروں کے لیے کسی طرح کا کینہ پیدا نہ کر۔ اے ہمارے پروردگار تو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔"

ان کی بابت رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی تاکید فرمائی اور حکم دیا کہ ان کو ملامت کا ہدف اور تمسخر کا نشانہ ہرگز نہ بنائیں اور آپ نے ان کی محبت کو اپنی محبت کے ساتھ مربوط فرمایا۔ ان سے بغض و عداوت کو حرام بتایا اور ان کے ساتھ بغض و دشمنی کو اپنے ساتھ دشمنی اور انھیں اذیت پہنچانے کو خود اپنے کو اذیت پہنچانا قرار دیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اُوْصِیْکُمْ بِاَصْحَابِیْ))

"میں اپنے اصحاب کی بابت تمھیں وصیت کرتا ہوں۔"

اس روایت کو امام احمد نے مسند میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں ذکر کیا اور حاکم نے اس کو صحیح میں درج کیا۔ نیز حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ یُوْشَكُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ))

"میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرنا' ان کو میرے بعد طعن و اعتراض کا نشانہ نہ بنالینا۔ جس نے ان سے محبت کی' اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میری وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ اور جس نے ایذا پہنچائی' اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی' اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے گا۔"

اس روایت کو امام احمد نے مسند میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں ذکر کیا۔

❋ ❋ ❋

اڑتالیسواں کبیرہ گناہ

کسی جان دار جیسے انسان' چرند' پرند وغیرہ کی تصویر بنانا اور انھیں گھروں یا دکانوں میں لٹکانا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ (الاحزاب : ۵۷)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں خدا نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلیل کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تصویر بناتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جان داروں کی تصویر بنانا کبیرہ اور مہلک ترین گناہ ہے' کیونکہ تصویر بنانے والا اللہ کی صفت تخلیق اور اس کی قوت خالقیت کا مقابلہ کرنے کے درپے ہوتا ہے' جب کہ کہاں ایک ذرہ بے مقدار' قطرہ ناپاک اور کہاں خالق کردگار جو بڑی طاقت اور قوت والا ہے اور جو محض کن سے پوری کائنات کو عدم سے وجود میں لاتا ہے---اس کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الشوری : ۱۱)

"اس جیسی کوئی چیز نہیں (نہ ذات میں اور نہ صفات میں) اور وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔"

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ (زمر : ۶۲)

"اللہ ہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔"

جو لوگ ادنیٰ عقل رکھتے ہیں ان کے لیے کسی طرح درست نہیں کہ وہ کسی قول یا فعل کے

ذریعے پروردگار عالم کی مشابہت اختیار کریں یا بندوں کے لیے کسی دستور سازی کی کوشش کریں۔ لیکن چونکہ اکثر انسانوں میں سرکشی عام ہو چکی ہے' اللہ کی ربوبیت' اس کی شان الوہیت اور اس کے حقوق سے عام طور پر ناواقفیت پائی جاتی ہے' اس لیے انھوں نے صراط مستقیم سے انحراف کیا۔ پھر کسی نے فی الفور اس کی ربوبیت سے انکار کیا اور کچھ نے ربوبیت کا دعویٰ تو نہیں کیا' لیکن از خود انھوں نے انسانوں کے لیے دستور ڈھالنا شروع کیا اور جنھوں نے ان کی مخالفت کی ان سے سنگین بدلہ لیا۔ کچھ نے صنعت و حرفت اور ساخت و پرداخت میں اللہ کی ہمسری کرنی چاہی اور جس طرح اللہ نے چیزوں کو پیدا کیا انھوں نے بھی اشیا کی تخلیق کا دعویٰ کیا۔

اس میں شک نہیں کہ مذکورۃ الصدر پہلی دونوں چیزیں کفر ہیں اور جب کہ آخری گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ ذیل میں بطور ثبوت چند صحیح احادیث پیش خدمت ہیں۔

(۱) ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ یَخْلُقُ كَخَلْقِی فَلْیَخْلُقُوْا ذَرَّةً وَلْیَخْلُقُوْا شَعِیْرَةً))

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو میری طرح تخلیق کرنے چلے۔ اگر انھیں تخلیق کا دعویٰ ہے تو وہ ذرا جوار پیدا کر کے دکھائیں یا جو پیدا کر کے دکھائیں۔“

اس روایت کو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((اِنَّ الَّذِیْنَ یَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَیُقَالُ لَهُمْ اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ))

”جو لوگ ان تصویروں کو بناتے ہیں انھیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جنھیں پیدا کیا انھیں زندہ تو کرو۔“

اس روایت کو امام بخاری اور مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

(۳) حضرت سعید بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ

عنہما کے پاس آیا اور کہا:

((اِنِّیْ رَجُلٌ اُصَوِّرُ هٰذِهِ الصُّوَرَ فَاَفْتِنِیْ فِیْهَا فَقَالَ لَهٗ اُدْنُ مِنِّیْ، فَدَنَا ثُمَّ قَالَ اُدْنُ مِنِّیْ فَدَنَا حَتّٰی وَضَعَ یَدَهٗ عَلٰی رَاْسِهٖ وَقَالَ اُنَبِّئُكَ بِمَا سَمِعْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ كُلُّ مُصَوِّرٍ فِی النَّارِ یَجْعَلُ لَهٗ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسُهَا فَیُعَذِّبُهٗ فِیْ جَهَنَّمَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنْ كُنْتَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا نَفْسَ لَهٗ))

"میں ایک ایسا شخص ہوں جو یہ تصویریں بنایا کرتا ہوں۔ اس بارے میں مجھے شرعی راہ دکھایئے آپ نے فرمایا پاس آ جاؤ۔ وہ شخص قریب آ گیا۔ پھر فرمایا مجھ سے قریب آ جاؤ' وہ اتنا قریب ہوا کہ آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے جو سنا تمھیں بتاتا ہوں' کہ جو شخص دنیا میں کوئی تصویر بناتا ہے' وہ زندہ کر کے قیامت کے دن اس کے سامنے لائی جائے گی اور اس کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کے اندر روح پھونکے' مگر وہ پھونک نہ سکے گا۔ اگر تم ایسا کرنے پر مجبور ہو تو درخت اور بے جان چیزوں کی تصویریں بناؤ۔"

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا۔

(۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے:

((اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ))

"قیامت کے دن سخت ترین عذاب والے مصور ہوں گے۔"

اس روایت کو امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا۔

ان صحیح احادیث سے اور اوپر مذکورہ آیات شریفہ سے ہماری ہی طرح ہر مسلمان عاقل بالغ کو جس نے ذرا بھی علم کی بو سونگھی ہے' بخوبی اندازہ ہو گا کہ جان دار کی تصویر بنانا اور تصویریں رکھنا کسی شک کے بغیر حرام ہے اور مہلک گناہ کبیرہ ہے۔

مذکورہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اس کی وضاحت کرتی ہے' اور حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کی ہے کہ آیت میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو

تصویریں بناتے ہیں' پھر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچانے سے بھی بڑا کوئی گناہ ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں وعید سنائی ہے اور فرمایا:

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ یعنی اللہ اپنی رحمت سے انھیں دور اور مہجور کرے گا۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ رحم نہ کرے' اس پر کون رحم کرے گا؟ ہاں جو لوگ توبہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے' باری تعالیٰ انھیں بخش دے گا اور ان کے اعمال قبیحہ اور عقائد فاسدہ سے درگزر کرے گا۔

مذکورہ بالا احادیث میں پہلی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جو اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ جو لوگ صنعت اور تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی ہمسری کا دعوی کرتے ہیں' ان سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ظالموں کا انجام اس آیت سے بخوبی واضح ہوتا ہے:

﴿مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ (حم السجدة : ۱۸)

"اس روز ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جو ان کی تکلیف کو دور کرے۔"

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾ (ابراهيم : ٤٢)

"اور تم ظالموں کے اعمال سے خدا کو ہرگز غافل مت جانو' وہ ان کو اس دن تک مہلت دیتا ہے جس میں ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔"

﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (هود : ١١٣)

"ان لوگوں کی طرف مائل مت ہو' جنھوں نے ظلم کیا ورنہ تمھیں آگ جھلس دے گی۔"

اس مضمون کی بہت سی احادیث گزر چکی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصویر بنانا ظلم ہے اور زبردست گناہ کبیرہ ہے۔ اور کبھی ظلم کا لفظ کفر پر بھی بولا جاتا ہے' جیسے انسان اپنی یا دوسروں کی ذات پر ظلم کرتا ہے تو اسے عصیان کہتے ہیں اور تصویر بنانے میں اپنے اوپر ظلم کرنا تو ظاہر ہے دوسروں پر ظلم اس معنی میں ہے کہ ان تصویروں سے ان کی پوجا کا موقعہ

فراہم کیا جاتا ہے۔

رہی دوسری حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے' اس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ تصویر بنانے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے اس ارشاد سے عاجز اور خاموش کر دے گا جنھیں تم نے بنایا ہے' انھیں زندہ تو کرو اور یہ ممکن نہیں ہو گا۔ لا محالہ انھیں عاجز اور درماندہ ہونا پڑے گا اور پھر انھیں دردناک عذاب ہو کر رہے گا۔

تیسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ ہر تصویر بنانے والا دوزخ میں ہو گا اور اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے ایک صورت ہو گی جو اسے دوزخ میں عذاب دے گی۔

چوتھی روایت جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس امر کی ایسی وضاحت کرتی ہے جس کے بعد کسی تشریح کی ضرورت نہیں کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہو گا۔

گزشتہ ان روایتوں میں اتنی سخت وعید وارد ہے جس سے ایمان والوں کا دل لرز اٹھتا ہے یہ تو مصوّر کا حکم تھا' رہا گھروں' نمائش گاہوں اور دکانوں میں تصویریں رکھنا' تو اس کے بارے میں حسب ذیل روایتیں پیش خدمت ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرَتْ سَهْوَةً لِيْ بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَلَمَّا رَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَلَوَّنَ وَجْهُهُ وَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ قَالَتْ فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً اَوْ وِسَادَتَيْنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ قِرَامٌ فِيْهِ صُوَرٌ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ تَنَاوَلَ السِّتْرَ فَهَتَكَهُ وَقَالَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّالنَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُصَوِّرُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ))

"رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے' میں نے ایک منقش باریک پردہ طاقچہ پر لٹکایا تھا۔ آپ اندر آئے تو چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا عائشہ! قیامت کے دن سخت عذاب والے لوگوں میں سے وہ لوگ ہوں گے جو مخلوق خدا کی

(یعنی جان دار چیزوں کی) شکلیں بناتے ہیں۔ یہ سن کر ہم نے اس پردے کو کاٹ کر ایک دو تکیے بنا ڈالے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے' میں نے اپنے طاقچہ پر باریک پردہ لٹکایا تھا' جس میں تصویریں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور اس کو دیکھا تو پردہ لے کر اسے پھاڑ ڈالا اور آپ کا چہرۂ انور بدل گیا۔ آپ نے فرمایا عائشہ! سب سے زیادہ سخت ترین عذاب والے قیامت کے دن وہ لوگ ہوں گے جو خدا داد بناوٹ سے مشابہت کرتے ہیں یعنی ان تصویروں کو بناتے ہیں۔

اس حدیث سے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے نقل کیا ہے' ذیل کی دو باتوں سے کا پتا چلتا ہے۔

۱-- قیامت کے دن تصویر بنانے والے کو سخت ترین عذاب ہو گا اور اس کی وجہ یہ ہو گی کہ یہ خلق وتکوین میں اللہ کی ہمسری کرنا چاہتے ہیں۔

۲ -- تصویریں رکھنا اور ان کا اہتمام کرنا حرام ہے' خواہ یہ تصویریں پردے' تکیے یا غلاف پر کیوں نہ ہوں۔ یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ پردے' غلاف یا تکیے کی تصویروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تصویریں تمام ہی حرام ہیں' خواہ ان کا عکس یا سایہ پڑے یا نہ پڑے۔

(۳) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَاتَدْخُلُ الْمَلَآئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَصُوْرَةٌ))

"فرشتے کسی ایسے گھر کے اندر نہیں داخل ہوتے جس میں کوئی کتا یا تصویر ہو۔"

اس روایت کو امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمہم اللہ نے نقل کیا۔ اس سے زیادہ بلیغ اور واضح روایت وہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ تصویروں کو مٹا دیں اور اونچی قبروں کو ہموار کر دیں۔ چنانچہ حیان بن حصین رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے' کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں اس کام کے لیے تمھیں بھی نہ بھیجوں' جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا (وہ یہ کہ) تم جس تصویر کو دیکھو' اسے مٹا دو اور جو اونچی قبر دیکھو اسے ہموار کر دو---- اس

روایت کو مسلم' ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ نے نقل کیا۔

علامہ شیخ ابن حجر ہیتمی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب الزواجر میں چند احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

تصویریں بنانا گناہ کبیرہ ہے پھر شرح مسلم کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جان داروں کی تصویر بنانا حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے' اس کی بابت سخت وعید آئی ہے اور یہ کہ تصویریں اہانت کے لیے بنائے یا کسی اور طرح سے' بہر حال یہ حرام ہیں' کیونکہ بنانے والے خدا کی بناوٹ سے مشابہت کرنا چاہتے ہیں۔ پھر ہر قسم کی تصویریں حرام ہوں گی خواہ دری' کپڑے' درہم ودینار' روپیہ پیسہ' برتن' دیوار' تکیہ یا کسی چیز پر ہوں۔ لیکن شجر و حجر اور اس کے جیسی دیگر تصویریں حرام نہیں ہوں گی اور جانداروں کی وہ تصویریں جو دیوار پر ٹنگی ہوں یا پہننے کی' پوشاک اور کپڑے پر ہوں یا عمامہ وغیرہ پر ہوں' جن کی اہانت مقصود نہیں ہوتی' تو ایسی تصویریں حرام ہوں گی اور جن تصویروں کی اہانت کی جائے جیسے فرش فروش اور دریاں جنھیں روندا جاتا ہے' تکیہ اور گادی وغیرہ تو وہ حرام نہیں ہوں گی' لیکن آیا ان تصویروں کی وجہ سے رحمت کے فرشتے اندر نہیں آسکیں گے۔ اس کا زیادہ نمایاں جواب یہ ہے کہ فرشتوں کی عدم مداخلت ہر قسم کی تصویروں کی وجہ سے ہوگی' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عام ہے اور فرشتے ایسے کسی گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں کوئی کتا ہو' یا کوئی تصویر ہو۔ نیز یہ فرق بھی یکسر ملحوظ نہیں کہ ان تصویروں کا سایہ ہو یا نہ ہو۔ یہی عام علما صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کا مسلک ہے۔ ان کے بعد کے ائمہ بھی اسی کے قائل ہیں' جیسے امام شافعی' امام مالک' حضرت سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔ نیز علما کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ جو تصویریں سایہ دار ہوں انھیں بدل دیا جائے گا۔ قاضی اسی کے قائل ہیں' البتہ کمسن بچیوں کی گڑیوں کے لیے قدرے رعایت ہے' لیکن امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے کہ آدمی اپنی لڑکیوں کے لیے ایسی گڑیاں خریدے۔ بعض علما نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ روایتوں سے گڑیوں کی اباحت منسوخ ہو چکی ہے اور اب ان کی اجازت باقی نہیں رہی ہے۔ (کتاب الزواجر)

لیکن نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ تصویریں بنانے اور تصویریں رکھنے

کی بابت ان روایتوں اور دوسری احادیث کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر مسلمان اپنے پیغمبر کی تعلیمات کی اسی طرح خلاف ورزی کرتے ہیں' جیسے شریعت کے دیگر اوامر کی خلاف ورزی پہلے سے ان کی فطرت ثانیہ بنی ہوئی ہے ---- اور جہاں تک ہم سمجھتے ہیں اس قسم کا تاثر بے دین اور یورو پین اقوام اور مشرق کے ملحدین کی صحبت کا نتیجہ ہے جس کی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ آج تجارت گاہوں' منڈیوں اور دکانوں پر تصویروں کا سیلاب امنڈا ہوا ہے عورتوں مردوں اور بچوں کے مجسموں کی ریل پیل دکھائی دیتی ہے' کوئی گھر تصویروں اور خاکوں سے خالی نہیں ہے' بلکہ اب جان داروں میں سے بندروں' شیروں اور کتوں کی تصویریں اور مجسمے بھی عام ہو چکے ہیں' اور لوگ اس کے اس حد تک عادی ہو گئے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول نے نہ تو کبھی انھیں حرام قرار دیا' نہ تصویر بنانے والوں پر لعنت ملامت کی ہے' اور ایک مسلمان اگر اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کو اس طرح پس پشت ڈال دے تو بھلا وہ کیونکر مسلمان کہلائے گا۔ نیز موجودہ زمانے کے مسلمانوں کی یہ حرکت بھی نہایت مضحکہ خیز اور عجیب وغریب ہے کہ وہ کھلے بندوں اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں' برملا اس کی نافرمانی کرتے ہیں اور اسلام کا نام لے کر دشمنان اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں۔

بنابریں مسلمانوں کا فرض منصبی یہ ہے کہ اگر وہ سچے اور پکے مسلمان ہیں تو انھیں کتاب وسنت کے سانچے میں خود کو ڈھالنا ہو گا اور اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے باز آنا ہو گا' ورنہ ان کا اسلام ناقص اور ادھورا ہو گا۔ یہاں ایک بات یہ بھی نوٹ کر لینی چاہیے جو بڑی اہم ہے کہ تصویر سے مراد خاص طور پر وہ تصویریں ہیں جو مجسمے اور بت کی شکل میں ہوں جنھیں ہاتھوں سے نقش و نگار کر کے بنایا جائے' لوہے' کانسی' سونے چاندی یا ربر وغیرہ سے ڈھالا جائے۔ اگر کسی شخص نے ان چیزوں یا ان جیسی تصویروں کو حرام سمجھنے کے باوجود انھیں برتا ہو گا یا استعمال کیا ہو گا تو وہ فاسق ہو گا اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو گا' لیکن اگر حلال سمجھا ہو گا تو وہ شخص کافر اور مرتد ہو گا۔ آج یہ نکتہ ہمارے ان بھائیوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتا جا رہا ہے جو نام کے مسلمان ہیں اور خود کو اسلام کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ افسوس کہ ان کی زبانی ہم یہ بھی سنتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں ان چیزوں میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ان کی خرید و فروخت یا ان کا استعمال محض آرائش وزیبائش کے لیے ہے۔ ہم

ان کی پرستش تھوڑی کرتے ہیں وغیرہ۔

ظاہر ہے اس قسم کی لغو باتوں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ نادان اسے جائز سمجھتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کے لیے کمر بستہ ہیں' حالانکہ یہ سراسر کفر اور ضلالت ہے۔

علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے شارح مسلم امام نووی کی عبارت کا جو خلاصہ درج کیا ہے اس کی مذکورہ تفصیل سے مفہوم پوری طرح واضح ہو جاتا ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمہ قسم کی تصویر سازی اور اس کے برتنے کا کیا حکم ہے۔ ساتھ ہی ایک نکتہ بھی واضح ہو جاتا ہے جو بکثرت اہل نظر پر مخفی رہا ہے اور ان لوگوں سے بھی اوجھل رہا ہے جو اس کے حرام ہونے کے قائل ہیں' وہ سمجھتے ہیں کہ جن تصویروں کو اہانت اور تذلیل کے لیے رکھ چھوڑا گیا ہے جیسا فرش فروش پر کوئی تصویر آ گئی' وہ حرام ہو گی' حالانکہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ انھیں ذلیل کرنے کے لیے رکھ چھوڑا گیا ہے اس لیے وہ حرام نہیں ہوں گی اور یہ وہی تصویریں ہوں گی جن کا کوئی عکس یا سایہ نہ پڑتا ہو گا جیسے کپڑے' درہم یا قالین پر بنی ہوئی تصویر۔

بہرحال تصویر کی دو قسمیں ہیں وہ تصویریں جن کے اندر جان نہیں ہوتی جیسے درخت وغیرہ کی تصویریں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ وہ بالاتفاق حلال ہیں۔ ان کے بالمقابل جان داروں کی تصویریں حرام ہیں۔ لیکن اگر انھیں اہانت اور تذلیل کے لیے رکھا گیا تو وہ حرام نہیں ہوں گی۔ مذکورہ حکم ان تصویروں کا تھا جن کا عکس یا سایہ ہوا کرتا ہے۔ رہی موجودہ زمانے کی کیمرہ کی تصویریں تو ان کی بابت علمائے زمانہ کا باہم اختلاف ہے۔ بعض علما ان تصویروں کو بالعموم اور علی الاطلاق حرام سمجھتے ہیں' خواہ انھیں آلہ تصویر سے کیوں نہ کھینچا گیا ہو اور بعض علما مطلقاً اس کے جواز کے قائل ہیں' اور بعض علما تفصیل کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ایسی تصویریں اگر کسی مجبوری سے کھینچی جائیں' جیسے مجرموں اور چوروں کو پکڑنے کے لیے یا پاسپورٹ' اسناد اور ویزے وغیرہ پر چسپاں کرنے کے لیے تو ان صورتوں میں ان کا استعمال مباح اور جائز ہو گا' اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں علمانے تصویر کے موضوع پر متعدد رسائل قلم بند کیے ہیں۔ ہم نے یہاں خلاصہ درج کیا ہے۔

اور نیک توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے

انچاسواں اور پچاسواں کبیرہ گناہ

امانت میں خیانت' بات چیت میں جھوٹ' نقض عہد' لڑائی جھگڑے میں فسق و فجور

امانت میں خیانت

اصل نفاق یہ ہے کہ آدمی ایک دروازے سے گھس کر دوسرے سے فوراً نکل جائے۔ شرعی اصطلاح میں نفاق یہ ہے کہ اندر سے کفر کو پوشیدہ رکھا جائے اور بظاہر اسلام کا اظہار کیا جائے۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور اوس و خزرج کے قبیلوں نے اسلام قبول کیا تو اس وقت مدینہ کے بعض باشندوں نے منافقت کی۔ انھوں نے اسلام کا اعلان کیا اور درپردہ کافر رہے۔ اس گروہ کا سرغنہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ اسی طرح بعض یہودیوں نے بھی منافقت کی روش اپنائی۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین پر سخت لعنت ملامت فرمائی۔ ان کی مذمت کی اور انھیں جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہونے والے دردناک عذاب کی خوش خبری سنائی۔

منافقین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ ان کی خصلت یہ ہے کہ وہ ایسی باتیں منہ سے نکالتے ہیں جو وہ خود نہیں کرتے' اور ایمان نہیں لاتے' لیکن زبان سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان کا دم بھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ﴾ (البقرہ : ١٤)

"اور جب مسلمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مدت سے مسلمان ہیں اور جب اپنے بڑے کافروں سے علیحدگی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمھارے ساتھ

ہیں۔ ہم صرف مسخری کرتے رہتے ہیں۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پوری ایک سورہ منافقین کا پردہ فاش کرنے کے لیے نازل فرمائی۔ ان کے درپردہ اسرار کو نمایاں کیا اور بتایا کہ ان کے ایمان کا دعویٰ نری ملمع سازی ہے۔

﴿إِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكَاذِبُوْنَ اِتَّخَذُوْآ اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ آمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ (المنفقون : ۱ – ۳)

"منافق لوگ آپ کے پاس آکر کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اللہ بھی خود گواہی دیتا ہے کہ بے شک تو اللہ کا رسول ہے' اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق لوگ جھوٹے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھالیں بنا رکھا ہے۔ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں' یہ لوگ بہت برا کرتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ یہ لوگ پہلے ایمان لائے' پھر منکر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔ وہ سمجھتے نہیں۔"

نفاق کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اعتقادی نفاق:

اس نفاق کی تشریح ہم نے اوپر کی ہے۔ یہ نفاق بدترین کفر ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کے حق میں منافقین زبردست خطرہ ہیں اور ان کے شر سے حفاظت ممکن نہیں۔ چنانچہ عالم اسلام میں قتل و خون ریزی اور خونین انقلاب انہی منافقین اور ان کی ریشہ دوانیوں کا شاخسانہ ہے۔ اکثر باطل مذاہب اور گمراہ فرقے انہی کی دین ہیں۔ ان شرپسندوں نے بے شمار حدیثیں وضع کیں۔ نفس اور شیطان نے دینوں آراستہ کر کے پیش کیا اور اگر زندیقوں اور بے دینوں کی تاریخ ملاحظہ کی جائے تو معلوم ہو گا کہ جن لوگوں نے نفاق کا طریقہ اپنایا اور ان کی لپیٹ میں آئے' انھوں نے اپنے کفر کو مخفی رکھا اور اسلام کا کلمہ پڑھا۔ ان کی ذات اسلام اور مسلمانوں کے حق میں زبردست خطرہ بنی اور مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے کے لیے ان بدباطنوں نے پورا حصہ لیا۔

(۲) عملی نفاق:

نفاق کی دوسری قسم کو عملی نفاق کہنا بجا چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی منافقین اور ان کی دکھتی رگوں سے واقف تھی' آپ جانتے تھے کہ یہ گروہ کہاں جا کر ڈنک مارے گا اور امت ان کی دسیسہ کاریوں اور شر انگیزیوں سے کہاں تک نقصان اٹھائے گی' نیز ان منافقین نے بظاہر دین داری اور زبانی ہمدردی کا جھوٹا لبادہ اوڑھ رکھا تھا' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخصوص علامتوں اور نمایاں خصوصیات کو طشت ازبام کر دیا تھا۔ اور ان کی ایسی پہچان کرا دی تھی کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف نمایاں ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک روایت میں جس کو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے نقل کیا' یہ وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خِصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خِصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا، اِذَا اُوْتُمِنَ خَانَ وَ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ))

"چار خصلتیں ہیں جن میں یہ وہ پکا منافق ہو گا اور جس کے اندر کوئی ایک خصلت ہو گی' اس کے اندر نفاق کی ایک عادت ضرور ہو گی' تاوقتیکہ وہ اس سے دست بردار نہ ہو جائے' جب اسے امانت دی جائے گی' اس میں خیانت کرے گا' جب گفتگو کرے گا جھوٹ بولے گا' جب وعدہ کرے گا اس کے خلاف کرے گا' اور جب جھگڑا کرے گا گالی گلوچ پر اتر آئے گا۔"

اس روایت کو امام بخاری اور مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ))

"منافق کی تین علامتیں ہیں۔ جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے' وعدہ کرتا ہے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے' اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔"

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم نے نقل کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت میں نفاق کی چار خصلتوں کی نشان دہی ملتی ہے۔ ان میں سے ہر خصلت گناہ کبیرہ ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا اخلاقی اعتبار سے تباہ کن جرائم میں شمار ہوتا ہے۔ کوئی ایمان والا ہوتے ہوئے ان حرکتوں کا مرتکب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ان خصلتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

امانت میں خیانت:

یہ خیانت ہر اس چیز میں متصور ہوگی جسے ایک انسان دوسرے انسان کے پاس رکھے' خواہ وہ کوئی دھن دولت' عزت و آبرو' یا کسی کی بہن' بیٹی ہو' نیز جملہ شرعی فرائض اور واجبات بھی اس میں داخل ہیں' جیسے جنابت کا غسل' وضو' روزے' زکوٰۃ' حج' ناپ تول اور عاریۃً رکھی گئی چیزیں۔ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَخُوْنُوْا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْآ اَمَانَاتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الانفال : ٢٧)

"مسلمانو خدا اور رسول کی خیانت اور آپس میں ایک دوسرے کی دانستہ خیانت کبھی مت کرو۔"

علامہ ذہبی نے واحدی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا یہ آیت ابو لبابہ کی بابت نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں بنو قریظہ کے پاس بھیجا۔ ان دنوں آپؐ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا تھا اور ابو لبابہ کے بال بچے انھیں کے محلے میں رہتے تھے انھوں نے ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر ان سے مشورہ لیا کیونکہ آپ نے کہہ دیا تھا کہ سعد بن معاذ جو حکم کریں اس کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ سعد رضی اللہ عنہ تمھارے قتل کا حکم دیں گے۔ یہ کہہ کر انھوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ان کا فیصلہ منظور نہ کرنا۔ چونکہ ان کی یہ حرکت اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت تھی۔ اس لیے انھوں نے کہا کہ اس کے بعد میرے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹے' جب تک میں نے اچھی طرح نہیں جان لیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے۔ وَتَخُوْنُوْآ اَمَانَاتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کا سابقہ نہی پر ہے' یعنی لَا تَخُوْنُوْا

اَمٰنٰاتِکُمْ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امانتوں سے مراد وہ اعمال ہیں جنھیں اللہ نے بطور امانت کے بندوں کے ذمہ سونپا ہے۔ یعنی فرائض وغیرہ اور فرمایا کہ ان میں کمی اور کوتاہی مت کرو۔ حضرت کلبی کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی خیانت ان کی نافرمانی اور معصیت کرنا ہے' اور امانت میں خیانت سے مراد ہر اس چیز کی خیانت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض فرمایا ہے۔ بندہ چاہے انھیں ذمہ داری سے ادا کرے یا ان میں خیانت کرے۔ اللہ کی ذات کے سوا کوئی اس سے باخبر نہیں ہو سکتا اور ارشاد باری وانتم تعلمون کا مفہوم یہ ہے کہ بلاشبہ وہ امانت ہی ہے (الکبائر للذھبی)

معلوم ہوا کہ امانت میں خیانت حقوق اللہ' حقوق النفس اور حقوق العباد وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اللہ کی خیانت کا مطلب تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض میں کوتاہی کی جائے' یا اللہ کی کسی ممانعت کا ارتکاب کر بیٹھے۔ فرائض میں کوتاہی یہ ہے کہ مثلاً غسل جنابت ہی نہ کرے' غسل کرے لیکن پورے بدن کو ٹھیک طرح سے نہ دھوئے' یا نمازیں نہ پڑھے' یا نماز پڑھے مگر پوری طرح سے نہ پڑھے' مثلاً رکوع' سجدہ' سکون اور اطمینان سے نہ کرے' کسی رکن کو چھوڑ بیٹھے' یا نماز کی کسی شرط کو پوری نہ کرے۔ اسی پر باقی تمام شرعی فرائض اور ذمہ داریوں کو قیاس کر لیا جائے۔

حقوق النفس میں خیانت:

حقوق النفس کے اندر خیانت کا مفہوم یہ ہے کہ نفس کے تعلق سے جس قدر اوامر ہیں ان سے روگردانی کر بیٹھے یا جس قدر ممانعتیں وارد ہیں ان کا ارتکاب کر بیٹھے۔ مثلاً انسان کے اپنے اعضا خدا کی امانت ہیں جیسے زبان' ایک امانت ہے۔ اب اگر اس نے کوئی بات جھوٹ کہہ دی' جھوٹی گواہی دے دی' کسی فسق یا فجور کی قسم کھالی' یا کسی کی غیبت وغیرہ کرلی' زبان سے کوئی حرام یا بیہودہ بات کہہ دی' تو یہ زبان کی خیانت ہو گی۔ آنکھ کی خیانت یہ ہو گی کہ حرام چیزیں دیکھتا پھرے جنھیں دیکھنے کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے جیسے اجنبی عورتیں' یا کم سن امرد لڑکے وغیرہ۔ ہاتھ کی خیانت انھیں چھونا اور تھام لینا ہے۔ دونوں پیروں کی خیانت ان کی طرف چلنا اور لپکنا ہے' جیسے زناکاری کے لیے چلنا پھرنا' شراب پینے

چوری اور ڈکیتی کے لیے جانا وغیرہ۔ کان کی خیانت یہ ہے کہ حرام باتوں کی طرف کان لگائے' جیسے غیبت کرے' چغلی کھائے اور بے حیائی کے گیت گائے' شرم گاہ کی خیانت زنا کاری اور لواطت ہے۔ بیوی کی خیانت یہ ہے کہ اپنے شوہر کے بستر کو داغ دار کرے۔ اس کی نافرمانی اور اس کے حکموں کی سرتابی کرے۔ شوہر کی خیانت یہ ہے کہ بازاری عورتوں سے اختلاط رکھے' اہلیہ پر ظلم توڑے اور اس کے حقوق میں بخل اور کوتاہی سے کام لے۔

حقوق العباد میں خیانت:

حقوق العباد کے اندر کوتاہی یہ ہے کہ مالی امانتوں' رہن رکھی ہوئی چیزوں' یا اجرت پر لی گئی اشیا میں خیانت کا مرتکب ہو۔ خیانت مال میں بھی ہو سکتی ہے اور اعمال میں بھی۔ اعمال یعنی ڈیوٹی اور فرض منصبی کی خیانت یہ ہے کہ مثلاً ملازم اپنے فرائض کو کماحقہ ادا نہ کرے' خواہ یہ فرائض اس پر حکومت کی طرف سے عائد ہوں یا کسی تاجر یا کمپنی کی طرف سے اس کے ذمہ ہوں۔ اگر اس شخص نے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کی اور کماحقہ اس کو ادا نہیں کیا تو اس نے اپنی ذمہ داری میں خیانت کی۔

امانت کی بابت اللہ تعالیٰ نے متعدد آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ پچھلی آیتیں قارئین نے پڑھیں۔ اب حسب ذیل آیات پڑھیے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ (النساء : ۵۸)

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں مالکوں کے پاس پہنچادیا کرو"

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ﴾ (یوسف : ۵۲)

"یقیناً اللہ تعالیٰ خائنوں کی تدبیریں بار آور نہیں کرتا"

یعنی امانت میں خیانت کے لیے مکاری کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے ہتھکنڈوں کو کامیاب نہیں ہونے دے گا اور آخرت میں پوری دنیا کے انسانوں کے سامنے انھیں ذلیل وخوار کرے گا۔

بلاشبہ خیانت خواہ کسی چیز میں ہو بدترین خصلت ہے' اور بعض خیانتیں بعض سے اور بھی زیادہ شرم ناک اور بری ہیں۔ روپے پیسے کی خیانت اور اہلیہ اور بال بچوں کے ساتھ خیانت کا فرق ہر کوئی بخوبی جانتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امانت کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس کی بار بار تاکید فرمائی

ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا﴾ (الاحزاب: ۷۲)

"ہم نے امانت کو (یعنی اوامر اور نواہی کی شکل کے ان احکام کو جنھیں اللہ نے بندوں پر لاگو کیا) آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انھوں نے اس میں کسی طرح کی خیانت نہیں کی اور اس سے ڈرتے رہے اور انسان نے اس میں خیانت کی۔ وہ بڑا ظالم ہے (کیونکہ اس امانت کبری کو اور سخت مشقت کو برداشت کرنے کی اس نے پیش کش کی) اور بڑا جاہل ہے۔ (کیونکہ اس کی مشقت اور تکلیف لامتناہی ہے)"

ان دنوں مسلم سماج میں خیانت اپنی بے شمار قسموں کے ساتھ بری طرح پھیل چکی ہے۔ ایک خیانت وہ ہے جو احکام خداوندی اور فرائض الٰہی میں نمایاں ہے، اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ان کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ اور یہ ایک طوفانی لہر ہے جس نے بھاری اکثریت کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ بندوں کے مالی اور عملی حقوق میں خیانت بھی کھلے بندوں ہوتی ہے۔ امانت رکھنے والے امانت میں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں، ملازمین، کاریگر اور مزدور اپنے فرائض کی بجاآوری میں کوتاہی کرتے ہیں، اپنے کاموں میں اخلاص اور سچائی سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ مزدوری اپنی مرضی کے مطابق وصول کرتے ہیں، لیکن ان کاموں میں نہایت سستی کرتے ہیں جو شرعی، اخلاقی اور سماجی طور پر ان کے لیے ضروری ہیں۔

اس قسم کی خیانت آج کھلے بندوں میں ہوتی ہے، بلکہ اسے چالاکی اور ہوشیاری سمجھا جاتا ہے۔ حقوق الٰہی میں خیانت کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے فرائض اور احکام کو چھوڑ دیا جائے، شرعی پابندیوں سے منہ موڑ لیا جائے اور اس کو روشن خیالی اور آزادی سمجھا جائے۔ دوسری طرف شریعت پر عمل درآمد کو رجعت پسندی اور زمانے سے بچھڑ جانا خیال کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ۔

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو

کاش کوئی آدمی ہماری طرف سے ان لوگوں کے سامنے مذکورہ آیتیں تلاوت کردے اور

رسول اللہ ﷺ کے ان فرمودات کو پڑھ دے جن میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کی خیانت کا ذکر ہے اور اگر اس سلسلے میں کوئی اور آیت نازل نہیں ہوتی تب بھی تنبیہ اور سرزنش کے لیے بھی ایک آیت کافی ہوتی:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتَخُوْنُوْآ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْآ اَمَانَاتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

یا یہ ارشاد کہ:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَايَهْدِىْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ﴾

رہیں احادیث تو ان میں سے دو کو ہم نے پہلے پیش کیا' ان میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرو کی ہے اور دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے- ان دونوں روایتوں میں یہ وارد ہے کہ خیانت نفاق کی خصلتوں میں سے ایک ہے' اور یہ حقیقت ہے کہ خیانت کے نتیجے میں بندہ دنیا میں ننگ و عار اور ذلت و رسوائی اٹھاتا ہے اور آخرت میں کا ٹھکانا جہنم ہوگا-

خیانت سے تنبیہ جن روایتوں میں مذکور ہے' ان میں ایک روایت امام احمد' ابن حبان' حاکم اور بیہقی (رحمہم اللہ) سے منقول ہے۔ صحیح کی اس روایت میں ہے کہ:

((اِضْمَنُوآ لِىْ سِتًّا اَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ اَصْدِقُوْا اِذَاحَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَاعَدْتُمْ وَاَدُّوا الْاَمَانَةَ اِذَا أُؤْتُمِنْتُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ))

"تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو' میں تمھیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب گفتگو کرو سچ کہو' وعدہ کرو تو پورا کرو' تمھارے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو پوری پوری ادا کرو' اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو' اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو' اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔"

امام احمد' بزار اور طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَاخَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا قَالَ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهُ وَلَادِيْنَ لِمَنْ

لَاعَهْدَ لَهُ))

"رسول اللہ ﷺ جب بھی ہمیں خطبہ دیتے تو فرماتے' اس شخص کے اندر ایمان نہیں جس کے اندر امانت نہیں' اس کے اندر دین داری نہیں جس کے اندر عہد کا پاس نہیں۔"

اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے' البتہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

((خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ فِيْ خُطْبَتِهِ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ))

"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اپنے خطبے میں فرمایا۔ پھر پوری حدیث نقل کی۔"

امام ابوداؤد اور حاکم نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((اَنَا ثَالِثُ الشَّرِيْكَيْنِ مَالَمْ يَخُنْ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ))

"میں دونوں شرکت (کے ساتھ کاروبار کرنے) والوں کا تیسرا ہوتا ہوں جب تک وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کریں۔"

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور وہ اس کو رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَايَسْتَشْهِدُوْنَ يَخُوْنُوْنَ وَلَايُؤْتَمِنُوْنَ يَنْذُرُوْنَ وَلاَ يُوَفُّرُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ))

"تم میں سب سے بہتر زمانہ میرا (زمانہ) ہے۔ پھر وہ بہتر ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے۔ پھر وہ بہتر ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے۔ پھر ان کے بعد وہ لوگ رہ جائیں گے جو بغیر طلب گواہی کے گواہی دیں گے' امانت داری نہیں کریں گے خیانت کریں گے' نذریں پوری نہیں کریں گے' لیکن نذریں مانیں گے ان میں فربہی نمایاں ہوگی۔"

امام ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِیْعِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِیَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ))

''اے اللہ میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ بھوک بدترین شوروہنگامے (کا سبب) ہے اور میں خیانت سے تیری پناہ چاہتا ہوں کیونکہ وہ بدترین چھپا ہوا بھید ہے۔''

اکاونواں کبیرہ گناہ

بات چیت میں جھوٹ بولنا

جھوٹ سخت ہلاکت خیز گناہ کبیرہ ہے- جھوٹا آدمی بدباطن' پست ہمت اور بے وزن ہوتا ہے- اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں ہوتی- عام آدمی بھی اسے منہ نہیں لگاتا- جھوٹا شخص ہمیشہ شر اور فساد کی طرف مائل ہوتا ہے' فتنہ جگاتا اور مصیبتیں کھڑی کرتا ہے- آسمانوں اور زمین میں ایسے آدمی کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے-

مشاہدہ شاہد ہے کہ جھوٹ کی بدولت کتنے ہی آدمی ابتلا اور آزمائش سے گزرے ہیں' بالخصوص جب حکام اور بڑے لوگوں کے یہاں جھوٹ بولا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے تمام بے چینی' قلق و اضطراب اور جنگ اور فساد پھوٹ پڑتا ہے- باطل اور حرام طریقے سے مال ہڑپ کیے جاتے ہیں' ناحق جھوٹ اور فسق و فریب کی بدولت خون کی ندیاں بہائی جاتی ہیں اور لوگوں پر شر اور فساد کی آندھیاں امنڈ آتی ہیں- یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی' ان کے لیے جہنم کو تیار کیا جو بدترین ٹھکانا ہے-

دروغ گو اور جھوٹ بولنے والا آخرت میں بے نصیب ہوتا ہے- ہمیشہ غضب الٰہی کی زد میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے سخت عذاب اور دردناک انجام سے ڈرایا ہے- چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْمُتَكَبِّرِينَ﴾ (الزمر: ٦٠)

"قیامت کے دن تم دیکھو گے جن لوگوں نے خدا کی نسبت جھوٹ باندھا ہو گا ان کے منہ کالے ہوں گے کیا (انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ) متکبروں کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہو گا-"

﴿اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ بِآیَاتِ اللّٰہِ وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْکَاذِبُوْنَ﴾

(النحل : ۱۰۵)

"جھوٹ کا افترا تو وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اللہ کے حکموں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی جھوٹے ہیں۔"

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِی مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ﴾ (المومن : ۲۸)

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا جو اسراف کرنے والے اور جھوٹے ہیں۔"

اور چونکہ جھوٹ کے نتائج سخت مہلک اور خطرناک ہیں اور جھوٹ بولنے والے کے ساتھ ساتھ اغیار بھی اس کے شر سے محفوظ نہیں ہوتے' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس سے ڈرایا اور خوف دلایا ہے۔

ایسی چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا:

((عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِی اِلَی الْبِرِّ وَالْبِرَّ یَھْدِی اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَایَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَاللّٰہِ صِدِّیْقًا وَاِیَّاکُمْ وَالْکَذِبَ فَاِنَّ الْکَذِبَ یَھْدِی اِلَی الْفُجُوْرِ وَالْفُجُوْرَ یَھْدِی اِلَی النَّارِ وَمَایَزَالُ الْعَبْدُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکِذْبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَاللّٰہِ کَذَّابًا))

"سچائی کو لازم پکڑو' کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے' اور آدمی یکساں طور پر سچ کہتا اور سچائی کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کا نام سچوں میں لکھ دیا جاتا ہے' اور جھوٹ سے بچتے رہو اس لیے کہ جھوٹ گناہ اور فجور ہے اور فجور دوزخ کی راہ بتاتا ہے اور آدمی مسلسل جھوٹ کہتا اور اسی کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا شمار جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔"

اس روایت کو امام بخاری' مسلم' ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا اور اس کی تصحیح کی' الفاظ انہی کے ہیں۔"

(۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُوْرِ وَهُمَا فِي النَّارِ))

''سچائی کو تھامے رہو' کیونکہ سچ نیکی کا ساتھی ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں جنت میں ہوں گے' اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ اور گناہ کا باہم ساتھ ہے اور یہ دونوں چیزیں دوزخ میں ہوں گی۔''

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى كُلِّ خُلَّةٍ غَيْرَ الْخِيَانَةِ وَالْكِذْبِ))

''مومن ہر عادت پر خود کو ڈھال سکتا ہے لیکن خیانت اور جھوٹ کی عادت پر خود کو نہیں ڈال سکتا۔''

اس روایت کو بزار اور ابو یعلی نے نقل کیا۔[1]

(۴) حضرت صفوان بن سلیم سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ؟ قِيْلَ لَهُ أَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ عرض کیا گیا کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ عرض کیا گیا کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا نہیں۔''

---

[1] اس کے رواۃ صحیح ہیں نیز اس روایت کو دار قطنی نے علل میں دو طریق سے ذکر کیا ہے۔ مرفوع اور موقوف' اور کہا ہے کہ اس روایت کا موقوفاً منقول ہونا راستی کے قرین ہے۔ اور طبرانی نے اس کو کبیر میں اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا۔ (ترغیب و ترہیب)

موقوف یعنی حدیث کو صحابی کی طرف مرفوع کرنا جیسے راوی یوں کہے: حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے' حضرت ابن عمر سے منقول ہے۔

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو مرسل نقل کیا ہے۔[1]

(۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ الْمَلَكُ عَنْهُ مِيْلاً مِنْ نَتَنِ مَاجَاءَ بِهِ))

"بندہ جب جھوٹ کہتا ہے تو اس کے کہے ہوئے جھوٹ کی بدبو سے فرشتے میلوں دور چلے جاتے ہیں۔"

اس روایت کو ترمذی اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الصمت میں نقل کیا۔ ترمذی نے اس کو حدیث حسن کہا ہے۔

(۶) صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب کی حدیث میں ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا ایک خواب ذکر ہے:

((فَاَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ لِقَفَاهُ وَآخَرُقَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوبٍ مِنْ حَدِيْدٍ يُشَرْشِرُشِدْقَيْهِ اِلَى قَفَاهُ وَعَيْنَاهُ اِلَى قَفَاهُ ثُمَّ يَذْهَبُ اِلَى الْجَانِبِ الْآخَرِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلُ مَافُعِلَ فِى الْجَانِبِ الْاَوَّلِ فَمَا يَرْجِعُ اِلَيْهِ حَتَّى يَصِحَّ مِثْلَ مَاكَانَ فَيَفْعَلُ به كَذَالِكَ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقُلْتُ لَهُمَا مَنْ هَذَا فَقَالاَ اِنَّهُ كَانَ يَغْدُو مِنْ بَيْتِهِ فَيَكْذِبُ الْكَذِبَةَ تَبْلُغُ اْلآفَاقَ))

"پھر ہم ایک شخص کے پاس پہنچے' وہ چت لیٹا ہوا تھا اور ایک اور شخص لوہے کا آنکڑا لیے ہوئے کھڑا تھا اور اس آنکڑے سے اس کی ایک باچھ کو گدی تک (اور ایک نتھنے کو گدی تک) اور ایک آنکھ کو گدی تک چیر ڈالتا تھا۔ پھر وہ ایک جانب سے چیر کر دوسری جانب کو چیرتا تھا اور ابھی وہ دوسری جانب کے چیرنے سے فارغ نہیں ہوتا تھا کہ پہلی جانب

---

[1] مرسل وہ روایت ہے جس کے رواۃ میں سے صحابی ساقط ہو جائیں جیسے تابعی براہ راست رسول اللہ ﷺ سے نقل کرے' جیسے عن نافع عن النبی علیہ السلام۔ بیقونیۃ میں ہے۔

((ومرسل منه الصحابی سقط وقل غریب ماروی راو فقط))

"مرسل وہ روایت ہے جس میں سے صحابی ساقط ہو جائیں۔ غریب وہ روایت ہے جسے فقط ایک راوی نے نقل کیا ہو۔"

اچھی ہو جاتی تھی- پھر وہ اس کو چیرتا تھا- غرضیکہ اسی طرح قیامت تک کرتا رہے گا- میں نے دونوں سے کہا: یہ شخص کون ہے؟ انھوں نے کہا یہ وہ شخص تھا جو اپنے گھر سے صبح ہی کو نکل کر ایسے ایسے جھوٹ بولتا تھا جو ساری دنیا میں پھیل جاتے تھے-"

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ثَلاثَةٌ لایُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیامَةِ وَلایُزَکِّیهِمْ وَلایَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ شَیْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ کَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَکْبِرٌ))

"قیامت کے دن تین آدمیوں کی طرف اللہ تعالیٰ نظر (شفقت) نہیں کرے گا' نہ انھیں پاک کرے گا' نہ ان کی طرف دیکھے گا اور انھیں دردناک عذاب ہو گا- بوڑھا (زانی) جھوٹا حکمران اور اکڑباز نادار-"

اس روایت کو مسلم وغیرہ نے ذکر کیا-

(۸) صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ:

((اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مَایَتَبَیَّنُ فِیْهَا اَیْ مَایُفَکِّرُ فِیهَا بِاَنَّهَا حَرَامٌ یُذَلُّ بِهَا فِی النَّارِ ابعَدَ مِمَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ))

"آدمی کوئی بات کہتا ہے اور سرسری کہہ دیتا ہے غور نہیں کرتا کہ وہ حرام ہے' اس کی وجہ سے وہ لگاتار جہنم میں اتنی دور جا گرتا ہے' جتنا فاصلہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے-"

گزشتہ آیات اور مذکورہ روایات سے جھوٹ سے آگاہی ہوتی ہے اور بہت سی ان روایتوں سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے جنھیں ہم نے ذکر نہیں کیا- ان احادیث سے جھوٹ کی خطرناک مضرتوں کا پتہ چلتا ہے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنا مسلمان کے اخلاق کے منافی ہے- مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ جھوٹ نہ بولے تاکہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں- یہ نہیں کہ وہ جھوٹ کہے اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی بلا اور آزمائش میں مبتلا کر رکھے-

جھوٹ منافقوں کی خصلت ہے- جھوٹا آدمی پروردگار عالم کی طرف سے لعنت کا مستحق ہے- جھوٹ اور سچ کبھی بھی مسلمان کے دل میں یکجا نہیں ہو سکتے- جھوٹا روسیاہ ہوتا ہے' قیامت کے دن اس کا منہ کالا ہوگا' خدا کے سامنے جب اس کی پیشی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس سے بات نہیں کرے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا- بندوں کے نزدیک جھوٹوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی -اس کی گواہی مردود ہوتی ہے' خلقت میں وہ رسوا اور ذلیل و خوار ہوتا ہے' اس لیے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جھوٹ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے اور جھوٹ ہی نہیں بلکہ ایسی کوئی بھی بات نہ کہے جس کا دین یا دنیا میں کوئی فائدہ نہ ہو' کیونکہ خاموشی میں سلامتی ہے-

صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ))

"جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے ورنہ چپ رہے-"

جاننا چاہئے کہ جھوٹ کی کئی قسمیں ہیں:

پہلی قسم: کا جھوٹ سراسر کفر ہے جو اللہ یا اس کے رسول پر باندھا جائے جیسے یوں کہا' جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا اللہ نے فلاں چیز فرض قرار دی' یا فلاں چیز کو حرام ٹھہرایا' حالانکہ حقیقت میں اللہ نے اس چیز کو نہ فرض قرار دیا' نہ حرام ٹھہرایا' نہ وہ بات کہی جو وہ جھوٹا کہتا ہے- یا یوں کہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ کہا ہے جب کہ حقیقت میں آپ نے ایسا نہیں کہا البتہ وہ محض اپنی بات کا چرچا کرنے یا اپنے طریقے اور نظریے کو رواج دینے کے لیے اس طرح کہتا ہے' یا اپنی کھوٹی پونجی کو چلانا چاہتا ہے' یا اس قسم کی کسی کمینہ حرکت کے درپے ہے' اور اس کی یہ حرکت کفر کے علاوہ اور کیا ہوگی' اس نے اللہ اور اس کے رسول پر بہتان باندھا اور جھوٹی بات کہی- قیامت کے دن اس کا کیا حال ہوگا جب اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس کرے گا' اللہ کے رسول اس سے سوال کریں گے ---- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ اَلَيْسَ

فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِيْنَ﴾ (العنكبوت : ٦٨)

"اور جو کوئی اللہ پر جھوٹ باندھے یا اللہ کی طرف سے آئی ہوئی حق بات جب اس کے پاس پہنچے تو اس کو جھٹلائے اس سے بھی بڑا ظالم کون ہو گا؟ کیا ایسے بے ایمان کا جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے۔۔۔؟"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ایک صحیح حدیث میں ہے۔

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

"جس نے جان بوجھ کر میرے خلاف جھوٹ گھڑا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔"

یہ حدیث متفق علیہ ہے اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔امام مسلم نے بھی اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے کہ:

((مَنْ رَوٰى عَنِّيْ حَدِيْثًا وَهُوَ يَرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ))

"جس نے میری طرف منسوب کر کے کوئی حدیث بیان کی' وہ اس کے خیال میں جھوٹ ہے تو وہ ایک جھوٹا ہو گا۔"

دوسری قسم کا جھوٹ: گناہ کبیرہ ہے۔اس جھوٹ کی نوعیت یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں دوسرے کو ضرر اور اذیت پہنچے خواہ وہ کوئی مسلمان ہو یا ذمی ہو' اور تکلیف خواہ اسے جسمانی ہو یا اس کی عزت و آبرو کو ٹھیس پہنچے' مثلاً اس کے خلاف حاکم کے سامنے جھوٹا بیان دے' کسی مقتدر شخص کے سامنے ایسی کوئی بات کہہ دے جس کی وجہ سے اسے قید' جرمانہ یا مار پیٹ وغیرہ کا سامنا کرنا پڑے' یا سامان کے بارے میں قسم کھائے کہ اس نے اتنے اتنے کا خریدا ہے' حالانکہ اس نے جھوٹ کہا ہے' کوئی خرید و فروخت نہیں ہوئی تھی ہاں اس کا مقصد یہ تھا کہ خرید و فروخت ثابت ہو کر مہنگی قیمت اس کے گلے پڑ جائے' یا گھٹیا چیز اسے لینی پڑ جائے' یوں ہی قسم کھا کر یہ جتلائے کہ خریدی گئی چیز بے عیب ہے۔

تیسری قسم کا جھوٹ : گناہ کبیرہ شمار ہو گا۔یہ وہ جھوٹ ہے جس کی بات بات میں عادت پڑ جائے' لیکن اس سے کسی ضرر نہ پہنچے اور اگر کوئی اس جھوٹ پر مصر رہا اور اسی طرح جھوٹ کہتا رہا تو اس کے اصرار کرنے اور لگاتار کہتے رہنے کی وجہ سے یہ جھوٹ گناہ کبیرہ شمار ہو گا۔

اس کے بالمقابل جو شخص سچ کہتا ہے' متعدد آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔

ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾

(التوبہ : ۱۱۹)

"مسلمانو اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کا ساتھ دیا کرو۔"

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرْ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيْلاً لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصَّادِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِيْنَ اِنْ شَاءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (الاحزاب:۲۳-۲٤)

"انہی ایمان داروں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ خدا کے ساتھ جو انھوں نے وعدے کیے تھے اس میں وہ پورے نکلے' ان میں سے بعض نے اپنی کامیابی حاصل کر لی اور بعض ان کے ابھی انتظار میں ہیں اور انھوں نے اس (وعدے) میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے گا اور منافقوں کو چاہے گا تو عذاب دے گا یا ان پر رحم کرے گا' خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

ہم نے اس سے پہلے متعدد ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن میں جھوٹ کی مذمت کے ساتھ ساتھ سچ کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے' انھیں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نیک توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے

❋❋❋

باونواں کبیرہ گناہ

غداری اور وعدہ خلافی کرنا

وعدہ خلافی اور بے وفائی منافقوں کی اہم نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں عہد کو پورا کرنے اور بے وفائی کی حرمت کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ (المائدہ : ١)

"مسلمانو احکام الٰہی کی تعمیل کرتے رہو۔"

علامہ ابن کثیر کے حوالے سے حضرت ابن عباس اور مجاہد رحمہما اللہ کا یہ قول منقول ہے کہ عہد جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولاً﴾ (الاسراء : ٣٤)

"اور وعدے پورا کیا کرو' کچھ شک نہیں کہ وعدے (کی بابت) سوال ہوگا۔"

عہد میں دو چیزیں بھی داخل ہیں جنھیں اللہ نے حلال یا حرام قرار دیا' جنھیں فرض ٹھہرایا اور قرآن پاک میں جن کے حدود مقرر کیے اور حکم دیا کہ غداری نہ کی جائے' نہ وعدہ خلافی کی جائے۔ پھر مزید اصرار کے ساتھ فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهِ وَيَقْطَعُوْنَ مَاأَمَرَاللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ﴾ (رعد : ٢٥)

"اور جو لوگ خدا کے ساتھ مضبوط عہد کرنے کے بعد اس کے خلاف کرتے ہیں اور جن تعلقات کو خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں' ایسے ہی لوگوں پر لعنت ہے اور ان کا انجام بہت برا ہے۔"

اس عہد میں عقود اور معاملات بھی داخل ہیں جیسے اللہ کے عہد و میثاق' حلف کے وعدے'

شرکت کی بات چیت' لین دین' نکاح اور قسموں کے کلمات وغیرہ۔

بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ حکام آپس میں اور قبائل ایک دوسرے کے ساتھ نقض عہد کا ارتکاب کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک حاکم دوسرے حاکم سے کوئی معاہدہ کرتا ہے' ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے ساتھ عہد و پیان کرتا ہے' لیکن کچھ سوچے سمجھے بغیر اسے توڑ دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں فتنے اور خون ریز جھڑپیں رونما ہوتی ہیں' خون کی ندیاں بہہ جاتی ہیں' بے گناہ مارے جاتے ہیں' مال و دولت لوٹا جاتا ہے' عزت و آبرو پر ڈاکے ڈالے جاتے ہیں' دلوں میں دشمنی گھر کرتی ہے' مسلمانوں کا ایک دوسرے سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے' وحدت کلمہ کی بنیاد میں دراڑیں پڑتی ہیں اور یہ سب محض اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور اس سے کیے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ﴾ (الانفال:٥٦-٥٨)

”جو لوگ کفر پر جمے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے وہ اللہ کے نزدیک حیوانات سے بدتر ہیں' جن کافروں سے تو نے عہد کیے ہیں اور وہ بار بار عہد شکنی کرتے ہیں اور پرہیز نہیں کرتے تو تو ان کو لڑائی میں پاوے تو (ایسی ڈپٹ کیجو کہ) ان کے ساتھ ہی پیچھے والوں کو بھی متفرق کرو تاکہ نصیحت پاویں' اور اگر تجھے ان سے خیانت معلوم ہو تو ان کو برابری کی صورت میں اطلاع دے دیا کر۔ خائن اور دغا باز خدا تعالیٰ کو نہیں بھاتے۔“

عہد شکنی کے واقعات جیسے ان لوگوں میں ہوتے ہیں جن کا ذکر اوپر گزرا' اسی طرح یہ واقعات ان لوگوں میں بھی ہوتے ہیں جو سودا سلف اور خرید و فروخت کرتے ہیں' پھر وہ جب دیکھتے ہیں کہ فلاں خریدار زیادہ قیمت دیتا ہے یا خریدار دیکھتا ہے کہ فلاں بیوپاری کم قیمت میں بیچنے پر راضی ہے' تو ان میں سے ہر کوئی پچھلے سودے کو توڑ دیتا ہے اور نیا سودا کرنے کے لیے طرح

طرح کے حیلے بہانے تراشتا ہے۔ مثلاً یہ عذر تراشا جاتا ہے کہ میں نے تو فلاں کے لیے اس کو خریدا تھا یا میں نے بغیر دیکھے اس کو لے لیا تھا یا اس میں فلاں عیب تھا اور میں جانتا تھا یا موکل (ایجنٹ) نے وہ چیز مجھے اس قیمت کی نہیں دی' اور کبھی سودے میں کسی طرح سود کو شامل کیا جاتا ہے تاکہ کمی اور خسارہ پورا کیا جاسکے اور کبھی جھوٹی باتیں کہہ کر نقصان کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس قسم کے واقعات کا شکار عام لوگ بھی ہوا کرتے ہیں' مثلاً ایک آدمی دوسرے کو کوئی چیز دینے کا وعدہ کرتا ہے یا کہتا ہے کہ تمھارا کام کر دوں گا' وہ بے چارہ اس وعدے پر خیالوں کے محل تیار کرتا ہے اور بڑی بڑی آرزوئیں باندھتا ہے' لیکن جب وقت آتا ہے تو وعدہ کرنے والا طرح طرح کا عذر تراشتا ہے اور تارِ عنکبوت جیسے بہانے پیش کرتا ہے اور وعدہ کر کے صاف مکر جاتا ہے' حالانکہ اس وعدہ خلافی سے سب سے زیادہ نقصان اس شخص کو پہنچتا ہے جس کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا' مثلاً وعدہ کرنے والے نے اسے روپیہ دینے کی امید دلائی تھی اور اس نے منگنی یا شادی کا منصوبہ بنایا تھا' جب وقت موعود آتا ہے اور وہ روپیہ مانگتا ہے تو وعدہ کرنے والا مکر جاتا ہے' جس سے وعدہ کیا جاتا ہے' وہ مصیبت میں پڑ جاتا ہے' اس کی آرزوؤں پر پانی پھر جاتا ہے اور اس کی نسبت ٹوٹ جاتی ہے' یا منگنی کی طرح کسی چیز کی خرید و فروخت کی بات ٹوٹ جاتی ہے اور وعدہ خلافی یا عدم ادائیگی کی وجہ سے سودا اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور وہ جھوٹا' بے وفا یا دغا باز مشہور ہو جاتا ہے۔

ان تمام لوگوں کے سامنے جو وعدہ خلافی کے خوگر ہیں۔ ہم ایک مرتبہ پھر قرآن پاک کی آیتیں اور بعض روایتیں پیش کریں گے تاکہ انھیں عبرت اور نصیحت ہو' اور جس نفس امارہ کے دباؤ میں آکر وہ اس قسم کی حرکت کرتے ہیں' اس کا زور کم ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبة : ۱۱۱)

''اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ لہٰذا تم اپنے سودے سے جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے' خوشی مناؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

﴿وَاَوْفُوابِعَهْدِاللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُمْ وَلاَتَنْقُضُوا الاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلاً اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَاتَفْعَلُوْنَ﴾ (النحل : ۹۱)

"اور اللہ کے نام سے جب تم عہد و پیماں کرو تو پورے کیا کرو اور قسموں کو بعد تاکید مزید کر کے نہ توڑا کرو' حالانکہ اللہ کو تم ضامن ٹھہراتے ہو- اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو-"

﴿وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولاً﴾ (الاسراء : ۳٤)

"اور وعدے پورا کرو' کچھ شک نہیں کہ وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا-"

﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنَ﴾ (البقرہ : ٤٠)

"اور میرا وعدہ پورا کرو میں تم سے کیا وعدہ پورا کروں گا اور مجھ سے ڈرتے رہو-"

﴿وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَاللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْ نَنَّ مِنَ الصَّالِحِيْنَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَهُمْ مُعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُوْنَ﴾ (التوبة :۷۵-۷۷)

"اور بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہم کو مال دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور نیکو کاروں سے ہوں گے- پھر جب خدا نے اپنے فضل سے ان کو دیا تو وہ بخل کر بیٹھے اور منہ موڑ کر ہٹ گئے تو خدا نے ان کی موت کے دن تک ان کے دلوں میں نفاق کی بنیاد لگادی' کیونکہ اللہ سے انھوں نے وعدہ خلافی کی ہے اور جھوٹ بولتے رہے ہیں-"

﴿وَمَا يُضِلُّ بِهِ اِلاَّ الْفَاسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهِ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَاللّٰهُ بِهِ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الاَرْضِ اُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾ (البقرہ :۲٦-۲۷)

"اور سوائے فاسقوں کے کسی کو گمراہ نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد بھی توڑ ڈالتے ہیں اور انسانی تعلق جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے' اس کو توڑ ڈالتے ہیں' اور ملک میں فساد مچاتے ہیں- یہی لوگ گھاٹے میں ہیں-"

اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ستائش کی ہے' جو وعدہ کر کے اس کو پورا کرتے ہیں- ارشاد ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلاَّ عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ﴾ (المومنون: ۱-۶)

"نجات یاب وہ ایمان دار ہیں جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں' ایسے کہ گویا خدا کے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں' جو بے فائدہ باتوں سے گریز کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتے ہیں کہ اپنی عورتوں اور باندیوں کے سوا کسی سے نہیں ملتے' ان پر کوئی ملامت نہیں- ہاں جو لوگ اس کے سوا اور طریق اختیار کرتے ہیں وہی حدود سے بڑھنے والے ہیں- اور وہ لوگ نجات یاب ہیں جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس کرتے ہیں' اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں- یہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے-"

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمَاعِيْلَ اِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلاً نَّبِيًّا﴾ (مریم: ۵٤)

"اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بے شک وہ وعدہ کا سچا رسول اور نبی تھا-"

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّائِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ

أُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ:۱۷۷)

"یہ کوئی نیکی نہیں جو تم اپنا منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرتے جاؤ- ہاں نیکی والے وہ لوگ ہیں جو خدا کو اور قیامت کے دن کو اور فرشتوں کو اور سب کتابوں اور نبیوں کو مانیں اور اپنا مال باوجود اس کی خواہش کے عزیزوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دے دیں اور غلاموں کی رہائی میں خرچ کریں اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوۃ دیں اور جب کبھی وعدہ کریں تو پورا کریں اور سختیوں' بیماریوں اور جہاد کے وقت میں صابر رہیں- یہی وہ لوگ ہیں جو (اپنے دعوے میں) سچے ہیں اور یہی لوگ خدا سے ڈرنے والے ہیں-"

ان سعادت مند افراد کے اوصاف میں خصوصیت کے ساتھ ایمان داری' سچائی اور وفاداری کا ذکر فرمایا اور اسی کے ضمن میں ان لوگوں کا ذکر کیا جو وعدہ کرتے ہیں اور اسے پورا کرتے ہیں-

رہیں وہ حدیثیں جن میں غداری' دھوکا بازی اور بے وفائی سے ڈرایا گیا ہے- ان کی تعداد بہت زیادہ ہے- ذیل میں چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ))

"قیامت کے دن ہر دھوکے باز کا ایک جھنڈا ہو گا (اس کی بابت) کہا جائے گا کہ اس نے فلاں بن فلاں کے ساتھ دھوکا کیا تھا-"

اس روایت کو امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے نقل کیا-

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا--- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اُعْطِيَ بِيْ ثُمَّ غَدَرَ وَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ وَ رَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ الْعَمَلَ وَلَمْ يُعْطِهِ اَجْرَهُ))

"تین آدمیوں کا قیامت کے دن میں مدمقابل رہوں گا- ایک وہ آدمی جس نے مجھے دیا پھر عذر کیا اور ایک وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھالی اور ایک وہ آدمی جس نے کسی مزدور سے پوری پوری مزدوری لے لی لیکن اس کی اجرت نہیں دی-"

اسی امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا۔(ترغیب)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً))

"جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہو گی' اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کوئی بیعت نہ رہی وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے ضمن میں درج ہے' نیز اس روایت کو امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَ يُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَاْتِهٖ مَنِيَّةٌ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُؤْتٰى اِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْيُعْطِهٖ اِنِ اسْتَطَاعَ فَاِنْ جَاءَ اٰخَرُ يُنَازِعُهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْاٰخَرِ))

"جو چاہتا ہے کہ دوزخ سے دور رکھا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو لازم ہے کہ اس کا انتقال ایسی حالت میں ہو کہ خدا اور روز قیامت پر اس کا ایمان ہو اور جو سلوک اپنے ساتھ ہونا پسند کرتا ہو وہی لوگوں کے ساتھ کرے۔اگر کسی نے امام کی بیعت کی اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا اور اپنے دل کا ثمرہ اس کے ہاتھ میں رکھ دیا تو بقدر امکان اس کی فرمانبرداری کرے' اور اگر کوئی دوسرا شخص امام کا مقابل پیدا ہو جائے تو اس کی گردن مار دو۔"

اس روایت کو امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

❋ ❋ ❋

ترپنواں کبیرہ گناہ
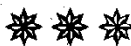
خصومت میں جھوٹ بولنا

کسی کے حق کے سلسلے میں تکرار اور حجت کے موقعہ پر جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے اور دوسرے بڑے بھاری گناہوں اور مفاسد کا باعث ہے۔ تکرار کے وقت جھوٹ بولنے والا اپنے فریق کے حق سے انکاری ہوتا ہے۔ اس کی عزت اور مال و آبرو کو اپنے لیے حلال سمجھتا ہے' ہر طریقے سے اسے نقصان پہنچانا چاہتا ہے' اس کا مال برباد کرنے کا خواہاں ہوتا ہے' اور اس راہ میں بسا اوقات وہ اپنے فرائض اور واجبات سے کوتاہی کر بیٹھتا ہے۔

عام طور پر مقدمات لڑانے والوں' ایک بستی کو دو ٹولیوں اور سیاسی پارٹیوں کا اختلاف کسی پر مخفی نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کا باہم نزاع اور لڑائی ایک مہلک بیماری ہے' جس سے رشتے اور رابطے ٹوٹتے ہیں' جرائم پروان چڑھتے ہیں' اخلاقی قدریں پامال ہوتی ہیں' محبت ٹوٹ جاتی ہے' اتحاد پارہ پارہ ہوتا ہے' حق کو روندا جاتا ہے اور باطل کو فروغ دیا جاتا ہے' بالخصوص جو گروپ یا افراد زیادہ چرب زبان اور باتونی ہوتے ہیں ان کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے اور فریق مخالف مغلوب ہو جاتا ہے۔

اس کے دلائل اور اس کی باتیں جج مجسٹریٹ اور حاضرین کو متاثر کرتی ہیں اور فریق مخالف حق پر ہونے کے باوجود حیران اور ششدر رہ جاتا ہے' کیونکہ چرب زبانی اور باتونی ہونے میں وہ اس سے پیچھے رہ جاتا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خصم لاکھ جھوٹا ہونے کے باوجود اس پر حاوی ہو جاتا ہے اور پہلا شخص مظلوم ہو کر بھی عدالت میں جھگڑالو اور اڑیل قرار پاتا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے وکلا اور مقدمہ باز بھی اس دروغ بے فروغ کی ہولی جی بھر کر کھیلتے ہیں اور ہر ہر قدم پر جھوٹ بولتے ہیں' کیونکہ انھیں قانون اور ضابطے اور دفاع کے طریقے اسی طرح پڑھائے جاتے ہیں کہ وہ اپنے فریق کو کیسے مغلوب

کریں اور عدالتی چارہ جوئی' شیطانی ہتھکنڈوں اور زبان کے زور سے حق دار کو کیسے اس کے حق سے محروم کریں' اور جس کا کوئی حق نہ ہو اس کو اس کے حوالے کریں- قانون اور آئین کے اس سیاہ بازار میں باطل پر حقوق کا خوشنما لیبل لگا ہوتا ہے' جھوٹ پر سچ کا رنگ و روغن ہوتا ہے' اور جھوٹا' دغا باز' مظلوم و مقہور سمجھا جاتا ہے' یہاں تک کہ جو حقیقی مظلوم ہوتا ہے' رائے عامہ اس کے خلاف ہو جاتی ہے' اور اس کو باغی کا خطاب ملتا ہے' جب کہ حقیقی بغاوت پر کمر بستہ اپنی زبان اور میٹھے بول کے جادو سے جھوٹے گواہوں کی فوج اور جھوٹ کے پلندوں سے جج کو متاثر کرتا ہے اور اپنے حق میں فیصلہ کراتا ہے' حالانکہ دربردہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس کا دعوی جھوٹا تھا- اس کی بحث اور تکرار تھی- فریق مخالف ظالم نہیں تھا' بلکہ اس نے خود اس کے اوپر ظلم کیا- اور یہ سب جال محض جھوٹی مایا اور کالے دھندے کے لیے بچھایا جاتا ہے- افسوس اسے یہ احساس نہیں ہوتا کہ سارا کھڑاگ اس نے حرام کو کھانے کے لیے رچایا اور اسی طرح اس کے تحت جھوٹا دعوی قاضی اور جج پر غلط طریقے سے اثر انداز ہونا اور اس کو ناحق دبانا سب کچھ شامل ہے- ایسا شخص اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے کتنی دیر اور خلق خدا پر کس قدر ظلم و ستم کرنے والا ہے- آہ وہ کتنا جھوٹا' مکار اور دغا باز ہے-

مقدمہ بازی اور خصومت میں جھوٹ کے یہ وہ اثرات ہیں جو یہاں مذکور ہوئے اور جن کی وجہ سے اس جھوٹ کو منافقت کی ایک نشانی قرار دیا گیا' اور کوئی جھوٹا اور فریبی اپنی چرب زبانی اور یاوہ گوئی سے کتنا ہی پر فریب جھوٹ بولے' اس کے جھوٹ کا پردہ جس طرح اس آیت میں فاش کیا گیا' کیا کوئی فاش کر سکتا ہے- ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَافِي قَلْبِهِ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَايُحِبُّ الْفَسَادَ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ (البقرہ : ۲۰۴-۲۰۶)

"اور بعض لوگ ایسے ہیں جن کی باتیں تجھ کو دنیا میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنے مافی الضمیر پر خدا کو گواہ کرتے ہیں' حالانکہ وہ تمھارے سخت دشمن ہیں اور جب پھر جاتے ہیں تو زمین میں تگ و دو کرتے ہیں کہ اس میں فساد پھیلائیں اور کھیتوں کو

برباد کریں اور چوپایوں کی نسل کو ماریں اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب کوئی انھیں کہتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو عزت کی خاطر گناہ پر اڑ جاتے ہیں لہٰذا جہنم ان کو کافی ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔"

نیز امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس ارشاد کو نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الاَلَدُّ الْخَصِمِ))

"خدا کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض آدمی وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہے۔"

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كَفٰى بِكَ اِثْمًا اَنْ لَّاتَزَالَ مُخَاصِمًا))

"تمھارے لیے کافی بڑا گناہ یہ ہے کہ تم جھگڑالو بنے رہو۔"

نبی کریم ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ جَادَلَ فِيْ خُصُوْمَةٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَمْ يَزَلْ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ))

"جو کوئی کسی علم کے بغیر محض جھگڑتا رہے، وہ شخص اس وقت تک اللہ کی ناراضی میں رہے گا جب تک اس کی سانس نہ اکھڑ جائے۔"

آپ نے یہ بھی فرمایا:

﴿مَاضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوْا عَلَيْهِ اِلاَّ اُوْتُوا جَدَلاً ثُمَّ تَلاَ وَقَالُوْا ءَ اٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ مَاضَرَبُوْهُ لَكَ اِلاَّ جَدَلاً بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ (الزخرف)

"جو قوم ہدایت پر رہنے کے بعد گمراہ ہو جاتی ہے، ان میں لڑائی جھگڑا ڈال دیا جاتا ہے ۔پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور کہتے ہیں ۔کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا یہ (مسیح) اچھا ہے ۔یہ لوگ تیرے سامنے صرف جھگڑے کے طور پر کہتے ہیں، بلکہ یہ لوگ طبعاً جھگڑالو ہیں۔"

علاوہ ازیں ایک اور چیز جو لائق مذمت ہے اور جو عرصۂ دراز تک مذموم اثرات اس کے تکب پر چھوڑ جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ من گھڑت مسلک کو درست بنانے کے لیے باطل

طریقہ اپنایا جائے اور حق کے پرستاروں پر کیچڑ اچھالا جائے۔
اور اگر کوئی حق کی حمایت کے لیے حجت اور تکرار کرے جیسے کتاب و سنت اور صحیح عقیدے کی نشر و اشاعت کے لیے بحث کرے' ضلالت اور کفر کے پرستاروں کا رد کرے' اور بدعت کے شیدائیوں سے ٹکرائے تو اس کے اس عمل کا شمار اللہ کے نزدیک جہاد میں ہوگا اور دعوت الی اللہ کی قبیل سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ﴾

(النحل : ۱۲۵)

"اپنے پروردگار کی راہ کی طرف دانائی اور عمدہ عمدہ نصائح سے لوگوں کو بلاؤ اور (مباحثے کی نوبت آئے تو) نہایت عمدہ طریق سے ان کے ساتھ مباحثہ کیا کر۔ تیرا پروردگار ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اور وہ ہدایت والوں سے بھی خوب واقف ہے۔"

البتہ بحث کرنے والے کو گفتگو کے آداب سے واقف ہونا چاہیے اور جارحانہ کلام سے گریز کرنا چاہیے تاکہ دوسرا فریق حجت اور دلیل کی روشنی میں اصل مدعا کو قبول کرے اور شدت اور تند خوئی سے بچے کہ اس میں کسی کا کوئی فائدہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ﴾ (آل عمران : ۱۵۹)

"کیونکہ تو اللہ کی رحمت سے ان کے لیے نرم دل پیدا ہوا ہے۔ اگر تو بدخو سخت دل ہوتا تو تیرے پاس سے فوراً یہ لوگ بھاگ جاتے۔ پس تو ان کو معاف کر اور ان کے لیے بخشش مانگ اور ان سے اپنے کام میں مشورہ لیا کر۔"

بقول علامہ ذہبیؒ وہ شخص بھی مذمت کے لائق ہے جو حجت اور بحث کرے اور حق کی جستجو کرے' لیکن بقدر حاجت' بحث مباحثہ کے بجائے وہ شخص لڑائی جھگڑا' جھوٹ' فساد اور ایذا رسانی پر آمادہ ہو اور خصم پر اپنی بات محض لادنا چاہتا ہو اسی طرح وہ شخص بھی لائق مذمت ہے

جو کسی سچائی کے حصول کے بغیر محض غرض کا بندہ ہو اور اپنے فریق سے محض الجھتا ہو' اس کی تہہ میں عناد و دشمنی اور فریق کو مقہور اور مبہوت کرنا چاہتا ہو- ایسے شخص کی مذمت کی جائے گی اور وہ شخص کسی مذمت کا مستوجب نہیں ہو گا جو مظلوم ہو' حق کی حمایت کرنا چاہتا ہو' جھگڑا اور سخت کلامی سے کوسوں دور ہو' اور کسی قصد و ارادے کے بغیر کسی سے الجھتا نہ ہو' نہ کسی کو اذیت اور تکلیف پہنچانے کے درپے ہو- ایسے شخص کی بحث اور تکرار حرام نہیں- البتہ جہاں تک ہو سکے حجت اور تکرار کو کم سے کم استعمال کرنا چاہیے' کیونکہ دوران مباحثہ زبان کو لگام دینا کٹھن کام ہے اور خصومت سے سینہ چھلنی ہوتا ہے اور غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھتی ہے- جب غصے کی آگ بھڑکتی ہے تو آپس میں بغض و حسد پیدا ہوتا ہے' اس کی تکلیف کو دیکھ کر دوسرا خوش ہوتا ہے' دوسرے کی مسرت سے پہلے کو جلن ہوتی ہے' اور زبان کے زور سے عزت و آبرو کو پامال کیا جاتا ہے- لہٰذا خصومت کرنے والا ہے شخص آفتوں کی زد میں ہوتا ہے' دل اسی میں منہمک ہوتا ہے' یہاں تک کہ نماز میں بھی دل اسی میں لگا رہتا ہے اور ذہن حجت اور دلیل کے تانے بانے بنتا رہتا ہے' اس لیے ایسا شخص استقامت کے ساتھ ایک حال پر قائم نہیں رہتا- اور حقیقت یہی ہے کہ خصومت کی بنیاد شر و فساد اور ریاکاری ہے- اس لیے انسان کو چاہیے کہ جب تک ضرورت لاحق نہ ہو اور حد درجہ مجبوری پیش نہ آجائے' کسی سے خصومت' حجت و جدال اور تکرار نہ کرے- (کبائر للذھبی)

❋ ❋ ❋

چونواں اور پچپنواں کبیرہ گناہ

مذاق اور ٹھٹھہ کرنا' عیب جوئی کرنا' طعنہ دینا اور غیبت کرنا

مزاح میں جسے مذاق کہا جاتا ہے کوئی ذلت آمیز اور ہلکی بات نہیں کرنی چاہیے۔ نہ کسی کی حرف گیری کرنی چاہیے' نہ کردار پر حملہ کرنا چاہیے اور نہ طنز و تشنیع کرنا چاہیے نہ غیبت کرنی چاہیے۔ غیبت یہ ہے کہ کسی کی اس کے پیٹھ پیچھے برائی کی جائے' جب کہ وہ برائی اس کے اندر ہو' اور اگر اس کے اندر وہ برائی نہ ہو تو اس کو بہتان کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک نے ان تینوں عیوب کی پوری صراحت کے ساتھ مذمت فرمائی ہے۔ ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَلَاتَجَسَّسُوْا وَلَايَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحجرات : ۱۲)

"مسلمانو! تم بہت سارے مواقع پر بدگمانی کرنے سے پرہیز کیا کرو' کیونکہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور سنو! تم ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہا کرو کہ اس کا کوئی مخفی عیب ملے تو گرفت کرے اور نہ تم میں سے کوئی کسی کو اس کے پیچھے برائی سے یاد کیا کرے' کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے' اس کو تم یقیناً برا سمجھو گے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور آپ کی نسل سے تمام انسانوں کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام انسان برابر ہیں۔ ہاں جو پرہیزگار ہوں گے ان کا اکرام واعزاز

سب سے زیادہ ہو گا' البتہ دنیاوی احکام میں کنگھی کے دانتوں کی طرح سب کا حکم یکساں ہو گا۔ جب تمام انسانوں کا حال یہ ہے تو سوچنا چاہئے کہ پھر ایک آدمی دوسرے کا مذاق کیوں اڑائے' جب کہ اسلامی رشتے کی رو سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات کے مطابق سے ایک دوسرے کی محبت اور ایک دوسرے سے پیار کرنا ضروری ہے۔ ایک دوسرے کی مدد کرنا اور دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (الحجرات : ١٣)

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تم سب کو مختلف قوموں اور قبائل اس لیے بنایا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان لیا کرو۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے یقیناً اللہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔"

صحیح حدیث شریف میں ہے:

((لَاتَحَاسَدُوْا وَلَاتَنَاجَشُوْا وَلَاتَبَاغَضُوْا وَلَاتَدَابَرُوْا وَلَايَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ إِخْوَانًا اَلْمُسْلِمُ أَخُوْا الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَايَخْقِرُهُ وَلَايَخْذُلُهُ اَلتَّقْوَى هٰهُنَا وَيُشِيْرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ)) (مسلم)

"ایک دوسرے سے حسد نہ کرو' کسی کے سودے پر سودا نہ کرو' ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو' ایک دوسرے کی طرف پشت پھیر کر نہ بیٹھو اور دوسرے کو رغبت دلانے کے لیے قیمت نہ بڑھاؤ' بلکہ خدا کے بندے بھائی بھائی ہو کر رہو۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' کوئی اس پر ظلم نہ کرے' اس کو بے مدد نہ چھوڑے' اس کو ذلیل نہ سمجھے (آپ نے سینے کی طرف تین بار اشارہ کر کے فرمایا) تقویٰ اس جگہ ہوتا ہے۔ آدمی کے لیے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے' مسلمان کی ہر چیز

خون‘مال‘آبرو دوسرے پر حرام ہے۔“

ٹھٹھہ اور مذاق اڑانا کسی مسلمان کی بری طرح توہین کرنا ہے جو بہت بڑی معصیت ہے‘اور اس معصیت کی معافی توبہ نصوح (خالص توبہ) کے ذریعے ہوتی ہے‘اور جس سے مذاق کیا جاتا ہے‘اس کی زندگی میں اس سے معافی مانگ لینا ضروری ہوتا ہے‘اور یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ کوئی بگاڑ نہ پیدا کیا جائے‘ورنہ بصورت دیگر اللہ سے مغفرت کی دعا کرے اور اس کے سامنے توبہ کے لیے جھکے۔

”ھمز اور لمز“ حقارت اور استہزا کی صورتیں ہیں۔ سابقہ حدیث اور گزشتہ آیت میں ان دونوں کی حرمت وارد ہے‘اور دونوں کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے پوری ایک سورہ نازل فرمائی ہے۔چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ الَّذِىْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهُ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهُ اَخْلَدَهُ كَلاَّ لَيُنْبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ وَمَاۤ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾ (الھمزہ)

”ہر عیب جو طعنہ زن کے لیے افسوس ہے‘جس نے مال جمع کیا اور اس کو بڑے فخر کے ساتھ شمار کرتا رہتا ہے۔ سمجھتا ہے یہ مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا۔یہ خیال اس کا ہرگز (صحیح) نہیں۔اسے بھسم کرنے والی آگ میں ڈالا جائے گا۔ تمھیں کیا معلوم کہ وہ بھسم کرنے والی آگ کیا چیز ہے۔وہ اللہ کی طرف سے بطور سزا مقرر ہوئی ہے۔تیز آگ ہے‘جو بدن سے گزر کر دلوں تک جا چڑھے گی۔ تحقیق وہ آگ بڑے بڑے ستونوں کی صورت میں بدکاروں کے لیے مخصوص ہوگی۔“

علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب الزواجر میں ہے کہ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (ہمزہ) وہ لوگ جو طعنہ زنی کرتے ہیں (لمزہ) وہ جو حرام طریقے سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں (نبذ) تُوہ میں رہنا‘لقب جو کسی کی ذات کی رفعت اور بلندی کا احساس دلائے یا اس کی پستی کی غمازی کرے۔یعنی کسی شخص کو ذلت یا حقارت کے ساتھ نہ پکارا جائے مثلاً یوں نہ کہا جائے۔اے منافق‘اے فاسق۔حالانکہ وہ شخص اپنے

فسق سے تائب ہو چکا ہے۔

مذکورہ الفاظ کی مختلف لوگوں نے مختلف توجیہہ کی ہے۔ان میں "**سخریہ**" (مذاق) کو اس لیے مقدم کیا گیا کہ ان تینوں میں سب سے زیادہ اذیت اسی سے پہنچتی' اور بے حد تکلیف لاحق ہوتی ہے۔ یہ انسانی عیب کی شکل میں ہوتا ہے۔ مذاق کی بہ نسبت یہ ہلکا ہوتا ہے۔"نبذ" سے مراد نقب کے ساتھ پکارنا ہے۔ یہ عیب جوئی سے کمتر ہوتا ہے' یہ ضروری نہیں کہ اس کا مفہوم اس کے لقب کے مطابق ہو' اس لیے کہ کبھی اچھے کا لقب برا یا اس کے برعکس ہوتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تکبر مت کرو' اپنے بھائیوں کو حقیر مت جانو' اور یہ بھی مت کرو کہ ان کی طرف مطلق التفات ہی نہ کرو۔ نیز فرق مراتب کا خیال کرتے ہوئے کسی کو عیب مت لگاؤ اور ان کا ایسا نام نہ رکھو جو انہیں پسند نہ ہو اور اس ارشاد (**انفسکم**) سے اللہ تعالیٰ نے ایک خفیف اشارہ اس بات کی طرف کیا کہ مسلمانوں کو جسد واحد کی طرح رہنا چاہئے کہ ایک حصہ متاثر ہو تو پورا جسم اس کی ٹیس محسوس کرے۔ لہٰذا سوچنا چاہئے کہ اگر کسی نے دوسرے کو عیب لگایا تو اس نے کسی اور کو نہیں' اپنے آپ ہی کو عیب لگایا ہے۔ کیونکہ مسلم سماج ایک جسم ہے' اس طرح وہ فرد اس جسم کا ایک عضو ہے۔ اور کسی دوسرے پر عیب بھی نہیں رکھنا چاہئے' کیونکہ یہ دوسرے پر عیب نہیں رکھتا خود اپنے آپ کو عیب دار کرتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے باپ کو گالی نہ دے۔ لوگوں نے عرض کیا کوئی آدمی اپنے باپ کو گالی کیونکر دے گا؟ آپ نے فرمایا وہ یوں کہ کوئی کسی کے باپ کو گالی دے گا اور وہ اس کے باپ کو گالی دے گا۔ اسی طرح ارشاد ہے (**ولاتقتلوا انفسکم**) اور اپنے آپ کو مار مت ڈالو۔

علاوہ ازیں "تلمزوا" اور "تنابزوا" کے الفاظ میں مغایرت رکھی گئی اسی طرح کیونکہ جس کا عیب نکالا جاتا ہے۔ فی الفور وہ بھی دوسرے کی عیب جوئی کے لیے کمربستہ ہوتا ہے' اور اس طرح یہ ایک دوسرے کے تجسس اور ٹوہ میں لگ جائیں گے۔ اور کوئی نہ کوئی عیب تلاش کرلیں گے۔ اس کی بہ نسبت لقب جوئی میں ایک نے اگر دوسرے کا کوئی نام رکھا تو وہ بھی اس کا کوئی نام رکھے گا اور یوں برابری ہو جائے گی

(بئس الاثم) کا مطلب یہ ہے کہ جس نے ان تین میں سے کوئی ایک کام کیا وہ سق

کا مرتکب ہو گا' اور ایمان لے آنے کے بعد فاسق ہونا بڑی غلط بات ہے-اس زبردست تنبیہہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کو بھی جوڑ دیا کہ ﴿ومن لم یتب فاولئك هم الظلمون﴾ اس بات کا اشارہ ہے کہ مذکورہ تینوں خرابیوں میں سے ہر ایک خرابی کا گناہ نہایت سنگین ہے-

" غیبت "

غیبت کی تعریف پہلے گزر چکی -اس کی قباحت واضح ہے-اس کی اور پہلی دونوں کی خرابیاں فطرت سلیم اور عقل مستقیم کے نزدیک مسلم ہیں اور ہر عقل مند کو یہ تسلیم ہے کہ غیبت سے ایک مسلمان کو اذیت پہنچتی ہے-چنانچہ آیت شریفہ میں بہ صراحت اس کی حرمت وارد ہے-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَايَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ (الحجرات : ۱۲)

"تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے-"

آیت مبارکہ میں "لا" نہی کے لیے ہے اور نہی سے مقصود تحریم ہے- نیز اس آیت میں محض نہی مقصود نہیں بلکہ اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ (الحجرات : ۱۲)

"کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اس کو تم یقیناً برا سمجھو گے-"

" ا ء "اس آیت میں انکار کے لیے ہے' یعنی طبعی طور پر کوئی کسی بھائی کا گوشت کھانا پسند نہیں کرے گا چہ جائیکہ مردے کا گوشت کھائے' لہٰذا اس آیت میں سخت تاکید وارد ہے اور پوری شدت سے اس امر پر ابھارا گیا ہے کہ مسلمان کی آبرو ایسے ہی عزت اور حرمت والی ہے جیسے اس کا خون اور اس کا گوشت اعزاز واحترام والا ہے اور بھائی کہہ کر اس میں مزید تاکید پیدا کی گئی-اس کی تشبیہہ کی وجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی آبرو کے پامال ہونے پر بجا طور پر آزردہ ہوتا ہے جیسے اس کا بدن کٹنے یا خون بہنے [illegible] تکلیف ہوتی ہے' بلکہ بسا اوقات خون اور گوشت کی تکلیف سے عزت اور آبرو کی تکلیف بہت زیادہ ہوتی ہے' کیونکہ ہر عقلمند

آدمی آبرو کو خون اور گوشت پر فوقیت دیتا ہے' اور جس طرح ایک عقل مند یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ لوگوں کا گوشت کھاتا پھرے' اسی طرح کسی کی عزت اور آبرو کو پامال کرنا بدرجہ اولیٰ ناپسندیدہ حرکت ہے' کیونکہ یہ زیادہ المناک ہے۔ غیبت سے خوف دلانے کے لیے بکثرت صحیح احادیث وارد ہیں۔ چنانچہ امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ دِمَائَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِی شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا اَلاَ ھَلْ بَلَّغْتُ))

"یہ حقیقت ہے کہ تمھارا خون' تمھارا مال اور تمھاری آبرو' تم پر اسی طرح حرام ہے جیسے تمھارا یہ دن تمھارے اس ماہ میں تمھاری اس بستی کے اندر حرام ہے۔ سنو! کیا میں نے پہنچا نہیں دیا؟"

((کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَعِرْضُہٗ وَمَالُہٗ)) (مسلم)

"ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون' اس کی عزت اور اس کا مال حرام ہے۔"

بزار نے قوی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ:

((مِنْ اَرْبَی الرِّبَا اسْتِطَالَۃُ الْمَرْءِ فِیْ عِرْضِ اَخِیْہِ))

"کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی عزت وآبرو کے درپے ہو۔"

ابوداؤد کے بعض نسخوں میں اس طرح درج ہے کہ:

((اِنَّ مِنَ الْکَبَائِرِ اِسْتِطَالَۃُ الرَّجُلِ فِیْ عِرْضِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقٍّ))

"کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کو بدنام مشہور کیا جائے۔"

ابو یعلی نے صحیح سند کے ساتھ لکھا ہے کہ:

((لَتَدْرُوْنَ اَرْبَی الرِّبَا عِنْدَاللّٰہِ اِسْتِحْلَالُ عِرْضِ اِمْرِئٍ)) (مسلم)

"کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا سود کیا ہے؟ کسی مسلمان کی عزت و آبرو کو حلال سمجھنا۔"

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِمَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِاحْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب:۵۸)

"اور جو لوگ مسلمان مردوں عورتوں کو (کسی قابل ملامت) کام کے بغیر ایذا دیتے ہیں' وہ بہت بڑا بہتان اور صریح گناہ اٹھاتے ہیں۔"

اس آیت شریفہ اور احادیث مقدسہ کو پڑھ کر ایک مسلمان کو جس حد تک ڈرنا چاہئے دونوں سے اس کا مقصود بخوبی حاصل ہوتا ہے' لہٰذا مسلمانوں کو ان مذموم خصلتوں سے کلی پرہیز کرنا چاہئے' بالخصوص جب یہ دبائیں ہر کس و ناکس میں عام ہوتی جارہی ہیں اور کیا عالم اور کیا جاہل کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں ہے' البتہ خدا جسے محفوظ رکھے وہی بچ سکتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ آج نمازی حضرات مسجدوں میں نماز پڑھنے آتے ہیں لیکن جہاں انھیں کچھ وقفہ ملتا ہے اور فرصت کا موقع ہاتھ آتا ہے' وہ ایک دوسرے کے متعلق باتیں بنانا شروع کر دیتے ہی مسجد کا احترام ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

بنا بریں جو لوگ غیبت کا جرم کریں' ان کا فرض ہے کہ جن کی انھوں نے غیبت کی ہو ممکن ہو تو ان سے عفو کے طالب ہوں ورنہ بصورت دیگر استغفار اور توبہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَايُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَآ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (التحریم:۸)

"اے ایمان والو! تم اللہ کی بارگاہ میں صدق دل سے متوجہ رہو' بہت جلد تمھارا پروردگار تمھاری غلطیاں تم سے دور کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ سب کچھ اس روز ہو گا جس روز اللہ اپنے نبی کو اور اس کے ساتھ والے ایمان داروں کو شرمندہ نہیں کرے گا۔ ان کا نور ان کے آگے آگے اور دائیں بائیں چلتا رہے گا۔ وہ کہیں گے اے خدا ہمارا نور پورا کر ہمارے گناہ معاف فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

چھپنواں کبیرہ گناہ

چغل خوری

چغل خوری یہ ہے کہ مثلاً زید کی باتیں عمر سے کہی جائیں اور مقصود اس سے دونوں کے درمیان جھگڑا اور لڑائی ہو' جاننا چاہئے کہ چغل خوری کا لفظ عام طور پر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ ایک کی بات دوسرے سے کہی جائے' جیسے کہا جائے کہ فلاں تمھارے بارے میں اس طرح کہتا تھا- لیکن یہ بھی یاد رہے کہ چغل خوری صرف اسی مفہوم تک محدود نہیں' بلکہ اس کی تعریف میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ کسی کی ناگوار باتوں کو دوسرے تک پہنچایا جائے' جس کو وہ خود فاش کرنا پسند نہیں کرتا' یا اس کا افشا کرنا کسی تیسرے کو پسند نہیں- یہ پردہ دری زبانی' تحریری' اشارے کنائے اور کسی کے ایما سے بھی ہو سکتی ہے' اور فاش کیے جانے والے راز' کسی کا کردار اور اس کی گفتار دونوں ہو سکتے ہیں- اور وہ کوئی عیب' کوتاہی یا اس کے علاوہ چیز بھی ہو سکتی ہے' بلکہ یوں سمجھا جائے کہ چغل خوری کی حقیقت یہ ہے کہ راز فاش کیا جائے یا کسی ایسی چیز کی پردہ دری کی جائے جسے متعلقہ آدمی پسند نہ کرے-

لوگوں کا یہ فرض ہے کہ دوسروں کے اندر وہ جو کوئی ناگوار بات دیکھیں تو اس وقت تک اس کی بابت خاموشی اختیار کریں جب تک کہ اس کے اظہار سے مسلمانوں کا فائدہ نہ ہو- یا اس معصیت کا دفعیہ مقصود نہ ہو- مثلاً اگر کوئی کسی کا مال ناجائز طریقے سے لے رہا ہو تو متعلقہ آدمی سے کہہ دے تاکہ اس کے حق کی رعایت ہو' اور اگر یہ دیکھا کہ کوئی اپنا مال تہہ کر کے رکھ رہا ہے اور اس نے کسی سے کہہ دیا تو یہ چغل خوری اور پردہ دری ہو گی- اور اگر جو بات کہی گئی وہ متعلقہ آدمی کے اندر نقص اور عیب کی صورت میں موجود ہو تو یہ غیبت بھی ہو گی- یہ واضح رہے کہ چغل خوری کا محرک عام طور پر متعلقہ آدمی سے یا تو بدسلوکی اور دل

کی کوئی خلش ہوتی ہے' یا جس سے وہ بات کہی جائے اس سے اظہار محبت مقصود ہوتا ہے' یا ذہنی عیاشی مقصود ہوتی ہے' یا پھر بے ہودگی اور باطل میں وقت گزاری مقصد ہوتا ہے۔

چغل خوری کبیرہ اور بھاری گناہ ہے' اس کا مرتکب دوزخی ہوگا' جیسے میاں بیوی میں تفرقہ ڈالنے والا' باپ اور بیٹے اور دوستوں دوستوں میں تفرقہ ڈالنے والا' جہنم کا ایندھن بنے گا۔ اگر کسی کے خلاف کسی حاکم کا کان بھرا گیا تاکہ حاکم کا غصہ اس کے خلاف تیز ہو اور مظلوم کے خلاف کسی تحقیق کے بغیر ظالم کی شنوائی ہو جائے تو یہ بدترین چغل خوری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوا اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ فَتَبَيَّنُوا اَنْ تُصِيْبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلَى مَافَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ﴾ (الحجرات: ٦)

"اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تم اس کی بات کی تحقیق کر لیا کرو' ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم کسی قوم سے الجھ پڑو' پھر خود ہی اپنے کیے پر شرمندہ ہو جاؤ۔"

افسوس موجودہ زمانے میں مخبری اور اطلاعات کے نام پر حکومتوں نے بڑی بڑی رقموں سے چغل خوری کے اڈے کھول رکھے ہیں' جہاں بھاری تنخواہ پا کر مخبر ایک ایک بات ان حکام تک پہنچاتے ہیں اور اس پر سو سو اور ہزار ہزار جھوٹ ملا کر رعایا کی طرف سے حکام کا دل میلا کرتے ہیں۔ ان کے خلاف غیظ و غضب کی آگ بھڑکاتے ہیں اور پھر بیچاری رعیت سے زبردست انتقام لیا جاتا ہے۔ آج یہ حال ہے کہ یہ جاسوس ہر ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں تک مسجدیں بھی ان سے خالی نہیں ہیں۔

کاش یہ حکام اپنی رعایا کی چغل خوری کے بجائے رعایا اور خود ان کے دشمنوں کی خبر گیری اور جاسوسی کے لیے قوم کا سرمایہ صرف کرتے' اور ان قومی اور ملی دشمنوں سے محتاط رہتے تو ان کے حق میں زیادہ سود مند ہوتا۔ غریب رعایا بھلا ان کا کیا بگاڑے گی۔ رعیت کی حیثیت تو حکام کے لیے مثل اولاد کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے لوگوں کو پیدا فرمایا ابتدا سے ان کا سب سے بڑا عیب لایعنی کلام' غیبت اور چغل خوری رہی ہے۔

کبھی مظلوم' حکام یا قاضیوں کے بارے میں کچھ کہہ دیتا ہے اور اپنے دل کی بھڑاس

نکالتا ہے۔ کبھی رعایا خلاف شرع احوال پر رائے زنی کرتی ہے۔ اس قسم کی باتیں خفیہ طور پر اگر حکام کے سامنے پہنچادی جائیں تو چاہیے کہ ان قضیوں میں عجلت سے کام نہ لیں' فوراً غصے میں نہ آجائیں اور نہ انتقام کے لیے پیش قدمی کریں بلکہ اس آیت کو پیش نظر رکھیں جو ابھی گزری' اور اس آیت کو بھی مدنظر رکھیں۔

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ﴾ (القلم: ۱۰-۱۳)

"قسمیں کھانے والے ذلیل' اکسانے والے' ادھر ادھر لگانے والے' کار خیر کو روکنے والے' حد سے تجاوز کرنے والے' بدکار اکھڑ اور بدخمیر کی باتیں مت مانو۔"

کہتے ہیں کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے کہ ولدالزنا کبھی اپنے پیٹ میں کوئی رکھ نہیں سکتا۔ ابن وردی کے اس شعر کو بھی ملحوظ رکھیے۔

اترك النمام واهجره فما بلغ المكروه الا من نقل

"چغل خور کو چھوڑ دو اور اس سے صرف نظر کرو' کیونکہ لگانے بجھانے والا کریہہ بات سے پہلے متاثر ہوتا ہے۔"

بہرکیف حکام کا فرض تو یہ تھا کہ وہ چغل خوروں کے بارے میں غور و فکر اور صاف بینی سے کام لیتے' لیکن خود انہی نے جلد بازی کی اور اس کے نتیجے میں جن بے گناہوں سے متعلق انھیں خبریں پہنچائی گئیں انھیں سلاخوں کے اندر دھکیل دیا گیا۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ بعض خبریں درست ہوتی ہیں' تب بھی حکومت اور حکام کو غلط رخ نہیں اپنانا چاہیے' ایسی ہی جھوٹی خبروں کی بنیاد پر بے گناہوں کا قتل ہوتا ہے۔ اس کے باوجود انھیں اپنی کارکردگی سے کوئی عبرت نہیں ہوتی' نہ انتقام الٰہی سے ان کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ جہاں بھی حکام کی اٹھان غیر اسلامی طریقوں پر ہوگی عالم اسلام میں اس قسم کی معصیت ناگزیر ہوگی خدا مظلوموں کی مدد فرمائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ﴾ (ابراهيم: ۴۲)

"اور تو ظالموں کے اعمال سے خدا کو ہرگز غافل مت جان' وہ ان کو اس دن تک مہلت دیتا ہے جس میں ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی-"

چغل خوری گناہ کبیرہ نہیں ہو گی تو پھر کیا ہو گی؟ یہ اسی کی شاخسانہ ہے کہ لوگوں میں جھگڑا لڑائی' بغض وحسد اور آپس میں کینہ کپٹ پیدا ہوتا ہے' جس کی وجہ سے قتل وخون ریزی کی نوبت آتی ہے' اس لیے گزشتہ آیت میں وارد ہے-عتل بعد ذالك زنيم (طبیعت کے اکھڑ' بد خیمر- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾

"جوش والے (ابی لہب) کے ہاتھ ٹوٹ جائیں' اور ٹوٹ چکے-نہ اس کا مال اس کے کام آئے گا نہ اس کی کمائی (بلکہ مرتے ہی) جوش والی آگ میں داخل ہو گا-اس کی عورت بھی ایندھن اٹھائے ہوئے داخل جہنم ہو گی-"

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ عورت لکڑیاں لگاتی تھی اور لوگوں میں لڑائی لگانے کے لیے ادھر کی بات ادھر کیا کرتی تھی نمیمۃ کو کبھی "حطب" اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی بدولت عداوت اور دشمنی بڑھتی ہے جیسے لکڑی سے آگ بھڑک اٹھتی ہے-چغل خوری کی مذمت میں متعدد احادیث وارد ہیں جن کی بنا پر اس علت سے خوف پیدا ہوتا ہے-

چند احادیث ذیل میں درج ہیں:

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَتَّاتٌ)) [۱]

"چغل خور جنت میں داخل نہیں ہو گا' ایک روایت میں نمام کی بجائے قتات ہے-"

اس روایت کو بخاری' مسلم' ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے-اس حدیث سے مترشح ہوتا ہے

---

[۱] قتات اور نمام کے معنی ایک ہی ہیں-بعض کہتے ہیں کہ لوگ گروہ بنا کر بات چیت کرتے ہیں تو یہ شخص ان کی سن کر ان کے خلاف چغلی کھاتا ہے' جب کہ قتات لوگوں میں اس طرح بیٹھتا ہے گویا ان کی سنتا نہیں' لوگ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ اسے کوئی علم نہیں اور پھر یہ ان کی چغلی کھاتا ہے-

کہ آپؐ نے فتنہ انگیزی' دسیسہ کاری' کینہ کپٹ اور دو دوستوں میں لڑائی لگانے سے سختی سے روکا ہے' اس سخت وعید کے بعد کسی وعید کی حاجت نہیں رہ جاتی' رسول اللہ۔ اس شخص کو اس سے ڈراتے ہیں کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا' اور اگر چغل خوری کی مذمت میں سورہ قلم کی یہی ایک آیت نازل ہوتی تو کافی ہوتی' جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ الخ) اور ایک مسلمان اس شرم ناک اور ذلیل حرکت سے کلی پرہیز کر سکتا ہے۔ ہاں جس کی سرشت میں خرابی ہوگی وہی اس کے قریب جائے گا لیکن اس آیت کے ساتھ مذکورہ حدیث بھی اس کی مذمت میں وارد ہے' اور ایسے شخص کو ڈرا کر کہا گیا کہ وہ جنت میں نہیں جا پائے گا۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ:

((مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ اَنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ بَلٰى اِنَّهُ كَبِيْرٌ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ وَ اَمَّا الآخَرُ فَكَانَ لَايَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ))

"رسول اللہ ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا۔ آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا ہے۔ تاہم وہ بڑی بھی ہے۔ ایک تو ان میں سے چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔"

اس روایت کو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ الفاظ انہی کے ہیں مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسی کے مطابق نقل کیا ہے۔

(۳) حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اس بات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف پہنچاتے ہیں:

((خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رَاَوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ لِلْبُرَاءِ الْعَنَتَ))

"اللہ کے بہتر بندے وہ ہیں جن پر نظر پڑ جائے تو اللہ یاد آ جائے' اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلی کھاتے ہیں۔ احباب کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں۔ بے گناہوں کو دشواری میں ڈال دینا چاہتے ہیں۔"

اس روایت کو احمد نے اور انھوں نے اس کو شہر سے نقل کیا اسناد صحیح ہیں' اسے لائق حجت

تسلیم کیا گیا ہے۔

(۴) حضرت ابوداؤد سے مروی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اَلاَ اُخْبِرُكُمْ بِاَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلاةِ وَالصَّدَقَةِ قَالُوا بَلَى قَالَ اِصْلاَحُ ذَاتُ الْبَيْنِ فَاِنَّ فَسَادَ ذَاتُ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ))

"کیا میں تمھیں روزہ' نماز اور خیرات سے افضل مرتبہ نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ فرمایا آپس میں جھگڑے والوں میں صلح صفائی کرانا' کیونکہ آپس میں جھگڑنا مونڈھ دینے والا ہے۔"

اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کو درج کیا اور اس کو صحیح کہا۔ پھر کہا:

((وَيُرْوِى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ هِيَ الْحَالِقَةُ لاَ اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ اَقُوْلُ تَحْلِقُ الدِّيْنَ))

"نیز یہ بھی مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا یہ مونڈ دیتی ہے' میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈھتی ہے' بلکہ میں کہتا ہوں کہ دین کو مونڈھ دیتی ہے۔"

کہا جاتا ہے کہ چغل خور کا زہر شیطان سے زیادہ کارگر ہوتا ہے کیونکہ شیطان درپردہ اپنا کام کرتا ہے جب کہ یہ کھلم کھلا سرگرم ہوتا ہے۔

مشہور ہے کہ ایک غلام یہ کہہ کر نیلام کیا جارہا تھا کہ اس کے اور تو کوئی عیب نہیں بس ایک چغلی کا مرض ہے۔ ایک شخص نے چغل خوری کو کوئی بڑا عیب نہیں سمجھا اور اس کو خرید لیا۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ غلام نے مالکہ سے چغلی کھاتے ہوئے کہا کہ تمھارا میاں دوسری شادی کرنا چاہتا ہے' یا درپردہ دوسری عورتوں کی طرف مائل ہے' اور اسے یہ پٹی پڑھائی کہ وہ استرا لے کر اس کے گلے کے پاس کے کچھ بال مونڈ لائے تاکہ اس پر وہ جادو کرا دے۔ عورت ذات نے اس کی بات کو سچ سمجھ لیا اور تہیہ کر لیا کہ آج رات وہ یہ کام ضرور کرے گی۔ ادھر یہ غلام مالک کے پاس آیا اور چغلی کھائی کہ تمھاری بیوی نے آشنا رکھ چھوڑا ہے اور اس سے اس کو محبت ہے اور آج رات وہ تمھیں قتل کر ڈالنے کے ارادے سے آئے گی۔ یقین نہ ہو تو سونے کا ڈھونگ رچانا' تمھیں آپ معلوم ہو جائے گا۔ مالک نے اس

کی بات کو صحیح سمجھ لیا اور رات بظاہر سوتا بنا' تھوڑی دیر کے بعد اس کی بیوی آئی اور چپکے سے اس کے حلق کے بال مونڈھنا چاہے- مالک پہلے ہی بیدار تھا- اس نے سوچا نوکر صحیح کہہ رہا تھا- اس نے جھٹ بیوی کے ہاتھ سے استرا لیا اور اس کو ذبح کر ڈالا- دوسرے دن چرچا ہوا' میکے والوں نے جو دیکھا کہ ان کی لڑکی کو کاٹ ڈالا گیا ہے تو انھوں نے میاں کو بھی موت کے گھاٹ اتار ڈالا اور محض اس چغل خوری کی بدولت دونوں خاندانوں میں ٹھن گئی اور سخت خون خرابہ ہوا-

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چغل خوروں کی تصدیق کرنے اور اس کے نتیجے میں درپیش خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ﴾ (الحجرات: ٤)

"اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تم اس کی بات کی تحقیق کر لیا کرو' ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم کسی قوم سے الجھ پڑو' پھر خود ہی اپنے کیے پر شرمندہ ہو جاؤ-"

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کی حفاظت فرمائے-

جس کسی کے خلاف چغلی کھائی جائے اور اس سے کہا جائے کہ فلاں آدمی تمھارے بارے میں یوں کہتا ہے یا تمھارے خلاف یہ کر رہا ہے' یا فلاں سازش کر رہا ہے یا تمھارے دشمنوں کا ساتھ دے رہا ہے' یا تمھاری بری گت بنانا چاہتا ہے' یا اسی قسم کی چکنی چپڑی باتیں کہے تو اس شخص کو ان چھ امور کا التزام رکھنا چاہیے-

(۱) ہرگز اس کی تصدیق نہ کرے کیونکہ چغل خوری فاسق ہے اور اس کی گواہی مردود ہے ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلَى مَافَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ﴾ (الحجرات: ٦)

"اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تم اس کی بات کی تحقیق کر لیا کرو' ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم کسی قوم سے کو الجھ پڑو' پھر خود ہی اپنے

کیے پر شرمندہ ہو جاؤ۔

(۲) چغل خور کو اس کی عادت بد سے روکے اور ہمدردی کے لہجے میں اس کی خرابی اس کے سامنے ظاہر کرے ---- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (لقمان : ۱۷)

"معروف کا حکم دو اور منکر سے روکتے رہو۔"

(۳) اللہ واسطے اس سے بیر رکھے' کیونکہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے' اس سے ہمیں بغض رکھنا لازم ہے۔

(۴) اپنے دور کے ساتھی کے خلاف بدگمانی اور برائی کا تصور نہ رکھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾

(الحجرات:۱۲)

"اے ایمان والو ! بہت ساری بدگمانی سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔"

(۵) چغل خور جو کچھ کہہ دے اس کی بات میں آکر بیجا تجسس اور کھود کرید نہ کرے' کیونکہ یہ بھی ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ (الحجرات) "اور تجسس مت کرو"

(۶) چغل خور کو جس بات سے تم خود منع کرنے جا رہے ہو' خود اس کے مرتکب نہ ہو' نہ اس کی چغل خوری دوسروں سے کہتے پھرو کہ فلاں ایسا کہتا تھا وغیرہ۔ ورنہ تم بھی چغل خور یا غیبت کرنے والوں کے زمرے میں رہو گے' یا جس سے تم نے دوسرے کو منع کیا خود اس کے مرتکب بنو گے۔ نقل ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی شخص آیا اور کسی شخص کے بارے میں کوئی بات کہی۔ آپ نے فوراً اس سے کہا تم چاہو تو ہم تمھارے بارے میں غور کریں گے۔ اگر تم نے جھوٹ کہا تو تمھارا شمار ان لوگوں میں ہو گا جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا (اگر کوئی بدکار تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لو--- اور اگر تم نے سچ کہا تو تمھارا شمار ان میں ہو گا هماز مشاء بنميم (قلم)

"اکسانے والے اور ادھر ادھر لگانے والے۔"

اور چاہو تو ہم تمھیں معاف کر دیں۔ اس نے کہا امیر المومنین میں معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

ستاونواں کبیرہ گناہ

عجب اور تکبر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كَذَالِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلَى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾ (غافر : ۳۵)

"اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر سرکش کے دل میں مہر لگادیا کرتا ہے۔"

عجب اور تکبر نہایت رذیل اور کمینہ خصلتیں ہیں۔ ان اوصاف سے جاہل' اکھڑ' اپنی طاقت اور مقدار پر اترانے والے اور نچلی طبیعتوں والے متصف ہوتے ہیں۔ اور ایک بندہ بے مقدار کو تکبر کیونکر زیب دیتا ہے' جو گندے ناپاک پانی سے پیدا ہوا اور اس کا انجام بھی مردار بدبودار کی شکل میں سامنے آنے والا ہے۔ اگر آدمی اپنی اصلیت کو پرکھے اور انجام پر نظر رکھے تو ہرگز اس کے اندر تکبر کے کیڑے نہیں پیدا ہوں گے' اور دیکھا جائے تو دوسروں پر اکڑنے اور اترانے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ ہر انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہے اور آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی اور اہل علم کی صفت تکبر کرنا اور غیروں کو حقیر جاننا کبھی بھی نہیں رہی ہے۔

علما اس بات کو بھی بخوبی جانتے ہیں کہ اولین تکبر کرنے والا ابلیس لعین تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کا حکم دیا تو اس نے اپنے آپ کے آتشی ہونے اور حضرت آدم علیہ السلام کے خاکی ہونے کا نکتہ اٹھایا اور اس بات پر اکڑ گیا کہ آتشی خاکی کی تعظیم نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی باتوں کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾ (اعراف : ۱۲)

"تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔"

ابلیس کے تکبر اور آدم پر اپنی فوقیت کے اظہار کو اللہ نے متعدد آیتوں میں پیش کرتے ہوئے

فرمایا:

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لآدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ﴾ (البقرہ : ٣٤)

"اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کی (بزرگانہ) تعظیم کرو تو سب نے تعظیم کی مگر شیطان اس سے اترایا اور اپنے جی میں بڑا بن بیٹھا۔"

اور اگر کوئی آدمی زر کثیر کے بل پر اتراتا ہو تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ بہت سے بت پرست' بے دین' ملحدین اور کافروں کے پاس بے اندازہ دھن دولت ہے' لیکن کیا انھیں ان کے دھن دولت کی وجہ سے کوئی بڑائی یا مرتبہ حاصل ہوا؟ آخر قارون کے قصے سے عبرت لینی چاہئے' جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تکبر کیا۔ آپ کے حکموں پر چلنے سے انکاری ہوا' اور اللہ اور اس کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکموں سے کھلی ہوئی سرتابی کی۔ اللہ نے اس کی سرگزشت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَاتَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ وَابْتَغِ فِيْمَآ آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَاتَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَاتَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا وَلَايُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ (القصص : ٧٦ - ٧٨)

"قارون موسیٰ کی قوم سے تھا' پھر وہ ان پر ظلم کرنے لگا اور ہم نے اس کو اتنا مال دیا کہ اس کے خزانوں کو طاقت ور آدمیوں کی ایک جماعت بمشکل اٹھا سکتی تھی۔ جب اس کی قوم نے کہا اترا' نہیں' یقیناً خدا تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو کچھ خدا نے تجھے دیا ہے اس کے ذریعے سے آخرت کی تلاش کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا کہ خدا نے تجھ پر احسان کیا اور ملک میں فساد نہ کر' کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ مفسدوں سے محبت نہیں کرتا اس نے کہا مجھ کو جو کچھ ملا ہے میری لیاقت

اور علم سے ملا ہے۔ کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ان لوگوں کو ہلاک کیا جو اس سے زیادہ قوت والے تھے۔ اور بہت سی جمعیت والے تھے اور جب (عذاب آتا ہے تو) مجرموں سے گناہوں کی بابت سوال نہیں ہوتا۔''[1]

اور اگر کوئی اپنی حکومت اور سلطنت کے بل پر اکڑتا ہے تو اسے ملعون نمرود کے انجام پر غور کرنا چاہیے جس نے احکام الٰہی اور اپنے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حکموں کے سامنے اکڑفوں دکھائی' لیکن ایک مچھر کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے برباد کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ مچھر اس کے ناک کے راستے سے دماغ تک جا پہنچا اور وہ بے چین ہو اٹھا اور اسے کسی ایسے ہی شخص سے کچھ چین حاصل ہوتا تھا جو اس کے سر پر تراتڑ جوتیاں رسید کرتا تھا۔

نیز فرعون اور اس کی ہلاکت کے اسباب غور کرنا چاہیے جس نے بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تکبر کیا۔ اللہ اور اس کے پیغمبر کے حکموں کو ٹھکرایا اور بہت زیادہ تکبر کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَنَا رَبُّکُمُ الاَعْلٰی فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الآخِرَةِ وَالأُوْلٰی﴾ (النازعات: ۲۴-۲۵)

''(فرعون نے) کہا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں تو خدا نے اس کو آخرت اور

---

[1] اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قارون کے جواب کو نقل کیا ہے۔ جب اس کی قوم نے ہمدردی کرتے ہوئے اسے خیر کا مشورہ دیا تو اس نے کہا تھا مجھے جو کچھ ملا ہے میری لیاقت اور میرے علم پر ملا ہے' یعنی مجھے تمہاری رائے اور مشوروں کی ضرورت نہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ دولت میرے ہنر کی بدولت دی ہے' کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں ہی اس کا حق دار ہوں' اسے مجھ سے محبت ہے' لہٰذا تقدیراً مفہوم یہ ہوگا کہ مجھے یہ دولت اس لیے ملی کہ اللہ کو بھی معلوم ہے کہ میں اس کا اہل ہوں اور یہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَاِذَا مَسَّ الاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا اِذَا خَوَّلْنَاه نعمة منا قال اِنَّما اُوتِيْتُهُ عَلٰی عِلْمٍ﴾ یعنی اس نے مجھے جو دیا اس لیے دیا کہ وہ میرے حال کو بخوبی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس دعوے کو رد کر دیا اور صاف صاف بتادیا کہ اس کا محبت کا دعویٰ من گھڑت اور جھوٹ ہے ﴿اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً واكثر جمعا﴾ یعنی اس سے پہلے اس سے بھی بڑے نامور گزرے۔ جنھیں ان کے کفر اور ناشکری کی بنا پر ملیامیٹ کر دیا گیا اور اللہ کو ان سے کوئی محبت نہیں تھی' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ﴿ولا یسئل عن ذنوبھم المجرمون﴾ مجرموں سے گناہوں کی محبت سوال نہیں ہوتا' کیونکہ وہ کوئی کم گناہ نہیں کیے ہوتے ہیں۔ (خلاصہ تفسیر ابن کثیر)

دنیا دونوں کے عذاب میں پکڑا۔"

بالآخر اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی فوج کو غرض کیا جیسا کہ چند آیات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے انجام کو ذکر کیا ہے۔ بہر کیف کسی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تکبر کے جواز کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی۔

عجب اور تکبر کی اس بری عادت کا شکار بڑے بڑے امرا و زعما و رؤسا اور حکام ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے وزیر' تاجر اور جوانی کے نشے میں چور ہونے والوں کو یہ مرض لاحق ہوا ہے اور جب انھیں کچھ دولت یا وجاہت ہاتھ آئی' ان کی پیشانی پر بل پڑا ہے اور ان کی اڑان اتنی اونچی ہوئی ہے کہ جب انھیں کوئی سلام کرتا ہے تو وہ جواب تک نہیں دیتے۔ ان کے گھر جا کر ملو تو ان کے چہرے پر بشاشت اور تازگی نظر نہیں آتی۔ اس کے بجائے ان کے اندر تند خوئی اور بد مزاجی غالب ہوتی ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا﴾ (النساء:٨٦)

"جس وقت تم کو کوئی تحفہ دے تو اس کے تحفے سے اس کو اچھا تحفہ دیا کرو یا کم از کم اسی جیسا دیا کرو۔ بے شک خدا ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔"

یہ اپنی اکڑ فوں' طیش اور گھمنڈ کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ اللہ نے انھیں ناپاک قطرہ آب سے پیدا کیا اور کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں سوائے تقویٰ کے' جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

((لاَفَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ وَلاَ لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلاَ لاَبْيَضِ عَلَى اَسْوَدِ وَلاَ لاَسْوَدِ عَلَى اَبْيَضِ اِلاَّ بِالتَّقْوَى))

"کسی عربی کو کسی عجمی پر' کسی عجمی کو کسی عربی پر' کسی گورے کو کسی کالے پر' اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت نہیں سوائے تقویٰ اور پرہیز گاری کے۔"

لیکن یہ گھمنڈی لوگ اپنی نوع کے انسانوں پر ہی نہیں بلکہ ان اہل علم کے سامنے بھی گھمنڈ کرتے ہیں جو ان سے کہیں زیادہ افضل اور عالی مرتبہ ہیں۔ جب یہ کسی نادار نوجوانوں کو پھٹا پرانا کپڑا پہنے ہوئے دیکھتے ہیں تو اسے جانور سمجھتے ہیں حالاں کہ دنیا کے مسلمانوں کو یا عام

انسانوں کو اسلامی یا انسانی رشتے سے بھائی کہنا چاہیئے 'اور اخوت اور بھائی چارگی کا تقاضا ہے کہ میل محبت اور آپس میں انکسار کا جذبہ پروان پائے اور اس کا کم سے کم درجہ یہی ہے کہ سلام کرنے یا جواب دینے میں پہل کی جائے ' یہ نہیں کہ کسی کو دیکھ کر پیشانی پر بل آجائے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھا جائے - یہ اوچھی حرکتیں وہی لوگ کرتے ہیں جنھیں اللہ نے پست اور سرگشتہ کیا اور انھوں نے ابلیس لعین کی پیروی کی - اگر انھوں نے توبہ نہیں کی تو ان کا انجام جہنم ہو گا اور وہ برا ٹھکانا ہے -

ذیل میں ہم چند آیات اور بعض روایات اس مضمون کی نقل کرتے ہیں - ممکن ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے گا -

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَاتَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾ (الاسراء : ۳۷)

"اور زمین پر متکبرانہ وضع سے نہ چلو (ایسی چال سے) تم زمین کو نہ پھاڑ سکو گے اور نہ طول میں پہاڑ کے برابر ہو جاؤ گے -"

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَاتَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ (لقمان : ۱۸)

"اور تکبر کی وجہ سے لوگوں سے منہ نہ پھیر لے 'اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چلا کر 'اللہ تکبر اور فخر کرنے والوں سے ہرگز محبت نہیں کرتا -"

﴿سَاَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِالْحَقِّ وَاِنْ يَّرَوا كُلَّ آيَةٍ لَايُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَايَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِيْنَ﴾

(الاعراف: ۱۴۶)

"جو لوگ زمین پر ناحق بڑائی کرتے ہیں 'میں ان کو اپنے حکموں سے پھیر دوں گا ' اگرچہ ہر قسم کے نشان اور معجزے بھی دیکھیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے ' اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں گے تو ان پر نہ چلیں گے 'اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں

گے تو جھٹ سے اس راہ کو اپنی راہ بنالیں گے' کیونکہ وہ ہمارے حکموں سے انکاری اور بے پرواہیں۔"

اب روایات کی طرف آیئے۔

(۱) حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْعِزُّ إِزَارُهُ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَاءُهُ فَمَنْ نَازَعَنِيْ عَذَّبْتُهُ))

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عزت اس کا تہبند ہے اور تکبر اس کی چادر ہے' جو شخص اس سلسلے میں مجھ سے کھینچ تان کرے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔"

اس روایت کو مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔ نیز برقانی نے اس کو اسی طریق سے نقل کیا ہے جس سے مسلم نے اس کو نقل' کیا البتہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

((الْعِزُّ إِزَارِيْ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ شَيْئًا مِنْهُمَا عَذَّبْتُهُ))

"عزت میرا تہبند ہے اور تکبر میری چادر ہے' جس نے مجھ سے اس کے لیے کھینچ تان کی میں اسے عذاب دوں گا۔"

اس روایت کو ابوداؤد' ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں صرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ إِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ))

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' تکبر میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے جس نے ان میں سے کسی کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی میں اسے دوزخ میں پھینک دوں گا۔"

(۲) حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے تھے:

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ))

"سنو! کیا میں تمھیں دوزخیوں کی نشان دہی نہ کردوں' ہر دوزخی تند خو' خشک مزاج' بے حد کم اکڑفوں کرنے والا اور اترانے والا ہوتا ہے۔"

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا۔

(۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((اِحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ فِيْ ضُعَفَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَمَسَاكِيْنِهِمْ فَقَضَى اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِيْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ وَ اِنَّكِ النَّارُ عَذَابِيْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهُمَا))

"دوزخ اور جنت کا مناظرہ ہوا۔ دوزخ نے کہا میرے اندر بڑے بڑے ظالم اور مغرور لوگ داخل ہوں گے۔ جنت نے کہا میرے اندر کمزور مسکین لوگ داخل ہوں گے۔ خدا تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے' جس بندے پر میں رحم کرنا چاہوں گا' تیرے ذریعے کر دوں گا اور (دوزخ سے کہا) تو میرا عذاب ہے جسے میں عذاب دینا چاہوں گا تیرے ذریعے عذاب دوں گا' مگر تم میں سے ہر ایک کا بھرنا مجھ پر ضروری ہے۔"

اس روایت کو مسلم نے نقل کیا۔

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ))

"جنت میں ایسا کوئی شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ایک ذرہ برابر تکبر ہوگا۔ ایک شخص نے کہا آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہے' اس کا جوتا اچھا ہے (تو کیا یہ تکبر ہوگا) آپ نے فرمایا (نہیں۔ یہ تو حسن و جمال ہے اور) اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو حق کو دبانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔"

اس روایت کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔[1]

[1] مذکورہ روایات کتاب الترغیب والترہیب سے منقول ہیں۔

اٹھاونواں کبیرہ گناہ

پڑوسی کو ستانا

اللہ تعالیٰ نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی اور ان کے ساتھ احسان کا ایسا ہی حکم دیا جیسے والدین' قرابت داروں' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ احسان کا حکم فرمایا- ارشاد ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾[1] (النساء: ٣٦)

"اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہو' اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے

---

[1] حافظ ابن رجب نے کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ذکر فرمایا ہے اور حقوق العباد کی پانچ قسمیں بیان فرمائیں (۱) ان بندوں کے حقوق جن میں آپس میں قرابت داری اور رشتہ ہو' ان میں خاص طور پر والدین کا ذکر کیا' کیونکہ دیگر رشتہ داروں کی بہ نسبت انھیں امتیاز اور فوقیت حاصل ہے- پھر والدین' اولاد کے عدم سے وجود میں آنے کا سبب ہوتے ہیں- وہ اولاد کی تربیت کرتے ہیں اور انھیں اخلاقی تعلیم دیتے ہیں (۲) ان بندوں کے حقوق جو خود کمزور ہیں اور احسان کیے جانے کے مستحق ہوتے ہیں- ان انسانوں کی دو قسمیں ہیں- وہ انسان جو بدنی کمزوری کی وجہ سے استحقاق رکھتے ہوں جیسے یتیم اور جن کے پاس مال نہ رہے جیسے مسکین (۳) وہ لوگ جنھیں قرابت اور پڑوس حاصل ہے' ان لوگوں کی بھی تین قسمیں ہیں نزدیک کے پڑوسی' دور کے پڑوسی' ساتھ والے (۴) وہ لوگ جو کسی کے پاس آتے جاتے ہوں لیکن ان کے پاس اقامت اختیار نہ کرتے ہوں- یہ لوگ ابن سبیل یعنی مسافر ہیں' جو کسی اجنبی وطن کو جاتے ہوں- بعض نے ان کی وضاحت مہمان سے بھی کی ہے یعنی وہ مسافر جو کہیں مہمان ہو کر اترے (۵) ملک یمین - یعنی ماتحت غلام- رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے- چنانچہ آپ نے فرمایا ((الصلوۃ وماملکت ایمانکم)) بعض سلف نے اس کے ضمن میں ان جانوروں کا بھی ذکر کیا ہے جو انسانوں کے زیر نگیں اور ماتحت ہوں-

ساتھ احسان کرو' بلکہ قریبی رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں' نزدیک اور دور کے پڑوسیوں اور ساتھ والوں سے اور مسافروں اور غلاموں سے احسان کیا کرو- خدا تعالیٰ متکبروں اور اترانے والوں سے محبت نہیں کیا کرتا-"

مذکورہ روایتیں کتاب الترغیب والترہیب سے منقول ہیں-

اس آیت شریفہ میں پڑوسی کے ساتھ احسان کی تاکید وارد ہے اور اس کا مفہوم واضح ہے کہ احسان کی ضد بدسلوکی ہے اور وہ حرام ہے' چنانچہ احادیث میں مذکور ہے کہ بالعموم آپؐ نے پڑوسی کو ستانے سے روکا اور کبھی اس کے اعزاز و اکرام کا حکم فرمایا' جیسا کہ ذیل کی احادیث سے واضح ہوتا ہے-

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلاَ يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَسْكُتْ))

"جو کوئی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے' اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے اور جو کوئی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے-"

اس روایت کو بخاری نے اور مسلم رحمہما اللہ نے نقل کیا- مسلم کی ایک روایت میں ہے-

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُحْسِنْ اِلَى جَارِهِ))

"جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا چاہئے-"

اللہ رب العزت نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا- رسول اللہ ﷺ نے اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کو پڑوسی کے نہ ستانے پر موقوف رکھا' اور فرمایا کہ جو کوئی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے' اس حدیث کا واضح مفہوم یہی ہے کہ جو کوئی پڑوسی کو ستائے گا وہ اللہ اور اس کے رسول پر کامل ایمان لانے

والا نہیں ہو سکتا-اگر وہ کامل ایمان رکھتا تو اس کا یہ ایمان اپنے پڑوسی کو ستانے سے روک دیتا اور پڑوسی ہی نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستانے سے منع فرمایا' خواہ وہ پڑوسی ہوں' یا نہ ہوں-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَااكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب:۵۸)

"جو لوگ مسلمان مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی (قابل ملامت) کام کے ایذا دیتے ہیں' وہ بہت بڑے بہتان اور صریح گناہ (کا بوجھ اپنی گردن پر) اٹھاتے ہیں-"

مسلمانوں ہی کی طرح کافروں' ذمیوں اور جن سے معاہدہ کیا گیا ہے' ان سب کو ستانے سے ممانعت وارد ہے' اور مذکورہ آیت میں مومنوں کے ستانے کا ذکر محض ایک گونہ قید ہے اور یہ حکم تغلیباً وارد ہے' کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ

مَنْ اٰذٰى ذِمِّيًّا فَاَنَا خَصْمُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

"جس نے کسی ذمی کو اذیت پہنچائی تو قیامت کے دن میں اس کا مقابل رہوں گا-"

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَايُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَايُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَايُؤْمِنُ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ الَّذِیْ لَايَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ))

"بخدا وہ مومن نہیں' بخدا وہ مومن نہیں' بخدا وہ مومن نہیں- عرض کیا گیا کون اے اللہ کے رسول (ﷺ)؟ آپ نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی اذیتوں سے محفوظ نہ رہے-"

اس روایت کو امام احمد' امام بخاری اور امام ترمذی رحمہم اللہ نے ذکر کیا-

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ:

((لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَايَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ))

"وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا' جس کا پڑوسی اس کی مصیبتوں سے محفوظ نہ

رہے۔"

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَایُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِجَارِهٖ اَوْقَالَ لِاَخِیْهِ مَایُحِبُّهٗ لِنَفْسِهٖ)) (مسلم)

"اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' تم میں سے کوئی بندۂ خدا اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوگا' جب تک کہ وہ اپنے پڑوسی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے یا فرمایا اپنے بھائی کے لیے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

((یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصِيَامِهَا غَيْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِیَ فِی النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ قِلَّةِ صِيَامِهَا وَصَلَاتِهَا وَاَنَّهَا تَتَصَدَّقُ بِالْاَتْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَاتُؤْذِیْ جِيْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ))

"یا رسول اللہ فلاں عورت اپنی نماز' خیرات اور روزوں کی کثرت کی وجہ سے یاد کی جاتی ہے' لیکن ساتھ ہی وہ اپنی پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی تھی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جہنم میں جائے گی۔ عرض کیا یا رسول اللہ فلاں عورت اپنی کم نماز اور کم روزے کی وجہ سے مشہور ہے اور بس پنیر کا بڑا ٹکڑا خیرات کرتی ہے' لیکن پڑوسیوں کو ستاتی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔"

اس روایت کو احمد' بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا اور حاکم نے بھی اس کو نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

مذکورہ بالا پہلی حدیث میں اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان کو اس پر موقوف کیا کہ پڑوسی کو تکلیف نہ دی جائے۔ دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے تین بار قسم کھا کر فرمایا کہ وہ شخص مومن نہیں جو پڑوسیوں کو ستاتا ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ

"وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کے شر اور فساد سے محفوظ نہ ہو"

تیسری حدیث میں ایمان ہی سے انکار کیا گیا تاوقتیکہ آدمی اپنے پڑوسی کے لیے بھی وہی کچھ

پسند نہ کرے' جو اپنے لیے پسند کرتا ہو' اس لیے جب تک وہ اپنے پڑوسی کے لیے وہی پسند نہیں کرے گا' جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے' اس کا ایمان کامل نہیں ہوگا۔

چوتھی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ ایک عورت نے اپنی پڑوسیوں کو اذیت پہنچاتی تھی اس لیے وہ دوزخ میں گئی' حالانکہ وہ بکثرت نمازیں پڑھتی تھی اور خیرات وغیرہ کرتی تھی۔

مذکورہ دونوں آیتوں اور ان احادیث سے اور دوسری متعدد روایتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے۔ پڑوسی کو ستانا سخت گناہ کبیرہ ہے۔ آپ نے تین بار قسم کھا کر اس شخص کے صاحب ایمان ہونے سے انکار فرمایا جس کے شر اور فساد سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں۔"

تیسری حدیث میں اس شخص کے مومن نہ ہونے کا اعلان ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے وہی کچھ پسند نہیں کرتا جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ ان روایتوں میں پڑوسیوں کے حقوق کی سخت تاکید وارد ہے اور پڑوسیوں کے حقوق کی بابت رسول اللہ ﷺ نے اس حد تک تاکید فرمائی ہے۔

(۵) حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

((مَازَالَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ))[1]

"حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کی بابت اس قدر تاکید کرتے رہے کہ میں سمجھنے لگا کہ اسے وراثت بھی دی جائے گی۔"

---

[1] ابن حجرہ کہتے ہیں کہ میراث کی دو قسمیں ہیں حسی اور معنوی۔ یہاں وراثت سے حسی وراثت مراد ہے۔ معنوی وراثت علم کی ہوتی ہے' اور وہ بھی یہاں مراد ہو سکتی ہے' کیونکہ پڑوسی کا پڑوسی پر یہ بھی حق ہے کہ اسے حاجت اور ضرورت کے مطابق تعلیم دے۔ واللہ اعلم۔ پڑوسی کا لفظ تمام ہر پڑوسی پر صادق آتا ہے' خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر' عابد' زاہد یا فاسق ہو فاجر' دشمن ہو یا دوست۔ نزدیک کا ہو یا اجنبی۔

علامہ ابن حجر ہیثمی نے کہا ہے کہ پڑوسیوں کی تین قسمیں ہیں (۱) عزیز مسلم پڑوسی' اس کے تین حقوق ہیں۔ حق جوار' حق اسلام' حق قرابت (۲) صرف مسلم پڑوسی' اسے دو حق حاصل ہیں۔ پڑوس کا حق اور اسلام کا حق (۳) ذمی پڑوسی' اس کو بھی اذیت سے بچانا ضروری ہے' اور اس کے ساتھ نیکی کا معاملہ کرنا

اس روایت کو مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

اس مقام پر رک کر ایک مسلمان کو سوچنا چاہئے کہ آخر پڑوسی کا مرتبہ کتنا بلند ہے کہ امین وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کو وصیت کرتے ہیں' اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اس قدر بار بار تاکید فرماتے ہیں کہ آپ نے خیال فرمایا کہیں اللہ تعالیٰ ایک پڑوسی کے مرنے پر دوسرے پڑوسی کا وارث نہ ٹھہرا دے گویا وہ ایک جان دو قالب ہیں۔

لیکن رسول اللہ ﷺ کی اس قدر تاکید کے باوجود ہم عام مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ پڑوسی کے حقوق کی رعایت نہیں کرتے بلکہ انھیں کبھی زبان سے اور کبھی ہاتھ پاؤں سے ستاتے ہیں' کبھی بالواسطہ انھیں تنگ کرتے ہیں' مثلاً اپنے گھر کی چھت اتنی اونچی رکھتے ہیں کہ ہمسایہ کی عورتوں پر نظریں پڑیں یا گھر کا بیت الخلاء کچھ ایسا بناتے ہیں کہ اس کی بدبو سے پڑوسی کا دماغ پھٹ جائے وغیرہ وغیرہ۔ ایک طرف ان ایذا رسانیوں کو دیکھئے اور دوسری طرف قرآن پاک کی آیات اور رسول اللہ ﷺ سے منقول روایتوں کو دیکھئے جن میں بدسلوکی اور ایذا رسانی سے ممانعت وارد ہے۔ درحقیقت جہالت اور ایمانی کمزوری کی وجہ سے انسان عقل' شرع' رسم و رواج اور اخلاق و کردار کی پوری خلاف ورزی کرتا ہے' اور مروت' شرافت' غیرت اور کسی قسم کی ممانعتوں کو خاطر میں نہیں لاتا' جب کہ زمانہ جاہلیت میں عرب بھی پڑوسی کے حقوق کی رعایت کرنے پر فخر کرتے تھے اور ایسا کرنے والے کو معزز ترین انسان سمجھتے تھے۔ سموں شاعر کہتا ہے۔

گذشتہ سے پیوستہ

چاہئے' کیونکہ اس سے بھی خیر کی توقع ہے۔ چنانچہ سہل تستری نے اپنے مجوسی پڑوسی کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ مجوسی نے اپنے بیت الخلا کو کچھ اس طرح بنایا تھا کہ کچھ گند حضرت سہل کے گھر میں گر جاتا تھا۔ حضرت سہل دن بھر جو گر تا رات کو اسے اٹھا کر پھینک دیتے۔ جب آپ کا وقت قریب آیا اور آپ بیمار ہوئے تو انھوں نے مجوسی کو بلا کر کہا کہ میں تم سے معذرت چاہتا ہوں۔ میں تو مر رہا ہوں پتا نہیں میرے ورثہ تمھارے ساتھ کیسا برتاؤ کریں' اس لیے میں معافی چاہتا ہوں۔ مجوسی نے حیرت کی کہ یہ زندگی بھر صبر کرتے رہے۔ پھر کہا کہ میں کافر تھا' لیکن آپ نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیا۔ ہاتھ بڑھایے میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ ادھر حضرت سہل رضی اللہ عنہ بھی انتقال کر گئے۔ غور کرنا چاہئے کہ آپ نے کسی قدر صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ اسی طرح توفیق دے۔ آمین (زواجر)

تعیرنا انا قلیل عدیدنا فقلت لھا ان الکرام قلیل

”وہ ہمیں عار دلاتی ہے کہ ہماری تعداد کم ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ حقیقت میں اشراف کم ہی ہوتے ہیں۔“

وماضرنا انا قلیل وجارنا عزیز وجارا لاکثرین ذلیل

”یہ کوئی تکلیف دہ بات نہیں کہ ہم کم' اور ہمارے پڑوسی تو ہمیں عزیز ہیں' جب کہ اکثر لوگوں کے پڑوسی ذلیل ہوتے ہیں۔“

جب یہ معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت کا نہایت اکھڑ سماج پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کرتا تھا اور کافر و مشرک ہونے کے باوجود ان کے ساتھ عزت سے پیش آتا تھا تو غور فرمایے کہ مسلمانوں کو ان کا کتنا لحاظ رکھنا چاہئے جنھیں کتاب و سنت سے اس کی تعلیم ملتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول انھیں حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتے اور طرح طرح سے اس کی تاکید کرتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت بطور خاص کرنی چاہئے' خواہ پڑوسی کتنے ہی برے کیوں نہ ہوں۔ ابن وردی پر خدا رحم کرے انھوں نے کیا خوب کہا ہے۔

دارجارالسوء لوجار وان لم تجد صبرا فما احلی النقل

”برا پڑوسی خواہ ظلم کرے' لیکن تم اس کی مدارات کرو اور اگر صبر نہ کر سکو تو کہیں منتقل ہو جاؤ کہ کہیں منتقل ہو جانا کتنا پر لطف ہے۔“

پڑوس کی حد کیا ہے؟ اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جہاں تک پکار سنائی دے وہاں تک پڑوس ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ہر طرف سے چالیس گھروں تک پڑوس ہوتا ہے۔ اسی کے مطابق الادب المفرد میں حضرت حسن سے منقول ہے کہ حسن سلوک میں جو زیادہ قریب ہو اس کی رعایت زیادہ کی جائے گی' چنانچہ قریب دروازے والے پڑوسی کے ضمن میں امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ میں نے آپؐ سے عرض کیا' اے اللہ کے رسول ﷺ میرے دو پڑوسی ہیں' ان میں سے کس کے پاس میں تحفہ بھیجوں؟ آپ نے فرمایا جس پڑوسی کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ نزدیک کا پڑوسی دیکھ سکے گا کہ کون سا ہدیہ یا تحفہ آتا ہے جب کہ دور کا پڑوسی

دیکھ نہیں سکے گا-اس کے قریبی پڑوسی کو دیا جانا احسن بنے-

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی ضمن میں یہ بھی مطلوب ہے کہ مسلمان اپنے پڑوسی کے ساتھ حسب توفیق تحفہ تحائف کا لین دین کرے- جب اس کا سامنا ہو سلام کلام میں پیش قدمی کرے' خوش دلی سے ملاقات کرے' اس کی خیر خیریت پوچھے' اگر اسے کوئی ضرورت در پیش ہو تو اس کی مناسب مدد کرے' اعانت چاہے تو اس کی اعانت کرے' قرض مانگے قرض دے' نادار ہو تو اسے بے نیاز کر دے' بیمار ہو تو عیادت کرے' اس کو کوئی مسرت پہنچے تو مبارک باد دے' مصیبت پہنچے تو اس کی تعزیت کرے' مر جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو' اپنے گھر کی دیواریں اتنی اونچی نہ اٹھائے کہ اسے تازہ ہوا نہ مل سکے' لیکن اگر وہ اجازت دے تو مضائقہ نہیں- اپنی ہانڈی کی خوشبو سے پڑوسی کو تکلیف نہیں دینی چاہئے' بلکہ تھوڑا بہت اس کے یہاں بھی پہنچا دینا چاہئے- کوئی میوہ خریدے تو اس کے گھر بھی بھیجے' اور اگر یہ سب نہ کر سکے تو کم از کم اسے میل جول' اور بات چیت سے خوش رکھے اور اپنے بچے کے ہاتھ میں کوئی میوہ دے کر اسے باہر نہ جانے دے کہ پڑوسی کے بچوں کو اس سے تکلیف پہنچے گی-

حسن سلوک کی مختلف صورتوں کے ساتھ بد سلوکی کی بھی تمام قسموں سے بھی کلی پرہیز کرنا چاہئے-

خواہ یہ بد سلوکی کی ظاہری ہو یا باطنی' اور نیک اور بد پڑوسی کے لحاظ سے بد سلوکی کی نوعیت بھی بدلتی ہے مختصر یہ کہ پڑوسی کے ساتھ خیر و خوبی کا برتاؤ کرے' اس کی بھلائی اور نیک ہدایت کا طالب ہو' حتیٰ الوسع اسے اذیت نہ پہنچائے' البتہ اگر زبانی یا عملی طور پر نصیحت کے لیے اسے کچھ کہنا پڑ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے- اگر پڑوسی غیر صالح ہو تو اس کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ جو برائی وہ کرے اس سے اسے باز رکھنے کی کوشش کرے اور اس کے مرتبے کے مطابق سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے- یعنی پڑوسی کا جو مقام ہے اور جس انداز سے سمجھانا اس کے لیے مناسب ہو' اس طریقے کو اختیار کرے' کافر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ مناسب طریقے سے اس کے سامنے اسلام پیش کرے' اسلام کے محاسن سے اس کو متعارف کرائے- اور نرمی کے ساتھ اس کو ترغیب دے' فاسق پڑوسی

کے ساتھ حسن سلوک کی صورت یہ ہے کہ اس کے حسب حال نرمی سے اس کے ساتھ پیش آئے' دوسروں کے سامنے اس کی لغزشوں کو ڈھانکے۔ان باتوں کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نظر آئے تو ٹھیک' ورنہ اس کے حال پر اسے چھوڑ دے اور اسے بتادے کہ سرزنش اور تنبیہہ کی خاطر اسے اس کے حال پر چھوڑ رہا ہے۔

❋ ❋ ❋
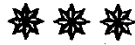
انسٹھواں کبیرہ گناہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنا

گزشتہ اور موجودہ دور کے اہل سنت فقہا، محدثین، مفسرین اور اہل کلام اپنے مختلف نظریات کے فرق کے باوجود اس کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی مدح و ثنا کرنا اور ان کے مقام و مرتبے کے مطابق الفاظ کے ساتھ ان کی تعریف و توصیف کرنا فرض ہے۔ نیز یہ بھی فرض ہے کہ ان سے محبت کا اظہار کیا جائے، ان کے لیے ہر مسلمان رحمت اور مغفرت کی دعا کرے، ان سے خوشنودی کا معاملہ کرے، جو ان کے بارے میں محبت کا برتاؤ کرے، جو ان سے نفرت کرے ان سے نفرت کا رویہ رکھے، اور اگر کسی نے انھیں گالی دی تو یہ کبیرہ گناہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ (النساء : ۳۱)

”ہاں اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو روکا جاتا ہے، باز رہو گے تو تمھاری غلطیوں کو ہم معاف کر دیں گے اور تمھیں بڑی عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔“

یہ اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہر مسلمان پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کے ساتھ محبت اور میل ملاپ کا برتاؤ کرے، وہ ظالم ہو یا مظلوم اس کی مدد کرے ------ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (التوبة : ۷۱)

”مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں

اور برے کاموں سے روکتے ہیں-"

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ میل محبت 'شفقت' رحم دلی اور من سازی میں ایمان والوں کی مثال ایک جسم کی ہے' جسم کا کوئی عضو جب ذرا درد محسوس کرتا ہے تو پورا جسم اس سے متاثر ہوتا ہے- (بخاری ومسلم) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہ کرو' دوسرے کی بولی پر بولی نہ دو' آپس میں بغض نہ رکھو' ایک دوسرے کی طرف پیٹھ نہ پھیرو' نہ ایک دوسرے کے خلاف سودا کرو بلکہ اے بندگان خدا آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو- (مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے- (متفق علیہ)

سوچنا چاہئے کہ جب اللہ اور اس کے رسول نے عام مسلمانوں میں باہم میل محبت رکھنے کا حکم اور انھیں گالی گلوچ دینے سے منع فرمایا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ نیک سلوک اور ان سے میل محبت کا برتاؤ رکھنا تو اور بھی ضروری ہے' چہ جائیکہ انھیں گالی گلوچ دی جائے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلاَ يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا﴾ (الحجرات : ١٢)

"تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے-"

اور بہ ظاہر ہلکی سی گالی یہی ہے کہ ان کی غیبت کی جائے جب کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ (الهمزه : ١)

"ہر عیب جو طعنہ زن کے لیے افسوس ہے-"

نیز اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کی ایذا رسانی سے منع فرمایا ہے جو گالی گلوچ اور ایذا رسانی کی بدترین صورت ہے-

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ (الاحزاب : ٥٨)

"جنھوں نے مومن مردوں اور عورتوں کو ان کی کسی ناکردہ حرکتوں پر اذیت پہنچائی تو وہ بہتان تراشی اور کھلے ہوئے گناہ کے مرتکب ہوئے-"

پھر صحابہ کرام اولین مومن ہیں اور قرآن پاک کے اس خطاب یاایھاالذین امنوا کے اولین مخاطب ---! جہاں جہاں ان ذکر کیا گیا ہے عزت اور احترام کے ساتھ کیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالسَّابِقُوْنَ الاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ (التوبۃ : ۱۰۰)

"سب سے اول سبقت کرنے والے یعنی مہاجرین اور انصار اور جو ان کی نیک روش کے تابع ہوئے (آج سے قیامت تک) خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی۔"

اللہ نے کسی شرط کے بغیر ان سے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا جب کہ ان کے بعد آنے والوں سے اسی وقت اظہار خوشنودی کیا جب وہ ان کی پیروی کریں گے۔ ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح : ۱۸)

"یقیناً اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے راضی ہوا جو تم سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔"

رضائے الٰہی اللہ رب العزت کی ازلی اور قدیم صفت ہے۔ اللہ اسی بندے سے راضی ہوتا ہے جو اس کی خوشنودی کے تمام اعمال اور اسباب پر کامل اترتا ہے' اور خدا جس سے راضی ہو جائے پھر کبھی اس پر ناراض نہیں ہوتا صحیح حدیث میں ہے کہ:

((لَايَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ))

"ان لوگوں میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔"

اصحاب رسول اللہ ﷺ کی فضیلت اور ان کی قدر و منزلت میں کون کلام کر سکتا ہے۔ تمام اصحاب یکساں اور برابر تھے' کیا انصار اور کیا مہاجر سبھوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی۔ آپ کی ہم نشینی سے سرف اٹھایا' کسی شک شبہہ کے بغیر آپ پر ایمان لائے اور ان کے ایمان کا یہ حال تھا کہ جس طرح مہاجرین نے مکہ میں اپنا کل اثاثہ چھوڑا اور حبشہ اور پھر مدینہ منورہ ہجرت کی' اسی طرح ان انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے اپنا سب کچھ تج دیا' اپنی جان اور اپنے مال کو ان پر قربان کر دیا' یہاں تک کہ بعض نے نبی کریم ﷺ سے اجازت

طلب کی کہ حکم ہو تو وہ اپنے باپ (جو مسلمان نہیں ہے) کی گردن اڑا دیں۔ یہ وہ ایمان تھا جو ان کے دل کی گہرائی میں جاگزیں تھا، جس نے انھیں شرک کی تاریکی سے نکال کر توحید پر نور کی راہ پر لگایا اور تمام قبائل عرب بلکہ جملہ اقوام کو ان کا ہدف بنایا۔ نفوس قدسیہ تعریف و توصیف کے حق دار کیوں نہیں ہوں گے۔ جب کہ متعدد آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ (الفتح: ۲۹)

”(حضرت) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو ایمان دار ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں، آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان ہیں، تم ان کو رکوع سجود کرتے دیکھتے ہو، وہ (نماز میں) اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں (ان کی نیک بختی) کی نشانی ان کی نمازوں کے اثر سے ان کے چہروں میں (معلوم ہوتی) ہے۔ یہی اوصاف ان (بھلے مسلمانوں) کے تورات میں مرقوم ہیں، اور انجیل میں ان کے اوصاف ایک کھیتی کی طرح مرقوم ہیں، جس سے (پہلے) ایک سوئی (کی طرح کی باریک انگوری) نکلی، پھر وہ مضبوط ہوئی، پھر موٹی ہوئی، پھر وہ اپنی پنڈلی پر سیدھی (ایسی) کھڑی ہوئی کہ کسانوں کو بھلی لگتی ہے اور کفار ان کی وجہ سے جلتے ہیں۔“

جو لوگ اصحاب رسول ﷺ کی سیرت اور ان کی زندگی کے حالات پڑھیں گے معلوم ہو گا کہ خدا کے یہ برگزیدہ بندے کس قدر ایمان کامل، زہد اور پرہیز گاری کے اونچے مقام پر فائز تھے۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں سرشار تھے اور ان سے محبت کو مال اور اولاد کی محبت پر ترجیح دیتے تھے۔ نیز انھوں نے دشمنان اسلام سے مقابلہ کرنے میں حد سے زیادہ اذیت اور مشقت برداشت کی، خدا کی راہ میں زبردست جہاد کیا، آنحضرت کی وفات کے بعد اسلام کو پھیلایا،

دشمنان اسلام کی سرکوبی کی' ملکوں کو فتح کیا' خدا کی مخلوق کو خدا کے دین میں داخل کیا' ان کی توحید خالص اور راہ مستقیم کی طرف رہنمائی کی' عدل و مساوات اور انصاف کو پھیلایا' ان تمام اوصاف کے ہوتے ہوئے ان کے کامل ایمان' اونچے درجے اور بلند مقام کے بارے میں کون شبہ کر سکتا ہے- اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ جو بھی انھیں گالی دے گا اور انھیں طعن و تشنیع کرے گا' اس کا دل بغض و حسد اور کینہ کپٹ سے لبریز ہو گا' جو شخص ان لوگوں سے بغض و حسد رکھے گا' وہ کیونکر اسلام پر برقرار رہ سکتا اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے- وہ کس طرح رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دم بھرے گا- یہ شنیع حرکت ان ہی افراد سے سرزد ہو گی جنھیں قرآن پاک کی آیات کی کوئی پروا نہیں' ان کے فضائل میں وارد احادیث سے انھیں کوئی سروکار نہیں' ان کی خدمات جلیلہ اور عالی مرتبہ کی انھیں کوئی پروا نہیں- ایسے لوگ زبان حال سے اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہیں' ان کے خلاف جنگ کا اعلان کرتے ہیں- اور نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے برگزیدہ انسانوں کو اذیت پہنچانے کا سامان کرتے ہیں- صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَنْ عَادَى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ﴾

"جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی مول لی' میری طرف سے اسے اعلان جنگ ہے-"

اصحاب رسول اور ان کے سرخیل خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ یہ سب ہیں اللہ کے ولی اور حد درجہ متقی انسان تھے- ان کی فضیلت اور تعریف میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں- ان میں سے بعض آیات پہلے گزر چکی ہیں- صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُكُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَابَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَانَصِيْفَهٗ))

"میرے اصحاب کو ہرگز گالی نہ دینا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے- تم میں سے کوئی اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو وہ ان میں سے نہ

کسی ایک کے ایک مد کے برابر پہنچے گا نہ نصف مد کے۔"

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مغفل سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهَ اللّٰهَ[1] فِيْ اَصْحَابِيْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَمَنْ آذَى اللّٰهَ اَوْشَكَ اَنْ يَاْخُذَهُ))

"میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو۔ ان کو میرے بعد (طعن و اعتراض کا) نشانہ نہ بنالینا۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی' اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میری وجہ سے ان سے بغض رکھا' اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا دی' اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی' اور جس نے اللہ کو ایذا دی' امید ہے کہ اللہ اسے پکڑے گا۔"

اسی معنی کی ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] ارشادِ نبوی اللہ اللہ تحذیر کا لفظ ہے جو خبردار کرنے کے لیے بولا جاتا ہے' جیسے خبردار کرنے والا کہتا ہے' آگ آگ! یعنی آگ سے بچو۔ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ یعنی میرے بعد انھیں طعن و تشنیع اور سب و شتم کا ہدف نہ بنالینا۔ اِتَّخَذَ فُلَانٌ غَرَضًا لِسَبِّهٖ یعنی ہدف ملامت بنانا فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ۔ اصحاب رسول کی یہ فضیلت ہے اور انھیں یہ مقام اس لیے حاصل ہے کہ صحابہ کی محبت فرض ہے' کیونکہ انھیں آپ کی ہم نشینی حاصل رہی۔ انھوں نے آپ کی مدد کی' آپ پر ایمان لائے اور جان و مال سے آپ کی اعانت کی' اس لیے جنھوں نے آپ سے محبت کی' اس نے اللہ سے محبت کی اور صحابہ کی محبت آپ سے محبت کا سرعنوان ہے۔

جیسے ان سے بغض آپ سے بغض کی علامت ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ انصار سے محبت ایمان کا خیر ہے' اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے اور یہ اسی لیے کہ انھوں نے اسلام کے لیے پیش قدمی کی' دشمنان اسلام سے جہاد کیا اور آپ کے آگے آگے رہ کر آپ کا دفاع کیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے۔

((مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَقَدْ سَبَّنِیْ وَمَنْ سَبَّنِیْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰہَ))[1]

"جس نے میرے اصحاب کو گالی دی' اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔"

مذکورہ دونوں حدیثوں اور ان جیسی دیگر احادیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے' جنہوں

---

[1] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو گالی دینا بالواسطہ اللہ اور اس کے رسول کو گالی دینا ہے اور جو کوئی اللہ اور اپنے پروردگار کو گالی دے وہ کس اچھائی کی اِمید کر سکتا ہے۔اسے معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہ کو گالی دینا' انھیں کافر یا فاسق کہنا (نعوذ باللہ) دین الٰہی اور شریعت محمدیہ کو منہدم کر دینا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مصاحبت کے لیے انھیں منتخب فرمایا۔ اپنے قرآن' اپنی شریعت اور اپنے راستے کی طرف عام مسلمانوں کی دعوت و تبلیغ کے لیے انھیں چنا اور ایمان والوں کا ہی نہیں بلکہ تمام دانشوروں کا اس پر اتفاق ہے کہ کافروں اور فاجروں کی گواہی ناقابل قبول ہوتی ہے۔ جب ان کی گواہی قابل قبول نہیں تو یہ کس کام کے۔؟

سب کو معلوم ہے کہ صحابہ کرامؓ نے قرآن اور احادیث مقدسہ کی تبلیغ کی اور رسول اللہ ﷺ سے لے کر دوسروں تک اسے پہنچایا' پھر ان کے بعد والوں نے ان سے اخذ علم کیا' اگر یہ اصحاب کرام ناقابل اعتبار ٹھہرے تو ظاہر ہے۔ بنیاد گر جائے گی اور عمارت منہدم ہو جائے گی۔ بہرصورت صحابہ پر دشنام طرازی کر دینے کا مقصد شریعت کو منہدم کر دینا ہے جو بدبخت رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی نہیں کر سکے تو انھوں نے صحابہ کرام کو نشانہ بنایا' لیکن دونوں کا نتیجہ ایک ہے' خواہ کتنے ہی تقیے یا تصنع سے کام لیں یا تاویل کریں کہ انھوں نے خلافت حضرت علی سے چھین لی' لہٰذا انھیں خلافت کا کوئی حق نہیں تھا' لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ان کے تقیے کا پردہ فاش کیا اور ان کا راز طشت از بام کیا' اور ان کے اس خود ساختہ قاعدے کی عمارت مسمار کر دی کہ خلافت حضرت علیؓ اور آپ کی اولاد کے لیے مخصوص ہے۔ اور خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق کو جس شوریٰ کے تحت خلافت تفویض کی گئی اور جس کی بنیاد انصار و مہاجرین نے رکھی' اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ آج ہم ان شیعہ ہی نہیں بلکہ دوسری قوموں کو بھی دیکھتے ہیں کہ وہ شوریٰ اور انتخاب کے اصول کو تھامے ہوئے ہیں اور جسے اپنا سربراہ بناتے ہیں منتخب کر کے بناتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے سچ فرمایا:

﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْھَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ﴾ (الرعد:۱۷)

"کہ جھاگ تو دور ہو جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے حق میں نفع ہوتی ہے' وہ زمین پر ٹھہر جاتی ہے۔"

نے رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کو ہدف ملامت بنایا۔ان پر تہمتیں رکھیں اور الزام تراشے‘ان کی عیب جوئی کی اور اتنی جسارت کی کہ ان پر کفر کا الزام لگایا۔

٭٭٭

خاتمہ:

اس بیان میں کہ صحابہ کرام کو سب وشتم کرنے والوں کے بارے میں اختلاف ہے‘ آیا وہ لوگ فاسق بدعتی ہوں گے اور ان کی سزا تعزیر ہوگی یا وہ کافر ہوں گے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک طویل اختلاف نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ فقہاء اہل کوفہ کی ایک جماعت اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے ان لوگوں کو قتل کر دینے کا قطعی حکم دیا ہے جو صحابہ کرام کی شان میں سب وشتم کرتے ہیں‘ نیز یہ بھی فیصلہ کیا کہ روافض کافر ہیں۔

محمد بن یوسف فریابی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے کی بابت ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ وہ کافر ہے۔کسی نے عرض کیا‘ آیا اس پر نماز پڑھی جائے گی؟ انھوں نے کہا نہیں۔ان سے پوچھا گیا‘ پھر اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے گا‘ جب کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے انھوں نے کہا کہ اسے ہاتھ مت لگاؤ‘ ایک لکڑی لے کر اسے دھکیل دو۔جب وہ قبر میں گر جائے تو اس پر مٹی ڈال دو۔

قاضی ابو یعلی کہتے ہیں کہ سب صحابہ کرنے والوں کی بابت فقہاء کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر وہ اس فعل کو حلال سمجھے تو اس نے کفر کیا اور اگر حلال نہیں جانا تو اس نے فسق کیا۔اسی طرح اگر ان کی تکفیر کی یا انھیں مسلمان سمجھتے ہوئے ان کے دین میں طعن کیا تو اس کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

شیخ نے چند صفحات کے بعد لکھا ہے:

فصل: اس کی بابت حکم کی تفصیل کے بیان میں -----"جس نے حضرت

ابو بکر رضی اللہ کو سب و شتم کرنے کے ساتھ یہ دعوی کیا کہ حضرت علی خدا ہیں' یا نبی تو وہی تھے' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیغمبری تفویض کرنے میں غلطی کی۔ اس قسم کی بکواس جو کرے' وہ کافر ہے اور جو ان کے کفر میں توقف کرے' وہ بھی کسی شک کے بغیر کافر ہے۔

اسی طرح جس نے یہ کہا کہ قرآن پاک کی کچھ آیتیں کم کر کے انھیں چھپالیا گیا ہے' یا یہ خیال کیا کہ آیات قرآنی کی بعض باطنی تاویل ہیں' یا کوئی تناسخ کا دعوی کرے' تو ان کے کفر کے بارے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے کوئی سب و شتم کی' لیکن ان پر ردو قدح یا تہمت نہیں دھری' نہ ان کے دین کی بابت طعن و تشنیع کی' بلکہ ان کے لیے کوئی نازیبا وصف بیان کیا' جیسے بخل' بزدلی' کم علمی' یا عدم زہد وغیرہ کا الزام رکھا' تو ایسا شخص تعزیر اور سرزنش کا حقدار ہو گا' لیکن محض اتنی بات پر اسے کافر ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا' اور جن علمانے اس کے کفر کا حکم نہیں دیا' ان کے کلام کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا۔

لیکن اگر کوئی مطلق لعن طعن کرے اور برا بھلا کہے' تو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ کیونکہ امکان ہے کہ غصے میں کہہ دیا ہو' یا اس کا عقیدہ یہی ہو' اور اگر کسی نے بزعم خویش یہ خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ان لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو چھوڑ کر باقی لوگ (نعوذ باللہ) مرتد ہو گئے اور یہ کچھ لوگ دس تھے' یا یہ خیال کیا کہ ان میں اکثر فاسق ہو گئے' تو اس میں شک نہیں کہ وہ کافر ہو گا۔ کیونکہ اس نے قرآن پاک کے خلاف گمان کیا' جبکہ اللہ تعالی نے متعدد مواقع پر ان کی تعریف فرمائی ہے اور ان سے خوشنودی کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ اتنا واضح امر ہے کہ جو کوئی اس قسم کے لوگوں کے کفر کے بارے میں شک کرے گا' وہ بھی کافر ہو گا۔

لہذا اس نوعیت کا کلام کہ کتاب و سنت کے ناقلین کافر و فاسق ہیں اور اس آیت

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾

"تم خیر امت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا"

میں مذکور خیر سے مراد قرن اول کے اخیار ہیں' جبکہ ان میں اکثر کافر اور فاسق تھے' اور اس نوعیت کا مضمون کہ یہ امت شریر ترین امت ہے' اور اس امت کے اولین لوگ بھی اشرار تھے' یہ اور اس قسم کا تصور رکھنے والا کافر ہو گا' خواہ وہ اضطراراً دین اسلام کا اظہار کرے' اسی لیے تم دیکھو گے جو کوئی بھی اس قسم کا تصور رکھتا ہے' اس کا زندیق ہونا واضح ہو گا' اور اکثر

زندیق اپنے مسلک کو چھپاتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بہتوں کے واقعات کو فاش کیا ہے' اور تواتر کے ساتھ یہ بھی منقول ہے کہ زندہ یا مردہ ان کے چہرے مسخ کر کے انھیں سور بنادیا گیا۔

نیز علما نے ان کی عبرت ناک سرگزشت کو درج کیا ہے' انہی میں حافظ صالح ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد مقدسی کا شمار ہے' جنھوں نے اپنی کتاب اس نام سے موسوم کی **النَّهْىُ عَنْ سُبِّ الاَصْحَابِ وَمَاجَاءَ فِيْهِ مِنَ الاِثْمِ وَالعِقَابِ۔**

مختصر یہ کہ سب وشتم کرنے والوں کے تین درجے ہیں' ان میں بعض وہ ہیں جن کے کافر ہونے میں کوئی شبہہ نہیں' بعض پر کافر ہونے کا حکم لاگو نہیں ہوگا اور بعض کے کافر ہونے میں تردد کیا جائے گا۔ الخ [1]

❋ ❋ ❋

[1] الصارم المسلول۔ تصنیف۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ

ساٹھواں' اکسٹھواں' اور باسٹھواں کبیرہ گناہ

مسلمان کو گالی دینا' اس کی عزت و آبرو میں دست درازی کرنا'

والدین کو گالی نہ دینا لیکن اس کا سبب بننا کہ کوئی دوسرا اس کے والدین کو گالی دے' مسلمان کو لعن طعن کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب : ۵۸)

"اور جو لوگ مسلمان مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی (قابل ملامت) کام کے ایذا دیتے ہیں' وہ بہت بڑا بہتان اور صریح گناہ اٹھاتے ہیں"

اسلام کی آمد کا اہم مقصد یہی ہے کہ دنیا کے تمام انسانوں کو عقیدہ توحید پر صف بستہ کیا جائے' ایک اللہ پر ایمان' فرشتوں' کتابوں' آخرت کے دن اور قضا و قدر پر یقین کو ان کے دلوں میں پیدا کیا جائے' ایک نبی' ایک کتاب اور ایک قبلہ پر انھیں متحد کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بیشتر ایسے دستور اور ضابطے بنائے جن سے وحدت اور اتفاق کا احساس ابھرتا ہے۔ جیسے جمعہ کی نماز' جماعت کی پابندی اور عیدین اور حج کی مشروعیت وغیرہ۔ اسی کے ساتھ اسلام نے اتحاد و اتفاق کی دعوت دی اور لڑائی جھگڑے اور نفاق و شقاق سے منع فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا﴾(آل عمران:۱۰۳)

"اور سب مل کر خدا کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو (ورنہ تمھارے دشمن تم پر غالب آ جائیں گے) اور اپنے حال پر اللہ کا احسان یاد کرو' جب تم آپس میں دشمن تھے' پھر اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈالی تو تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔"

﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (الانفال : ٤٦)

"اور جھگڑا مت کرو ورنہ کمزور ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی"

اور عداوت دشمنی اور نفاق و شقاق اس لیے حرام قرار دیا کہ یہ اس اسلامی اخوت کے منافی ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے درمیان استوار فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ (الحجرات : ١٠)

"یقیناً ایمان والے (آپس میں) بھائی بھائی ہیں' اس لیے اپنے بھائیوں کے درمیان صلح اور درستی کر دیا کرو۔"

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

((وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ)) (بخاری و مسلم)

"ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو' پشت نہ پھیرو' بغض نہ رکھو' حسد نہ کرو' بلکہ بندگان خدا بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔"

علیٰ ہذا آپؐ نے اس کو حرام ٹھہرایا کہ مسلمان اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے' اس کے مول بھاؤ پر مول بھاؤ کرے' اس کی منگنی پر اپنی منگنی کرے یا ایک مسلمان دوسرے کو دھوکا دے یا اس قسم کا کوئی فریب کرے' جس سے خصومت اور نزاع پیدا ہو۔ اور یہ تمام احکام محض اسلامی اخوت اور اسلامی اتحاد کو برقرار رکھنے کی خاطر دیئے گئے' اور جب دین اسلام اور اس کے جملہ اوامر و نواہی کا محور یہی ہے تو اس میں شک نہیں کہ مسلمان کو گالی دینا'

یا اس کی عزت لینا' مہلک ترین گناہ کبیرہ ہے- کیونکہ نص کی رو سے مومنوں کو ستانا حرام ہے' جیسا کہ گزشتہ آیت میں گزرا- اور ان میں سب سے زیادہ حرام یہ کہ از خود انھیں لعنت کرے یا اپنے والدین کے لیے سب و شتم اور لعنت ملامت کا سبب بنے- اسی لیے ان تین کبیرہ گناہوں کی ممانعت میں متعدد احادیث وارد ہیں-

اختصار کے ساتھ چند حدیثیں پیش ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((الْمُسْتَبَانِ مَا قَالاَ فَعَلَى الْبَادِی مِنْهُمَا حَتَّى يَتَعَدَّى الْمَظْلُوم))

"دو گالی دینے والوں میں قصور ابتدا کرنے والے کا ہے' بشرطیکہ مظلوم (حق سے) سے آگے نہ بڑھ گیا ہو-"

اس روایت کو مسلم' ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا-

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَ قِتَالُهُ كُفْرٌ))

"مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کر دینا کفر ہے"

اس روایت کو بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا-

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور وہ اس کو مرفوع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

((سَبَابُ الْمُسْلِمِ كَالشَّرَفِ عَلَى الْهَلِكَةِ))

"مسلمان کو گالی دینا اس شخص کی طرح ہے' جو قریب قریب ہلاک ہو رہا ہو"

اس روایت کو بزار نے جید اسناد کے ساتھ ذکر کیا-

(۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((لاَ يَرْمِی رَجُلٌ رَجُلاً بِالْفِسْقِ اَوِ الْكُفْرِ اِلاَّ ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ اِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَالِكَ)) (بخاری)

"جو شخص کسی پر فسق یا کفر کا الزام رکھتا ہے' وہ الزام لوٹ کر اسی کے اوپر آتا ہے

بشرطیکہ جس پر الزام لگایا' وہ ایسا نہ ہو-"

مذکورہ چند روایتیں مسلمانوں کو سب و شتم کرنے کی بابت وارد ہیں-لعنت ملامت کے بارے میں چند حدیثیں یہ ہیں-

(الف) حضرت ابوزید بن ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' ان کا شمار بیعت رضوان والوں میں ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ بِمِلَّةٍ غَيْرَ الإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيْمَا لَا يَمْلِكُهُ وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ)) (بخاری و مسلم)

"جس نے اسلام کے سوا کسی اور ملت کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کہا اور جس نے کسی چیز سے خودکشی کرلی قیامت کے دن اسی سے اس کو عذاب دیا جائے گا' اور جس کے ملک میں کوئی چیز نہیں اس کی بابت نذر ماننے پر کچھ عائد نہ ہوگا' اور مومن کو لعنت کرنا' اسے قتل کرنے کے مساوی ہے-"

(ب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَنْبَغِيْ لِصَدِيْقٍ اَنْ يَكُوْنَ لَعَّانًا)) (مسلم)

"صدیق کو لعنت ملامت کرنے والا تو نہیں ہونا چاہئے"

(ج) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَكُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (مسلم)

"لعنت کرنے والے قیامت کے دن سفارشی اور گواہ نہیں ہوں گے"

(د) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِهِ وَلَا بِالنَّارِ))

"ایک دوسرے پر اللہ کی پھٹکار کی لعنت مت بھیجو' اور نہ اس کے غضب کی اور نہ دوزخ کی لعنت بھیجو"

اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے-

(ہ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

((لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلاَ اللَّعَّانِ وَلاَ الْفَاحِشِ وَلاَ الْبَذِیِّ))

"مومن نہ تو طعنہ دینے والا ہے اور نہ بہت لعنت بھیجنے والا' نہ فحش بکنے والا اور نہ فحش کرنے والا ہوتا ہے"

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے۔

(و) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَیْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَی السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تُهْبَطُ اِلَی الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَاْخُذُ یَمِیْنًا وَشِمَالاً فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَی الَّذِیْ لَعَنَ فَاِنْ کَانَ اَهْلاً لِذٰلِكَ وَ اِلاَّ رَجَعَتْ اِلٰی قَائِلِهَا)) (ابو داؤد)

"بندہ جب کسی پر لعنت بھیجتا ہے' تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ آسمان کے دروازے اس کے آگے سے بند کر لیے جاتے ہیں' پھر وہ زمین کی طرف جاتی ہے۔ زمین کے دروازے بھی اس کے آگے سے بند کر لیے جاتے ہیں' پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے۔ جب وہ کوئی راہ نہیں پاتی تو لوٹ کر اس کی طرف چلی جاتی ہے' جس پر لعنت بھیجی تھی۔ اگر وہ اس کے لائق ہوتا ہے تو اس پر پڑ جاتی ہے' ورنہ لعنت بھیجنے والے پر پڑتی ہے۔

(ز) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ:

((بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِهِ وَامْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ عَلٰی نَاقَةٍ فَضَجِرَتْ فَلَعَنَتْهَا فَسَمِعَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذُوْا مَاعَلَیْهَا وَدَعُوْهَا فَاِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ قَالَ عِمْرَانُ فَکَاَنِّیْ اَرَاهَا الْآنَ تَمْشِیْ فِی النَّاسِ مَا یَعْرِضُ لَهَا اَحَدٌ)) (مسلم)

"رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے اور ایک انصاری عورت اونٹنی پر سوار تھی (اونٹنی چلتی نہ تھی) انصاریہ نے تنگ ہو کر اونٹنی پر لعنت کی۔ حضور ﷺ نے بھی سن فرمایا' اونٹنی پر جو سامان ہے' اس کو لے لو اور اس کو چھوڑ دو' یہ ملعون ہے۔ اب تک میری

نظر میں وہ سماں ہے کہ اونٹنی لوگوں میں یوں ہی پھر رہی ہے اور اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا۔"

اور اپنے ماں باپ کو گالی دینے یا گالی دیے جانے کا سبب بننے کے بارے میں منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ مِنْ اَکْبَرِ الْکَبَائِرِ اَنْ یَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَیْهِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ یَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَیْهِ قَالَ یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاهُ وَیَسُبُّ اُمَّهُ فَیَسُبُّ اُمَّهُ))

"منجملہ کبیرہ گناہوں کے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ آدمی اپنے والدین کو کیونکر گالی دے سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے' وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔"

اوپر مذکورہ آیات و روایات سے حسب ذیل تین حرمتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک گناہ کبیرہ ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

مسلمان کو گالی دینا یا اسے لعنت کرنا' ایذا پہنچانا ہے' اور شریعت و عقل کی رو سے یہ حرام ہے' ایسا کرنے والا بہتان اور کھلے ہوئے بھاری گناہ کا مستوجب ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ))

"مسلمان وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"

اور چونکہ گالی دینے والے کی زبان سے عام مسلمان محفوظ نہیں' لہٰذا اس شخص کا ایمان ناقص ہوگا۔

حدیث نمبرا:

اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے' یعنی گالی دینا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے خروج کرنا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے خروج کرنے والا عاصی اور بھاری گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۲:

اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ مسلمان کو گالی دینے والا اپنی ہلاکت کے درپے ہے‘ یعنی کسی مسلمان کو گالی دے کر اس پر دست درازی کرنے اور اذیت پہنچانے والا خود کشی کرنے والے کے مترادف ہے۔

اور مسلمان کو لعنت ملامت کرنا گالی گلوچ سے زیادہ بھیانک اور بڑا جرم ہے۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے لعن طعن کرنے والے کو مسلمانوں کا قاتل شمار کیا‘ کیونکہ قاتل جس طرح مقتول کو اس کی زندگی سے محروم کر کے مردوں کی صف میں پہنچا دیتا ہے‘ اسی طرح لعنت کرنے والا باطنی موت کا باعث ہوتا ہے‘ اور جس پر لعنت کرتا ہے‘ گویا اسے اللہ کی رحمت سے دور اور مہجور قرار دیتا ہے‘ حالانکہ اللہ کی رحمت سے سوائے کافروں کے کسی کو دوری نہیں ہوتی اور کفار باطنی طور پر مردہ ہی ہیں‘ کیونکہ اگر ان کے اندر حقیقی زندگی کی روح موجود ہوتی تو وہ فوراً ایمان لے آتے‘ اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا کامل اور حقیقی زندگی ہے جس کی دلیل باری تعالیٰ کے یہ ارشادات ہیں:

﴿يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِهِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾

(الانفال: ۲٤)

”مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو‘ جب وہ تم کو تمھاری (روحانی) زندگی کے لیے پکاریں۔“

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ﴾(النحل: ۹۷)

”جو کوئی ایمان دار ہو کر نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت (کسی قوم کا ہو) تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی دیں گے (بہمہ وجوہ ایسے لوگ عافیت سے رہیں گے) اور ہم ان کو (محض اپنے فضل سے) ان کے کاموں سے بھی اچھا بدلہ دیں گے۔“

مسلمان کو گالی دینا‘ اس کے قتل کے مترادف ہے۔اس تشبیہ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اس سے انکار کیا کہ کوئی شخص مسلمان بھی ہو اور ساتھ ساتھ لعنت ملامت کرنے

والا بھی ہو' اور لعنت کرنے والے کسی کی سفارش نہیں کر سکیں گے اور نہ پچھلی امتوں کے خلاف قیامت کے دن گواہی دے سکیں گے' بلکہ انتہا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا کہ مسلمان تو درکنار کسی جانور کو لعنت کی جائے- چنانچہ حضرت عمران بن حصین اور اس عورت کی بابت حدیث میں پہلے گزرا جس نے اپنی اونٹنی کو لعنت کی تھی-

اور ماں باپ کو گالی سننے کا سبب بننا اس میں شک نہیں کہ گناہ کبیرہ ہے کیونکہ والدین بہترین بدلے کے سزاوار ہیں- وہ اس لائق ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ نیک سلوک' بھلائی اور مہربانی کا برتاؤ کیا جائے' نہ یہ کہ انھیں گالی دی جائے' یا گالی دینے کا سبب بنا جائے' اور والدین کو عاق کرنے یا ان کی نافرمانی کرنے کی بابت متعدد احادیث پہلے گزریں جن کے اعادے کی سردست ضرورت نہیں ہے-

اہم وضاحت اور تنبیہ:

مذکورہ تینوں آیات وروایات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ تینوں حرکتیں گناہ کبیرہ ہیں' جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا- البتہ علامہ شیخ ابن حجر نے الزواجر میں مسلمانوں کو گالی دینے کے خصوص میں ذکر کیا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک اس پر اعتماد کیا گیا ہے کہ یہ اس پر محمول ہوگا کہ اس سے بار بار یہ حرکت سرزد ہوئی ہو اور اس کی اطاعت وعبادت مغلوب ہو گئی' ہو اس کے برخلاف جانور کو لعنت کرنا بھی معصیت ہے' مگر وہ چھوٹا گناہ ہے اور اس میں اتنی بڑی خرابی نہیں جتنی بڑی خرابی کسی مسلمان کو گالی دینے میں ہوتی ہے-

نیز یہ لعنت جس سے ممانعت آئی ہے' اس سے مراد کسی متعین مسلمان کو لعنت کرنا ہے اور یہ ناجائز ہے' اور اگر بالعموم لعنت کی' جیسے کہا شرابی پر اللہ کی لعنت ہو' سود کھانے پر خدا کی لعنت ہو' تو اس میں مضائقہ نہیں- اس لیے رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپؐ نے بال جوڑنے اور جوڑنے کی خواہش رکھنے والی پر شراب پینے والے پر' تصویر بنانے والے پر' اور یہود ونصاری پر لعنت فرمائی ہے' جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ

گاہ بنالیا ہے۔

اس روایت میں اور اس کے علاوہ متعدد روایتوں میں عموم کے ساتھ لعنت وارد ہے' خاص طور پر کسی ایک پر لعنت وارد نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ مسلمان کو اپنی زبان اور اپنے اعضا جیسے دل' آنکھیں' دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کو ہر قسم کی آلودگی سے محفوظ رکھنا چاہئے اس لیے کسی مسلمان کو بڑی لعنت کرنے والا' بہت فحش گو' بے حد بے حیا' اور بہت زیادہ شور و غل کرنے والا نہیں ہونا چاہئے' بلکہ ایسے اخلاق فاضلہ اور اوصاف حمیدہ سے متصف رہنا چاہئے' جیسے اوصاف واخلاق قرآن پاک اور احادیث مقدسہ میں مطلوب ہیں' اور اگر کوئی جہالت برتے اور بدسلوکی سے پیش آئے تو اس کو معاف کرے اور درگزر کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَانِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا﴾ (الفرقان : ٦٤)

"اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں' جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں' تم پر سلام ہو اور بس۔"

اور شاعر کہتا ہے۔

ولقد امرعلی اللئیم یسبنی　　فمضیت تمت قلت لایعیننی

جب میرا گزر کسی کمینے پر ہوتا ہے اور وہ مجھے گالیاں دیتا ہے' تو میں اس گھڑی وہاں سے یہ خیال کرکے گزر جاتا ہوں کہ چھوڑو' وہ کسی اور کو گالیاں دے رہا ہوگا۔

نیک توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے

❋ ❋ ❋

ترسٹھواں کبیرہ گناہ

دو رُخا ہونا

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا وَتَجِدُوْنَ خِيَارَ النَّاسِ فِي هَذَا الشَّأْنِ أَشَدُّهُمْ لَهُ كِرَاهَةً وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَاالْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَأْتِيْ هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ))

''تم لوگوں کو کانوں کی طرح پاؤں گے' ان میں جو زمانہ جاہلیت میں اچھا تھا' وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھا رہے گا بشرطیکہ انھوں نے سمجھ داری حاصل کر لی ہو اور اس معاملے میں سب سے بہتر تم اس شخص کو پاؤں گے جس سے (لوگ) سخت کراہت کریں' اور لوگوں میں سب سے بدتر تم دو رخے شخص کو پاؤ گے' جو ان لوگوں کے پاس آ کر کچھ کہتا ہے اور ان لوگوں کے پاس جا کر کچھ کہتا ہے۔''

اس روایت کو امام مالک' بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے نقل کیا۔

(۲) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ))

''جو کوئی دنیا میں دو رخا ہے' قیامت کے دن اس کے آگ کی دو زبانیں ہوں گی''

اس روایت کو ابوداؤد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا۔

اور منافقین کے اوصاف یہ ہیں' جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قَالُوْا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِيْنِهِمْ قَالُوْا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ، اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ

﴿يَعْمَهُوْنَ﴾ (البقرہ : ۱۵)

"اور جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مدت سے مسلمان ہیں اور جب اپنے بڑوں کافروں سے علیحدگی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو (اصل میں) تمھارے ساتھ (متفق) ہیں (مسلمانوں سے تو) ہم صرف مسخری کرتے رہتے ہیں۔ اللہ ان کو مسخری کی سزا دے گا اور ان کی سرکشی کے سبب سے ان کو کھینچے گا (اپنی سرکشی میں وہ) حیران پھریں گے۔"

یہ دورخاپن ہے' اور دو منہ والا وہ ہوتا ہے جو کبھی اس گروپ کے پاس جاتا ہے' کبھی اس گروپ کے پاس اور دونوں کو دھوکا دیتا ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' دورخا آدمی بدترین انسان ہوتا ہے' کیونکہ اس کی حالت منافقوں کی سی ہوتی ہے۔ ایسا آدمی ناحق اور باطل کی کیفیت میں ہوتا ہے اور لوگوں میں فساد برپا کرنے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں دورخا آدمی وہ ہے جو ہر پارٹی کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بظاہر جن کی حمایت کرتا ہے درپردہ ان سے دشمنی کرتا ہے۔ اس کی روش منافق' جھوٹے اور دغاباز کی ہوتی ہے۔ قسم قسم کے حیلوں سے وہ ہر دو گروپ کے بھید پانے کی کوشش کرتا ہے ظاہر ہے یہ مداہنت اور چاپلوسی ہے اور یہ حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی اصلاح کرنے کے لیے اس قسم کی حرکت کرے تو یہ برا نہیں ہے۔ اور ان کے علاوہ دوسرے کہتے ہیں کہ مذموم و ممدوح کے درمیان فرق ہے۔ مذمت کے لائق وہ ہے جو ہر گروہ کا عمل سجا کر اس کے سامنے پیش کرے' اور تعریف کے لائق وہ ہوتا ہے جو ہر کسی سے ایسی گفتگو کرتا ہے' جس میں ہر کسی کا فائدہ ہوتا ہے۔ وہ ہر کسی سے معذرت خواہ ہوتا ہے' اور ہر ایک کے ساتھ حتی الامکان نیکی کرتا ہے اور قباحت سے گریز کرتا ہے۔

دو منہ یا دو زبان والا دورخا ہوتا ہے' جو دشمنی کرنے والوں کے درمیان آمد و رفت رکھتا ہے۔ ہر ایک سے اس کی من پسند بات کہتا ہے اور ادھر کی بات ادھر اور ادھر کی بات ادھر لگاتا ہے' اس لیے اس کو دو زبان والا کہتے ہیں۔

اور یہ حرکت چغل خوری سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ چغل خوری کرنے والا صرف

ایک طرف کی بات دوسری طرف پہنچاتا ہے' اور دورخا ہونے میں وہ شخص بھی شامل ہے' جو ہر گروپ کے ساتھ یکساں طور پر دشمنی اور عداوت کے بیج بوئے گا' یا کسی ایک سے تعاون اور امداد کا وعدہ کرے گا' یا دشمنی کے لیے کسی ایک کو اکسائے گا- اب جو شخص ان برے اوصاف سے متصف ہو گا اس میں شک نہیں کہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو گا' اور یہ عظیم ترین گناہ ہو گا' کیونکہ یہ خصلت برے اوصاف کی حامل ہے-

دورخا آدمی بیک وقت جھوٹ' نفاق' چاپلوسی' مداہنت' مکر و فریب' چغل خوری اور جھگڑا لگانے' غرض تمام اوصاف کا حامل ہوتا ہے' اور یہ اوصاف ایسے آدمی کے اندر بیک وقت یک جا نہیں ہو سکتے' جو اللہ پر اس کے رسول پر اور آخرت کے دن پر کامل ایمان رکھتا ہو- کیونکہ جو شخص کامل ایمان رکھنے کا دعوی کرے گا' اُس کا ایمان اسے ان مذموم اوصاف سے باز رکھے گا' جو نرے شیطانی اور ابلیس کے اوصاف ہیں- یہی وجہ ہے کہ جو شخص دنیا میں دورخا ہوتا ہے' قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کو دو چہروں کے ساتھ اٹھائے گا' اور جس کے دو زبانیں ہوں گی' اس کو دو زبانوں کے ساتھ زندہ کرے گا' اور اس کی یہ درگت محض اس لیے ہو گی تاکہ اسے زیادہ سے زیادہ سزا ہو- وہ دردناک عذاب کا مزہ چکھے' تمام لوگ اسے دیکھیں اور خوب خوب اسے رسوا کریں- اور اس مذموم صفت سے روکنے کے لیے اس قدر سخت وعید یقیناً کافی ہو گی-

ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ جھوٹ' دھوکا' نفاق' مکاری' چغل خوری اور ایسے تمام مذموم اوصاف سے محترز رہے جو ایمان اور اسلام کے برعکس ہیں' اور قرآن پاک کی تعلیمات اور سنت نبویہ کے خلاف ہیں-

ایک مسلمان کا طریقہ یہی ہونا چاہئے کہ جب وہ دو فریقوں یا دو آدمیوں کو لڑائی جھگڑا کرتا ہوا دیکھے تو ان کے درمیان صلح کرا دے' باطل اور غلط کار کی تعریف ہرگز نہ کرے' ہاں جو حق پر ہے' اس کی تعریف کرے اور ان دونوں کے پاس جا کر ایسی باتیں کہے' جن سے تعلق نہ ٹوٹے اور کوئی نیا جھگڑا نہ کھڑا ہو اس کے دل میں میل محبت صفائی اور ہر مسلمان کے ساتھ الفت اور پیار کا جذبہ پیدا کرے' انھیں بتائے کہ ایک مسلمان کا دوسرے پر کیا حق ہے' اور یہ کہ تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں- یہ نہیں کہ باطل کو اس کے سامنے سجا کر پیش

کرے' بلکہ ایک دوسرے کے لیے عذر اور معذرت کرے' اور پہلے کے بارے میں دوسرے سے اچھے ہی کلمات زبان پر لائے۔

مسلمان کی شان یہ ہے کہ جب وہ دو دشمنوں کو دیکھے خواہ دو آدمی ہوں' یا دو گروپ یا دو مملکت ہوں' اور آپس میں جنگ کر رہے ہوں تو ان میں باہم صلح کرا دے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (الحجرات : ١٠)

"ایمان والے بھائی ہی تو ہیں' اس لیے اپنے بھائیوں کے درمیان مصالحت کرا دو' اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو' شاید تم پر رحم کیا جائے۔"

نیز حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلاَةِ وَالصَّدَقَةِ قَالُوا بَلَى قَالَ إِصْلاَحُ ذَاتِ الْبَيْنِ فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ))

"سنو! کیا میں تمہیں وہ مقام نہ بتاؤں' جو روزے' نماز اور صدقات سے بھی افضل ہے' انھوں نے عرض کیا ضرور' آپ نے فرمایا' آپس کے جھگڑوں کو دور کرنا' کیونکہ آپسی جھگڑوں میں مزید بگاڑ پیدا کرنا مونڈھ دینے والی چیز ہے۔"

اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا' ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کو ذکر کیا' اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ نیز ترمذی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

((هِيَ الْحَالِقَةُ لاَ أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ))

"یہی مونڈھ دینے والی ہے' میں نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈ دے گی' بلکہ دین کو مونڈھ دے گی۔"

خلاصہ یہ کہ جو کوئی دنیا کی عزت' آخرت کی سعادت' اور دونوں جہاں میں زبان کی سچائی کا خواہش مند ہو' اسے اپنے قول کا سچا اور عمل کا مخلص ہونا چاہئے' اسے چاہئے کہ دل میں کینہ کپٹ اور اپنے مسلمان بھائیوں سے بغض و حسد نہ رکھے' مکر اور منافقت کی خو اختیار

نہ کرے اور دونوں لڑنے جھگڑنے والوں کو دشمنی کی آگ میں نہ جھونکے' بلکہ ان کے درمیان مصالحت کی کوشش کرے' اختلاف اور بغض کو مٹانے کی حتی الوسع تگ و دو کرے' تاکہ اس کی جگہ میل محبت پیدا ہو' اور ہر کوئی سعادت اور نیک بختی سے سرشار ہو۔ نیز ایک مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کا' آپ کی سیرت کا اور آپ کے اصحاب کرام (رضی اللہ عنہم) کا سچا پیرو رہنا چاہئے' جن کی زندگی بہترین نمونہ ہے اور ان کے اندر ہمارے لیے منفعت بخش اسباق مضمر ہیں۔ اور اگر مسلمانوں نے ان اسباق کو یاد نہ رکھا تو انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا میں ذلت اور مذمت ان کی منتظر ہو گی اور آخرت میں اس سے برا انجام ان کی تاک میں ہو گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿نَارُاللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾ (الهمزه : ٩)

"نیز آگ ہے (جو بدن سے گزر کر) دلوں تک جا چڑھے گی' بے شک وہ بڑے بڑے ستونوں کی صورت میں ان سے مخصوص ہو گی۔"

نیک توفیق صرف اللہ کی طرف سے ہے

چونسٹھواں گناہ کبیرہ

علم کا چھپانا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾

(البقرہ: ۱۵۹-۱۶۰)

"(یاد رکھو) جو لوگ ہمارے اتارے ہوئے کھلے کھلے احکام اور ہدایت (لوگوں سے) چھپاتے ہیں بعد اس کے جو ہم نے اس کو کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر دیا' تو ایسے لوگوں کو خدا لعنت کرتا ہے اور تمام (دنیا) کے لعنت کرنے والے (بھی) لعنت کرتے ہیں- ہاں جنہوں نے (اس گناہ سے) توبہ کی اور اچھے عمل کیے اور (پہلی غلطیاں) بیان کر دیں تو ان لوگوں پر میں رحم کرتا ہوں اور میں بڑا ہی رحم کرنے والا ہوں-"

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْھُدٰی وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَی النَّارِ﴾ (البقرہ: ۱۷۴ - ۱۷۵)

"بے شک جو لوگ خدا کی اتاری ہوئی کتاب مخفی کرتے ہیں اور اس کے عوض میں کسی قدر مال لیتے ہیں' وہ لوگ اپنے پیٹ میں آگ ڈال رہے ہیں (جس کا بدلہ ان کی آگ ہی ملے گا) اور نہ قیامت کے دن خدا ان سے کلام کرے گا اور نہ ان کو معافی

دے گا اور ان کو سخت عذاب پہنچے گا' اس لیے کہ یہی تو ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے لیا اور عذاب (الٰہی) کو بخشش کے عوض میں (لے چکے ہیں) پس کیسے صابر ہیں یہ لوگ آگ (کے عذاب) پر۔"

﴿وَاِذْ اَخَذَاللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَايَشْتَرُوْنَ﴾

(آل عمران: ۱۸۷)

"اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کتاب والوں سے وعدہ لیا تھا کہ ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور ہرگز اس کو نہ چھپانا (اس وقت تو سب نے قبول کیا) پھر انھوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے عوض میں تھوڑے سے دام وصول کر لیے' بہت ہی برے دام لے رہے ہیں۔"

جیسا کہ حدیث میں وارد ہے 'علما انبیاے کرام کے وارث ہیں۔" اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے درہم اور دینار نہیں چھوڑے' انھوں نے جو چھوڑا وہ علم ہی ہے' اس لیے جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں سے اس بات کا عہد لیا کہ وہ اس کے دین اور اس کی شریعت کی ٹھیک ٹھیک تبلیغ کریں گے اور اس میں سے کچھ نہیں چھپائیں گے۔

بالکل اسی طرح علماے عظام بھی انبیاے کرام کے وارث ہیں' اور ان کا یہ فرض ہے کہ وہ عوام الناس کو ضروری اور مفید علم کی تعلیم دیں' جیسے توحید اور اس کی تینوں اقسام (توحید ربوبیت' توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات) کی فہمائش کریں۔

آداب بندگی جیسے نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کے طریقے بتائیں اور شرک وبدعات سے انھیں ڈراتے رہیں' اس لیے کہ مذکورہ تینوں آیتوں میں علماے کی ذمہ داری اور ان سے باز پرس کی بابت روشن دلائل موجود ہیں' اس لیے جس مسئلے کی جہاں ضرورت ہو اس کو وہاں بیان کریں اور کتمان علم سے کام نہ لیں۔ اگر انھوں نے کتمان علم کیا تو ان پر اللہ کی لعنت ہو گی اور جملہ مخلوق کی لعنت بھی ان پر پڑ کر رہے گی' (اولئك يلعنهم الله) کے تحت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے بیزار رہے گا' اور ان کے اجر سے انھیں محروم کر دے گا اور ان سے کہہ دے گا کہ جاؤ تم پر میری لعنت ہو۔ میری رحمتوں سے دور اور میری

شفقتوں سے مہجور رہو- جیسے اس نے ابلیس لعین سے کہا ہے وان علیك لعنتی لعنت کے لغوی معنی دراصل دوری اور مہجوری کے ہیں- یہاں مراد اللہ کی رحمت سے دوری ہے-

ویلعنھم اللاعنون کی ضمن میں امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں-

حضرت قتادہ اور ربیع رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ لعنت کرنے والوں سے مراد فرشتے اور ایمان والے ہیں' اور مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ وہ کیڑے مکوڑے اور چوپائے ہیں' کیونکہ چھپے ہوئے علماے سوء کی وجہ سے یہ بےزبان بھی قحط سالی کا شکار ہوتے ہیں' اس لیے ایسے علما پر وہ بھی لعنت کرتے ہیں-

زجاج کہتے ہیں کہ صحیح ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ لعنت کرنے والے فرشتے اور مومنین ہیں' لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آیت شریفہ عقلا اور غیر عقلا دونوں کو شامل ہے- خازن کہتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ لعنت قیامت کے دن ہو گی اس دن کافر حاضر کیا جائے گا- تب اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے گا- پھر فرشتے اور تمام لوگ لعنت کریں گے-

اگر کوئی کہے کہ کافر خود پر لعنت نہیں کرے گا' نہ اس کے ہم مذہب اور ہم ملت اس پر لعنت کریں گے- پھر اس کے کیا معنی کہ تمام لوگ لعنت کریں گے؟ میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی کئی توجیہات ہیں-

(۱) لوگ سے مراد وہ ہیں جن کی لعنت لائق شمار ہو گی اور ظاہر ہے یہ ایمان والے ہی ہوں گے-

(۲) لوگ سے مراد کافر بھی ہوں تو اس میں شک نہیں کہ کافر بھی ایک دوسرے پر لعنت کریں گے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَالَكُمْ مِنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ (عنکبوت : ۲۵)

"اور قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض سے انکار کریں گے- ایک دوسرے کو لعنت کریں گے- تمہارا انجام دوزخ ہو گا اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہو گا-"

(۳) کافر ظالموں پر لعنت کریں گے' اس لیے خود ان کا شمار ظالموں میں ہو گا-

پہلی آیت میں علم کو چھپانے والوں کے لیے سخت وعید آئی ہے' جو جاہلوں کی جہالت پر سکوت کرتے ہیں' بدعتیوں کی بدعت پر انھیں نہیں ٹوکتے' منکرات اور طرح

طرح کی گمراہیوں کو سماج میں پھیلتے ہوئے دیکھتے سنتے ہیں' لیکن خاموش رہتے ہیں اور ان پر نکیر نہیں کرتے- ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے وہ آیتیں نہیں پڑھیں جن سے ایمان والوں کے دل تھرا اٹھتے ہیں' کیونکہ جیسا کہ پہلے گزر العنت کے معنی رحمت خداوندی سے دوری کے ہیں بھلا جو خدا کی رحمت سے دور ہو' اسے پھر کہاں رحمت کی آس ہو گی- اور قیامت کے دن خدا کے سامنے کھڑے ہو کر اس قسم کے لوگ کیا جواب دیں گے' کیونکہ دنیا میں انھوں نے ظالموں' فاسقوں اور برائی کرنے والوں کے ساتھ خیر خواہی ظاہر کی تھی- نماز نہ پڑھنے والوں حج نہ کرنے والوں' روزہ نہ رکھنے والوں اور نماز کی شرطوں اور اس کے ارکان کو پورا نہ کرنے والوں سے' وہ تملق اور چاپلوسی کرتے تھے- اسی طرح روزہ' نماز' حج اور زکوۃ میں سستی کرنے والوں کی حرکتوں سے ان کی پیشانی پر بل نہیں آتا تھا-

کتمان علم کی حرمت اس وقت سوا ہو جاتی ہے' جب کوئی شخص مسئلہ جانتے ہوئے اس سے اغماض برتے اور جس بستی میں وہ سکونت اختیار کرے' وہاں مسائل کا جاننے والا اس کے علاوہ کوئی نہ ہو' ایسے حالات میں اس شخص کے لیے لازمی طور پر مسائل کا بتانا ضروری ہو گا- بالخصوص وہ مسائل جن کا تعلق فرائض اور آداب بندگی سے ہو' اور جن کا جاننا ہر آدمی کے لیے ضروری ہے- ایک حدیث میں وارد ہے کہ

((مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكَتَمَهُ اَلْجَمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ))

"جس سے کسی ایسے علم کے بارے میں پوچھا جائے جس کو وہ اچھی طرح جانتا ہو' اور وہ اس کو چھپالے' تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے آگ کی لگام ڈالے گا-"

اس کی تخریج ابن ماجہ' ابوداوٗد اور ترمذی نے کی اور اس کو حسن کہا- نیز بیہقی اور حاکم نے بھی اسی طرح اس کو نقل کیا اور کہا کہ صحیحین کی شرط کے مطابق صحیح ہے-

علامہ ابن حجر' حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ من کتم علما ------ من نار کی روایت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے نقل کیا' ان میں حضرت جابر' حضرت انس' حضرت ابن عمر' ابن مسعود' حضرت عمرو بن عتبہ اور حضرت علی بن مطلق رضی اللہ عنہم شامل ہیں ------ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کسی قدر اضافے کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے' جس سے دین کے بارے میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ نفع

دے گا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ مذکورہ آیتیں یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہود کے بارے میں نازل ہوئیں' اس لیے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ان اوصاف کو پوشیدہ رکھا جن کا ذکر توریت میں ہے تو اس کا جواب دو طرح دیا جا سکتا ہے۔

پہلا جواب اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے' اسباب کے خصوص کا نہیں۔ اور یہود نے رسول اللہ ﷺ کے اوصاف اور سنگساری کی آیت کو چھپایا' اس لیے یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ جس کے اظہار کی ضرورت تھی' جب یہود نے اس کو چھپا لیا تو اللہ نے ان کو تنبیہ کی' لیکن علمائے اسلام کو ذرہ برابر تنبیہ نہیں کی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہاں مذکورہ آیتیں یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئیں' جو اہل کتاب ہیں اور ان تمام لوگوں کے بارے میں بھی نازل ہوئیں' جنھوں نے اس علم کو چھپانے کی ناپاک کوشش کی' جس کا اظہار نہایت ضروری تھا۔ اس عموم کے قائل جو لوگ ہیں ان میں امام بغوی' ابن کثیر' قرطبی اور خازن وغیرھم ہیں' اور یہ نہایت معقول قول ہے' چنانچہ علامہ ابن حجر نے زواجر میں لکھا ہے کہ آیت کا مصداق عام ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور مناسب وصف کے ساتھ حکم کا مرتب ہونا اس کا متقاضی ہے کہ کوئی علت ہو اور دین کو چھپانے والا اپنی اس حرکت سے لعنت کا مستحق ہو گا' اس لیے وصف عام ہونے کے ساتھ حکم بھی عام ہو گا' اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں' عموم کا حکم دیا ہے اور اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی ایسی چیز کو نہیں چھپایا جو وحی کے طور پر آپ پر نازل ہوئی۔ حضرت ابوہریرہ بھی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر یہ اور اس جیسی آیتیں نہ ہوتیں تو وہ اس کثرت سے روایتیں نقل نہ کرتے۔

اس کے علاوہ دوسری اور تیسری آیت میں ان باتوں کے چھپانے پر بھی سخت وعید آئی ہے جن کے اظہار سے کوئی منکر جواب تک انکار کر رہا تھا۔ اقرار کرنے اور اظہار کرنے والے کو اس کے اظہار میں کوئی رکاوٹ نہ آئے' اگر وہ چاہتا تو اپنے ہاتھ سے' اپنے قلم سے' اور اپنی زبان سے اس کا دفاع کر سکتا تھا جو اظہار حق کی راہ میں اس کے لیے سد راہ تھیں اور

مزاحمت کرنے والی یہ چیز کوئی معمولی پونجی بھی ہو سکتی تھی جو متعلقہ آدمی سے اس کو ملنے والی تھی' یا سادہ لوح عوام اس کو دے نہ سکتے تھے۔

اسی قسم کی روش علماے سوء نے اپنا رکھی ہے جو اللہ کے دین میں تملق اور چاپلوسی سے کام لیتے ہیں۔ ان بدعتیوں اور شرک کرنے والوں پر تنقید کرنے سے اس ڈر سے اپنا دامن بچا لیتے ہیں کہ متعلقہ حکومت یا عہدیداروں کی طرف سے انھیں جو مرتبہ اور مقام ملا ہے۔ کہیں اس سے ہاتھ نہ دھونا پڑے۔ اسی طرح بیشتر نامی گرامی صوفیا اور نام نہاد عارفین ایسے عقیدے رکھتے ہیں جو سراسر گمراہی اور ضلالت پر مبنی ہیں' کتاب و سنت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے باوجود یا تو وہ ان عقائد پر عمل پیرا ہوتے ہیں یا دوسرا کوئی عقیدہ رکھے تو وہ خاموش رہتے ہیں' اور چونکہ عوام ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ اس لیے یہ ان کے ساتھ تملق اور چاپلوسی کرتے ہیں تاکہ ان کی بالادستی اور سرداری برقرار رہے' دنیا کی تھوڑی پونجی انھیں ملتی رہے' ان کے گھر کی چوکی چوپال میں ان کی بیٹھک اور تکیوں میں ان کی نشست اور کرسی برقرار رہے' جب کہ جاہل عوام جانوروں کی طرح ہوتے ہیں۔ وہ ان کا ایک جملہ یا ایک ٹکڑا لے کر اپنے کام کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اپنا کام کاج کرتے ہیں اور جس قدر کماتے ہیں اس میں سے کچھ نذرانہ اور سوغات اپنے ان پیروں مشائخ اور علما کے پاس لاتے ہیں اور یہ مشائخ اس کے جواب میں ان کی سی چکنی چپڑی باتیں کہہ کر انھیں گمراہ کرتے ہیں۔ بعض شیخی باز جاہل عوام کو اپنی اور اپنے مشائخ کی ایسی ایسی کرامتیں دکھاتے ہیں جن سے سخت دل رام ہوتے ہیں اور نگاہیں ان کی تابع بن جاتی ہیں' حالانکہ ان کی کرامتیں اور خود وہ اور ان کے پیر سب فراڈ ہوتے ہیں اور یہ محض مکاری کا ایک جال ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت شریفہ جس طرح علم کو چھپانے والے علما پر صادق آتی ہے اسی طرح اس کا اطلاق راہ طریقت کے ان جغادری پیروں پر بھی ہوتا ہے جنھوں نے ان نت نئے طریقوں کو رواج دیا ہے ---- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوْا التَّوْرَاتَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الجمعة : ٥)

"جن لوگوں کو تورات ملی تھی' پھر انھوں نے اس پر عمل نہیں کیا- ان کی مثال بالکل گدھے جیسی ہے جو کتابیں (محض بوجھ کی صورت میں) اٹھاتا ہے- (حقیقت میں) اس قوم کی بری مثال ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتی ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو توفیق خیر نہیں دیتا (جب تک وہ اپنے ظلم کو ترک نہ کریں)-"

❋ ❋ ❋

خلاصہ:

علمائے کرام جو انبیا کے وارث ہیں ان کا حق ہے کہ وہ عوام کو اللہ کے دین کی طرف بلائیں' ان کے اندر ایسے علم کی اشاعت کریں جس سے ان کو نفع ہو علم کو نہ چھپائیں' کیونکہ تعلیم ہی درحقیقت دین کی نشر واشاعت کا ذریعہ ہے-

لٰہذا جو لوگ فرض کفایہ میں کوتاہی کرتے ہیں جیسے پنجگانہ نماز' جمعہ یا روزے میں خامی رکھتے ہوں انھیں ان کی خامی بتائیں' جو فرائض فرض کفایہ ہیں جیسے جنازے کی نماز مردے کا غسل اور اس کی تجہیز و تکفین کرنا' ان خامیوں پر تنبیہ کریں- یہ ان کے لیے فرض کفایہ ہوگا- پھر جو اعمال مستحب ہیں جیسے نماز مسنونہ اور اذکار وغیرہ ان کی تعلیم دینا ان کے لیے مستحب ہوگا- لیکن جن چیزوں کا سکھلانا حرام ہے جیسے سحر' جھاڑ پھونک اور شرک و بدعات وغیرہ یا کسی دو جھگڑنے والوں میں سے ایک کو جھگڑے کر کے بتانا تاکہ وہ اہل حق سے الجھتا رہے-

اس قسم کی حرکت حرام ہوگی' حکام یا سلاطین کو ایسا کوئی ہتھکنڈہ بتائیں جس سے رعیت کا حق مارا جائے یہ بھی حرام ہے- نادان اور بے وقوف لوگوں کو دین کی رخصتیں بتانا ان کے حق میں مضر ہوگا کیونکہ اس طرح وہ ممنوع کام کرنے لگیں گے اور واجبات کو چھوڑ بیٹھیں گے (زواجر سے قدرے اضافہ اور تلخیص کے ساتھ)

❋ ❋ ❋

پینسٹھواں کبیرہ گناہ

قطع رحمی کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا﴾ (النساء : ۱)

”لوگو اپنے پالنہار سے ڈرتے رہو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا' پھر اس سے اس کا جوڑا یعنی بیوی پیدا کی اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائے اور خداوند عالم سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطع رحم سے بچتے ہو بے شک خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔“

﴿وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ (الرعد : ۲۵)

”اور جو لوگ خدا کے ساتھ مضبوط عہد کر کے وعدہ خلافی کرتے ہیں اور جن تعلقات کو خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں پر لعنت ہے اور انھیں کا انجام بد ہے۔“

﴿اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (البقرہ : ۲۷)

”جو لوگ اللہ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد بھی توڑ ڈالتے ہیں اور (انسانی تعلق) جس کو ملانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (اس کو) توڑ ڈالتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں یہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔“

حضرت زبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

((لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي قَاطِعُ رَحِمٍ))

"جنت میں قطع کرنے والا داخل نہیں ہوگا سفیان کہتے ہیں کہ قطع رحم کرنے والا۔"

اس روایت کو بخاری اور ترمذی نے نقل کیا۔

رحم ہر وہ رشتہ دار ہوتا ہے جو انسان سے پیوستہ ہوتا ہے' خواہ اس کا رشتہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے ہو' اور یہ بات عقل و قیاس کے قرین ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہئے اور حتی المقدور حاجت مند ہونے پر اس کی مالی اعانت کرنی چاہئے۔ اس کی مزاج پرسی کے لیے اس کے پاس جانا چاہئے اور اگر وہ پردیس میں ہو تو اس کے ساتھ خط و کتابت رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِىْ تَسَاءَ لُوْنَ بِهِ وَالْاَرْحَامَ﴾ (النساء: ١)

"خداوند عالم کے نام سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو اور قطع رحم سے بچتے رہو۔"

اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم فرمایا ہے کہ ہم اللہ سے ڈریں اور ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے اس کے حکم کی سرتابی ہو' یا جس سے اس نے منع کیا ہو' اس پر عمل درآمد ہو' اسی طرح ہمیں قطع رحمی سے اور قرابت داروں سے ترک تعلق سے منع فرمایا ہے' بلکہ ان کے ساتھ قرابت داری اور حسن سلوک سے پیش آنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَآتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَاتُبَذِّرْتَبْذِيْرًا﴾ (الاسراء: ٢٦)

"اور ناطے والے اور مساکین اور مسافروں کے حقوق ادا کیا کرو اور فضول خرچی مت کیا کرو۔"

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَاتُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ

بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالاً فَخُوْرًا الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (النساء :)

"اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہو' اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو' قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں نزدیک اور دور کے پڑوسیوں سے اور ساتھ والوں سے' مسافروں اور غلاموں سے احسان کیا کرو' خدا تعالیٰ متکبروں اترانے والوں سے محبت نہیں کیا کرتا کہ جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنا بتاتے ہیں (اور) اللہ کے دیئے ہوئے فضل (مال) کو چھپاتے ہیں۔"

قطع رحمی کرنے والے پر لعنت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهِ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ﴾ (الرعد : ۲۵)

"اور جو لوگ خدا کے ساتھ مضبوط عہد کرنے کے بعد وعدہ خلافی کرتے ہیں اور جن تعلقات کو خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں پر لعنت ہے اور انہی کا انجام بد ہے۔"

اس ارشاد وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ اَنْ يُوْصَلَ پر غور کرنا چاہئے کہ صلہ رحمی کی اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیت میں بھی تاکید فرمائی ہے اور متعدد احادیث میں بھی اس کی تاکید آئی ہے جیسے ایک سے زائد آیتوں میں قطع رحمی کرنے والوں کو دنیا اور آخرت میں الم ناک سزا کی تنبیہ وارد ہے۔

ذیل میں ہم چند احادیث پیش کرتے ہیں جن میں صلہ رحمی پر زور دیا گیا ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)) (بخاری و مسلم)

"جو کوئی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کا اکرام کرنا

چاہیے' اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔"

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُبْسَطَ[1] لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَلَهُ[2] فِي اَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ))

(بخاری و مسلم)

"جو شخص چاہتا ہو کہ اس کی روزی کشادہ ہو اور موت میں تاخیر ہو وہ صلہ رحمی کرے۔"

---

[1] اللہ اس کے رزق میں وسعت دے گا

[2] بظاہر حدیث اس ارشاد باری سے متصادم ہے فاذا جاء اجلھم دونوں معنی میں توافق دو طرح سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ یہ زیادتی عمر میں برکت سے عبارت ہے' اور اس کی صورت یہ ہے کہ اسے اطاعت الٰہی کی توفیق میسر آئے اور وہ ایسے کاموں میں اپنے اوقات کو صرف کرے' جس سے وقت ضائع نہ ہوتا ہو اور وقت کی حفاظت ہوتی ہو' اس کی مثال ایسی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ پچھلی امتوں کی عمریں دراز تھیں اور آپ کی امت کی عمریں کم ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے امت کو شب قدر مرحمت فرمائی اسی طرح صلہ رحمی کا حکم دیا جس سے اطاعت کرنے اور معصیت سے بچنے کی توفیق ملتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کا ذکر نیک نامی کے ساتھ باقی رہتا ہے گویا وہ مرا ہی نہیں ہوتا' جن توفیق کی چیزوں میں ایک علم ہے' جس سے اس کے بعد فائدہ پہنچتا رہے۔ دوسرے صدقہ جاریہ ہے اور تیسرے اولاد صالح ہے۔

توافق کی دوسری صورت یہ ہے کہ حقیقت میں عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ ملک الموت کی مناسبت سے کہا گیا' چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنا یہ حکم انھیں سنا دیتا ہے کہ فلاں شخص نے اگر صلہ رحمی کی تو اس کی عمر سو سال ہوگی اور اگر قطع رحمی کی ہوگی تو ساٹھ سال اور اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے طے ہوتا ہے کہ صلہ رحمی کرے گا یا قطع رحمی کرے گا لہٰذا جو علم الٰہی میں ہوگا اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوتی' لیکن جو فرشتے کے علم میں ہے اس میں البتہ قطع و برید ہو سکتی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ اُمُّ الْكِتَابِ﴾ (الرعد : ۳۹)

"اللہ جو چاہے (اس سے) مٹا دیتا ہے اور جو چاہے برقرار رکھتا ہے اور اصلی کتاب اسی کے پاس ہے۔"

صلته الرحم فرض لازم (صلہ رحمی ضروری ہے) صلته و الارحام تنمی العمر یعنی صلہ رحمی سے عمر بڑھتی ہے۔ لعنة الله علی قاطعها قطع رحمی کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔ عنها قرآن الاله اسفر' اکلام الٰہی یعنی قرآن نے اس کو صاف صاف کہا ہے۔ احمد بن حجر (اللالی السنیہ)

(۳) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انھوں نے اپنی ایک کنیز کو آزاد کر دیا تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ سے اس کی اجازت نہیں طلب کی تھی۔ جب ان کی باری کا دن آیا اور رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انھوں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ نے محسوس کیا کہ میں نے اپنی کنیز کو آزاد کر دیا ہے؟"

((قَالَ اَوَفَعَلْتِ؟ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنَّكِ لَوْاَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمُ لِاَجْرِكِ)) (بخاری، مسلم، نسائی)

"آپ نے فرمایا: تم نے ایسا کر دیا ہے انھوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اگر تم اسے اپنے ماموؤں کو دیدیتے تو یہ تمھارے لیے زیادہ اجر کا باعث ہوتا۔"

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الرَّحِمُ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ)) (بخاری و مسلم)

"رحم عرش سے لٹکا ہوا کہتا ہے جس نے مجھے جوڑا اللہ تعالیٰ اس کو جوڑے گا اور جس نے مجھے توڑا اللہ اسے توڑ دے گا۔"

اب قطع رحمی سے ڈرانے کے لیے آپ کے ارشادات سنیے۔!

(۱) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَامِنْ ذَنْبٍ اَجْدَرُ اَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ))

"ظلم و زیادتی اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اس کی سزا دنیا میں دی جائے اور آخرت میں جو سزا اس کے لیے مناسب ہو وہ اسے دی جائے۔"

اس روایت کو ابن ماجہ اور ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے، نیز حاکم نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:

((اِنَّ اَعْمَالَ بَنِيْ آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيْسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَلَايُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ))

"بنی آدم کے اعمال ہر جمعرات کے دن (دن گزر کر) جمعے کی رات میں پیش کیے جاتے ہیں' لیکن کسی قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔"

اس روایت کو امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا۔اس کے جملہ روات ثقہ ہیں۔

(۳) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَایَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ))

"تین آدمی جنت میں نہیں داخل ہو سکتے' عادی شرابی' قطع رحمی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔"

اس روایت کو ابن حبان نے نقل کیا۔

(۴) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي قَاطِعُ رَحِمٍ))

(بخاری مسلم ترمذی)

"قطع کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔حضرت سفیان کہتے ہیں یعنی قطع رحمی کرنے والا۔"

گزشتہ دونوں نوعیت کی روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ قطع رحمی کرنا اور ترک تعلق کر لینا منجملہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور صلہ رحمی کرنا افضل عبادت ہے' کیونکہ اس سے ماں باپ کے ساتھ نیکی کو بڑھاوا ملتا ہے' اس لیے کہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا یا تو باپ کے عزیزوں سے ربط اور تعلق پائیدار ہوتا ہے اور یا ماں کی طرف منسوب اعزہ کا تعلق مضبوط ہوتا ہے اور دونوں کے تعلق کو بڑھاوا دینے کا نام صلہ رحمی کرنا ہے۔

❋❋❋

چھیاسٹھواں کبیرہ گناہ

اپنے ماں باپ یا اپنے قبیلے کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرنا

آدمی اپنے باپ یا اپنے قبیلے کی طرف خود کو منسوب نہ کرے- یہ نری جاہلیت ہے اور ایسا گناہ کبیرہ ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے' کیونکہ اس کے بعد ایسے مفاسد سر ابھاریں گے جسے شریعت اور عقل تسلیم نہیں کرتی' اس لیے حسب ذیل احادیث میں اس کی صراحت وارد ہے-

(۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ ادَّعَى اِلَى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ غَيْرُ اَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ))

"جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی کی طرف خود کو منسوب کیا اور وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہو گی-"

اس روایت کو بخاری' مسلم' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کیا- نیز حضرت سعد اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہما سے بھی یہ منقول ہے-

(۲) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

((لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ اِدَّعَى بِغَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ اِلاَّ كُفْرٌ وَمَنِ ادَّعَى مَالَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ دَعَا رَجُلاً بِالْكُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّاللّٰهِ وَلَيْسَ كَذَالِكَ اِلاَّ حَارَ عَلَيْهِ)) (بخاری و مسلم)

"جس شخص نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا اور وہ

جانتا ہے' تو اس نے کفر کیا اور جس نے اس چیز کا دعوی کیا جو اس کی نہیں ہے' تو وہ ہم میں سے نہیں' اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے اور جس نے کسی کو کافر کہہ کر پکارا یا یہ کہا کہ اے اللہ کے دشمن حالانکہ وہ ایسا نہیں تو وہ اس پر ظلم کرے گا۔"

(۳) حضرت عمرو بن شعیب سے اور وہ اس کو اپنے والد سے اور وہ اس کو ان کے دادا سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كَفٰى بِمَرْءٍ تَبَرُّؤٌ مِنْ نَسَبٍ وَاِنْ دَقَّ وَادِّعَاءُ نَسَبٍ لَا يَعْرِفُ))

"کسی شخص کے لیے نسب سے بیزاری ہی کافی ہے خواہ وہ کتنی معمولی ہو اسی طرح کسی گم نام نسب کا دعویٰ کرنا ہے۔"

اس روایت کو احمد نے اور طبرانی نے صغیر میں نقل کیا۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ قَدْرِ سَبْعِيْنَ عَامًا اَوْ مَسِيْرَةَ سَبْعِيْنَ عَامًا))

"جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی کی طرف خود کو نسبت دینے کا دعوی کیا وہ جنت کی بو نہیں سونگھے گا اگرچہ اس کی بو ستر سال کی دوری سے یا ستر سال کی مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے۔"

اس روایت کو احمد اور ابن ماجہ نے نقل کیا' البتہ انھوں نے کہا کہ اس کی خوشبو پانچ سو برس کے فاصلے سے ہی پائی جاتی ہے۔ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں' اور عبدالکریم جزری ہیں جو ثقہ ہیں' شیخین وغیرہ نے بھی ان سے استدلال کیا ہے لہذا ان کی بابت جو کچھ کہا گیا اس پر التفات نہیں کیا جائے گا۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ))

"جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا یا اپنے علاوہ کسی

کے غلام کا ولی بنا اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی۔"

اس روایت کو احمد' ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا۔

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَوَلّٰی اِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْهِ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

"جس نے اپنے علاوہ کسی کے غلام کی تولیت حاصل کی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔"

اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا۔

(۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے۔

((مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ اَوِ انْتَمٰی اِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ الْمُتَتَابِعَةُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ)) (ابو داؤد)

"جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا' کسی اور نسبت کا دعویٰ کیا اس پر تاقیامت اللہ تعالیٰ کی پے در پے لعنت ہو گی۔"

جو لوگ ان احادیث پر غور کریں گے انھیں کسی غیر خاندان یا کسی نااہل کی طرف نسبت کی حرمت از خود معلوم ہو گی۔ چنانچہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص پر جنت حرام ہے' کسی عاقل کے لیے اس حدیث میں پوشیدہ زجر و تنبیہ کسی طرح مخفی نہیں' اس لیے کہ جس شخص پر جنت حرام ہو گی اس کا ٹھکانا لامحالہ جہنم ہو گا۔

دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے جان بوجھ کر اپنا انتساب اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف کیا اس نے کفر کیا' اگر ہم یہاں کفر سے ملت اسلام سے نکل جانا مراد نہ لیں بلکہ کفران نعمت ہی مراد لیں تو یہ گناہ کبیرہ سے کسی صورت کمتر نہیں ہو گا۔

تیسری حدیث سے مترشح ہوتا ہے کہ نسب سے برات اختیار کرنا بہت بڑا گناہ کبیرہ اور بھاری عقوبت کا باعث ہے۔

چوتھی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا وہ جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔

پانچویں حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام

لوگوں کی لعنت ہو گی۔ جب ایسا شخص جنت کی بو نہیں سونگھے گا اور اللہ کی اور لوگوں کی اس پر لعنت ہو گی تو یہ شخص پھر کہاں پناہ حاصل کرے گا۔

چھٹی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے' یعنی وہیں اس کے لیے رہنے کی جگہ بنادی جائے گی' کیونکہ اس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

رسول اللہ ﷺ سے اس قدر شدید وعید اس لیے آئی کہ یہ معاملہ نہایت ہی اہم ہے اور اس کا انجام رشتہ ونسب کے لیے حد درجہ مضر ہے' جس کے اندر حرام کام کا ارتکاب ہوتا ہے اور ممنوع چیزیں مباح ہو جاتی ہیں۔ بعض آدمی اپنے باپ کے بجائے دوسرے کی طرف متعدد وجہ سے خود کو منسوب کرتے ہیں۔ کچھ تو اس لیے کہ ان کا باپ گم نام ہوتا ہے' یا ان کی ماں طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کر لیتی ہے اور اس کی پیدائش اسی دوسرے گھر میں ہوتی ہے۔ اب یہ شخص اپنی نسبت اپنے اس دوسرے باپ کی طرف کرتا ہے اور ناداری سے یہ سمجھتا ہے کہ اس کے باپ نے اس کی پرورش نہیں کی' نہ اس کے ساتھ کوئی احسان کیا' اس لیے جس نے احسان کیا نام بھی اسی کا اجاگر ہو۔

کبھی کوئی شخص کوئی کام کرنا چاہتا ہے اور اس کے حصول کے لیے اپنے نام کی نسبت کسی اور کی طرف کرتا ہے' تاکہ سماج میں اس کی شہرت ہو اور جس کی طرف اس نے خود کو منسوب کیا وہ بھی کسی وجہ سے اس کی تصدیق کر لے یا وہ کوئی پرمٹ نکالنا چاہتا ہے اور مملکت میں کوئی مکان پر قبضہ چاہتا ہے۔ یہ اور اس قسم کے دنیوی کاموں کے لیے آدمی اسی قسم کی نازیبا حرکت اور بڑا جرم کرتا ہے۔

حالانکہ وہ یہ فراموش کر رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے اور جس پر آپ نے لعنت فرمائی اس کے اوپر جنت حرام ہو گی اور وہ شخص کفران نعمت کا مرتکب ہو گا۔

اللہ رب العزت کی جانب سے حرمت کا حکم ادعوھم لآبائھم سے نکلتا ہے جب کہ انتساب الی غیر الاب کے مفہوم کی احادیث سے آنحضور ﷺ کی طرف سے اس کی حرمت کا پتا چلتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ یہ احکام بھیانک نتائج کی غمازی کرتے ہیں۔

اس کی ادنیٰ جھلک یوں دیکھی جا سکتی ہے کہ ایک شخص نے مثلاً اپنے آپ کو ابن زید کہا حالانکہ وہ ابن محمد ہے اور اصلیت اس لیے کھل نہ سکی کہ ماہ و سال بڑی تیزی سے گزر گئے تھے' اس کے منسوب باپ کو مرے ہوئے برسوں ہو چکے تھے اور اس کے چھوٹے چھوٹے کئی لڑکے تھے- اب لوگوں نے اس کے انتساب کو سچ سمجھ لیا اور یہ متوفی کی بیوی بیٹوں کے پاس بے محابا آمد و رفت رکھنے لگا' کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ وہ اس کا بیٹا اور ان بچوں کا بھائی ہے- اب ظاہر ہے کہ ان میں جو مرے گا یا وہ جب خود مرے گا' ہر کوئی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے' لیکن ادھر اس کے اصل باپ' بھائی' بہن یا ماں کا انتقال ہونے پر یہ ان کا یا وہ ان کے وارث نہیں ہوں گے' اور ان میں شادی بیاہ کا رشتہ بھی ہوا ہو گا- دوسری طرف اگر باپ کو اخراجات کی ضرورت ہو گی تو وہ محتاج ہونے کے بعد بھی نہ پا سکے گا اور یہ تمام صورتیں مشکلات کھڑی کر سکتی ہیں-

باپ یا خاندان کی طرف غلط انتساب گناہ کبیرہ ہے اور اس پر سخت وعید آئی ہے- اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کوئی باپ اگر جان بوجھ کر اپنی اولاد سے کنارہ کشی اختیار کرے حالانکہ حقیقت میں وہ اسی کی اولاد ہے تو اس کی اس حرکت سے ظاہر ہے کہ جنت اس کے اوپر بھی حرام ہو گی اور غلط انتساب کی وجہ سے وہ شخص بھی دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کا سزاوار ہو گا-

سڑسٹھواں کبیرہ گناہ

کافروں کی پیروی کرنا

بصیرت کی نگاہ رکھنے والا اور شریعت سے واقف کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت نے ہر ہر چیز میں غیروں کی اندھی پیروی شروع کر رکھی ہے۔ سیرت' عادت واطوار' پوشاک' خورد ونوش اور گفتار و کردار غرض چھوٹی بڑی ہر چیز میں ہم نے مشرق کے ملحدین اور مغرب کے بے دینوں کی اندھی تقلید کو اپنا لیا اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے آج سے بہت پہلے اس کی اطلاع دی تھی کہ یہ امت پچھلی امتوں کی تمام روش کو اپنائے گی' یہاں تک کہ جیسے پچھلی قوموں نے بت پرستی کی یہ امت بھی بت پرستی کی مرتکب ہوگی۔ اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا ذِرَاعًا حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى قَالَ فَمَنْ))

"تم اپنے سے پہلے قوموں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ پیروی کرو گے' یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں گھسیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے چل پڑو گے' ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہود و نصاری کی' آپ نے فرمایا اور کون؟"

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَاْخُذَ اُمَّتِيْ بِاَخْذِ الْقُرُوْنِ قَبْلَهَا شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَفَارِسٍ وَالرُّوْمِ فَقَالَ وَمَنِ النَّاسُ اِلاَّ اُولٰئِكَ))

"اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ میری امت گزشتہ قوموں کی

ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ پیروی نہ کرے گی۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ایران اور روم کی طرح؟ آپ نے فرمایا یہ نہیں تو اور کون لوگ ہیں؟"

یہ دونوں حدیثیں اس امر کی صراحت کرتی ہیں کہ ملت اسلامیہ پچھلی قوموں کی پیروی کرے گی اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین نے جو روش اپنائی ہے یہ امت بھی ہو بہو ان کی پیروی کرے گی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی اور آپ کا ایک معجزہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کی پیشین گوئی آج ہو بہو صادق آرہی ہے اور مسلمان دشمنان اسلام کی دیکھ دیکھ کر پیروی کر رہے ہیں۔ رہی پچھلی قوموں کی طرح بت پرستی' تو اس میں شک نہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی مختلف قسم کی پرستشوں نے سر ابھارا ہے اور جاہل مسلمانوں نے بھی نبیوں' رسولوں' پیروں اور اماموں کو وہ مقام دے رکھا ہے جیسے دوسری قوموں نے اپنے پیشواؤں کو دیا اور شرک اکبر میں مبتلا ہو گئے' حالانکہ قدیم آسمانی کتابوں نے ابتدا سے شرک کی جڑیں کاٹنا اپنا نصب العین بنایا اور لوگوں کو شرک کی گندگی سے پاک رکھنا اپنا اولین مقصد ٹھہرایا ہے۔

لیکن افسوس شرک کی اسی دلدل میں آج امت ناک تک ڈوبتی جارہی ہے' کیونکہ انھوں نے نبیوں اور ولیوں کی قبروں کی طرف اپنی اکثر عبادتوں کا رخ پھیر دیا ہے' چنانچہ نذریں ان کے لیے مانتے ہیں' طواف ان کی قبروں کا کرتے ہیں' جانوروں کی بھینٹ ان کی قبروں پر چڑھاتے ہیں' مشکلات کے وقت فریاد ان سے کرتے ہیں اور قسم ان کے ناموں کی کھاتے ہیں' جب کہ یہ کام سوائے اللہ کے کسی اور کے لیے قطعی زیب نہیں دیتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلاَّ لِيَعْبُدُوْنَ﴾ (الذاریات:۵٦)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا تاکہ وہ (میری) پرستش کریں۔"

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلاَّ نُوْحِیْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء: ۲۵)

"اور ہم نے تم سے پہلے جس قدر پیغمبر بھیجے ان میں سے ہر ایک پاس یہ پیغام بھیجتے تھے کہ وہ ایک ہی معبود ہے (یعنی) میں (میرے سوا کوئی معبود نہیں) بس میری بندگی کرو۔"

اور یہ درحقیقت اس پیشین گوئی کے مطابق ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے کہ

((لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَعْبُدَ فِئَامٌ مِنْ اُمَّتِيْ الْاَوْثَانَ))

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میری امت کے لوگ گروہ در گروہ بتوں کی پرستش نہ کرنے لگیں گے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَتَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَالنَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذَالِكَ (ترمذی)

"میری امت پر بھی ہو بہو وہ وقت آئے گا جیسا کہ وقت بنی اسرائیل پر آیا تھا یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اگر اپنی ماں سے علانیہ بری حرکت کی تو میری امت میں بھی بعض ایسا ہی کریں گے۔"

مسلمانوں کے لیے کسی کافر کی پیروی حرام ہے۔اس کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ (فاتحہ)

"ہمیں سیدھی راہ پر پہنچا ان کی راہ پر جن پر تو نے انعام کیے نہ ان لوگوں کی جن پر تو نے غضب کیا اور نہ ان کی جو گمراہ ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم نماز میں صراط مستقیم کی دعا مانگیں جو نبیوں صدیقوں اور خدا کے ان بندوں کا راستہ ہے جن پر اللہ نے انعام کیا وہ نہیں جن پر اللہ نے اپنا غضب نازل کیا اور یہ یہود اور اس کی مشابہ جماعتیں ہیں جنھوں نے اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کیا یہ ان کے اندر حسد کا نتیجہ تھا یا سرداری اور بڑے پن کی خواہش میں انھوں نے ایسا کیا یا انھوں نے کتمان علم کیا اور نفسانی خواہشات یا دنیاوی لالچ کے لیے مداہنت یا چاپلوسی سے کام لیا۔

ضالین سے مراد نصاری اور ان کی ہمسر جماعتیں' ہیں جیسے بیشتر عبادت گزار اور صوفیا جنھوں نے عبادت کو اپنا شیوہ بنایا اور بندگی کی وہ وہ صورتیں انھوں نے اختیار کیں جس کا شریعت سے کوئی واسطہ نہیں اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرکے فرمایا:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَاتَتَّبِعْ اَهْوَاءَ الَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ اَنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَاِنَّ الظَّالِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (الجاثیہ : ۱۸)

"پھر ہم نے تم کو دین کی راہ پر لگایا ہے 'پس تم ان کی پیروی کرو اور جو لوگ کچھ نہیں جانتے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو' کیوں کہ اللہ کی پکڑ پر وہ تجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکیں گے اور بے شک ظالم ایک دوسرے کے حمایتی ہیں اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا والی ہے۔"

ان کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہیں' جو وہ چاہتا ہے وہ بھی اسی کو چاہتے ہیں اور جس کو وہ پسند کرتا ہے وہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں جاہلوں اور نادانوں کی خواہشات پر چلنے سے منع فرمایا اور لایعلمون کی ضمن میں وہ تمام افراد شامل ہیں جنھوں نے شریعت محمدی (ﷺ) سے گریز کیا' خواہ وہ یہودی ہوں' عیسائی ہوں' یا مشرکین ہوں۔

احادیث مقدسہ سے اس امر کی دلیل وہ روایت ہے جس کو امام ابن حبان رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ))

جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے۔

نیز آپ نے فرمایا:

((هَدْيُنَا مُخَالِفٌ لِهَدْيِهِمْ))

"ہمارا طریقہ ان کے طریقہ کے برخلاف ہے"

اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں نقل کیا۔ رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ

دشمنان اسلام کے قطعی خلاف عمل کرتے تھے اور ان کی مشابہت ہرگز نہیں کرتے تھے۔ایسی ہی ایک روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللُّحَى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ))

"یہودیوں کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھوں کو تراشواؤ۔"

صحیح مسلم میں ہے:

((جَزُّوا الشَّوَارِبَ وَارْخُوا اللُّحَى خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ))

"مونچھیں تراشو' داڑھیاں چھوڑ دو' مجوس کی مخالفت کرو۔"

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

((إِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى لَايَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ))

"یہود و نصاری خضاب نہیں کرتے ہیں تم ان کی مخالفت کرو۔"

امام احمد' مسلم اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے دو کپڑوں کو عصفر سے رنگا ہوا دیکھ کر فرمایا:

((إِنَّ هٰذَا مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَاتَلْبِسْهَا))

"یہ کافروں کے کپڑے ہیں انھیں تم لوگ مت پہنو۔"

خدا کے دشمنوں سے مشابہت کی حرمت اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اشتراک اور آپس کے ظاہری میل ملاپ سے ایک کا رنگ دوسرے پر بھی چڑھ جاتا ہے اور اخلاق' اعمال اور کردار میں خود بخود یکسانیت آجاتی ہے جس کو ہر کوئی محسوس کر سکتا ہے' اسی طرح ظاہری موافقت سے تمیز اٹھ جاتی ہے اور ہدایت پانے اور نہ پانے والوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا' نہ ان میں کوئی امتیاز رہ جاتا ہے' جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہوئے اس کے ساتھ ساتھ اتنا اضافہ کر لیجیے کہ عادات واطوار اور پوشاک میں مشابہت سے باطنی امور میں مشابہت پیدا ہوتی ہے اور خفیہ اور درپردہ طور پر یہ عمل از خود انجام پاتا ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ظاہری مشابہت سے باطن میں بھی الفت اور محبت پیدا ہوتی ہے جیسے اندرونی محبت سے ظاہری مشابہت کا آنا ناگزیر ہے اور اس امر کو احساس اور تجربے سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اسی

عظیم حکمت کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے کافروں سے مشابہت کو ممنوع اور حرام قرار دیا ہے اور یہی اس حدیث کا تقاضا ہے کہ جو کوئی جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہو جاتا ہے۔

لیکن سخت افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ آج امت اسلامیہ نے بگڑے ہوئے مزاج کے یورپ کی پیروی کر رکھی ہے اور مشرق سے جو وفود مغرب کی طرف سفر کرتے ہیں اور علم و فن کی تحصیل کا جذبہ لے کر جاتے ہیں وہ اپنے ساتھ میٹھا زہر بھی لے آتے ہیں اور اس طرح مغرب اور وہاں کی سامراجی طاقتیں مشرق پر اپنے تہذیبی پنجے گاڑنا چاہتی ہیں اور اپنے فتنہ انگیز افکار اور زہریلے پروپیگنڈے سے مشرق کی حسین فضاؤں کو مسموم کرنے کی متمنی ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج اس نازیبا مشابہت کی وجہ سے ہم پوشاک اور عادات و اطوار کی وجہ سے کسی مسلمان کو اس کی شکل و صورت سے پہچان نہیں سکتے تاوقتیکہ ہم اسے شخصی طور پر نہ جان لیں۔

منجملہ ان مشابہتوں کے جس کا آج امت میں رواج ہو چلا ہے اور امت مسلمہ نے آنکھ بند کر کے جس کی پیروی کر لی ہے' ان میں عورتوں کا بن سنور کر بے پردہ اس طرح نکلنا کہ ان کے سینے اور بازو کھلے ہوئے ہوں' پنڈلیاں عریاں ہوں' بازاروں اور شہروں میں مردوں کے شانہ بہ شانہ گھوم رہی ہوں۔

کالجوں تجارتی اور حکومتی اداروں اور محکموں میں کامل اختلاط رکھتی ہوں' دونوں کا لباس اور پوشاک اتنا مشابہ ہو کہ مرد عورت اور مومن اور مشرک کا فرق واضح نہ ہو۔

دشمنان اسلام کی مشابہت اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ جان داروں کی تصویریں اور مجسمے گھروں' نشست گاہوں اور تجارتی منڈیوں میں آویزاں ہیں' شاہراہوں اور چوک پر ان کے اسٹیچو نصب ہیں اور جس طرح بتوں کی تعظیم کی جاتی ہے اسی طرح ان مجسموں کا احترام بھی بندگی کی حد تک کیا جاتا ہے' جب متعدد احادیث میں تصویر اور اس کے بنانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

مشابہت کی ایک صورت مسجدوں میں نقش و نگار بنانا اور طرح طرح سے ان کو سجانا ہے' جب کہ حدیث میں ہے کہ:

((لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ))

"قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔"

اس روایت کو امام احمد اور درامی نے نقل کیا۔

دشمنان اسلام سے مشابہت کی ایک صورت مجلسوں اور محفلوں میں خوشی یا تعجب کے موقعہ پر تالی بجانا ہے' چنانچہ جب کوئی دلچسپ تقریر یا عمدہ شعر سنا جاتا ہے' حکمران' سلاطین' صدر مملکت اور آفیسر وغیرہ آتے ہیں تو ان کی آمد وغیرہ پر تالی بجائی جاتی ہے۔ یہ بیہودگی اور تکبر کی علامت ہے اور کئی لحاظ سے ایک ناگوار بات ہے۔

ناگوار اس معنی میں کہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا یہ مشرکین کی مشابہت اختیار کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً﴾ (الانفال : ۳۵)

"اور بیت (اللہ) کے پاس ان کی نماز تالی اور سیٹی بجانے کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔"

"مکاء" یعنی سیٹی بجانا اور "تصدیة" یعنی تالیاں بجانا۔ یہ بھی منقول ہے کہ تالیاں بجانا قوم لوط کا عمل تھا اور یہی عادت عورتوں کی بھی ہے لیکن افسوس طلبہ اور شائستہ دونوں قسم کے افراد میں اس مرض نے پوری طرح جڑ پکڑ لی ہے اور یہ درحقیقت ان کے ان اساتذہ کی تعلیم کا نتیجہ ہے جنھیں اسلامی تعلیمات اور پیغمبر اسلام ﷺ کے طریقے سے کوئی واقفیت نہیں ہے۔ جب پڑھے لکھے اور شائستہ افراد کا یہ حال ہو تو جاہلوں کی بابت کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ غرض یہ سرشت انھیں مغربی آقاؤں کی دین ہے اور یہ عادت ان میں رچ بس چکی ہے' اور طرفہ یہ کہ اگر کوئی سمجھ دار ان کی اس عادت سے انھیں روکتا ہے تو وہ الٹے اسے خشک مزاج' رجعت پسند اور جاہل سمجھتے ہیں' لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

مغرب والوں' آتش پرستوں اور مشرکوں کی دیکھا دیکھی آج مسلمانوں میں داڑھی منڈانے کی لعنت بھی اچھی طرح سرایت کر چکی ہے اور وہ یہ حرکت عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کے لیے کرتے ہیں حالانکہ عام مسلمان جانتے ہیں کہ داڑھی بڑھانے کے سلسلے میں متعدد صحیح احادیث وارد ہیں۔

یورپ کی پیروی میں مسلمانوں میں شرعی احکام سے بیزاری اور اس کو پس پشت ڈال دینے کی لعنت بھی رونما ہو چکی ہے' اور جس طرح یورپ طاغوت کے حکموں پر چل پڑا ہے مسلمان بھی اس کی تقلید میں شیطان کے پجاری بنتے جا رہے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ یوروپین اقوام کی تابعداری اور شریعت اسلامیہ سے گریز سراسر کفر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (المائدہ:۵۰)

"کیا وہ جاہلیت کی حکومت چاہتے ہیں اور ایمان داروں کے لیے اللہ کے حکم سے کس کا حکم اچھا ہو سکتا ہے؟"

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (الشوریٰ : ۲۱)

"کیا ان لوگوں کے لیے شریک ہیں جنھوں نے ان کو دین میں ایسے کاموں کی اجازت دے رکھی ہے جن کی بابت خدا نے حکم نہیں بھیجا' اگر فیصلے کا حکم نہیں ہوا ہوتا تو ان کے درمیان فیصلہ کیا جاتا اور ظالموں کو سخت دکھ کا عذاب ہوگا۔"

مسلمانوں کی غیروں سے مشابہت کی یہ مختصر سی سرگزشت ہے اور اگر ہم قدرے گہرائی کے ساتھ اس حکایت کو قلم بند کریں تو یہ ایک طویل افسانہ بن سکتی ہے' نیز اس موضوع پر علما نے بھی کافی شرح و بسط سے کتابیں تصنیف کی ہیں فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاء واللہ الموفق للصواب.

✵ ✵ ✵

اڑسٹھواں گناہ کبیرہ

مردوں کا عورتوں کی اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا

موجودہ زمانے میں بکثرت نوجوان لڑکیوں نے لڑکوں کا روپ اختیار کر رکھا ہے۔ دوسری طرف لڑکوں نے لڑکیوں کی خوبو اختیار کر لی ہے۔ چنانچہ نوجوان لڑکے داڑھی مونچھ صاف کر کے لڑکیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ تنگ لباس پہنتے ہیں اور انگلیوں میں سونے کی انگوٹھی ڈالتے ہیں۔ بعض نوجوان گلے میں ایسی ہی زنجیر ڈالتے ہیں جیسے عورتوں کے گلے میں بالخصوص کرسچین عورتوں کے گلے میں ڈالی ہوتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مردوں کا عورتوں کی شکل و صورت اپنانا سخت گناہ کبیرہ ہے' کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت ہے اور اس فطرت کے بھی خلاف ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے' خلاف فطرت اس لیے کہ اللہ نے مردوں کو پیدا کیا' ان کو مردانہ اوصاف ودیعت فرمائے' طاقت و قوت اور شجاعت و قوت مردمی سے انھیں نوازا اور یہ اوصاف عورتوں کے اوصاف ان کی خصلت اور ان کی عادت و طبیعت کے منافی ہے' اور مردانہ قوت اللہ تعالیٰ کی عظیم المرتبت نعمت ہے' جیسا کہ پہلے گزرا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا و رسل' خلفا و سلاطین' قضاۃ امراء' کشور کشاں اور لشکر کش سب مردوں میں سے بنائے اور عورتوں کو ان میں سے کوئی حصہ نہیں دیا' کیونکہ مرد ان مختلف اوصاف و خصائل اور خصوصیات کے ساتھ ممتاز ہوتے ہیں' جو عورتوں میں نہیں پائی جاتیں۔

مشابہت کی اس سے زیادہ تلخ اور اذیت ناک صورتیں وہ ہیں جنھیں ریڈیو' ٹیلی ویژن

اور ویڈیو سٹ پر دیکھا جاتا ہے' جن میں آدمی عورت اور عورت آدمی بنتا ہے' اور صنف مخالف کی حرکات و سکنات اور ان کی آوازوں کی نقل کرتا ہے۔ افسوس کہ اطلاعات و نشریات کے اکثر آلات نے بھی آج وہ روش اختیار کر رکھی ہے جو اسلام اور اس کی تعلیمات کے منافی ہے اور اس کی جڑ بنیاد کو اندر سے کھوکھلا کرتی جا رہی ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانے کی نشریات نے سراپا عریاں نشریات کا روپ اختیار کر لیا ہے اور مردوں عورتوں کی تفریق ان کے اندر سے مٹتی جا رہی ہے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ان کلاکاروں کو بڑھاوا اس لیے ملتا ہے کہ اس عریانیت اور فحاشی پر انھیں منہ مانگے دام ملتے ہیں اور اس طرح پانی اور بھی سر سے اونچا ہوتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ صنف کی یہ تبدیلی اور اس سے لطف اندوزی سراسر حرام ہے اور جو لوگ اس فعل بد میں مبتلا ہیں اور اسلام کا نام لیتے ہیں انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ ایسا کرنے والوں پر اللہ اور اس کے رسول نے لعنت فرمائی ہے۔ ایسے تمام لوگوں کے سامنے ہم اس سلسلے کی احادیث کا مکمل نص پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ))

"رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔"

اس روایت کو بخاری' ابوداود' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ اور طبرانی نے نقل کیا۔

آخر الذکر کے نزدیک یہ روایت اس طرح ہے:

((إِنَّ امْرَأَةً مَرَّتْ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَلِّدَةً قَوْسًا فَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَالْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ))

"رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک عورت کمان لٹکائے ہوئے گزری۔ آپ نے فرمایا

اللہ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں اور ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔"

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبِسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةُ وَالْمَرْاَةَ تَلْبِسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ))

"رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورت کی پوشاک پہنے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مرد کی پوشاک پہنے۔"

اس روایت کو ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا۔ نیز حاکم نے اس کو نقل کیا اور کہا کہ یہ روایت مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ الْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَالدَّيُّوْثُ وَ رَجُلَةُ النِّسَاءِ))

"تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے' اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا' دیوث (جو جانتا ہو کہ اس کی بیوی فحش کام کرتی ہے' اس کے باوجود اس کو کچھ نہ کہتا ہو) اور مرد نما عورت (جو صنف نازک سے برسرپیکار ہو اور مردوں کی نقالی کرتی ہو' ایسی عورت ملعون ہو گی)"

اس روایت کو نسائی' بزار اور حاکم نے نقل کیا اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

(۴) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اَبَدًا الدَّيُّوْثُ الرَّجْلَةُ مِنَ النِّسَاءِ وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا مُدْمِنُ الْخَمْرِ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَمَا الدَّيُّوْثُ؟ قَالَ الَّذِيْ لَا يُبَالِيْ مَنْ دَخَلَ عَلٰى اَهْلِهِ قُلْنَا فَمَا الرَّجْلَةُ مِنَ النِّسَاءِ؟ قَالَ الَّتِيْ تَشَبَّهُ بِالرِّجَالِ))

"تین آدمی جنت میں کبھی بھی داخل نہیں ہوں گے۔ دیوث' مرد نما عورت' اور عادی شرابی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! عادی

شرابی کو تو ہم لوگ جانتے ہیں' لیکن دیوث کون ہے؟ آپ نے فرمایا' دیوث وہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس آنے والے پر کوئی روک ٹوک نہ کرے۔ ہم نے عرض کیا: مرد نما عورت کون ہے؟ فرمایا وہ عورت جو مردوں کی مشابہت کرتی ہو۔"

اس روایت کو طبرانی نے نقل کیا اس کے رواۃ میں کوئی مجروح نہیں (کتاب الترغیب والترہیب)

بنابریں شوہر کا یہ فریضہ ہے کہ وہ بیوی کو مردوں سے مشابہت پر ٹوکتا رہے۔ رفتار' گفتار اور پوشاک میں ہرگز مردوں کی تابع داری نہ کرنے دے' تاکہ وہ لعنت میں گرفتار نہ ہو' ورنہ اگر شوہر نے اس کو نہ روکا تو اس لعنت میں عورت کے ساتھ وہ بھی گرفتار ہوگا اور یہ درحقیقت باری تعالٰی کے اس ارشاد کے مطابق ہوگا۔

﴿قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحريم : ٦)

"اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔"

یعنی انھیں تعلیم دے کر اور اللہ کی اطاعت اور معصیت سے بچا کر انھیں آتش دوزخ سے روکا جائے' اور رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی بنا پر کہ:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الرَّجُلُ فِيْ اَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

"تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص اپنے ماتحت کے بارے میں جواب دہ ہے' اپنے اہل و عیال میں آدمی ذمہ دار ہے اور ان کی بابت قیامت کے دن جواب دہ ہے۔"

اور حدیث میں ہے۔

((اِنَّ هِلَاكَ الرِّجَالِ طَاعَتُهُمْ لِنِسَاءِ هِمْ))

"مردوں کی ہلاکت کا باعث ان کی عورتوں کی تابع داری ہے۔"

اسی لیے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ مَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ رَجُلٌ يُطِيْعُ اِمْرَاَتَهُ فِيْمَا تَهْوِى اِلاَّ كَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ))[1]

---

[1] کتاب الزواجر لابن حجر ھیتمی

”بخدا اگر آج مرد نے اپنی عورت کی حسب خواہش اس کی پیروی شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں جھونک دے گا۔“

مذکورہ احادیث میں جب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے پر مردوں کو اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے پر عورتوں کو لعنت فرمائی اور انھیں خدا کی رحمت سے دوری اور مجوری کی وعید سنائی تو سوچنا چاہیے کہ جو مسلمان کافروں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں وہ بھلا کس درجہ سخت وعید کے حق دار ہوں گے۔

انہترواں گناہ کبیرہ

عورتوں کا بے پردہ اور بن سنور کر نکلنا

یہ امر مخفی نہیں کہ اسلام نے عورتوں کا مقام بلند کیا اور ان کا اتنا اکرام کیا جتنا پچھلی کسی قوم نے نہیں کیا' چنانچہ تاریخ کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہو گا کہ عرب' روم' ایران' ہند اور ان کے علاوہ دوسری بہت سی قوموں کے نزدیک عورت کا کوئی مقام نہیں تھا- وراثت اور دولت میں انھیں کوئی حصہ نہیں ملتا تھا- اس زمانے میں عورت گھر کی معمولی پونجی کی حیثیت رکھتی تھی-

ان کے ساتھ ابتر سلوک کیا جاتا تھا اور شیطان نے انھیں جس طرح ورغلایا تھا' یہ تاریخ کی ایک طویل داستان ہے' لیکن جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اسلام نے عورت کا مقام اونچا کیا' اس کو عزت اور شرافت بخشی' بالخصوص عورتوں کو پستی اور حقارت سے نکال کر ان کا سر بلند کیا' انھیں قید غلامی سے آزاد کیا اور بیشتر احکام جیسے عبادات' معاملات اور احکام میں ان کو مردوں کے مساوی احکام سے نوازا- ایک حکمرانی کے شعبے سے انھیں علیحدہ رکھا ورنہ زندگی کے ہر شعبہ میں انھیں نمایاں مقام دیا-

وراثت کی بعض صورتوں میں مرد کا نصف حصہ انھیں عطا کیا' البتہ طلاق کا اختیار مرد کو تفویض ہو- اشہادت کی کئی اقسام میں دو عورتوں کی گواہی کو شہادت کا ایک نصاب قرار دیا' جس کی علت ارباب بصیرت سے مخفی نہیں اور یہاں اس کے اظہار کی گنجائش بھی نہیں-

البتہ اتنا جان لینا چاہیے کہ اسلام نے طبقہ نسواں کو جو اعزاز بخشا' اسلامی شریعت اور اس کے اسرار سے واقف اس سے بخوبی واقف ہیں' اور جن لوگوں کے اندر کینہ نہیں وہ بھی اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں اسلام کے طبقہ نسواں کے اسی اعزاز واکرام کی ایک ہلکی سی جھلک یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو ہر قسم کی بے ہودگی اور مردوں سے اختلاط سے منع کیا

اور اس بات سے سختی سے انکار کیا کہ عورت کو بازار کا مال سمجھا جائے-اس کے بجائے اسلام نے انھیں طہارت اور پاکیزگی کی بلندیوں سے انھیں خطاب کیا اور فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾ (الاحزاب: ۳۳)

''اور اپنے گھروں[1] میں ٹھہری رہو اور جاہلیت کے طریقے کی طرح بن سنور کر نہ نکلو-''

ظاہر ہے کہ مذکورہ حکم جب امہات المسلمین اور اولین پاک باز خواتین اسلام کے لیے تھا تو دیگر عورتیں بدرجہ اولیٰ اس حکم میں داخل ہوں گی اور اس کی پابند ہوں گی کہ وہ مردوں سے آزادانہ میل جول نہ رکھیں، بن سنور کر نہ نکلیں اور جب تک حقیقی حاجت اور ضرورت لاحق نہ ہو، بازاروں یا چوراہوں پر ہرگز نہ نکلیں، اس لیے کہ ان کے نتائج حد درجہ خطرناک ہوں گے-

چنانچہ حجاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّامَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾[2] (النور: ۳۱)

---

[1] ''وقرن فی بیوتکن'' یعنی شرعی ضرورت کے بغیر گھر سے مت نکلو اور شرعی ضرورت کی مثال جیسے مشروط طور پر مسجد جانا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کی مسجدوں سے اللہ کی بندیوں کو نہ روکو اور عورتیں مسجد کے لیے نکلیں تو سادہ لباس میں نکلیں، کسی خوشبو کا استعمال نہ کریں، وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى یعنی جاہلیت کے زمانے کی طرح گھروں سے نہ نکلیں کہ ان کی چال متوالی ہو، ہاتھ، پاؤں نزاکت سے اٹھیں، عشوہ اور ناز سے رہیں ''تبرج'' دوپٹہ سر پر اس طرح ڈالنا ہے-جس سے سینہ، گلے میں پڑے ہار، بالیاں اور آگے کا پورا حصہ نظر آتا ہو-یہ زمانہ جاہلیت کی بے پردگی تھی جو بعد میں بھی پائی گئی-

[2] ''وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّامَاظَهَرَ مِنْهَا'' اس آیت کی تفسیر میں کتب تفسیر کی مختلف روایتوں نے آیت کے مفہوم کو پیچیدہ بنا دیا ہے، ورنہ اس آیت میں کوئی پیچیدگی اور ابہام نہیں- آیت کے اس فقرے ''وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ'' کا مفہوم یہ ہے کہ عورتیں اپنے محاسن، اپنی پوشاک، اپنے زیورات، اپنے چہروں، اپنے ہاتھوں اور اپنے جسم کے تمام اعضا کو چھپائے رکھیں ''الاماظھر منھا'' سے ان اعضا کا استثنا کیا جو عام طور پر کھلے ہوئے ہیں اور جنھیں چھپایا نہیں جا سکتا یا اظہار زینت کے لیے انھیں کھولا نہیں جا سکتا-یہ فقرہ اس کی دلیل ہے کہ عورتیں اس زینت کے اظہار کا قصد نہ کریں، البتہ بغیر قصد و ارادے کے گلا کھل جائے تو

"اور ایمان دار عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی سج دھج کو بھی ظاہر نہ کیا کریں لیکن جو چیزیں کھلی رہے اور اپنے سینوں پر دوپٹیوں کی بکل مارا کریں۔"

گذشتہ سے پیوستہ

مضائقہ نہیں' جیسے ہوا' کے چلنے سے چادر سرک جائے اور کوئی کوئی عضو کی جھلک نظر آ جائے' یا جو عضو از خود نمایاں ہو اور چادر وغیرہ سے بھی چھپایا نہ جا سکے' کیونکہ اخفا دشوار ہوتا ہے' لیکن چونکہ یہ بھی جزو عورت ہے' اس لیے نظروں کو خیرہ کرتا ہے' لیکن مجبوری ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ اسی معنی کو حضرت عبداللہ بن مسعود' حسن بصری' ابن سیرین اور ابراہیم نخعی نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

لیکن بعض مفسرین نے اس کے برعکس یہ بتایا ہے کہ اس آیت **"ماظھر منھا"** کا مفہوم یہ ہے کہ عام عادت کے مطابق انسان جن اعضا کو کھلا رکھے۔ پھر اس کے ساتھ ان اعضا میں عورت کا چہرہ اور اس کی دونوں ہتھیلیوں کو ان تمام تر زینت کے ساتھ شریک کرتے ہیں' یعنی ان کے نزدیک یہ درست ہے کہ عورت اپنے چہرے کو آراستہ کرے' سرمہ اور ابٹن کا استعمال کرے' ہاتھوں میں مہندی' انگلیوں میں انگوٹھی' گلے میں ہار اور کلائیوں میں چوڑیاں ڈال کر بے حجاب لوگوں میں پھرے۔ آیت کا اس قسم کا مفہوم حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کے تلامذہ سے منقول بتایا جاتا ہے' اور فقہا احناف کی ایک بڑی جماعت نے اسی روش کو اپنایا ہے' لیکن جہاں تک ہمارا خیال ہے ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخر عربی زبان کے کس قاعدے کی رو سے **"ماظھر منھا"** کا معنی **"مایظھر الانسان"** سمجھا گیا ہے اس لیے کہ **"یظھر الشی بنفسہ"** اور **"یظھر الانسان بقصدہ"** کا فرق اتنا واضح ہے جو کسی اہل نظر پر مخفی نہیں ہے اور بظاہر آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک نے زینت کے اظہار سے روکا ہے اور بلا قصد ظہور زینت ہونے پر رخصت دی ہے' لیکن جان بوجھ کر زینت کو ظاہر کرنا' سراسر قرآن پاک کے مدعا کے خلاف ہے' اور ان روایتوں کے بھی یکسر خلاف ہے جن کی رو سے یہ ثابت ہے کہ عہد نبوی میں خواتین بے پردہ ہو کر اجنبی عورتوں سے ملاقات سے بھی پرہیز کرتی تھیں اور حجاب کا حکم اس زمانے میں بھی چہرے پر لاگو ہوتا تھا۔ نقاب عورتوں کے لباس کا ایک حصہ تھا۔ البتہ احرام میں اس سے استثنا ہے۔ اس سے زیادہ عجیب بات ان کا استدلال یہ ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ داخل عورت نہیں' حالانکہ حجاب اور ستر عورت کے درمیان بڑا فرق ہے۔ عورت وہ اعضا ہیں جنھیں کھولنا جائز نہیں' حتیٰ کہ محرم مردوں کے سامنے بھی انھیں نہیں کھولا جا سکتا۔ جب کہ حجاب ستر عورت سے بالاتر ایک چیز ہے۔ حجاب اس آڑ کا نام ہے جو عورتوں اور اجنبی مردوں کے درمیان حائل ہو اور اس بحث کا موضوع اس آیت میں لفظ حجاب ہے' ستر عورت کا لفظ یہاں موضوع بحث نہیں ہے۔

﴿يَاأَيُّهَاالنَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذَالِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَايُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

(الاحزاب : ۵۹)

"اے نبی آپ اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ بڑی بڑی چادریں اوڑھا کریں' اس سے ان کی پہچان ہوا کرے گی' توان کو تکلیف نہیں ہوا کرے گی اور خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

مذکورہ دونوں آیتوں کے بارے میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ کا مکمل بیان حسب ذیل ہے۔

ظاہری زینت کے بارے میں اسلاف صالحین کا نزاع حسب ذیل دوامر پر ہے' حضرت ابن مسعود اور آپ کے ہم خیال فرماتے ہیں کہ زینت کا یہ مقام چہرے اور دونوں ہاتھ میں ہے جیسے آنکھوں کا سرمہ اور انگلیوں کی انگوٹھی وغیرہ۔ آگے چل کران دو قول میں تطبیق دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے زینت دو قسم کی بنائی ہے۔ وہ زینت جس کو ظاہر کیا جائے اور وہ جس کو ظاہر نہ کیا جائے۔

جس زینت کو ظاہر کیا جائے اس کی اجازت غیر شوہر اور محرموں کے لیے ہے' جب حجاب کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی اس زمانے میں عورتیں بغیر نقاب اوڑھے اس طرح نکلتی تھیں کہ ان کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھا جا سکتا تھا۔ اس وقت چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں کھلی رکھنے کی اجازت تھی اور انھیں دیکھنا بھی جائز تھا۔ پھر جب حجاب کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَاأَيُّهَاالنَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ (الاحزاب :)

گذشتہ سے پیوستہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ خمر خمار کی جمع ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو مخمور کردے اور عقل کو مدہوش کردے۔ جیب کی جمع جیوب ہے یعنی سینہ۔ مطلب یہ کہ عورتیں اپنے سینے پر دوپٹہ ڈالے رہیں' اپنے سر' گردن' گلے اور سینے کی جملہ زینتوں کو ڈھانکے رہیں' زیورات وغیرہ کو چھپائے رہیں اور ایسا ہرگز نہ کریں جیسے زمانہ جاہلیت کی عورتیں کیا کرتی تھیں۔

(تفسیر سورہ نور از ابوالاعلیٰ المودودی)

"اے نبی (ﷺ) آپ اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ بڑی بڑی چادریں اوڑھا کریں۔"

تو عورتوں کو مردوں سے حجاب کرنے کا حکم ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا (اور حجرے میں داخل ہوئے) تو آپ نے پردہ گرالیا اور عورتوں کو دیکھنے سے روک دیا۔ پھر جب خیبر کے دن آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی کو اپنے لیے منتخب کیا تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اگر حضور ﷺ ان کا پردہ کرائیں تو سمجھ لو وہ بیوی ہیں' اور پردہ نہ کرائیں تو سمجھ لو' ام ولد ہیں۔ چنانچہ جب حضور ﷺ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے پردہ لگوادیا اور جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ازواج مطہرات سے کوئی چیز طلب کریں تو پس پردہ طلب کریں۔ نیز ازواج مطہرات کے علاوہ آپ کی صاحبزادیوں اور عام مسلمانوں کی عورتوں کو یہ بھی حکم ہوا کہ وہ بڑی بڑی چادریں اوڑھیں یعنی جلباب۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب کے نزدیک بڑی چادر کو جلباب کہتے ہیں۔ عوام اس کو ازار کہتے ہیں۔ یہ اتنی بڑی چادر ہوتی ہے جو سر اور پورے بدن کو ڈھانکے ہوتی ہے۔

حضرت ابو عبیدہ اور دوسرے حضرات سے منقول ہے کہ اس چادر کو سر کے اوپر سے اس طرح ڈالا جاتا تھا کہ صرف آنکھیں نظر آتی تھیں اور بس۔ اسی کی جنس سے نقاب ہے۔ جس کو عورتیں استعمال کرتی تھیں۔ صحیح میں ہے کہ اِنَّ الْمَرْاَةَ لَاتَنْتَقِبُ وَلَاتَلْبِسُ الْقُفَّازَيْنِ جب عورتوں کو بڑی چادریں اوڑھنے کا حکم تھا تاکہ انھیں پہچانا نہ جاسکے اور چادر اوڑھنے کی وجہ سے چہرہ ڈھک جاتا تھا' یا نقاب کے ذریعے چہرہ ڈھک جاتا تھا اور چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا شمار اس زینت میں سے ہے جن کی بابت عورتوں کو حکم ہے کہ وہ اجنبیوں کے سامنے اسے نہ کھولے رکھیں' تو ان احکام کے ہوتے ہوئے ظاہر ہے کہ اجنبی محض اوپری کپڑوں کو ہی دیکھ پائیں گے۔ اس لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آخری دونوں حکموں کو ذکر کیا جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے دونوں حکموں کو ذکر کیا۔

جیسا کہ اب تک کی سطروں سے معلوم ہوا کتاب و سنت سے بے پردہ اور بن سنور کر نکلنے کی ممانعت جس طرح ثابت ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بن سنور کر نکلنا گناہ

کبیرہ ہے اور بے پردہ نکلنے میں قدرے اختلاف ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ سخت مجبوری کے بغیر چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں ہو گی- جیسے شہادت کی ضرورت درپیش ہو' یا علاج معالجہ اور منگنی کی ضرورت ہو- اور بن سنور کر نکلنے کی مذمت میں کسی مسلمان گروہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے-

سنی' شیعہ زیدی' اور اباضی تمام گروہ اس کے ناجائز ہونے کے قائل ہیں' بلکہ ہر ایک نے اس کے حرام ہونے کا حکم دیا ہے- اس کو گناہ کبیرہ اور دشمنانِ اسلام کی مشابہت قرار دیا ہے' جن کے نزدیک اللہ کے دین کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے- اخلاقی قدروں کا کوئی وزن نہیں اور جن کے یہاں اکثریت جانوروں کی طرح زندگی گزارتی ہے- عام لوگوں کے سامنے باغوں' پارکوں اور پبلک مقامات پر عورتوں سے صحبت کرنے میں انھیں کوئی باک نہیں- سڑکوں کے کنارے اور درختوں کے نیچے اس قسم کی حرکت کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی- اس لیے کوئی مسلمان ان کافروں کی ادنیٰ مشابہت کو کیسے برداشت کرے گا؟ اور اپنی بیوی بہن اور بیٹی کی لگام ڈھیلی چھوڑ کر انھیں بے مہار نکلنے اور غیر مردوں سے آزادانہ اختلاط کی اجازت کیوں کر دے گا؟ جب کہ اسلام عورتوں کے تحفظ اور پس پردہ رکھنے کی زبردست خواہش رکھتا ہے- یہاں تک کہ نماز جو اسلام کا دوسرا رکن ہے اور کلمۂ شہادت کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اسی کو حاصل ہے' اور جماعت کی نماز کی فضیلت کو ادنیٰ واقفیت رکھنے والا بھی بخوبی جانتا ہے' احادیث میں وارد ہے کہ عورتوں کی نماز مسجد کی بہ نسبت گھروں میں زیادہ افضل ہے-

(۱) طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اِنَّمَا النِّسَاءُ عَوْرَةٌ وَاِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا وَمَابِهَا بَاْسٌ فَيَسْتَشْرِفُهَا الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ اِنَّكِ لاَتَمُرِّيْنَ بِاَحَدٍ اِلاَّ اَعْجَبْتِيْهِ وَاِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَلْبَسُ ثِيَابَهَا فَيُقَالُ اَيْنَ تُرِيْدِيْنَ فَتَقُوْلُ اَعُوْدُ مَرِيْضًا اَوْ اَشْهَدُ جَنَازَةً اَوْ اُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدٍ وَمَاعَبَدَتْ اِمْرَأَةٌ رَبَّهَا مِثْلَ اَنْ تَعْبُدَهُ فِيْ بَيْتِهَا))

"عورت سراپا ستر ہے- یہ حقیقت ہے کہ عورت گھر سے نکلتی ہے اور اسے کوئی

محسوس نہیں ہوتا۔ پھر شیطان اس کے تاک میں رہتا ہے۔ تو جس کے پاس سے گزرتی ہے اسے دم بخود کر دیتی ہے، کبھی عورت اپنی پوشاک پہن کر نکلتی ہے، اس سے کہا جاتا ہے کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ کہتی ہے میں کسی مریض کی عیادت، کسی جنازے میں حاضری یا مسجد میں نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔ حالانکہ کوئی عورت اللہ کی عبادت (مسجد میں) اتنی بہتر نہیں کر سکتی جتنی اپنے شوہر کے گھر میں کر سکتی ہے۔"

منذری نے اس کی اسناد کو حسن کہا ہے اور ہیثمی نے کہا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۲) امام احمد، امام ابوداؤد، اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَاتَمْنَعُوا نِسَاءَ كُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌلَّهُنَّ))

"ہر چند کہ عورتوں کے لیے ان کا گھر بہتر ہے، پھر بھی اپنی عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔"

حاکم نے اس کو شیخین کی شرط کے مطابق صحیح کہا ہے، البتہ مزید اس عبارت "وبیوتھن خیرلھن" کی تخریج نہیں کی، اور تلخیص کرنے میں ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۳) سنن ابوداؤد، صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صَلَاةُ الْمَرْاَةِ فِيْ بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا))

"عورت کی نماز اس کے گھر میں اس کے حجرے میں پڑھی گئی، نماز کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے، اور اس کی نماز اس کی کوٹھری میں اس کے گھر میں پڑھی گئی نماز سے زیادہ بہتر ہے۔"

حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق اس کو صحیح کہا ہے، لیکن شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی، اور ذہبی نے تلخیص میں ان کی موافقت کی ہے۔

(۴) امام احمد نے بطریق ابن وہب نقل کیا کہ ہم سے داؤد بن قیس نے حدیث بیان کی

انھوں نے عبداللہ بن سود انصاری سے انھوں نے اپنی پھوپھی ام حمیدہ سے زوجہ ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا:

((يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اِنِّیْ اُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَكَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكِ تُحِبِّيْنَ الصَّلَاةَ مَعِيَ وَصَلَاتُكِ فِيْ بَيْتِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ حُجْرَتِكِ وَصَلَاتُكِ فِيْ حُجْرَتِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ دَارِكِ وَصَلَاتُكِ فِيْ دَارِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ مَسْجِدِيْ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ مَسْجِدِيْ قَالَ فَاَمَرَتْ فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدًا فِيْ اَقْصَى بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِهَا وَاَظْلَمُهُ فَكَانَتْ وَاللّٰهِ تُصَلِّيْ فِيْهِ حَتّٰى لَقِيَتِ اللّٰهَ تَعَالٰى))

"اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا محبوب رکھتی ہوں۔ آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں تمھیں میرے ساتھ نماز پڑھنا محبوب ہے' لیکن تمھارے حجرے میں پڑھی گئی نماز تمھارے گھر میں پڑھی گئی نماز سے بہتر ہے اور تمھارے گھر میں پڑھی گئی نماز تمھاری قوم کی مسجد میں پڑھی گئی نماز سے زیادہ بہتر ہے اور تمھاری قوم کی مسجد میں پڑھی گئی نماز میری مسجد میں پڑھی گئی نماز سے زیادہ بہتر ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر انھوں نے اپنے گھر کے بالکل اندرونی حصے میں جو نہایت تاریک بھی تھا' مسجد بنانے کا حکم دیا اور تاحیات وہ اس میں نماز پڑھتی رہیں۔"

ہیثمی نے کہا کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں' ماسوی عبداللہ بن سوید انصاری کے اور ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

مذکورہ سطروں سے معلوم ہوا کہ نماز جو شہادتین کے بعد اسلام کا سب سے عظیم رکن ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا چاہیے جو اسلام کا عظیم شعار ہے' اسی طرح جمعہ کی نماز بھی جو اسلام کے عظیم ترین شعار میں سے ایک ہے' جماعت کا متقاضی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ نے اپنے رسول پر یہ واجب نہیں کیا کہ عورتیں نماز باجماعت میں اور جمعہ کی نماز میں خوشبو مل کر حاضر ہوں' البتہ اجازت ہے' لیکن اس شرط کے ساتھ کہ عورت شرم وحیا کے ساتھ باہر نکلے' پاکیزہ اور صاف ستھری ہو' اس کے بدن سے خوشبو کی لپٹیں نہ اٹھتی

ہوں‘ لیکن کیا آج عورتوں کی وہ روش باقی ہے جو عہد نبوی اور عہد صحابہ میں عورتوں کی حالت تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بعض عورتوں پر اس وقت تنقید کی جب ان سے قدرے خلاف ورزی سرزد ہوئی‘ اسی طرح حجراسود کا بوسہ لیتے ہوئے جب کچھ عورتوں نے بھیڑ کرلی تو اس پر بھی آپ نے انھیں سختی سے روکا۔

بے پردگی اور اختلاط کا پروپیگنڈا کرنے والے یورپ سے متاثر ان افراد کی وجہ سے موجودہ زمانے میں فسق وفجور کا سیلاب امنڈ پڑا ہے‘ خصوصاً بڑے شہروں اور ملکوں میں اس وبا نے ہمہ گیر صورت اختیار کرلی ہے‘ جہاں حکومت لوگوں کو شتر بے مہار سمجھتی ہے۔ ان مسائل کو شخصی مسائل قرار دیتی ہے اور یہ خیال کرتی ہے کہ دوسرا کوئی ان میں مداخلت نہیں کرسکتا۔ لیکن کیا کوئی ہماری طرف سے ان حکام سے یہ پوچھ سکتا ہے کہ جس طرح تم نے فسق وفجور اور شراب وکباب کے لیے لوگوں کو چھوٹ دے رکھی ہے کیا تم انھیں آزادی رائے اور سیاسیات میں تنقید کی چھوٹ نہیں دے دیتے۔

مزید برآں تم انھیں دین اسلام کی نشرواشاعت اور سیدھے راستے کی طرف دعوت کے لیے چھوٹ کیوں نہیں دیتے؟ تمھارا حال یہ ہے کہ ایک آدمی جب کسی لیڈر یا حاکم پر حق پر مبنی تنقید کرتا ہے تو اسے سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے یا پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے‘ تم نے آزادی کے نام پر چھوٹ صرف اس بات کی دی ہے کہ دین کے ساتھ کھلواڑ کیا جائے‘ اللہ اور اس کے رسول پر تنقید کی جائے اور احکام الٰہی کا مذاق اڑایا جائے‘ کسی کہنے والے نے تمھارے متعلق کیا خوب کہا ہے۔

یساق السجن مسب الزعیم وان سب الا الہ فان الناس احرار

”لیڈر کو گالی دینے والا جیل بھیج دیا جاتا ہے اور خدا کو کوئی گالی دے (تو کوئی پروا نہیں اس لیے کہ لوگ آزاد ہیں)۔“

لیکن رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ نے قرب قیامت کی علامتوں میں سے ان علامتوں کو شمار کیا ہے۔ شراب پینا‘ فسق وفجور کا رواج پاجانا اور عورتوں کا بے پردہ نکلنا وغیرہ۔

چنانچہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے

بھی اس کو اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((صِنفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُما قَوْمٌ مَعَهُمْ سِياطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلاَتٌ مَائِلاَتٌ رُءُوسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لاَيَدْخُلْنَ الجَنَّةَ وَلاَيَجِدْنَ رِيْحَهَا وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَ كَذَا))

"دوزخیوں کی دو صنفیں ایسی ہیں جن کو اب تک میں نے نہیں دیکھا ہے (آئندہ آئیں گی) ایک تو وہ قوم ہو گی جس کے پاس گائے کے دموں کی طرح کوڑے ہوں گے اور لوگوں کو ان کوڑوں سے ماریں گے۔ دوسری صنف ان عورتوں کی ہو گی جو لباس پہنے ہوں گی مگر برہنہ معلوم ہوں گی۔ دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے۔ یہ عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی' اگرچہ جنت کی خوشبو اتنی دور سے آتی ہو گی۔"

نیز صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے:

((سَيَكُوْنُ فِيْ آخِرِ اُمَّتِيْ رِجَالٌ يَرْكَبُوْنَ عَلَى سُرُوْجٍ كَاَشْبَاهِ الرِّجَالِ يَنْزِلُوْنَ عَلَى اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ نِسَاءُ هُمْ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ عَلَى رُءُوسِهِمْ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْعِجَافِ اِلْعَنُوْهُنَّ فَاِنَّهُنَّ مَلْعُوْنَاتٌ لَوْكَانَتْ وَرَائَكُمْ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ لَخَدِمَنَ نِسَائُكُمْ نِسَائَهُمْ كَمَا يَخْدِمْنَكُمْ نِسَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ))

(رواہ احمد)

"میری امت کے آخر میں ایسے ایسے لوگ ہوں گے جو (کجاوے نما) زین پر بیٹھے ہوں گے' جیسے مرد بیٹھتے ہیں اور ان سے اتر کر مسجدوں کے دروازوں پر آئیں گے (ان کی) عورتیں کپڑے پہنے ہوں گی' پھر بھی ننگی ہوں گی' ان کے سر بختی اونٹوں کے پلپلے دار کوہان کی طرح ہوں گے ان پر لعنت بھیجنا کیونکہ وہ لائق ملامت ہیں اگر

تمھارے بعد امتیوں میں سے کوئی امت ہوتی تو تمھاری عورتیں ان کی عورتوں کی خدمت کرتیں جیسے تم سے پہلے قوموں کی عورتیں تمھاری خدمت کرتی تھیں۔"

بے حجابی اور اختلاط کے مفاسد پر مبنی بعض آیات وروایات اور بعض علما کے خیالات جان لینے کے بعد ذیل میں ہم ان چند عواقب اور نتائج کو پیش کرتے ہیں جو عورتوں کے بے پردہ نکلنے اور بازاروں اسکولوں یونیورسٹیوں دواخانوں اور تجارتی مراکز میں آزادانہ اختلاط کی صورت میں سامنے آرہے ہیں پھر یہ نتائج دن بدن بھیانک صورت حال اس لیے اختیار کرتے جارہے ہیں کہ موجودہ زمانے میں تجارتی اشیاء کی کھپت بڑھانے اور ان کا پروپیگنڈہ کرنے کے لیے حسین وجمیل خوبصورت لڑکیوں اور عورتوں کو ملازم رکھا جاتا ہے۔

تجارتی منڈیوں بازاروں ہوٹلوں اور ریسٹورنٹ میں انھیں یہ موقعہ دیا جاتا ہے کہ وہ گاہکوں اور خریداروں کو اپنی طرف مائل کریں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کمزور دل مردوں کے ہاتھ مجبور ہوتا ہے خصوصا نوجوان طبقہ بے پردہ عورتوں اور لڑکیوں کی طرف جلد ملتفت ہوتا ہے لیکن ان عورتوں کو ملازم رکھنے والے اور تاجر پیشہ افراد کو یہ نہیں معلوم کہ ان کا یہ عمل بے حیائی اور فحش کاری ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا اور اس کے رسول نے اس سے منع کیا ہے علاوہ ازیں یہ وہ حرکت ہے جس سے جاہل اور عامی بھی کراہت کرتا ہے اور انھیں سخت غیرت آتی ہے جس کی وجہ سے بسا اوقات وہ مرے مارنے اور قتل وخونریزی کے لیے بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں خصوصا جب انھیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی عزت نفس اور شرافت مجروح ہوتی ہے یا ان کی عزت وآبرو پر حرف آتا ہے حالانکہ بعض ان پڑھ نادانوں کی جھوٹی غیرت کا نتیجہ بھی بڑا ٹیڑھا ہوتا ہے اور شریعت بھی اس غیرت کی قائل نہیں ہے جیسے کسی اجنبی مرد سے بات چیت کرتے ہوئے آدمی اپنی عورت کو دیکھے اور طیش میں آکر اسے قتل کردے حالانکہ یہاں محض تعزیر بھی کافی تھی البتہ اوپر کی سطروں سے ہمارا مقصد یہ دکھانا ہے کہ ہم مشرق والوں کو یورپ نے جو کھوٹی تہذیب تحفہ میں دے رکھی ہے اس کے نتائج نہایت خطرناک حد تک سنگین ہو چکے ہیں اور نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ عورت شمع خانہ کے بجائے سبھا کی پری بن چکی ہے اور بازاروں اور آفسوں میں ملازمت کے درپے ہے۔

نیز اس کو روشن خیالی کی علامت سمجھا جاتا ہے کہ عورت اپنے مرد کے ساتھ بے پردہ سڑکوں اور بازاروں میں مٹرگشت کرتی پھرے اور اس کے کاندھے مردوں کے کاندھوں سے ٹکراتے رہیں' بہر کیف یہ موضوع قدرے دراز ہو چکا ہے' اس لیے اب ہم دوبارہ اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(۱) شرعی نکاح کے بجائے زنا اور فحش کاری کا رجحان:

یہ رجحان اس لیے بڑھتا جا رہا ہے کہ صنف نازک بازار کے مال کی طرح عام ہو چکی ہے جس کے حصول کے لیے گراں قیمت یا مزید مشقت کی حاجت نہیں۔ اس صنف نے خود کو بنا سنوار کر دلربا اور دلفریب بنا ڈالا ہے' جس کی وجہ سے نفس سرکش اور نہایت حساس ہو چکا ہے۔ شیطان بھی کیل کانٹے سے لیس ہو کر مردوں کے پیچھے پڑا ہوتا ہے اور پھر لامحالہ شہوت رانی اور حرص و ہوس کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف زناکاری کا جرم جو درحقیقت ایٹم بموں اور زلزلوں سے زیادہ مہلک ہے آج انسانی سماج میں اسے چنداں ہولناک تصور نہیں کیا جاتا۔ نہ بے پردگی اور عورتوں کے بن سنور کر نکلنے کو ناجائز خیال کیا جاتا ہے' اس لیے زناکاری کے بارے میں عام تصور یہ بن چکا ہے کہ یہ فعل بد کسی بھی جگہ اور کسی بھی انسان کے سامنے کیا جا سکتا ہے۔

(۲) خاندانی اور عائلی نظام میں بگاڑ اور طلاق کا عام ہونا:

اس خرابی کی بڑی وجہ میاں بیوی کی ایک دوسرے سے بے نیازی اور ان کا آپس میں کھنچاؤ ہے' جس کی وجہ سے ان میں باہم بے اعتمادی کی فضا پیدا ہو چکی ہے۔ اسی طرح باپ کا اولاد پر اور اولاد کا باپ پر سے اعتماد اٹھ چکا ہے' جس کے نتیجے میں خاندان جس کو زنجیر کی کڑیوں کی طرح باہم مربوط ہونا تھا' آج موتی کے بکھرے دانوں کی طرح ان میں دوری پیدا ہو چکی ہے۔ میل محبت اور چین و سکون عنقا ہو گیا ہے' امن و امان' صبر و قرار اور قربانی اور ایثار کا جذبہ ختم ہو گیا ہے اور خاندان کی چولیں ہل چکی ہیں' جس سے مضبوط اور صالح سماج کی تشکیل ہوتی ہے۔

(۳) فحش کاری اور شہوت رانی کا پھیل جانا:

اس کی وجہ ان عورتوں کی بہتات ہے جو فحش کاری کو دل سے چاہتی ہیں' جو سر بازار آبرو کا سودا کرتی ہیں' اسی کی روٹی کھاتی ہیں' ہر کس و ناکس کی سواری کے لیے خود کو پیش کرتی ہیں' کسی کی بھی ردیف بننا گوارا کرتی ہے' حالانکہ انجام کو وہ بھی جانتی ہیں کہ شہوت رانی کے غلبے سے عزت و آبرو کا کس طرح نیلام ہوگا اور اسے اس بازار کی زینت بننا پڑے گا۔

آج سماج میں بدکلامی اور بدکاری کے جابجا اڈے کھل چکے ہیں' فحش کاری کرنے والوں' رقص گاہوں' کلبوں اور سینما گھروں کی ریل پیل ہو چکی ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اونچے طبقے کے لوگوں' لیڈر مردوں عورتوں اور بے حیائی کی خواہاں دونوں صنفوں میں عزت و آبرو کا سودا ایک بیوپار کی صورت اختیار کر گیا ہے' جس کے نتیجے میں شہوت کا بازار گرم ہوا' مفاسد بڑھ گئے' مال و دولت برباد ہوا' جرائم کی کثرت ہوئی' طرح طرح کی بیماریاں پھیلیں' قوی کمزور ہوئے' پیداوار گھٹ گئی اور پھر سماج کی وہ بنیادیں ہل گئیں جن پر اس کی عمارت کھڑی ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لاَتَعْلَمُوْنَ﴾ (النور:١٩)

”یقیناً جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں کے اندر بے حیائی عام ہو' ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہو گا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔“

﴿وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْرًا﴾ (الاسراء: ١٦)

اور جب ہم چاہتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کر دیں تو وہاں کے عیش پسندوں کو حکم دیتے ہیں' وہ (خوب خوب) فسق کرتے ہیں' پھر ہماری بات اس پر ٹھیک ٹھیک صادق آتی ہے اور ہم انھیں ملیامیٹ کر دیتے ہیں۔“

(۴) نوع انسانی کی نسل کشی

مخلوط اور بے حیائی کے ماحول میں سانس لینے والا سماج بے شمار مہلک خطرات کی زد میں ہوتا ہے- اور یہ وہ خطرات ہوتے ہیں جو اسے ہلاکت اور تباہی کی دعوت دیتے ہیں' ازدواجی روابط کے ٹوٹنے کا اعلان کرتے ہیں اور شادی بیاہ کے بجائے زناکاری عام ہونے کی پیشین گوئی کرتے ہیں' اس لیے کہ زناکار عورتوں کا یہ ذہن بنا ہوتا ہے کہ حمل سے ان کے جسم کی خوب صورتی کو دیمک لگ جائے گی بچہ پیدا ہونے سے طرح طرح کے خطرات اور پریشانیوں کا دروازہ کھل جائے گا- اس لیے بہر صورت اس کے لیے امتناع حمل کی تدبیر ناگزیر ہوگی-

نیز اسی تصور کی بنا پر میاں بیوی میں اولاد کا رجحان روز بروز گھٹتا جا رہا ہے' کیونکہ ان کی نظر میں یہ بلا اور مصیبت کا گھر ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے باپ نفقہ اور اخراجات کی جکڑ بندیوں میں گھر جاتا ہے اور ماں بھی نت نئی سماجی ذمہ داریوں کے درمیان خود کو محصور پاتی ہے-

علاوہ ازیں اس سماج میں ان اخلاقی قدروں اور قانونی پابندیوں کا بھی فقدان ہوتا ہے جو زبردست توانائی اور راستی اپنے اندر رکھنے کی وجہ سے میاں بیوی کے تعلقات کو استوار کرتے ہیں' ان کی بنا پر زن و شوئی کے روابط مضبوط ہوتے ہیں اور ان کا اور ان کی اولاد کا رشتہ خوب سے خوب تر ہوتا ہے-[1]

ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا جب لبنان کے مسیحی باشندے ریحانی نے سعودی عرب کا دورہ کرتے ہوئے احساء کی زیارت کی- اس نے اس علاقے کی عورتوں کو باپردہ نقل و حرکت کرتے ہوئے دیکھا تو بڑا تعجب کیا اور پوری مملکت اور خاص طور پر احسا کے باشندوں پر اس نے تنقید کی اور پردے کو رجعت پسندوں اور پسماندہ طبقوں کی علامت قرار دیا- لیکن خوشی کی بات ہے کہ ہمارے محترم شیخ علامہ عبدالعزیز بن صالح الصباحی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ایک مختصر نظم میں اس کا دندان شکن جواب دیا ہے- آپ نے فرمایا:

---

[1] خط التبرج والاختلاط "از عبدالباقی رمضان" پہلا ایڈیشن

ولقد عجبنا والعجائب جمه   من فرية جاء ت عن الريحانی

ہمیں تعجب اور سخت حیرت ہے ایک بہتان اور الزام تراشی پر جسے ریحان نے کہا ہے۔

زعم الجهول بان اخفاء النساء   من موجبات الذم والنقصان

اس جاہل نے سمجھا ہے کہ عورتوں کو پردے میں رکھنا نقصان دہ اور لائق ملامت ہے۔

فلذا اقول مخاطبا هذا الذی   يروی خرافات عن الشيطان

لہٰذا پڑھے لکھے اس جاہل کو میں خطاب کر کے کہتا ہوں جس نے شیطان سے خرافات کو نقل کیا ہے۔

واصون ايات الكتاب وقدرها   من ان اجيب بها ذوی الطغيان

اور میں سرکش شیطانوں کو جواب دینے کے لیے قرآن پاک کی آیتوں کو سر دست ان سے دور رکھتا ہوں اور ان آیتوں کی قدر کرتا ہوں۔

لكن بمعقول اتی عن فطره   قد نورت بالشرع والبرهان

اور صرف عقل پر مبنی ایسا فطری جواب اس کے سامنے رکھتا ہوں جو شریعت سے منور اور دلیل سے آراستہ ہے۔

ان النساء مواضع لودائع   نطف تكون لاشرف الاكوان

حقیقت یہ ہے کہ عورتیں ان نطفوں کی امین ہوتی ہے جن سے اشرف المخلوقات کی پیدائش عمل میں آتی ہے (اس لیے ان کو پس پردہ ہی رہنا چاہیے)

فاذابرزن وخالطت من تشتهن   ضاعت لديها نسبة الانسان

لیکن اگر وہ چھوڑ کر باہر نکل گئیں اور اپنی پسند کے مردوں سے اختلاط کیا تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد حضرت انسان کا نسب بھی مخلوط ہو جائے گا۔

فافهم لحكمة محسن صنع الورى   لا ما تقول بجهلك الفتان

لہٰذا اس عظیم محسن کی حکمت کو سمجھنے کی کوشش کرو جس نے کائنات کو بنایا اور اپنی فتنہ انگیز جہالت کی بات مت سنو۔

واسمع مثالا و اعتبر فلوبما   ابدی المثال غرائب الاحسان

ایک مثال سن کر عبرت حاصل کرو اس لیے کہ بعض مثالوں سے بڑے بڑے نکتے حل ہوتے

ہیں۔

نلقیك ان اودعت صبائوئو تختم علیها خیفة من جانی

فرض کرو تمھیں موتیوں کے دانے امانت کے طور پر دیے گئے کیا تم کسی اچکے کے ڈر سے حفاظت کے لیے اس کو مہر بند کر کے نہیں رکھ لو گے۔

اتضاع کل کریمة فی قومها ویصان ذیاك الحقیر الدائی

کیا ہر قوم کی شریف خاتون کو یوں ضائع کر دیا جائے گا اور ایسی ویسی پست و حقیر کی حفاظت کی جائے گی۔

ماکان اشبه جهلکم بطباعکم فطباعکم وعلومکم سیان

تمھاری جہالت کس قدر تمھاری طبیعت سے ہم آہنگ ہے اور بات تو یہ ہے کہ تمھاری سرشت اور تمھارے علوم سب برابر ہیں۔

انتم خفافیش وجعلان علی طیب الروائح اوشا الیذان

تم چمگاڈر اور گبریلے ہو اس لیے خوشبو سے پرے اور روشنی سے کوسوں دور ہوتے ہو۔

فعلی الظلام سیرکم وحیاتکم تنموا علی الاقذار والانتان

تم اندھیرے کے باسی ہو تمھارا چلنا پھرنا اور تمھاری زندگی سب تاریکی کی مرہون منت ہے' بلکہ تم گندگی اور بدبو کے کیڑے ہو' وہیں در حقیقت تمھاری پرورش ہوتی ہے۔

❋❋❋

سترواں کبیرہ گناہ

بالوں کو جوڑنا

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ:

((اِنَّ ابْنَتِیْ اَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَتَمَزَّقَ شَعْرُهَا وَاِنِّیْ زَوَّجْتُهَا اُفَاصِلُ فِیْهِ؟ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُوْصِلَةَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَتْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا لَعَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ))

"میری لڑکی گنج کا شکار ہو گئی ہے' جس سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں اور میں نے ابھی ابھی اس کا نکاح کرادیا ہے-کیا میں اس کے جوڑا لگوالوں؟ آپ نے فرمایا اللہ نے جوڑنے اور جوڑنے کی خواہش رکھنے والی پر لعنت فرمائی ہے-ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ ﷺ نے جوڑنے اور جوڑنے کی خواہش رکھنے والی پر لعنت فرمائی ہے-"

انسانی بالوں کو جوڑ لگانا حرام ہے اور اس کا شمار گناہ کبیرہ میں ہوتا ہے-اس لیے کو جوڑنے اور جڑوانے والی دونوں پر اللہ اور اس کے رسول کی لعنت آئی ہے جیسا کہ صحیحین کی مذکورہ روایت سے مترشح ہے' خواہ یہ بال حقیقی ہوں یا مصنوعی ہوں' جسے ان دنوں وگ کہا جاتا ہے اور حرمت کی وجہ دجل و فریب اور دھوکے دہی ہے جو حرام ہے اور اس کی حرمت کے لیے یہی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جوڑ لگانے پر سخت لعنت فرمائی ہے اور اس دلہن بیٹی کے لیے بھی اس کی اجازت نہیں دی جس کی والدہ نے اپنی دانست میں جواز کی حسب ذیل وجہیں پیش کی تھیں-

(۱) گنج کی وجہ سے اس کے سر کے بال اڑ گئے تھے-

(۲) ماں نے اس کی شادی کرادی تھی اور شادی کے بعد شوہر کو اپنی دلہن کے اندر لائق زینت چیز کی جستجو ہوتی ہے تاکہ ان کے درمیان محبت کا رشتہ پائیدار ہو سکے اس لیے ماں نے خواہش ظاہر کی کہ اسے جوڑ لگانے کی اجازت مرحمت ہو' لیکن اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کا جواب یہی تھا کہ جوڑنے اور جوڑوانے والی عورت پر خدا کی لعنت ہے۔

اسی طرح حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انھوں نے حج کے موسم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منبر پر سنا اس وقت انھوں نے اپنے ایک محافظ کے ہاتھ سے بال کا ایک گچھا لے لیا تھا۔ آپ نے فرمایا اہل مدینہ تمھارے علما کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ اس جیسی چیز سے منع کرتے تھے' اور فرماتے تھے:

((اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْاِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَاءُهُمْ))

"بنی اسرائیل اسی لیے ہلاک ہوئے کہ ان کی عورتوں نے اس کو اپنالیا تھا۔"

اس روایت کو مالک' بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے نقل کیا اور بخاری اور مسلم کی حضرت ابن مسیب سے منقول ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا حضرت معایہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے اور ہمارے سامنے خطبہ دیا۔ ساتھ ہی ایک بال کا گچھا نکالا اور فرمایا میں سمجھتا ہوں یہ (بالوں کو جوڑنے کی) حرکت قوم یہود ہی کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے بالوں کے اس جوڑے کو فریب اور بے حیائی قرار دیا۔۔۔۔ بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن فرمایا تم نے ایک بری روش ایجاد کی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بالوں کے اس طرح جوڑنے سے منع کیا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یعنی عورتیں جو بالوں کو بڑھانے اور پھیلانے کی حرکت کرتی ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص ایک لاٹھی لے کر آیا۔ اس کے سرے پر دھجی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ دھجی فریب نہیں۔

اوپر پیش کردہ احادیث سے بالوں کی جوڑنے کی حرمت کا بخوبی علم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں سے بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

نے اس فعل بد کے مرتکب پر سخت لعنت ملامت فرمائی ہے' کیونکہ آپ کو پتا چلا کہ بعض عورتیں یہ کام کرتی ہیں- آپ نے یہ کہا کہ جہاں تک سمجھتا ہوں یہود کے سوا کوئی یہ حرکت نہیں کرتا- اس روایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر ایک طرف یہ دھوکا دہی کی علامت ہے تو دوسری طرف یہود سے مشابہت ہے اور آنحضور ﷺ نے یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے- جیسا کہ پہلے گزرا ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ شوہر کے لیے زینت کی حاجت اور زیب و زینت کی فطری خواہش کے باوجود جب بالوں کے اندر عورتوں کے بالوں کو جوڑنا منع ہے' تو مردوں کو دوسرے مردوں کے بال استعمال کرنا یا سر پر مصنوعی بال رکھنا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا' جیسا کہ یورپ اور امریکہ کے گبریلوں کی اندھی پیروی کرنے والے بعض سیال طبیعت نوجوان اس قسم کی حرکت کھلے بندوں کر رہے ہیں-

اکہتر واں بہتر واں اور تہتر واں کبیرہ گناہ

جسموں کو گودنا' دانتوں کو الگ الگ کرنا' حسین بننے کے لیے بھوؤں کو نوچنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَمَنِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَةٌ فِيْ ذَالِكَ فَقَالَ وَمَالِيْ لاَ اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا))

"رسول اللہ ﷺ نے (جسم) گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور ان پر جو اپنے چہرے کے بال نوچتی ہیں حسین بننے کے لیے اور اللہ کی پیدائش بدلنے کے لیے- اس پر ایک عورت نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے' جب کہ اللہ کی کتاب میں ہے کہ- جو کچھ رسول اللہ ﷺ تم لوگوں کو حکم دیں اس کو قبول کرو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز آؤ-"

اس روایت کو بخاری' مسلم' ابوداؤ' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے نقل کیا-

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ))

"اللہ کے رسول ﷺ نے بال ملانے والی ملانے کی خواہش رکھنے والی گودنے والی' اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((لُعِنَتْ الْوَاصِلَةُ وَالْمُسْتَوْصِلَةُ وَالنَّامِصَةُ وَالْمُتَنَمِّصَةُ وَالْوَاشِمَةُ وَالْمُسْتَوْشِمَةُ وَمِنْ غَيْرِ دَاءٍ))

"بالوں کو جوڑنے والی اور جوڑنے کی خواہش رکھنے والی اور بھوؤں کو نوچنے والی اور اس کی خواہش رکھنے والی اور گودنے والی اور گودنے کی خواہش رکھنے والی پر لعنت ہے۔"

اس روایت کو ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

مذکورہ تینوں صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن کو گودنا' بھوؤں کو نوچنا اور دانتوں میں دوری پیدا کرنا حرام ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی اور اس کی خواہش رکھنے والی پر' بھوؤں کو نوچنے اور اس کی خواہش رکھنے والی پر اور دانتوں میں دوری کرنے والی اور اس کی خواہش رکھنے والی پر لعنت کی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں وارد ہے۔

((لَعَنَ الرَّسُوْلُ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَالْوَاشِرَةَ وَالْمُسْتَوْشِرَةَ))

"رسول اللہ (ﷺ) نے بدن کو گودنے والی' دانتوں میں دوری پیدا کرنے والی' اور بھوؤں کو نوچنے والی اور ان سب کی خواہش رکھنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

اس لعنت کی علت زیب و زینت میں غلو کا وہ رجحان ہے' جس سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے گودنا اس لیے ممنوع ہے کہ اس میں استعمال ہونے والے نیلے رنگ اور بھدے نقوش سے چہرہ بگڑ جاتا ہے۔ بعض عرب قبائل خصوصاً عورتیں گودنے میں غلو سے کام لیتی ہیں اور پورا بدن گودوا لیتی ہیں۔

علاوہ ازیں بعض قومیں اپنے بتوں اور اپنے مذہبی تصورات کا عکس جسم پر گود کر نمایاں کرتی ہیں دوسری طرف عیسائی بھی اپنے ہاتھوں اور سینوں پر صلیب کا نشان بناتے ہیں۔ ان مفاسد کے علاوہ ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ سوئی کے کچوکے سے گودنے میں مدد لی جاتی

ہے' اس کی اذیت اور تکلیف بھی کدوانے والے کے بدن پر ناقابل برداشت ہوتی ہے۔
(حلال وحرام شیخ یوسف القرضاوی)

نمص:

یعنی بھوؤں کو نوچنا تاکہ بھویں باریک اور نہیں کے برابر دکھائی دیں۔ نامصة وہ عورتیں ہیں جو اس پیشہ کو کرتی ہیں متنمصہ یعنی وہ عورتیں جو اس عمل کی خواست گار ہوتی ہیں۔

متفلجہ:

یعنی دانتوں میں دوری کا پیشہ اپنانے والی عورتیں' یا وہ عورتیں جو دوری کی خواست گار ہوتی ہیں۔ بعض عورتیں ریتی کی مدد سے اپنے دانتوں میں دوری پیدا کرتی ہیں تاکہ دانت ایک دوسرے سے دور دور نظر آئیں۔ چونکہ بعض عورتیں فطری طور پر دانتوں میں فاصلہ رکھتی ہیں اور بعض کے دانت قریب قریب ہوتے ہیں اس لیے دانتوں کی آرائش کے لیے یہ عورتیں ان میں فراخی ہوتی ہیں تاکہ ان کا چہرہ خوب صورت نظر آئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے جس طرح بالوں کو جوڑنے والی اور اس کی خواہش رکھنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی اسی طرح آپ نے دوری پیدا کرنے والی اور اس کی خواست گار پر بھی لعنت فرمائی ہے۔

مذکورہ صحیح احادیث سے ہمیں اس آپریشن کا حکم بھی بخوبی معلوم ہو سکتا ہے جسے آج کی زبان میں بیوٹی آپریشن کا نام دیا جاتا ہے' اور یہ تمام تر موجودہ مادہ پرستانہ مغربی تہذیب کی دین ہے' جس کو شہوت پسندی اور جسموں کے بیوپار نے رواج دیا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج صنف نازک اپنے چہرے کی زیبائش اور بدن کی آرائش کے لیے سینکڑوں ہزاروں روپئے پانی کی طرح بہاتی ہے اور یہ محض اس لیے کرتی ہے تاکہ اس کی ناک ستواں' پستان سڈول اور چہرہ متناسب نظر آئے' لیکن کاش انھیں یہ احساس ہو جائے کہ ان کی یہ دوادوش اللہ اور اس کے رسول کی لعنت کے تحت داخل ہے اس لیے کہ اس عمل سے انسان بلاوجہ اذیت میں مبتلا ہوتا ہے۔ اللہ نے جیسا چہرہ بنایا اس میں ردوبدل کرتا ہے۔ اور بے سود مشقت اٹھاتا ہے پھر یہ تبدیلی محض صوری ہوتی ہے' حقیقی نہیں اور یہ ردوبدل جسم میں ہوتا ہے'

روح میں نہیں۔

البتہ اگر کسی شخص کے جسم میں کوئی ایسا عیب موجود ہو جو ایک زائد چیز کی حیثیت رکھتا ہو اور اس سے تکلیف محسوس ہوتی ہو یا ذہنی کوفت ہوتی ہو تو اس کا علاج کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بشرطیکہ مقصود اس حرج کو دور کرنا ہو جس میں وہ مبتلا ہے اور جس سے اس پر عرصۂ حیات تنگ ہو رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دین میں کوئی حرج نہیں رکھا ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث لعن المتفلجات للحسن (خوب صورتی پیدا کرنے کے لیے دانتوں میں درازیں (یا دوری) بنانے والیوں پر آپ نے لعنت فرمائی ہے) کے الفاظ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ کام اس صورت میں مذموم ہے جب کہ جھوٹی خوب صورتی پیدا کرنے کے لیے کیا جائے لیکن اگر کسی تکلیف یا ضرر کو دور کرنے کی غرض سے واقعی اس کی ضرورت ہو تو ایسا کرنے میں حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم

چوہتر واں کبیرہ گناہ

اجنبی عورت کو شہوت کے ساتھ دیکھنا جب کہ فتنے کا اندیشہ ہو-اسی طرح اجنبیہ کے ساتھ خلوت کرنا' اس کو چھونا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ (النور: ۳۰ - ۳۱)

"ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں-یہ ان کے لیے پاکیزہ تر ہوگا اور تم جو کرتے ہو اللہ اس کو بخوبی جانتا ہے-اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں-"

جب اللہ تعالیٰ کسی حکم کو بندوں پر فرض کرتا ہے تو ان وسائل کو بھی لازم قرار دیتا ہے جو اس کام کا ذریعہ ہوتے ہیں-مثال کے طور پر جب پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں تو ان کے ساتھ ساتھ طہارت' ستر عورت اور استقبال قبلہ کو بھی فرض قرار دیا-اسی طرح جب کسی چیز کو حرام ٹھہراتا ہے تو ان چیزوں کو بھی حرام کر دیتا ہے جو اس کا وسیلہ اور ذریعہ ہوتی ہیں-یہی وجہ ہے کہ جب اللہ نے شراب کو حرام کیا تو اس کے ساتھ شراب کی خرید و فروخت' اس کا نچوڑنا' اسے لاد کر لے جانا' اور اس کی تمام تر کار گزاری کو حرام کیا' جس سے آب کاری میں مدد ملتی ہے-جب ظلم کو حرام ٹھہرایا تو ظالموں کی مدد اور ان کی زبانی یا عملی اعانت کو بھی

حرام ٹھہرایا- کسی کا مال چھیننا حرام بتایا تو انھیں بے جا قید کرنا قتل کرنا یا کسی ایسی طرح سے اذیت دینا بھی حرام ٹھہرایا جس سے ظالم لوگوں ستاتے ہیں- ظلم کرنے والوں کی اعانت ہوتی ہے اور ان کی مدد ہوتی ہے-

چونکہ زناکاری تمام مذاہب میں حرام ہے' اس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے اور اسلامی نقطہ نظر سے اس کی حرمت سے ہر خاص و عام واقف ہے' لہٰذا زنا کے وہ اسباب اور ذرائع بھی حرام ہوں گے جو زنا کی دعوت دیتے ہیں' جیسے کسی مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا یا کسی عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا' زنا کا باعث ہوتا ہے اس لیے قرآن پاک نبی کریم ﷺ کو خطاب کرکے کہتا ہے:

((قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ))

"ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں-"

علامہ حافظ ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ نے اسی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے-

شرم گاہ کی حفاظت کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ نگاہوں کی حفاظت کی جائے' اس لیے قرآن پاک نے سب سے پہلے اس کا ذکر کیا اور چونکہ اس آیت میں زنا کے وسائل کی حرمت مقصود تھی اس لیے عام حالتوں میں نظربازی کو حرام قرار دیا' لیکن جہاں راجح مصلحت کا تقاضا تھا وہاں اس کی اجازت بھی دی گئی[1] لیکن اگر کوئی مصلحت نہ ہو اور فساد کا اندیشہ ہو اور فساد قوی تر ہو' تب دیکھنے کی بھی اجازت نہیں ہو گی- بہرکیف نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس کی علت مفاسد سے تحفظ ہے- لیکن شرم گاہ کی حفاظت ہر

---

[1] جیسے کوئی شخص منگنی کا خواہش مند ہو اور شادی کا عزم رکھتا ہو' تو اسے اپنی منگیتر کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کو دیکھنے کی اجازت ہے- خواہ لڑکی اسے پسند کرے یا نہ کرے اور یہ محض اس لیے تاکہ مرد اس کی خوب صورتی اور اس کے جسم کے تناسب کو دیکھ لے' پھر چاہے تو اس سے منگنی کرے اور اس سے نکاح کرے- نیز اس لیے بھی کہ سنا ہوا دیکھے ہوئے کے مانند نہیں ہوتا اسی طرح معالج علاج کی غرض سے مریضہ کو دیکھ سکتا ہے' بشرطیکہ کوئی طبیبہ میسر نہ ہو لیکن اس لیے یہ ضروری ہے کہ مرد معالج کے ساتھ کوئی محرم موجود رہے- اسی طرح گواہی دینے کی نیت سے بھی اجنبیہ کو دیکھنے کی اجازت ہے-

حال میں واجب ہے اور حق کے علاوہ کسی ناحق صورت کے لیے اس کی اجازت نہیں ہے۔
اسی لیے اس کی حفاظت کا حکم عام ہے اور اللہ تعالیٰ نے آنکھ کو دل کا آئینہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ جب بندہ نگاہیں جھکاتا ہے تو اس کا دل شہوت اور ہوس سے گریز کرتا ہے' لیکن جب نگاہ کو چھوٹ دے دی جاتی ہے تو دل میں شہوت موجزن ہوتی ہے۔

ایک صحیح حدیث میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعلق منقول ہے کہ حج کے موقعہ پر مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے وہ رسول اللہ ﷺ کے ردیف تھے۔ اتنے میں کچھ کجاوہ نشینوں کا ادھر سے گزر ہوا۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ انھیں دیکھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔

(اس روایت کو بخاری مسلم اور ترمذی وغیرہ (رحمہم اللہ) نے ذکر کیا)

ممانعت اور نکیر کرنے کی یہ عملی صورت تھی۔ اگر دیکھنا جائز ہوتا تو آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے' اور صحیح میں رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ كَتَبَ عَلٰى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنٰى اَدْرَكَ لَامَحَالَةَ فَالْعَيْنُ تَزْنِيْ وَزِنَاهَا النَّظَرُ وَاللِّسَانُ يَزْنِيْ وَزِنَاهُ النُّطْقُ وَالرِّجْلُ تَزْنِيْ وَزِنَاهَا الْخَطٰى وَالْيَدُ تَزْنِيْ وَزِنَاهَا الْبَطْشُ وَالْقَلْبُ يَهْوِيْ وَيَتَمَنّٰى وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ اَوْ يُكَذِّبُهُ))

"یہ حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت نے ابن آدم پر اس کے حصے کا زنا لکھ دیا ہے' جس کو وہ لامحالہ کر کے رہتا ہے۔ چنانچہ آنکھ زنا کرتی ہے اور اس کا زنا کرنا نظر بازی ہے' زبان زنا کرتی ہے اس کا زنا بولنا ہے' پیر زنا کرتا ہے اس کا زنا چلنا ہے' ہاتھ زنا کرتا ہے اس کا زنا کرنا تھامنا ہے اور دل مائل ہوتا اور خواہش مند ہوتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق کر ڈالتی ہے یا جھٹلا دیتی ہے[1]۔"

مذکورہ حدیث کی ابتدا میں آنکھ کے زنا کا ذکر کیا گیا ہے' کیونکہ ہاتھ پاؤں دل اور شرم گاہ کی زنا کا سرچشمہ یہی آنکھ ہے۔ زبان کے زنا سے منہ کے زنا یعنی بوسہ بازی کی طرف اشارہ کیا' اور

---

[1] حافظ منذری کہتے ہیں کہ اسی کے مطابق امام مسلم اور بخاری نے باختصار نقل کیا اور نسائی اور ابوداؤد نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

اگر زنا عمل میں آیا تو اس کا اظہار اس سے کیا کہ شرمگاہ نے اس کی تصدیق کی اور اگر عمل میں نہیں تو یہ کہا کہ شرم گاہ نے اس کی تکذیب کی۔ اس حدیث سے کھل کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنکھ کی معصیت نظر بازی ہے اور یہ آنکھ کا گناہ ہے۔ یہ حدیث ان لوگوں کے لیے مسکت جواب ہے جو نظر بازی کو مباح سمجھتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((يَاعَلِيُّ لَاتَتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ وَإِنَّ لَكَ الْأُوْلَى وَلَيْسَتْ لَكَ الثَّانِيَةُ))

"علی ایک بار دیکھنے کے بعد دوبارہ مت دیکھو، تمہارے لیے پہلی بار دیکھنے کی (رعایت تھی) دوسری بار کی اجازت نہیں۔"[1]

اور نظر بازی کی ممانعت اس لیے بھی ہے کہ اس سے عورت کے دل میں میل پڑتا ہے اور مرد کا دل اس پر اور وہ مرد پر فریفتہ ہوتی ہے اور یہ حرکت زنا کی ہر کارہ بلکہ اس سے زیادہ موثر ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو زمین پر پیر زور سے رکھ کر چلنے سے منع فرمایا تاکہ اس کی پازیب کی آواز کانوں میں نہ پڑے، کیونکہ اس آواز سے مردوں کی نگاہیں پلٹ کر ان پر پڑیں گی اور یہی نگاہیں دل کی قاصد ہوتی ہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسلم سماج کو پاک وصاف رکھنے کے خواہش مند تھے، تاکہ معاشرہ صاف ستھرا اور شریفانہ اخلاق سے معمور رہے اور شریفانہ اخلاق کا ایک جزو عفت وپاک دامنی سے آراستہ ہونا اور حرام شہوت سے پرہیز کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيْبُهُ مِنَ الزِّنَا))

یہ حدیث اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ نظر بازی آنکھوں کے ذریعے زناکاری ہے کیونکہ جیسا کہ عرض کیا گیا نظریں دل کی قاصد ہوتی ہیں اور یہی نگاہیں ہیں جو خوب صورت عورت پر پڑ کر اس کا سراپا دل پر نقش کرتی ہیں۔ نظریں پڑنے سے دل متاثر اور منفعل ہوتا ہے۔ شہوت سے دیکھنے اور نگاہ کو دیر تک برقرار رکھنے سے یہ دیکھنا گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ البتہ اگر ایک بار دیکھا، پھر نظر کو ہٹالیا، حالانکہ دیکھنے کی ہوس تھی تو یہ گناہ صغیرہ ہوگا اور اگر

---

[1] حافظ منذری کہتے ہیں کہ اس روایت کو احمد ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔(روضۃ المحبین)

دیکھنے کا ارادہ نہیں کیا' اچانک نگاہ پڑی تو اس کو نگاہیں پھیر لینی چاہئیں' اور وہ گنہگار نہیں ہو گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

((فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الثَّانِيَةُ))

"تمھارے لیے پہلی نظر تھی' دوسری نظر (کی اجازت) نہیں۔"

نیز امام مسلم' ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا:

((سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَقَالَ اِصْرِفْ بَصَرَكَ (اَىْ حَوِّلْهُ اِلٰى جِهَةِ الْاُخْرٰى))

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنی نظر کو پھیر لو (یعنی اسے دوسری طرف موڑ دو)"

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نے یہ بات واضح کر دی کہ دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا نظر بازی ہے۔ دونوں کان زنا کرتے ہیں ان کا زنا گلوکارہ کی آواز سننا ہے' کسی محرم عورت کی بات پر کان دھرنا ہے' فحش گیت سننا ہے' خواہ مرد کسی مرد سے فحش گیت کیوں نہ سنتا ہو اور زبان کا زنا باطل کلام کرنا ہے' جیسے فحش گوئی' جھوٹ' فریب کاری' افترا پردازی' گالی گلوچ اور لعن طعن اور اس جیسی حرام چیزیں۔ اور پیر کا زنا معصیت کی طرف چل کر جانا ہے' دل کا زنا حرام کی طرف میلان ہے اور دل میں یہ تمنا کرنا ہے کہ کسی طرح موقعہ ملے کہ فلاں حرام کام کر گزرے۔

بہر صورت نظر بازی سے مقصود یہاں مرد کا کسی عورت یا کسی عورت کا مرد کو دیکھنا ہے' اور یہ دیکھنا اس لیے ممنوع ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے سخت زہر آلود تیر ہے' اور زنا تک رسائی کا خطرناک ذریعہ ہے' اسی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ دونوں آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَامِنْ صَبَاحٍ اِلاَّ وَمَلَكَانِ يُنَادِيَانِ وَيْلٌ لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَ وَيْلٌ لِلنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ))

"ہر روز صبح صبح دو فرشتے پکار پکار کر کہتے ہیں مردوں کو عورتوں کی وجہ سے اور

عورتوں کو مردوں کی وجہ سے ہلاکت ہو۔"

اور چونکہ نظریں فتنہ انگیز عشق کا پیش خیمہ اور فحش کاری کا داعیہ پیدا کرتی ہیں' اس لیے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ فَقَالُوا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَنَابُدٌّ مِنْ مَجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِیْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّاالْمَجْلِسَ فَاتُوا الطَّرِیْقَ حَقَّهُ- قَالُوا وَمَاحَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی وَ رَدُّالسَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ))

"شاہراہوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (ﷺ) ان نشستوں سے ہمارے لیے کیا (حرج) ہے جہاں ہم بات چیت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم (پرہیز کرنے سے) انکار کرتے ہو اور بیٹھنا بھی چاہتے ہو تو پھر راستوں کو ان کا حق دو' انھوں نے عرض کیا راستوں کا کیا حق ہے اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے فرمایا نگاہوں کو نیچی رکھنا' اذیت دہ چیز سے پرہیز کرنا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔

اس روایت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شاہراہوں پر بیٹھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ وہاں سے مرد عورت دونوں کا گزر ہوتا ہے' پھر ان راہوں سے اشراف' اوباش اور نادان سب ہی آتے جاتے ہیں' اس لیے لامحالہ فتنہ انگیز اور پرفریب باتیں اور صورتیں آنکھوں کے سامنے آئیں گی۔ اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کبھی راستے کے کنارے بیٹھنا ناگزیر ہوتا ہے۔ تب آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ راستے کا حق ادا کریں۔ ان حقوق میں سرفہرست نگاہوں کو نیچی رکھنا ہے' یعنی ان عورتوں سے نظریں نیچی رکھی جائیں جو راستے سے گزر رہی ہوں۔ مرد اپنے گھروں کے سامنے بیٹھے ہوں یا راستے کے کنارے ہوں' حالانکہ مردوں اور عورتوں سبھی کو راستہ پر گزرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں چونکہ نظربازی مہلک زہر ہے' اس لیے آپ نے انھیں نظریں جھکائے رہنے کا حکم فرمایا۔

نیز ایسے بھی عشق و محبت' غزل کے اشعار' شان دلربائی اور جان لیوا ور فتگی بدترین نظر بازی کا نتیجہ ہیں اور بخدا یہ سب ابلیس کے زہریلے تیر ہیں اور راہگیروں کے دل ان کی زد میں ہوتے ہیں- یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ))

اور اشعار ابتدا میں نغمہ ہوتے ہیں' پھر بڑھ کر بات چیت ہوتی ہے اور پھر مڈ بھیڑ ہوتی ہے' اور شوق کے بعد وحشت بھی ناگزیر ہے- چنانچہ کسی کہنے والے نے ٹھیک ہی کہا ہے-

نظرة فابتسامة فسلام　　　فكلام فوعد فلقاء

"نظر بازی' پھر تبسم' پھر سلام' اس کے بعد بات چیت' پھر وعدہ اور ملاقات"

علامہ بجانی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کبھی مرد کسی عورت کو دیکھ کر اپنی اہلیہ سے پھر جاتا ہے- حالانکہ اس کی یہ بیوی اس کی بڑی محسن اور اس کے بچوں کی ماں ہوتی ہے اور بارہا اس کے عذر کو قبول کر چکی ہوتی ہے- لیکن غیر عورت کے ساتھ اس مڈ بھیڑ سے اس کا دل خباثت سے بھر جاتا ہے اور محبت کے بعد اس کے دل میں نفرت بھر جاتی ہے اور پھر ایک گھڑی بھی ساتھ رہنا اس کے لیے دشوار ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں اسی حرافہ سے ملاقات کرنے اور اس تک پہنچنے کی خواہش وتیں لیتی ہے اور یہ اسی سے ملاقات کی نحوست تھی جس نے اس کا سکھ چین غارت کر دیا- اس کی نیک بختی کو بد بختی سے بدل دیا اور اس کے ادنیٰ التفات سے اس کی شرم و حیا اور پاک دامنی سب کچھ ملیامیٹ ہو چکی- حالانکہ ایسی عورتیں ہرجائی ہوتی ہیں' ان کی بے وفائی' ان کی پیشانی پر لکھی ہوتی ہے اور ان کا ایک ایک وعدہ جھوٹا اور پر فریب ہوتا ہے- ایسے ہی ایک اوباش کا جب اخیلیہ سے سامنا ہوا تو اس نے نہایت خوب کہا تھا-

وذی حاجة قلنا له لاتبح بها　　　فلیس الیها ما حییت سبیل

ایک خود غرض ضرورت مند سے ہم نے کہا اسے کسی صورت اپنے لیے مباح نہ جان کیونکہ پوری زندگی تیری رسائی وہاں تک ہو نہیں سکتی-

لنا صاحب لاینبغی ان نخونه　　　وانت لاخری صاحب و خلیل

ہمارا ایک ساتھی ہے جس کے ساتھ ہمیں خیانت نہیں کرنی چاہئے' اور تو بھی کسی کا رفیق اور ہم سفر ہے (جس کے ساتھ تجھے خیانت نہیں کرنی چاہئے)۔

نظر بازی کی مذمت میں ذیل کے اشعار بھی کسی نے خوب کہے ہیں۔

کل الحوادث مبدء وھا من النظر ومعظم النار من مستصغر الشرر

تمام حوادث کی جڑ میں نظر بازی ہی کار فرما ہے جیسے بڑی سے بڑی آگ چھوٹی سی چنگاری سے بھڑک اٹھتی ہے۔

کم نظرة فعلت فی قلب صاحبها فعل اسهام بلاقوس ولاوتر

کتنی ہی نگاہیں دل پر تیروں کی طرح اثر کرتی ہیں البتہ یہ تیر کسی کمان اور تانت کے بغیر چلتا ہے۔

اسر مقلته ماضر مهجته لامرحبا بسرور جاء بالضرر

کیا کسی کی آنکھ کو وہ چیز ٹھنڈک پہنچا سکتی ہے جو اس کی روح کو بے چین کر ڈالے ایسی خوشی کس کام کی جو اپنے ساتھ ضرر لائے۔

کوئی خدا کا بندہ صالح ہوتا ہے' نیک اور پرہیز گار ہوتا ہے' لیکن ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ اپنے دل کو خواہشات کے پیچھے ڈال دیتا ہے' اس کی آنکھوں پر ہوس کا پردہ چڑھ جاتا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عزت پانے کے بعد ذلیل ہو جاتا ہے' پاک دامنی کے بعد گناہ کی زندگی میں ڈوب جاتا ہے' کامل ہونے کے بعد نقص کا شکار ہو جاتا ہے اور آنحضور ﷺ کے اس ارشاد کو فراموش کر جاتا ہے کہ:

((كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذَالِكَ لَامَحَالَةَ))

"ابن آدم پر اس کے حصے کا گناہ لکھ دیا گیا ہے جس کو وہ لامحالہ پا کر رہے گا۔"

بسا اوقات بعض انسانوں پر شیطان اپنے فریب کا جال ڈالتا ہے اور اس کی نگاہوں کو اجنبی عورت کی طرف پھیر دیتا ہے اور یہ عورتیں خود شیطان کا پھندہ اور اس کا جال ہوتی ہیں جن کے پیچھے پڑ کر اچھا بھلا آدمی دین داری اور پرہیز گاری کو بھول جاتا ہے۔

نیز موجودہ زمانے میں بیشتر بری خصلتیں عام ہو چکی ہیں اور یہ مغرب کی اندھی تقلید ہے جس نے مرد اور اس کی منگیتر کو اسی اندھے رواج میں جکڑ لیا ہے' اور پھر وہ تنہائی میں ایسی

حرکتیں کرتے ہیں جو شرعی لحاظ سے درست نہیں ہوتیں نہ کسی مسلمان کو اس کی اجازت ہے۔
اور اس آزادانہ اختلاط کا حشر یہ ہوتا ہے کہ کبھی قبل از وقت نتیجہ نکل آتا ہے اور مرد اپنی منگیتر سے بددل ہو کر اس کا خیال بھی دل سے نکال دیتا ہے اور پھر وہ ایک دوسرے مانوس ہونے کے باوجود دور کے پڑوسی بن جاتے ہیں اور جس طرح اجنبی عورتوں کو دیکھنا ان کی پوشاک، ان کے کپڑے اور ان کے زیورات سے صرف نظر کرنا ضروری ہے، اسی طرح عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ بڑی بڑی چادروں کو اوڑھ کر نکلیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں، سوائے اس کے جو خود بخود کھلی رہیں۔

فصل

نگاہیں نیچی رکھنے کے فوائد اور نظر بازی کے مفاسد

نگاہیں نیچی رکھنے کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) دل حسرت کے الم سے محفوظ رہتا ہے' کیونکہ نظر بازی جتنی زیادہ ہوتی ہے دل حسرتوں کی آماج گاہ بنا ہوتا ہے' نظروں کے یہ تیر دل کو حد درجہ اذیت پہنچاتے ہیں' کیونکہ نظر جتنی بار پڑتی ہے ہوس اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے- پھر نہ صبر و شکیب باقی رہتا ہے نہ وصل کی کوئی صورت نظر آتی ہے اور فراق کا کرب اور جدائی کی تکلیف ناقابل برداشت ہوتی جاتی ہے' اصمعی کہتے ہیں کہ طواف کرتے ہوئے میں نے ایک دوشیزہ کو دیکھا جو نہایت نوخیز تھی' میں اسے دیکھتا رہ گیا اور اس کے محاسن کو اپنی آنکھوں سے سمیٹنے لگا- یک بیک اس نے مجھ سے کہا بھلے آدمی اس طرح کیوں تک رہے ہو؟ میں نے کہا بس دیکھ ہی تو رہا ہوں اس نے کہا-

وكنت متى ارسلت طرفك رائدا تصلبك يوما اتعبتك المناظر

تم جب اپنی نگاہ کو کھلی چھوڑ کر اسے اپنے دل کا قاصد بناتے ہو تو کسی نہ کسی دن یہ نظر بازی تمھیں تھکا ڈالے گی-

رأيت الذى لاكله انت قادر عليه ولا من بعضه انت صابر

تم اسے دیکھتے ہو جس کے کل پر تمھیں نہ قدرت ہے اور نہ اس کے کسی جز پر تمھیں صبر و شکیب ہوتا ہے-

نظر بازی دل پر تیر کی طرح اثر انداز ہوتی ہے- اس سے آدمی کا خون نہیں ہوتا' تو گھائل ضرور ہوتا ہے اور یہ درحقیقت آگ کا شعلہ ہے جو سوکھی گھاس پر پڑ کر دم کی دم میں

اسے راکھ کر دیتا ہے اور سب نہیں تو کچھ حصہ ضرور جل کر ڈھیر ہو جاتا ہے۔

یارامیا لبسهام اللحظ مجتهدا   انت القتیل بما ترمی فلاتصب

تاک تاک نظروں کے تیر چلانے والے اپنے تیروں سے تو خود گھائل ہوگا اور کبھی تیرا نشانہ درست نہ ہوگا۔

وباعث الطرف یرتاد الشفاء له   توقه انه یاتیك بالعطب

نظربازی سے شفا کی جستجو کی جاتی ہے جب کہ یہ اشتیاق خود ہلاکت لاتا ہے۔

ومن کان یوتی من عدوو حاسد   فانی من عینی اتیت ومن قلب

کوئی دشمن اور کسی جلنے والے کے ہاتھوں اذیت پاتا ہے لیکن میں اپنی آنکھوں اور اپنے دل کے ہاتھوں دکھ اٹھا رہا ہوں۔

هما اعتورانی فی نظرته ثم فکره   فما ابقیالی من رقاد ولالب

انھوں نے باری باری نگاہ ڈالی' پھر تصور پیدا کیا اور اب ان کے ہاتھوں نہ رات کی نیند باقی رہی اور نہ عقل و ہوش۔

(۴) نگاہیں نیچی رکھنے سے دل میں نور اور آنکھوں میں سرور پیدا ہوتا ہے اور چہرہ اور اعضا پر تازگی نظر آتی ہے' جب کہ نظربازی سے چہرہ تاریک ہوتا ہے اور اس کے اثرات ہاتھ پاؤں پر بھی نمایاں نظر آتے ہیں' اسی لیے اللہ رب العزت نے سورہ نور کی اس آیت میں فرمایا:

﴿اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (النور: ۳۵)

''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔''

اور اسی کے پیش نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ (النور: ۳۰)

''مومنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں۔''

اور اس حدیث شریف میں غالباً اسی کا عکس نمایاں ہے جس میں آپ نے فرمایا:

((اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِیْسَ فَمَنْ غَضَّ بَصَرَهُ مِنْ مَحَاسِنِ امْرَاَةٍ اَوْرَثَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَلْبَهُ نُوْرًا))

"نگاہ ابلیس کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جس نے عورت کے محاسن پر نگاہ ڈالنے کے بجائے اپنی نگاہوں کو نیچی رکھا اللہ تعالیٰ اس کے دل میں نور رکھ چھوڑتا ہے۔"

(۳) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے صحیح فراست پیدا ہوتی ہے' کیونکہ فراست نور کا اثر اور اس کا نتیجہ ہے اور جب دل میں نور ہو گا تو فراست بھی راست اور درست پیدا ہو گی۔ اس لیے بھی کہ نیچی نگاہوں سے دل صیقل کیے ہوئے آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہو گا' جس کی بابت معلومات درکار ہوں گی فوری طور پر اس کا حصول ممکن ہو گا۔ اور نظر بازی دل کے لیے ایسی ہے جیسے آئینے پر سانس چھوڑی جائے۔ جب بندہ نگاہوں کو بے روک ٹوک چھوڑ دے گا تو اس کا دل گویا دل کے آئینے پر سانس چھوڑ دے گا۔ جس سے اس کی صفائی ماند پڑ جائے گی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

مراة قلبك لاتريك صلاحه والنفس فيها دائما تتنفس

تیرے دل کا آئینہ ٹھیک عکاسی نہیں کر سکے گا اس لیے کہ نفس اپنا عملِ تنفس اس پر جاری رکھتا ہے۔

(۴) چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اس سے علم کی راہیں اور اس کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اسباب علم آسانی سے سامنے آتے ہیں اور اس کی وجہ بھی درحقیقت دل کا نور ہوتا ہے۔ جب دل نورانی ہوتا ہے تو معلوم اشیا کا عکس اس پر صاف ابھرتا ہے اور بسرعت ان کا انکشاف ہوتا ہے' اور ان کا نفوذ بھی باسانی عمل میں آتا ہے لیکن اگر کوئی نگاہ پر پہرے نہیں بٹھاتا تو اس کا دل مکدر ہوتا ہے' اس پر کالک کی تہیں چڑھ جاتی ہیں اور اس طرح علم اور اس کی راہیں سب بند ہو جاتی ہیں۔

(۵) پانچواں فائدہ یہ ہے کہ اس سے دل میں قوت ثابت قدمی اور شجاعت پیدا ہوتی ہے' بصیرت میں شکوہ اور حجت میں زور آتا ہے اور حدیث میں ہے۔

جو شخص نفسانی خواہشات کے خلاف چلتا ہے' شیطان اس کے سائے سے بھی خوف کھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نفس کی خواہش پر چلنے والے کے دل میں مسکنت' ذلت' پست ہمتی اور حقارت پیدا ہوتی ہے اور یہ شخص اس کے مقابلے میں ذلیل وخوار ہو کر رہ جاتا ہے۔

جسے اللہ تعالیٰ نفسانی خواہشات کے بجائے اپنی خوشنودی کے حصول کی توفیق دیتا ہے۔

(۶) نگاہیں نیچی رکھنے سے دل میں مسرت اور خوشی پیدا ہوتی ہے اور نظر بازی سے حاصل ہونے والی وقتی لذت کے مقابلے میں انشراح صدر اور سرمدی خوشی میسر آتی ہے۔ یہ خوشی درحقیقت اسی بنا پر ملتی ہے کہ وہ اپنے نفس اور خواہشات کے خلاف چلا ہے' نیز بندہ جب اپنی لذت کو قابو میں کرتا ہے اور محض اللہ کے لیے شہوتوں کو رام کر لیتا ہے (جبکہ شہوت رانی سے نفس امارہ کو سرور ملتا ہے) تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ پائیدار خوشی اور راحت سے نوازتا ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بخدا عفت اور پاک دامنی کی لذت گناہ کی لذت سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب نفس خواہشات کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کے بعد وہ فرحت اور سرور حاصل ہوتا ہے جو نفس کے پیچھے چلنے کی خوشی سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

(۷) نظریں جھکائے رہنے سے دل شہوت کے بندھنوں سے رہائی پاتا ہے' اس لیے کہ حقیقی قیدی شہوت اور ہوا و ہوس کا قیدی ہوتا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

طلیق برای العین وھو اسیر

"نظروں کے سامنے بظاہر آزاد لیکن حقیقت میں اسیر"

اور جب دل شہوت اور ہوس کے پنجے میں اسیر ہوتا ہے تو دشمن اس پر حاوی ہو جاتا ہے اور اسے بدترین عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے

کعصفور فی کف طفل یسومھا حیاض الروی والطفل یلھو ویلعب

جیسے کسی بچے کے ہاتھ میں پڑی ہوئی چڑیا' جسے بچہ ہلاکت اور موت کے گھاٹ اتار رہا ہو' جب کہ بچے کی نظر میں یہ معمولی سا کھیل ہے۔

(۸) نیچی نگاہوں سے جہنم کا دروازہ بند ہو جاتا ہے' کیونکہ نظر بازی سے شہوت بھڑک اٹھتی ہے اور گناہ پر آمادگی پیدا ہوتی ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور پردے کا حکم فرمایا ہے تاکہ گناہ سے مزاحمت پیدا ہو سکے' لیکن جب بھی پردہ دری ہو گی' نفس گناہ سے آلودہ ہو گا اور پھر یہ سلسلہ اس قدر دراز ہو گا جس کی کوئی حد نہیں ہو گی' کیونکہ ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے اور جس کو نئی چیز کا چسکہ پڑ جائے اسے پرانی چیز سے خاطر خواہ تسلی نہیں

ہوتی ہے 'اگرچہ پرائی چیز کتنی ہی دیدہ زیب اور خوش گوار ہو۔ بہر حال نگاہیں نیچی رہنے سے بہت سے مفاسد کا دفعیہ ہو گا اور آپ سے آپ دور ہوں گی جنھیں سلاطین اپنی طاقت صرف کرنے کے باوجود دور نہ کر سکے۔

(۹) نظریں نیچی رکھنے سے عقل کو تقویت 'ثابت قدمی اور اس میں اضافہ ہوتا ہے 'کیونکہ کم عقل کی بدولت نظر بازی کی لعنت پیدا ہوتی ہے اور انجام سے غفلت اور طیش کی وجہ سے اس میں اضافہ ہوتا ہے 'اور جب عقل آئے گی تو انجام پر خاص طور پر نظر ہو گی اور نظر بازی کرنے والا اگر انجام پر نظر رکھے تو نظر بازی سے از خود پرہیز کرے گا۔ شاعر نے کہا ہے ۔

واعقل الناس من لم يرتكب سببا حتى يكفر ماتجبني عواقبه

عقل مند ترین انسان وہ ہے جو اس وقت تک کوئی راستہ نہیں اختیار کرتا جب تک کہ اس کے انجام پر غور نہ کر لے۔

(۱۰) نگاہیں نیچی رکھنے سے دل شہوت کے نشے سے اور خواب غفلت سے گلو خلاصی پاتا ہے 'کیونکہ نظر بازی کی وجہ سے اللہ اور آخرت کے گھر سے سخت غفلت پیدا ہوتی ہے اور عشق کا نشہ سا چڑھ جاتا ہے 'چنانچہ سورہ حجر میں اللہ تعالیٰ نے صورت گری کی مستی کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ (الحجر : ۷۲)

"تمھاری جان کی قسم وہ تو اپنی مستی میں جھوم رہے تھے۔"

نگاہ شراب کا مستی بھرا جام ہوتی ہے اور عشق اس نشے کو دو آتشہ بناتا ہے 'اور یہ حقیقت ہے کہ عشق کا نشہ شراب کے نشے سے بڑھا ہوا ہوتا ہے کیونکہ شراب کا نشہ کبھی اتر بھی جاتا ہے لیکن عشق کا نشہ کبھی نہیں اترتا اور یہ موت کا لشکر ثابت ہوتا ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

سكران هوى و سكر مدامة ومتى افاقه من به سكران

عشق کا نشہ ابدی نشہ ہے 'جسے یہ نشہ چڑھ جائے وہ بھلا کب افاقہ پاتا ہے۔

قصہ کوتاہ نگاہیں نیچی رکھنے کے فوائد اور نظر بازی کے نقصانات اس سے کہیں زیادہ ہیں جتنا ہم نے بیان کیا۔ البتہ گزشتہ سطروں سے ہمارا مقصد محض تنبیہ کرنا اور آگاہ کر دینا

ہے، خصوصاً ان کی طرف بے محابا نظریں اٹھانے سے کلی پرہیز کرنے کی ضرورت ہے، جن سے شرعی طور پر مقصد برآری نہیں ہوتی جیسے مثال کے طور پر خوب صورت نوخیز لڑکے جن کی مسیں نہیں بھیگی ہوں اس میں شک نہیں کہ انھیں دیکھنا سم قاتل اور مہلک ترین بیماری ہے۔

حافظ محمد بن ناصر شعبی رحمتہ اللہ علیہ سے مرسلاً منقول ہے کہ جب عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو اس وفد میں ایک خوبرو اور نوجوان لڑکا بھی شریک تھا۔ آپ نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے بٹھایا اور فرمایا:

((كَانَتْ خَطِيئَةُ مَنْ مَضَى مِنَ النَّظَرِ))

"اگلے لوگوں کی ایک غلطی نظربازی بھی تھی۔"

حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں، جب تم کسی شخص کو کسی امرد کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھو تو اس سے نیک گمان نہ رکھو۔

ابن عدی نے اپنی کامل میں بقیہ کی حدیث نقل کی ہے، جس کو انھوں نے وازع سے، انھوں نے ابو سلمہ سے اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا:

((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَحِدَ الرَّجُلُ النَّظَرَ اِلَى الْغُلَامِ الْاَمْرَدِ))

"رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے کہ آدمی کسی امرد کو ایک نظر دیکھتا رہ جائے۔"

حضرت ابراہیم نخعی، سفیان ثوری اور ان کے علاوہ سلف کے دیگر علما امرد کی ہم نشینی سے منع کرتے تھے، چنانچہ امام نخعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی ہم نشینی آزمائش اور ان کی حیثیت بمنزلہ عورتوں کے ہے۔

قصہ کوتاہ نظربازی کی لت میں گرفتار ہونے والے کی نگاہیں جب بھی لوٹ کر اس کی طرف آتی ہیں، اس کا صبر و شکیب جکڑ کر محصور ہو جاتا ہے اور اسے اس وقت تک قرار نہیں آتا جب تک کہ اس کی گردن پر چھری نہ چل جائے اور وہ خون میں نہا نہ جائے۔

(خلاصہ کتاب روضۃ المحبین)

اور چونکہ اجنبیہ کو شہوت سے دیکھنا سخت فساد کا باعث ہے جس کا ذکر پہلے گزرا نیز قرآن پاک اور احادیث مقدسہ میں بھی نگاہیں نیچی رکھنے کی فضیلت وارد ہے' پھر اجنبیہ سے لمس رکھنا اور ان کے ساتھ تخلیہ کرنا حد درجہ فتنہ انگیز مضر اور سخت ناگوار ہے' اس لیے کہ لمس اور خلوت سے دونوں کی شہوت بھڑک اٹھتی ہے اور یہ کوئی مخفی امر نہیں جس کی وضاحت کی ضرورت ہو' اسی لیے طبرانی کی صحیح سند سے منقول روایت میں ہے کہ

((لَانْ یُطْعَنَ فِیْ رَاْسِ اَحَدِکُمْ بِمَخِیْطٍ خَیْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ یَمَسَّ اِمْرَاَةً لَاتَحِلُّ لَهُ))

"تم میں سے کسی کے سر میں سوئی چبھوئی جائے' یہ اس سے بہتر ہو گا کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہ ہو۔"

نیز طبرانی سے یہ بھی منقول ہے۔

((اِیَّاکُمْ وَالْخَلْوَةَ بِالنِّسَاءِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَاخَلَا رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا دَخَلَ الشَّیْطَانُ بَیْنَهُمَا وَلَانْ یَزْحَمَ رَجُلًا خِنْزِیْرٌ مُتَلَطِّخٌ بِطِیْنٍ اَوْحَمَاةٍ خَیْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ یَزْحَمَ مَنْکِبُهٗ مَنْکِبَ اِمْرَاَةٍ لَاتَحِلُّ لَهُ))

"خبر دار عورتوں کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے پرہیز کرو' اس لیے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جب بھی کوئی آدمی کسی عورت سے تخلیہ کرتا ہے' شیطان ان دونوں کے درمیان دخل دیتا ہے' اور اگر کسی شخص کے کاندھے سے کوئی ایسی سور ٹکرا جائے جو کیچڑ یا کالی بدبودار مٹی سے آلودہ ہو تو یہ اس کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہو گا کہ اس کا کاندھا کسی عورت کے کاندھے سے ٹکرا جائے۔"

طبرانی سے منقول ہے۔

((لَتَغُضُّنَّ اَبْصَارَکُمْ وَلَتَحْفَظُنَّ فُرُوْجَکُمْ اَوْلَیَکْسِفَنَّ اللّٰهُ وُجُوْهَکُمْ))

"تم بالضرور اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے چہرے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اَفَرَاَیْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ الْحَمْوُ[1] الْمَوْتُ))

”عورتوں کے پاس آنے جانے سے پرہیز کرو۔ انصار کے ایک شخص نے عرض کیا خسر کی بابت آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا خسر تو موت ہے۔“

اس روایت کو بخاری مسلم اور ترمذی نے نقل کیا۔ پھر کہا کہ کراھیة الدخول علی النساء کا مفہوم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے مطابق یہ ہے کہ

((لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا کَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّیْطَانُ))

”کوئی آدمی کسی عورت سے تخلیہ کرتا ہے تو وہاں تیسرا شیطان بھی ہوتا ہے“

نیز اسی حدیث میں ہے:

((وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلَا یَخْلُوَنَّ بِامْرَاَةٍ لَیْسَ بَیْنَهُمَا وَبَیْنَهُ مَحْرَمٌ))

”جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو' اسے کسی ایسی عورت کے ساتھ تخلیہ نہیں کرنا چاہئے جس کے اور اس شخص کے درمیان کوئی محرم نہ ہو۔“

طبرانی نے اس کو کبیر میں نقل کیا ہے۔ اس کے راویوں میں یحیٰی بن سلیمان المدنی ہیں۔

***

[1] حم: شوہر کا باپ یا بیوی کا باپ۔ بعضوں نے محض پہلے کو مراد لیا ہے اور وہی یہاں بھی مراد ہے جب کہ بعض نے دوسرے کو یہاں مراد لیا ہے' نیز حم کی تشریح شوہر کے اعزہ سے بھی کی گئی ہے۔ ابو عبیدہ نے اس کا معنی یہ بتایا ہے اسے مر جانا چاہئے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ اور حم سے مراد ایک روایت میں شوہر کا باپ ہے اور وہ محرم ہے تو کسی اور عزیز کا حکم بھلا کیا ہوگا؟

تنبیہہ:

(۱) مذکورہ بالا باب میں درج تینوں چیزوں کو بعض شافعی فقہا گناہ کبیرہ شمار نہیں کرتے' کیونکہ یہ حرکتیں داعیہ پیدا کرتی ہیں اور داعیہ پیدا کرنے والی چیز گناہ کبیرہ نہیں ہوتی' لیکن جو لوگ مذکورہ آیات و روایات پر غور کریں گے انھیں ان حرکتوں کو گناہ کبیرہ شمار کرنے میں توقف نہیں ہوگا- البتہ فقہا کے کلام کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ ان حرکتوں کو شہوت کے ارادے سے نہ کیا گیا ہو' نیز جب کہ فتنے کا ڈر نہ ہو اور بار بار یہ حرکت نہ دہراتا ہو لہٰذا اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ

(۲) اس حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ- **کتب علی ابن ادم نصیبه من الزنا** اس سے وہ فرضیت مراد نہیں جو اس آیت میں مراد ہے کہ **کتب علیکم القتال** یہاں کتب سے مراد ازل کی وہ تقدیر ہے جس کے مطابق جو چیزیں پہلے ہوئیں یا آئندہ ہونے والی ہیں' وہ سب طے کر دی گئیں ہیں' جن میں بندوں کے افعال' اعمال اور جملہ امور شامل ہیں' البتہ یہ اعمال و افعال ان کے ارادے اور اختیار پر منحصر ہیں اور اسی پر جزا و سزا کا دار و مدار ہے-

***

چھہتر واں کبیرہ گناہ

بیوی کا اپنے شوہر کی نافرمانی کرنا

نشوز:

یعنی بیوی کا اپنے شوہر کی نافرمانی کرنا، اس پر اپنی برتری جمانا

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو ایک بلند غرض اور اونچے مقصد کے لیے مشروع فرمایا۔ یہ مقصد شوہر کا اس سے راحت اور سکون پانا، ایک دوسرے سے محبت کرنا اور اس کی ضرورتوں کو پوری کرنا ہے، تاکہ ان میں سے کوئی کسی حرام فعل میں نہ پڑ جائے، ذلت کی دلدل یا پلیدی کے کیچڑ سے آلودہ نہ ہو جائے، اور نسل کی افزائی ہو تاکہ مسلمانوں کا سواد اعظم بڑھے، رشتے ناطے کے ذریعے خاندانی روابط استوار ہوں، محبت اور خیر سگالی کی فضا پیدا ہو اور میاں بیوی کے درمیان اور دونوں خاندانوں کے مابین میل محبت قرابت داری اور ہم آہنگی کا جذبہ فروغ پائے۔

ازدواج اور شادی بیاہ کا تقاضا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں، ہر کوئی حسن معاشرت اور بہتر سلوک کا روادار ہو اور اخلاقی قدریں اجاگر ہوں، بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے، اس کی وضاحت سنن اور مسند میں حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری سے منقول وہ روایت ہے جس میں انھوں نے کہا:

((یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاحَقُّ اِمْرَاَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَ تَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَاتَضْرِبُ الْوَجْهَ وَلَاتُقَبِّحْ وَلَاتَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ))

"اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے ہر ایک کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے آپ نے فرمایا اس کا حق یہ ہے؟ کہ تم جب کھاؤ تو اسے کھلاؤ، تم پہنو اسے بھی پہناؤ اور اس

کے چہرے پر مت مارو اور اسے برا بھلا نہ کہو اور نہ گھر کے علاوہ اسے کہیں چھوڑو۔"

اسی طرح شوہر کا حق بیوی پر یہ ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے' جب وہ کوئی حکم دے اس کی تعمیل کرے' بلائے تو فوراً حاضر ہو اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ نکالے جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ (النساء : ٣٤)

"مرد عورتوں پر حاکم اس لیے ہیں کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر بڑائی دے رکھی ہے اور وہ (ان پر) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔"

دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾[1] (البقرہ : ٢٢٨)

"اور عورتوں پر مردوں کو ایک درجہ (فوقیت) حاصل ہے۔"

شوہر کے حکموں کی نافرمانی اور اس سے انحراف حرام اور زبردست معصیت ہے' جس کا ثبوت ذیل کی احادیث میں ہے۔

(۱) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] یعنی مرد عورتوں سے افضل ہیں یہی وجہ ہے کہ منصب نبوت مردوں کے لیے مخصوص رہا' ملوکیت' سلطنت' امارت اور قضاء وغیرہ امور سب مردوں کو تفویض ہوتے ہیں' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کی تخلیق اور اس کی فطرت عورت کے مقابلے میں مختلف خصوصیات کی حامل ہے' اور عورت سے بہ درجہا فائق ہے' اس لیے مذکورہ منصب مردوں کے لیے مخصوص ہوئے جیسے گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی نگہداشت کا تعلق صرف عورت سے ہے اور غالباً اسی لیے مرد کی بالادستی اور اس کی حاکمیت کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح پیش فرمایا۔ بما فضل اللہ بعضکم علی بعض یعنی مرد و عورت کی طبیعت کے مطابق' جیسا کہ پہلے گزرا۔ دوسری وجہ یہ ہے وبما انفقوا من اموالھم یعنی اخراجات جیسے مہر' نان نفقہ اور وہ ذمہ داریاں جو اللہ نے مردوں پر عائد فرمائیں اور چونکہ مذکورہ خصوصیات جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں' ان کا تعلق مردانہ امتیاز سے ہے' اس لیے مردوں کا ان اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وللرجال علیھن درجۃ.

((قَالَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَةٍ فَلْتَاْتِهِ وَاِنْ کَانَتْ عَلَی التَّنُّوْرِ))

"فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو کبھی بھی حاجت کے لیے طلب کرے تو اس کو فوراً حاضر ہونا چاہیے' خواہ وہ تنور پر کیوں نہ ہو۔"

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے' نیز نسائی اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهُ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَلَمْ تَاْتِهٖ فَبَاتَ غَضْبَانٌ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلاَئِکَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ))

"جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ لائے جس کی وجہ سے شوہر اس پر غضب ناک ہو کر رات گزارے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

اس روایت کو بخاری' مسلم' ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے نقل کیا۔

(۳) بخاری اور مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَامِنْ رَجُلٍ یَدْعُو اِمْرَاَتَهُ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَلاَ تَاْتِیْ عَلَيْهِ اِلاَّ کَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰی یَرْضٰی عَنْهَا))

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جو کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے تو وہ (ذات) جو آسمان میں ہے' اس عورت پر اس وقت تک غضب ناک ہے جب تک کہ وہ اسے راضی نہ کرلے۔"

(۴) شیخین سے اور نسائی سے منقول ہے کہ فرمایا:

((اِذَا بَاتَتِ الْمَرْاَةُ هَاجِرَةً زَوْجَهَا لَعَنَتْهَا الْمَلاَئِکَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ))

"جب عورت اپنے شوہر کو چھوڑ کر اکیلی رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلاَثَةٌ لاَتَرْتَفِعُ صَلاَتُهُمْ فَوْقَ رُؤُوسِهِمْ شِبْرًا رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ کَارِهُوْنَ وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَ اَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ))

"تین آدمی ہیں جن کی نمازیں ان کے سروں سے اوپر ایک بالشت بھی نہیں اٹھتیں ایک وہ شخص جس نے کسی کی امامت اس حال میں کی کہ قوم اس سے نفرت کرتی ہے۔ ایک وہ عورت جس نے رات گزاری اور شوہر اس سے ناراض ہے اور وہ دو بھائی جو آپس میں برسرپیکار ہوں۔"

اس روایت کو ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا۔ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں' نیز ترمذی نے ابوامامہ کی حدیث کے مثل اس کو نقل کیا اور اس کو حسن کہا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول اس دوسری حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہیں گے' لعنت سے مراد رحمت سے دوری اور مہجوری ہے' جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ وہ ذات (یعنی باری تعالیٰ) جو آسمانوں میں ہے' وہ اس عورت پر اس وقت تک غضب ناک رہیگی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کو راضی نہ کر لے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اس عورت کا شمار ان تین افراد میں ہوگا جن کی نماز ان کے سروں سے بالشت بھر بھی اوپر نہیں اٹھے گی' نیز مرد کے حق کی عظمت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے شوہر کو اپنی بیوی کو مارنے اور اسے ادب سکھانے کی اجازت دے رکھی ہے بشرطیکہ بیوی کی نافرمانی کا یقین ہو یا اس کا غالب گمان موجود ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاللاَّتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ (النساء: ٣٤)

"اور جن عورتوں کی سرتابی کا تمہیں اندیشہ ہو تم انھیں نصیحت کرو اور انھیں ان کی خوابگاہوں میں چھوڑ دو اور انھیں مارو۔"

یعنی جب عبرت اور نصیحت اثرانداز نہ ہو اور بستر الگ کر دینے کے باوجود وہ باز نہ آئے تو انھیں مار سکتے ہیں' لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا نشان ظاہر نہ ہو۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول شیخین کی روایت میں ہے کہ:

((لاَیَحِلُّ لِاَمْرَاَةٍ اَنْ تَصُوْمَ وَ زَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلاَّ بِاِذْنِهِ وَلاَ تَاْذَنُ فِیْ بَیْتِ اِلاَّ بِاِذْنِهِ))

"کسی عورت کے لیے یہ حلال نہیں کہ اس کا شوہر موجود رہے اور اس کی اجازت کے بغیر وہ روزے رکھے۔"

البتہ یہ حکم نفلی روزوں کا ہے یا ایسے فرض روزوں کا ہے جن کی ادائیگی میں وسعت ہو۔[1]

(۳) روزوں کی طرح نفلی حج کا حکم ہے' چنانچہ حج اور روزوں کے عظیم المرتبت اجر و ثواب کے باوجود ایک عورت کو اس کی اجازت حاصل نہیں کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر حج کرے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَوْ كُنْتُ آمِرُ اَحَدًا اَنْ يَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا))

"اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو میں عورت کو ضرور یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔"

اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مذکورہ روایتوں سے بیوی پر شوہر کے عظیم حق کا علم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس فریضے کی عورت کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خوشنودی کی جستجو کرے' ایسی چیز سے گریز کرے جس سے شوہر کا غصہ بھڑکے' کسی مباح اور جائز کام سے اس کو ہرگز منع نہ کرے' اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف نہ کرے البتہ اس کی اجازت کا امکان ہو تو مضائقہ نہیں' جیسے کسی فقیر یا بھکاری کو کچھ دے دینا یا اس کے خویش و اقارب کو چائے پلانا یا کھانا وغیرہ کھلانا نیز اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ نکلے البتہ جن امور کی اس کی طرف سے اجازت کا امکان ہو اس کے لیے نکلنے میں مضائقہ نہیں جیسے نیک طینت پاکیزہ خواتین سے ملاقات کرنا یا رشتہ داروں سے ملاقات کرنا وغیرہ اور اگر شوہر کو کسی کام سے منع ہی کرنا ہو تو اس کو چاہئے کہ صراحت کر دے اور پھر عورت کو باہر نہیں نکلنا چاہئے۔

---

[1] وہ ناجائز اور غیر مباح کام ہرگز نہ کرنے دے' جیسے حیض یا نفاس کی حالت میں ہم بستری کرنا یا غسل سے قبل ایسی حرکت کرنا یا سرین میں دخول کرنا۔

قصہ کوہ عورت کو اللہ کا ڈر اپنے دل میں رکھنا چاہئے اور اللہ رب العزت اور فرشتوں کی لعنت کا ہدف نہیں بننا چاہئے' نہ اپنے شوہر کی نافرمانی اور اس کے حکموں کی سرتابی کرے' البتہ جو عورتیں اطاعت گزار اور فرمانبردار ہیں انھیں اللہ کی طرف سے نیک جزا کی خوش خبری ہونی چاہئے' اس لیے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا صَلَّتِ الْمَرْاَةُ خَمْسًا وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا دَخَلَتْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ))

"عورت جب پنجگانہ نمازیں پڑھے' اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے' تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو سکتی ہے۔"

اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا اور امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق ہی نقل کیا' البتہ ان کی روایت میں یہ ہے کہ دخلت من ای ابواب الجنہ شائت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس سے کہا جائے گا۔

((اُدْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ))

"جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا۔"

نیک توفیق بس اللہ ہی کی طرف سے ہے

❋ ❋ ❋

ستتر واں کبیرہ گناہ

شوہر کا بیوی کے حقوق ادا نہ کرنا

اس میں شک نہیں کہ شوہر کا اپنی بیوی کے حقوق کو روک لینا اور انھیں ادا نہ کرنا بھاری ظلم ہے اور ظلم کرنا تمام شریعت اور ادیان میں حرام ہے' نیز مختلف قوموں اور امتوں کے ارباب دانش اور عقل مندوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ ظالم کو اس کے ظلم سے روکنے اور ڈرانے کے لیے ذیل کی آیت کافی ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (ابراهيم : ٤٢)

"اور اللہ تعالیٰ کو غافل نہ جانو (اس سے) جس کو ظالم لوگ کرتے ہیں۔"

اور ظلم وہ برائی ہے جس کو اللہ نے خود اپنے آپ پر حرام قرار دیا ہے ارشاد ہے:

﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ (حم السجده : ٤٦)

"اور تمھارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔"

اور حدیث قدسی ہے:

((يَاعِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا))

"اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے آپ پر بھی حرام ٹھہرالیا ہے اور تمھارے درمیان بھی اس کو حرام قرار دیا ہے' اس لیے دیکھو ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔"

جب ظلم اپنی تمام تر اقسام کے ساتھ حرام ٹھہرا تو اس میں شک نہیں کہ یہ ظلم اس وقت اپنی انتہا کو پہنچے گا اور ہر سمجھ دار اس کی مذمت کرے گا جب کہ بیوی شوہر کے گھر پنجرے کی پنچھی اور چار دیواری کی قیدی ہو اور مرد اس پر خواہ کتنا ہی ظلم کرے کوئی اسے ظلم کی قید سے چھڑانے والا نہ رہے' تو اس وقت اللہ کے سوا اس کا حامی اور ناصر کون ہو گا اور ظلم کے اس

شکنجے سے اسے کون نجات دلائے گا؟ پھر شریعت اور عقل کی فضیلت اپنی جگہ مسلم' آخر شرافت اور صدق احساس بھی اپنا ایک مقام ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ بیوی پر ظلم کرنا نہایت غلط فعل ہے' اس لیے ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا برتاؤ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء : ۱۹)

''اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔''

﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (البقرہ : ۲۲۹)

''(انھیں) دستور کے مطابق روک رکھنا ہے یا دستور کے مطابق چھوڑ دینا ہے۔''

لہٰذا انسان خصوصاً مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ پر اپنی اہلیہ کے حقوق کو پہچاننے اور کم از کم اتنا تصور کرے کہ وہ اس کی شریک حیات ہے' اس کے گھر کی نگراں اور اس کے بچوں کی پالنہار ہے' اس کی نسل کی منبع اور اس کے مستقبل کی کھیتی ہے' جس سے وہ اپنی ضرورت کی باعزت تکمیل کرتا ہے اور چھچھورپن اور گندگی میں پڑنے سے اپنے آپ کو بچاتا ہے' اس لیے جب آدمی یہ جانتا ہے کہ اس کی اہلیہ کا اس کے اوپر کیا حق ہے تو وہ سورہ بقرہ اور سورہ نساء کی ان آیتوں پر غور کرے جن میں اللہ تعالیٰ نے بندگی کے مجمل احکام بیان فرمائے ہیں' لیکن ازدواجی مسائل کو مفصل اور تشفی بخش طریقے پر بیان فرمایا ہے چنانچہ طلاق کا جب ذکر نکلا تو فرمایا:

الطلاق مرتان (رجعی طلاقیں دو تک ہیں) شائستہ اور پاکیزہ سماج کے تذکرے میں فرمایا ولهن مثل الذی علیهن اور ان کے حقوق بھی اسی کے مساوی ہیں جو ان کے اوپر ہیں۔ غور کیا جائے کہ یہ آیت کس قدر ٹھوس' مختصر' جامع ہے اور کس طرح دریا بکوزہ کے مترادف ہے۔ پھر ایک اور جگہ طلاق اور وراثت کے احکام کی تفصیل پیش کی اور والدہ' بیٹی اور بہن کے ترکے کی جزئیات بیان فرمائیں۔ پھر عدت اور طلاق کے بعد مطلقہ کی جائے رہائش کا ذکر کیا اور بتایا کہ شوہر اسے کس طرح نفقہ ادا کرے گا چنانچہ ارشاد ہے:

﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ

فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَى لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾ (الطلاق: ٦-٧)

"ان مطلقہ عورتوں کو اپنی مقدور کے موافق وہیں رکھا کرو جہاں تم خود رہتے ہو اور ان کو تکلیف نہ دو کہ ان کو تنگ کرو اور اگر وہ حاملہ ہیں تو ان کے وضع حمل تک ان کو خرچ دیا کرو' پھر اگر وہ تمھاری اولاد کو دودھ پلائیں تو ان کی اجرت ان کو دیا کرو اور باہمی مشوروں کے ساتھ نیک دستور کے موافق کاربند ہوا کرو اور اگر تم مضائقہ سمجھو تو اس مرد کی ذمہ داری پر اس کے لیے کوئی اور عورت بچے کو دودھ پلائے۔ جو وسعت والا ہے وہ اپنی وسعت سے خرچ کرے اور جس کا رزق تنگ ہے وہ بھی اللہ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اتنا ہی حکم دیتا ہے جتنی اس کو طاقت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ بعد تنگی کے آسانی کردے گا۔"

اور عقل مند کے لیے باری تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی کافی ہے۔

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء: ١٩)

"اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔"

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (البقرہ: ٢٢٨)

"اور ان کے مردوں پر وہی حقوق ہیں جو (حقوق) خود (عورتوں) ان کے اوپر ہیں۔"

منجملہ ظلم کے اس کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کا مہر معجّل ادا نہ کرے' نیز یہ بھی ظلم ہے کہ حالت حیض میں جبراً وقہراً اس غریب سے صحبت کرے' حالانکہ خود وہ بھی جانتا ہے کہ عورت راضی ہے' تب بھی اس کے ساتھ یہ فعل حرام ہے' چہ جائیکہ وہ ناخوش ہو' اسی طرح سرین میں دخول کرنا بھی شرم ناک اور ظالمانہ فعل ہے۔ ایک شوہر کے لیے جہاں مذکورہ آیتوں پر غور کرنا کافی ہے وہیں ذیل کی احادیث بھی اس کے لیے ازبس ضروری ہیں۔

(۱) طبرانی نے صغیر اور اوسط میں اپنے ثقہ راویوں کے ذریعہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَیُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَاَۃً عَلٰی مَا قَلَّ مِنَ الْمَھْرِ اَوْکَثُرَ لَیْسَ فِیْ نَفْسِہٖ اَنْ یُؤَدِّیَ اِلَیْھَا حَقَّھَا خَدَعَھَا وَلَمْ یُؤَدِّ اِلَیْھَا حَقَّھَا لَقِیَ اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَھُوَ زَانٍ))

"جس شخص نے بھی کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر پر نکاح کیا لیکن اس کے دل میں یہ (خیال راسخ) ہے کہ وہ اس کا حق ادا نہیں کرے گا تو در حقیقت وہ اس کو دھوکا دے گا اور (اگر) اس نے حق ادا نہیں کیا تو قیامت کے دن اللہ سے اس کا سامنا اس طرح ہو گا کہ وہ زانی ہو گا۔"

(۲) شیخین نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ:

((کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ الإمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا وَمَسْئُوْلَۃٌ عَنْ رَعِیَّتِھَا وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِیْ بَیْتِ اَھْلِہٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِیْ مَالِ سَیِّدِہٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ))

"تم میں سے ہر کوئی چرواہا ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کی بابت سوال کیا جائے گا' چنانچہ امام ذمہ دار ہے۔ اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پرسش ہو گی عورت اپنے شوہر کے گھر کی بابت جواب دہ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہو گی اور آدمی اپنے اہل خانہ کے بارے میں ذمہ دار ہے' اس سے اس کی رعیت کی بابت پرسش ہو گی۔ خادم اپنے آقا کے مال کے بارے میں ذمہ دار ہے' اس سے اس کے ماتحت چیز کے بارے میں پرسش ہو گی۔ غرض تم میں سے ہر کوئی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہو گی۔"

(۳) ترمذی نے اس کی تخریج کی اور اس کو صحیح کہا ہے:

((اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَاءِ ھِمْ))

"ایمان والوں میں کامل ترین ایمان والا وہ ہو گا جو سب سے بہتر اخلاق والا ہو گا اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے بارے میں سب سے بہتر ہوں۔"

نیز یہ بھی صحیح ہے کہ:

((اِنَّ مِنْ اَکْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ))

"ایمان والوں میں کامل ایمان والا وہ ہے جو سب سے بہتر اخلاق والا اور اپنے اہل کے ساتھ سب سے زیادہ نرمی کرنے والا ہو۔"

ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے کہ

((خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ))

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب سے بہتر ہو۔"

نسائی کی روایت میں ہے:

((وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَهْلِیْ))

"اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے اہل کے ساتھ بہتر ہوں۔"

(۴) ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ:

((اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ اَعْوَجٍ فَاِنْ اَقَمْتَهَا کَسَرْتَهَا فَدَارِهَا تَعِشْ مَعَهَا))

"حقیقت یہ ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اگر تم اسے سیدھی کرنے کے درپے ہو گے تو اس کو توڑ دو گے' اس لیے اس کے ساتھ مدارات کرو' تمھاری زندگی اس کے ساتھ گزر جائے گی۔"

(۵) شیخین نے اور ان کے علاوہ محدثین نے اس کو نقل کیا ہے کہ:

((اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ اَعْوَجَ وَاِنَّ اَعْوَجَ مَا فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهٗ کَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَکْتَهٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ))

"اپنی عورتوں کے ساتھ (بہتر سلوک کی) تاکید کرو' کیونکہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلیوں میں سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہے۔ اگر تم اسے سیدھی کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہے گی' اس لیے عورتوں کے ساتھ (حسن سلوک کی) تاکید کرو۔"

(۶) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج کی فرمایا:

((اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ اَعْوَجٍ لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ طَرِيْقَهُ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَّرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا))

"عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے' اس کی روش ہرگز درست نہیں ہو سکے گی- تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو اس کی کجی کے ہوتے ہوئے اس سے مستفید ہو سکتے ہو اور اگر تم اسے سیدھی کرنے جاؤ گے تو توڑ دو گے اور اس کا توڑ دینا اسے طلاق دے دینا ہے-"

(۷) مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی تخریج کی کہ

((لَایَفْرُكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَر))

"کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے بغض نہ رکھے' کیونکہ اگر اس کی ایک عادت ناگوار ہوتی ہے تو دوسری پسندیدہ ہوتی ہے-"

مذکورہ بالا تمہید کے بعد عرض ہے کہ بیوی پر ظلم کی ایک قسم یہ ہے کہ شوہر اس کے ساتھ بدسلوکی کرے' غصے سے پیش آئے' برے اخلاق کا مظاہرہ کرے اور دل کو تکلیف دینے والی غلیظ باتیں کہے- ظلم ہی کی ایک قسم یہ ہے کہ خواب گاہ میں اسے تنہا چھوڑ دے اور اس کی نافرمانی یا ایسے کسی جائز عذر کے بغیر اس سے کنارہ کشی اختیار کرے-

نیز یہ بھی ظلم ہے کہ اس کو نان نفقہ اور پوشاک نہ دے یا یہ سب ادا کرے لیکن کنجوسی اور شرم ناک حد تک بخل سے کام لے- ظلم ہی کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ اسے مناسب مکان میں نہ رکھے' دو بیویاں ہوں تو ان کے درمیان عدل و انصاف سے کام نہ لے' بلکہ سراسر ظلم و زیادتی کرے اور یہ مستقل کبیرہ گناہ ہے- اس کی دلیل وہ روایت ہے جس کو ترمذی اور حاکم نے نقل کیا اور ان کی شرط کے مطابق اس کی تصحیح کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ اِمْرَاَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ))

"جس کے دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن

وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا مونڈھا جھکا ہوا ہو گا۔"

ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى أَحَدِهِمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ))

"جس کے دو بیویاں ہوں اور وہ کسی ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا مونڈھا جھکا ہوا ہو گا۔"

نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ يَمِيلُ إِلَى أَحَدِهِمَا عَلَى الأُخْرَى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَحَدُ شِقَّيْهِ مَائِلٌ))

"جس کے دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی بہ نسبت دوسری کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک مونڈھا جھکا ہوا ہو گا۔"

ابن ماجہ اور ابن حبان رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ

((وَ أَحَدُ شِقَّيْهِ سَاقِطٌ))[1]

"اس حال میں (آئے گا) کہ اس کا ایک مونڈھا جھکا ہوا ہو گا۔"

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میاں بیوی کے کشیدہ تعلقات اور شوہر کے ظلم و ستم کی وجہ سے عدالتوں اور شرعی پنچائتوں میں شکایات کی بھرمار ہے۔ نیز اس لیے کہ میاں بیوی

---

[1] مال، یمیل، میلا، میلان سے بظاہر ان امور میں میلان مراد ہے جن کے اندر ترجیح کو شریعت نے حرام کر دیا ہے۔ اس سے مراد دلی میلان نہیں ہے اس لیے کہ چاروں اصحاب سنن نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ازواج کے درمیان تقسیم فرماتے اور عدل و انصاف کے ساتھ تقسیم کرتے اور فرماتے اے اللہ یہ تو وہ تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے، لیکن جو میرے اختیار میں نہیں یعنی جس پر میرے دل کو قابو نہیں اس پر مجھے معاف فرما دے۔ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے مرسلا اس کو نقل کیا اور وہ اصح ہے۔ نیز مسلم وغیرہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے کہ انصاف کرنے والے اللہ کے نزدیک نور کے منبر پر رحمٰن کے دائیں ہاتھ پر ہوں گے۔ اور اس کے تو دونوں ہاتھ داہنے ہیں اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلے میں اپنے اہل و عیال کے اندر اور جو امور انھیں تفویض ہوں ان میں انصاف سے کام لیتے ہیں۔

کے درمیان نباہ کی صورتیں روز بروز ختم ہوتی جارہی ہیں' اور شوہر کے ظلم وستم کی ایک وجہ یا تو یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کا ازدواجی حق ادا نہیں کرتا' اس کا نان نفقہ' اس کی پوشاک سے کماحقہ عہدہ برآ نہیں ہوتا- یا چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش اور نگہداشت نہیں کرتا' یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسری بیوی کے فراق میں ہوتا ہے- دوسرا نکاح کرلیتا ہے اور پہلی بیوی کو پوچھتا تک نہیں' یا دونوں کے ساتھ انصاف سے پیش نہیں آتا- یہ رویہ شوہر کا ہے- رہی بیوی تو کبھی وہ شوہر کو عدالت میں مقدمہ دائر کرنے پر اس لیے مجبور کردیتی ہے' کہ وہ اس کی نافرمانی کرتی ہے اس کے حکموں کی تعمیل نہیں کرتی' نہ اس کی تعمیل پر یقین رکھتی ہے اور اس طرح کھلی ہوئی حکم عدولی یا سرکشی کا رویہ اپناتی ہے اور ان دونوں کا یہ رویہ ان کی بداخلاقی یا آپس کے میل محبت کے نہ ہونے سے پایا جاتا ہے- کبھی اس کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ لڑکی کا سرپرست جبراً اسے شادی پر مجبور کرتا ہے حالانکہ دل سے وہ اس کے ساتھ نکاح پر راضی نہیں ہوتی- پھر ولی تزویر کا جال بچھاتا ہے اور دو گواہ ایسے تیار کرتا ہے جو اس کی رضامندی کی جھوٹی گواہی دیتے ہیں' یا سرپرست لڑکی کو شرعی عدالت میں حاضری کے لیے مجبور کرتا ہے' یا کسی قاضی کو سکھا پڑھا کر راضی کیا جاتا ہے' حالانکہ اندر سے وہ مجبور محض ہوتی ہے' اور ظاہر ہے جس شادی کا ڈھانچا جبر واکراہ اور ناراضی پر استوار ہوگا اس کا انجام افتراق وجدائی اور جھگڑا ہوگا اور یہ تعلق بھی تادیر باقی نہیں رہے گا اور پھر دونوں طرف سے شکوہ شکایات کا بازار گرم ہوگا-

شقاق اور نفاق کے دیگر اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بسا اوقات بیوی کم سن اور شوہر سن رسیدہ ہوتا ہے اور فطری بات ہے کہ نوجوان دوشیزہ کسی بوڑھے کی طرف ہرگز مائل نہیں ہوسکتی' اور پھر یہیں سے نزاع شروع ہوتا ہے اور معاملہ عدالت تک پہنچتا ہے' اور سرپرست کی ہٹ دھری اور بے جا دباؤ سے جو نکاح عمل میں آتا ہے- سرپرست اس کے انجام سے صرف نظر کرتا ہے اس کے نتیجے میں جو سنگین اور خطرناک صورت حال سامنے آتی ہے- ان میں سے ایک یہ رہے کہ شوہر کے ساتھ رغبت نہ ہونے کی وجہ سے کبھی اپنا کوئی آشنا ڈھونڈھ لیتی ہے اور پھر گناہ اور رذیل حرکتوں میں پھنس جاتی ہے' اور اگر اسے کوئی راستہ نظر نہیں آتا اور گلو خلاصی کی کوئی صورت نہیں پاتی تو وہ کبھی اپنے خلاف کوئی جرم یا خودکشی کا

اقدام کر بیٹھتی ہے۔یا اپنے شوہر کے خلاف کوئی اقدام کر ڈالتی ہے۔اس طرح جاہل سرپرستوں کی ناعاقبت اندیشی کا حال یہ ہوتا ہے کہ گھر کا گھر تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ سرپرست کبھی یہ عذر لنگ پیش کرتے ہیں کہ ہونے والا شوہر لڑکی کا کفو نہیں ہے' یا اس کے قبیلے کے ہم پلہ نہیں ہے اور پھر شادی رک جاتی ہے۔ عمر ڈھلتی جاتی ہے اور گناہ ہی گناہ ان کا انجام ہوتا ہے اس لیے کہ عمر زیادہ ہونے سے یا تو لڑکی ناپسندیدہ قرار پاتی ہے یا پھر جس کے پلو میں اسے ڈال دیا جاتا ہے اس کی وجہ سے اس کی زندگی کے سیاہ دور کا حسرت ناک انجام شروع ہو جاتا ہے' وہ ناقابل برداشت مشکلات میں روز بروز گھرتی جاتی ہے اور اس کی زندگی تلخ سے تلخ تر ہوتی ہے' چنانچہ نہ اسے دن کا سکون ہوتا ہے' نہ رات کا آرام' اس لیے سرپرستوں کو اپنی لڑکیوں کے بارے میں بڑی فکر اور خدا سے ڈرنے کی ضرورت ہے' انھیں چاہیے کہ وہ خدا کا خوف کریں' مرد اپنی بیویوں کے حقوق بلا کم وکاست ادا کریں' عورتیں مردوں کے حقوق ادا کریں' اور اس حقیقت کو ذہن نشین کریں کہ اللہ تعالیٰ نے بیوی اور اس کے حقوق سے متعلق بکثرت آیات قرآن پاک میں پیش فرمائی ہیں' رسول اللہ ﷺ نے بھی متعدد احادیث میں ان حقوق کا ذکر کیا ہے۔ان آیات وروایات کے علاوہ جو اس سلسلے میں پہلے گزریں' ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے جس میں آپ نے فرمایا:

((اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ))

"عورتوں کے ساتھ (حسن سلوک کی) تاکید کرو' کیونکہ تم نے انھیں اللہ کی طرف سے امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کے کلمہ (حکم) کے مطابق ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔"

یہ صراحت آپ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمائی ہے۔

✲ ✲ ✲

اٹھترواں کبیرہ گناہ

شوہر کے خلاف بیوی کو بھڑکانا

(۱) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ وَمَنْ خَبَّبَ عَلَى امْرِئٍ زَوْجَتَهُ اَوْ مَمْلُوْكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا))

"ہمارے دین اور ہماری ملت کاملہ سے اس شخص کا کوئی تعلق نہیں جو امانت کی قسم کھائے یا بیوی کو اس کے شوہر کے خلاف اور غلام کو اس کے مالک کے خلاف بھڑکائے۔

اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا۔ الفاظ انہی کے ہیں۔ نیز بزار نے اس کو روایت کیا اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں ذکر کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ اس کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ جَنَّبَ اِمْرَاَةً عَلَى زَوْجِهَا اَوْعَبْدًا عَلَى سَيِّدِهِ))

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے اس کے شوہر کے خلاف اسے دھوکہ دیا یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف بہکایا۔"

اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا اور یہ انہی کے الفاظ ہیں۔ نیز نسائی اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں بیان کیا۔ ان کے الفاظ اس طرح ہیں:

((مَنْ جَنَّبَ عَبْدًا عَلَى اَهْلِهِ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ اَفْسَدَ امْرَاَتَهُ عَلَى زَوْجِهَا فَلَيْسَ مِنَّا))

"جس نے کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف اکسایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بگاڑا وہ ہم میں سے نہیں۔"

اس روایت کو طبرانی نے صغیر اور اوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کے مطابق نقل کیا' نیز ابو یعلی نے اور طبرانی نے اس کو اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور ابو یعلی کے تمام راوی ثقہ ہیں-

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے اس کو روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((إِنَّ إِبْلِيْسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيْئُ أَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ فَعَلْتُ كَذَا وَ كَذَا فَيَقُوْلُ مَاصَنَعْتَ شَيْئًا ثُمَّ يَجِيْئُ أَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهُ وَيَقُوْلُ نِعْمَ أَنْتَ فَيَلْتَزِمُهُ))

"یقیناً ابلیس اپنا عرش پانی پر بچھاتا ہے- پھر اپنے لشکروں کو (ادھر ادھر) بھیجتا ہے اور جو سب سے زیادہ فتنہ انگیز ہوتا ہے- وہی اس کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب ہوتا ہے- پھر ہر (لشکری) حاضر ہوتا اور کہتا ہے میں نے یہ کیا اور یہ کیا- وہ کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا- پھر ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے (میاں بیوی کو) اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ ان میں جدائی نہ کرادی' چنانچہ وہ اسے اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے ہاں (مقرب) تو تو ہی ہے-"

اس روایت کو مسلم وغیرہ نے نقل کیا-

بیوی کو میاں کے خلاف اکسانا اور میاں کو بیوی کے خلاف اکسانا دونوں کبیرہ گناہ ہیں- اس لیے کہ میاں بیوی میں سے کسی کو اکسانا دوسرے کو اذیت پہنچانا ہے اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانا حرام ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب: ۵۸)

"اور جو لوگ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو ان کے ناکردہ گناہ پر اذیت دیتے ہیں وہ بہتان تراشی کرتے ہیں اور کھلا ہوا گناہ (اپنے اوپر) لادتے ہیں-"

یعنی جو غیر اللہ کی قسمیں کھاتا ہو جیسے امانت کی قسم' نبی کی قسم' یا شرافت کی قسم وغیرہ' نیز اسی

پر عطف کرتے ہوئے فرمایا:

((وَمَنْ جَنَّبَ عَلَى امْرِئٍ زَوْجَتَهُ))

"جس نے کسی شخص کی بیوی کو اس کے خلاف اکسایا-"

یعنی جس نے کسی کی بیوی کو ورغلایا مثلاً دوسرے کسی مرد کو اس کے سامنے آراستہ کر کے پیش کیا یا اپنے آپ کو اس کے سامنے آراستہ کیا یا وعدہ کر کے اس کو اکسایا' جھوٹی آرزوئیں اسے دلائیں تاکہ وہ اپنے شوہر کی نافرمانی کرے' شوہر سے علیحدگی اختیار کرے' اس کی حکم عدولی کرے' اس پر بے جا الزام اور تہمت دھرے' عدالت میں اس کے خلاف فریاد کرے' عوام میں اسے رسوا اور ذلیل کرے' یہاں تک کہ شوہر اس کے ساتھ رہائش سے مایوس ہو جائے اور طلاق دے کر اس سے علیحدگی اختیار کر لے-

یہ حقیقت ہے کہ موجودہ زمانے میں جب کہ فسق و فجور کا دور دورہ ہے' اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی عام طور پر مخالفت کی جاتی ہے' یہ قبیح حرکت پوری شدت سے عام ہو چکی ہے' چنانچہ تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کے اندر شرم و حیا اور ایمان نہیں' جو جہالت اور سرکشی میں حد سے آگے بڑھ چکے ہیں' ایسے افراد اپنی خوب صورتی یا اپنی دولت سے عورتوں کو رجھاتے ہیں اور شادی شدہ عورتوں یا ان کے رشتہ داروں سے کہتے ہیں کہ اگر فلاں تمھیں دس ہزار دیتا ہے تو میں تمھیں بیس تیس ہزار دیتا ہوں- لڑکی کے لیے ایک گھر بنا دیتا ہوں- یا اسے سونے کے زیورات دیتا ہوں- یہ اور اس قسم کے دل فریب وعدے کیے جاتے ہیں' اور کبھی لڑکی پر اور کبھی لڑکی والوں پر ڈورے ڈالے جاتے ہیں- طرح طرح کے جھوٹے خواب دکھائے جاتے ہیں' کبھی کسی خبیث دلال کو بھیج کر وسوسہ اندازی کی جاتی ہے اور اس قدر جھوٹے وعدے اور آرزوؤں کے شیش محل دکھائے جاتے ہیں' جن کی وجہ سے ان کے تعلقات آپس میں کشیدہ ہو جاتے ہیں اور پھر ان میں جدائی پیدا ہو جاتی ہے- اس کے علاوہ اس بدترین عمل کے نتائج اور اثرات بے اندازہ اور بے شمار ہیں- جن میں چند یہ ہیں:

طلاق واقع ہونا- اولاد کا ضیاع- طلاق دینے والے اور مطلقہ کے درمیان اولاد کی خاطر نئے سرے سے جھگڑا اور لڑائی کا پیدا ہونا-

طلاق دینے والا اپنی اولاد کو اپنے پاس رکھنا چاہے گا اور ماں انھیں اپنے پاس رکھنا چاہے گی جب کہ بچے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور درمیان میں پڑکر قربانی کا بکرا بنتے ہیں' جو اس جھگڑے اور لڑائی کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں- لیکن جو لوگ ان نتائج پر نظر رکھیں گے اور ان کے عواقب ان کے ذہن میں ہوں گے' وہ کسی شک کے بغیر اس حقیقت کا اعتراف کریں گے کہ ایسا کرنے والا ظالم اور بڑا مجرم ہے- جس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا- آباد گھر کو برباد کیا اور بال بچے والے آدمی اور اس کے اہل وعیال پر ظلم کے پہاڑ توڑے- شوہر اور اس کے اعزہ کے درمیان نفرت اور لڑائی کے بیج بوئے اور نہ ختم ہونے والا جھگڑا کھڑا کیا- اور اگر یہ جھگڑا ابدی نہیں رہا تب بھی ایک زمانے تک اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے' اور یہ سب اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی مخالفت ہے' اس لیے کہ اسلامی شریعت نے ہمیشہ میل محبت' رحم دلی اور مسلمانوں کے درمیان باہم رابطہ رکھنے پر زور دیا ہے اور قطع رحمی اور ایک دوسرے سے قطع تعلق' جھگڑا اور باہم نفاق وشقاق سے منع کیا ہے- یہ ظالم اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ اللہ کے رسول کے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہیں' اور اپنے نفس امارہ اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں- اور چونکہ ان مجرموں سے یہ مفاسد اور دوسری بہت سی بڑی بڑی خرابیاں وجود میں آتی ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا' ابلیس اپنی ذریت کو اس کے لیے اکساتا ہے کہ وہ میاں بیوی کے درمیان اس قدر ریشہ دوانی کریں کہ ان میں باہم تفرقہ اور جدائی پیدا ہو جائے- ایسا کرنے والوں کو ابلیس شاباش دیتا اور انھیں گلے لگاتا ہے-

اسی قسم کا گناہ اس شخص کو ملے گا جو کسی کی منگیتر یا اس کے رشتہ داروں کے پاس آتا ہے' اس پر ڈورے ڈالتا ہے' لڑکی کو ورغلاتا ہے' طرح طرح کے وعدے اور میٹھی باتیں کرتا ہے- کہتا ہے کہ انھیں اتنا اتنا دے گا کہ وہ بے نیاز ہو جائیں گے- یہاں تک کہ وہ اس کی باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں' اس کی یقین دہانی کو مان کر آئے ہوئے دوسرے رشتے کو ٹھکرا دیتے ہیں' کبھی پہلے رشتے والے کچھ دے دلا جاتے ہیں تو اس کی باتوں میں آکر وہ اسے واپس کر دیتے ہیں' حالانکہ یہ ظلم وزیادتی کرنا اور ایک مسلمان کو اذیت پہنچانا ہے- ایسے ظالموں کے سامنے ذیل کی چند احادیث ہم پیش کرتے ہیں-

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَایَبِیْعُ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ[1] وَ لَایَخْطُبْ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِیْهِ اِلاَّ اَنْ یَّاْذَنَ لَهٗ))

''تم میں سے کوئی کسی کے سودے پر سودا نہ کرے' نہ کسی بھائی کی منگنی پر منگنی کرے' جب تک کہ وہ اس کی اجازت نہ دے دے۔''

اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا الفاظ مسلم کے ہیں۔

(۲) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ اَخُوالْمُؤْمِنِ فَلَایَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّبْتَاعَ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْهِ وَلَایَخْطُبْ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِیْهِ حَتّٰی یَذَرَ.

مومن' مومن کا بھائی ہے' اس لیے کسی مومن کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے مومن بھائی کے سودے پر سودا کرے' نہ اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے تاوقتیکہ وہ خود ہی اس کا خیال نہ چھوڑ دے۔''

اس روایت کو مسلم نے نقل کیا۔

جب سودے پر سودا کرنا' خرید و فروخت پر خرید و فروخت کرنا اور منگنی پر منگنی کرنا حرام ٹھہرا' کیونکہ یہ باعث اذیت اور مسلمانوں کے درمیان نزاع اور جدال کا سبب ہے تو میاں بیوی کے درمیان جھگڑا پیدا کرنا بدرجہ اولیٰ حرام' گناہ کبیرہ اور بھاری معصیت ہو گی اور کسی عقل مند شخص کو اس میں شک کی گنجائش نہیں ہو گی۔

---

[1] مثلاً جس نے کوئی چیز خرید لی' اس سے کہے کہ تم نے اس چیز کو دس کا خریدا میں ایسی ہی چیز تمہیں آٹھ یا سات کی دیتا ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ شخص اس چیز کو واپس کر دے گا اور پھر ان میں لڑائی جھگڑا پیدا ہو گا۔ اس کے مفاسد بھی مخفی نہیں۔ اسی طرح خرید پر خرید کا حکم ہے مثلاً بیچنے والے سے کہے کہ تم نے اس چیز کو سو ریال کا بیچا جب کہ میں نے تم سے اس چیز کو ایک سو بیس کا خریدا ہے۔ اب اگر بیچنے والا کوتاہ ایمان ہو گا یا شرافت سے تہی دامن ہو گا تو بہت جلد وہ خریدار کے خلاف بہانہ سازی سے کام لے گا اور جھگڑا کھڑا کر دے گا یہاں تک کہ سودا توڑ ڈالے گا اور جس نے اسے اس پر اکسایا' اس کے علاوہ کسی کے ہاتھ اس چیز کو فروخت کر ڈالے گا۔

بنا بریں ان تخریب پسند سازشی عناصر کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو میاں بیوی اور منگیتر اور اس کے خواست گار کے درمیان نفرت کی خلیج حائل کرتے ہیں اور ان میں بگاڑ کے بیج بوتے ہیں' انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ انھوں نے پہلا ظلم خود اپنے آپ پر کیا' دوسرا ظلم میاں بیوی پر کیا اور اپنی اس رذیل حرکت کی وجہ سے وہ اللہ کی طرف سے ناپسندیدگی کے مستوجب ہوں گے۔ سماج اور مسلم عوام انھیں بغض' حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور انھیں فاسق و فاجر' مکار اور دھوکا باز کہیں گے اور ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک ایک حرکت حرام ہے' اور ان کا شمار ظلم کی ان اقسام سے ہے' جن کا انجام با عقل مندوں سے مخفی نہیں ہے۔ آخر میں ہم ان لوگوں کو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد دلائیں گے۔

﴿الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَاللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾ (البقرہ : ۲۷)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں اور جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے' اس کو کاٹ دیتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں' یہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔"